عارف نامہ

(پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی سرگزشت)

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں بحق

مصنف:	محمد منصور آفاق
اہتمام:	اسد مصطفیٰ
سرورق:	منصور آفاق
کمپوزنگ:	آصف حمید
ڈیزائننگ:	محمد رؤف
مطبع:	نستعلیق پبلشرز اردو بازار لاہور
سنہ اشاعت:	2008
تعداد:	ایک ہزار
قیمت:	400روپے،10پونڈ

۸۰۲۹۷۶۹۹۴
۶۶۱۸ م م
۲۲۳۶۵

مرکزی بزمِ نوشاہیہ

18 ساؤتھ فیلڈ سکوائر بریڈفورڈ انگلینڈ

فون نمبر:01274-732958

نوشاپور شریف کشمیر کالونی جہلم پاکستان

فون نمبر:+92544-646478

اردو سٹریٹ ڈاٹ کام

۳۳ میاں پلازہ چاندنی چوک مری روڈ راولپنڈی 0514424228

E-mail: urdustreet@yahoo.com

Marfat.com

انتساب

ظفر تنویر کے نام

چاہیے تھا صرف تعویذِ فروغِ کن مجھے
دے دیا درویش نے اذنِ شعورِ ذات ساتھ

Marfat.com

فہرست

دیباچہ	11
تاریخ ساز لمحوں کی بات	15
سرگزشت کیوں؟	19
تصوف کی حقیقت اور اسکی تاریخ	21
سلسلہ ہائے اربعہ کی خصوصیات	36
سلسلۂ عالیہ قادریہ نوشاہیہ	38
اُچ شریف اور سلسلۂ عالیہ قادریہ	42
تمہید سلسلۂ نوشاہیہ	45
حضرت خواجہ محمد ہاشم دریادل نوشاہیؒ	50
حضرت سید محمد سعید شاہ دولا نوشہ ثانیؒ	50
حضرت سید محمد ابراہیم نوشاہیؒ	51
حضرت سید حافظ خان محمد ملک شاہ	52
حضرت حافظ سید حسن محمد شاہ عارف	52
حضرت سید غلام شاہ نوشاہی	53
حضرت سید نصر الدین بحر العلوم	53
حضرت سید محمد چراغ شاہؒ	54
حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی	55
اجالے کا پہلا قدم	58
ہجرت	62
ہجرتوں کی کہانی	64

Marfat.com

برطانیہ میں نوشاہی روشنی کی پہلی کرن	66
مدح پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی	72
فریضہء تبلیغ	79
تبلیغ کا طریق کار	83
اشاعت اسلام	89
آغاز سلسلہء تبلیغ و تدریس	91
کتابوں کے دوست	97
"سفر"	99
حج اور اس کے مقاصد	101
کعبہ مطہرہ	110
حج کا طریقہ	119
حج بدل	126
خواتین کا حج	127
پہلا سفر حج	128
ہر لحظہ نیا طور	135
طائف کی زیارت	138
طائف کی زیارت	144
عُکاظ	146
منٰی کی زیارات	149
شعب ابی طالب	150
ہجرت مدینہ	161
غار ثور	164

Marfat.com

دیارِ حبیب ﷺ کی طرف	167
مدینہ اور جوارِ مدینہ کی زیارات	174
بدر عظیم القدر کی زیارات	178
"جنت البقیع"	183
"احد شریف"	185
خیبر کا سفر	186
ابواء شریف میں حاضری	189
مسلکِ اول	192
مسلک ثانی	193
مسلک ثالث	195
حضرت ابو طالب کا ایمان	196
سفر سے واپسی	201
دوسرا سفرِ حج	203
تیسرا سفرِ حج	204
چوتھا سفرِ حج	205
سفرِ عراق	205
سفر نامۂ عراق	207
دربار غوث صمدانی، محبوب سبحانی جناب شیخ عبدالقادر جیلانی"	213
سامان پاک	216
اے کربلا کی خاک	217
نجف اشرف اور کوفہ	219
بصرہ	223

Marfat.com

سفرِ عراق کے تاثرات 225
اُردن کا سفر 227
سفرِ شام 230
اندلس کا سفر 235
اندلس کا تاریخی پس منظر 236
اقبال اور مسجدِ قرطبہ 246
مسجد قرطبہ 254
قصر زہرا 259
گرالڈا اور اشبیلیہ کا قصر 261
الحمراء 262
سفرناموں کی خصوصیت 265
خانقاہیں 267
ورلڈ اسلامک مشن 270
سعودی عرب 276
خِشت اوّل 281
مساجد 284
تحریک تبلیغ الاسلام 290
جامع حیثیات شخصیت 294
''بریلویت'' 296
معاشرہ کو درپیش مسائل 304
برطانیہ میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم 305
اسلامک مشنری کالج کا قیام 308

Marfat.com

کنز الایمان	315
بزم نوشاہی	330
تنظیمی و تبلیغی سفر پاکستان میں	336
یورپ میں تبلیغ سفر فرانس	351
فرانس کا عہد جدید اور مسلمان	357
جناب پیر معروف شاہ صاحب کے تبلیغی سفر	358
ہالینڈ کے تبلیغی سفر	373
ہالینڈ اور مسلمان	373
لیڈن یونیورسٹی	376
حضرت پیر معروف شاہ اور ہالینڈ	377
جرمنی کا تبلیغی سفر	395
سفر جرمنی 19 اپریل 1981ء	399
سفر جرمنی 1983-1-1 تا 1983-1-2 ۔	400
سفر بلجیم	401
زندگی اور بندگی	404
اختتامیہ	407

Marfat.com

دیکھتے ہیں حضرتِ معروف شاہ کے فیض سے
کفر کی تہذیب میں دین محمد کا وقار

دیباچہ

میں نے جب اپنے ایک دوست سے یہ کتاب لکھنے کا وعدہ کیا تھا تو یہ بات طے پائی تھی کہ اس کے سرورق پر میرا نام نہیں ہوگا لیکن جب میں نے کام کیا تو میں نے کہا کہ مجھے اس کتاب کے سرورق پر اپنا نام لکھتے ہوئے فخر محسوس ہوگا کیونکہ یہ ایک ایسی شخصیت کی سرگزشت ہے جس نے صدیوں بعد مغرب کی گلیوں میں محمد الرسول اللہ کا ورد کیا ہے اور کرایا ہے، مادیت پرست معاشرے کی بدبودار اور گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں روشنی اور خوشبو کی ترسیل کی ہے۔

جل رہے ہیں ہر طرف عشقِ محمدؐ کے چراغ
کس کی لو میں اتنی روشنی تھی ، نور تھا

میں جب پہلی بار اپنے اخبار کے انٹرویو کے لیے پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کے پاس گیا تھا تو مجھے حیرت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اٹھارہ ساوتھ فیلڈ اسکوائر کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو کسی پیر کی رہائش کے لیے موزوں کہی جا سکے، وہاں تو کسی مل کے مزدور کا مکان ہو سکتا ہے۔ میں جب مکان کے اندر داخل ہوا تو چھوٹے سے ایک کمرے پیر صاحب زمین پر بیٹھے ہوئے کوئی کام کر رہے تھے۔ ان کے سامنے بہت سی فائلیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے غور سے کمرے کا جائزہ لیا تو وہ کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ چھوٹی چھوٹی دو سیٹوں کے رکھ دینے کے بعد وہاں کوئی اور فرنیچر شاید ڈھنگ سے نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ اسی کے اندر ایک طرف سنک بھی لگا ہوا تھا۔ سیٹوں کی حالت یہ بتاتی تھی کہ شاید پیر صاحب نے اپنی جوانی کے دنوں میں خریدی تھیں کیونکہ وہ بھی پیر صاحب کے ساتھ ساتھ اب بوڑھی ہو چکی تھیں۔ ایک میز بھی پڑی تھی جس پر ایک بار استعمال کیے جانے والے کچھ کاغذی برتن پڑے ہوئے تھے۔ پرانے زمانے کا گیس ہیٹر جل رہا تھا۔ سنٹرل ہیٹنگ کی کوئی لوہے کی دوہری چادر کسی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ دیواروں پر سلسلہ نوشاہیہ کے شجرے اور اشتہار لگے ہوئے تھے، کچھ تصویروں کے فریم بھی تھے۔ دیواروں کا وال پیپر صاف ستھرا تھا مگر بہت پرانے زمانے کے ڈیزائن کا تھا۔

Marfat.com

کارپٹ پر بیٹھ کر کام کرتے ہوئے شخص نے عینک لگا رکھی تھی۔ عام سی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ عینک کے پیچھے چمکتی ہوئی متحرک آنکھوں سے، ذہانت سے بھری ہوئی معاملہ فہمی ٹپک رہی تھی۔ کھردرے ہاتھ اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ انہوں نے زندگی بھر مشکل کام کیے ہیں۔ وہ جب وہاں سے اٹھے تو معلوم ہوا کہ دراز قد آدمی ہیں اور بدن قامت کے اعتبار سے متناسب ہے۔ چہرے پر اطمینان تھا۔ پیشانی کشادہ تھی۔ پیچھے سے بال سلامت اور مائل بہ درازی تھے۔ انہیں دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ ان کا تعلق ضرور کسی گاؤں سے ہے اور انہیں بچپن اور لڑکپن میں گاؤں کی صاف ستھری ہوا اور بکریوں کا دودھ میسر آیا ہے۔

میں جب ان کا انٹرویو لینے کے لیے دفتر سے نکل رہا تھا تو میں نے اپنے ایک اخبار کے ساتھی سے ان کے متعلق پوچھا تو اس کے چہرے پر کوئی اچھے تاثرات نہیں آئے تھے اور اس نے اپنی چند لفظی گفتگو میں مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ اس شخص کے انٹرویو کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن اس اخبار نویس سے زیادہ یقین مجھے ظفر بھائی (ظفر تنویر) پر تھا جنہوں نے ان کے متعلق کہا تھا کہ میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے تمام زندگی رات کی شفٹ میں کام کیا ہے اور دن کو اسلام کی تبلیغ کی ہے۔ پھر بھی میرا خیال تھا کہ پیر تو پیر ہوتے ہیں۔ مریدوں کے نذرانوں پر اونچے اونچے محل تعمیر کرنے والے، پیر بقول اقبال

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

لیکن یہ شخصیت ویسی نہیں تھی۔ پھر ان کے ساتھ گفتگو سے اس بات کا احساس بھی ہوا کہ پیر صاحب خاصے پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ فارسی اور پنجابی زبان میں شعر بھی کہتے ہیں۔ فارسی سے تو میری کچھ زیادہ شد بد نہیں ہے مگر پنجابی زبان کے اسرار و رموز جاننے کا تو مجھے بھی دعویٰ ہے، سو میں نے ان کی پنجابی شاعری میں دلچسپی لی اور وہ مجھے اتنی پسند آئی کہ میں نے ان کی پنجابی شاعری کے اردو زبان میں منظوم تراجم بھی کیے جو بہت جلد کتابی صورت میں شائع ہونے والے ہیں۔

پیر صاحب سے دوسری ملاقات ایک مشاعرے کے سلسلے میں ہوئی۔ میں نے پیر

Marfat.com

صاحب کو اس مشاعرہ کی صدارت کے لیے درخواست کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ مشاعرہ سے دو دن پہلے مجھے پیر صاحب کا فون آیا کہ میں مشاعرہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ دوستوں نے اس مشاعرہ کو ایک سیاسی اشو بنا لیا ہے کیونکہ کچھ دنوں کے بعد برطانیہ میں نیشنل اسمبلی کے انتخابات ہو رہے ہیں۔ دوستوں کا یہ خیال ہے کہ یہ مشاعرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور وہاں لیبر پارٹی کے امیدوار مارشا سنگھ سے میری ملاقات ہونی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا! آپ کا اپنا کیا خیال ہے تو انہوں نے کہا مجھے پورا یقین ہے کہ یہ سب غلط فہمی ہے مگر وقت کم ہے اور میں یہ غلط فہمی دور نہیں کر سکتا۔ اس لیے مناسب یہی سمجھتا ہوں کہ میں مشاعرہ میں نہ آؤں تاکہ کسی دوست کا دل نہ دکھے۔ میں شاعر ہوں مجھے مشاعرہ میں شریک ہونا اچھا لگتا ہے لیکن کیا میں دوستوں کے لیے اتنی قربانی نہیں دے سکتا اور مجھے پیر صاحب اور زیادہ بڑے آدمی محسوس ہوئے۔

پیر صاحب سے تیسری ملاقات اس وقت ہوئی، جب میں نماز کے حوالے سے ایک ڈاکومینٹری فلم بنا رہا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں پیر صاحب سے مدد کی درخوست کی تو انہوں نے بریڈ فورڈ کے تمام علمائے کرام کو کہا کہ مجھے اس ڈاکومینٹری کے سلسلے میں جس قسم کی کوئی مدد کی ضرورت پڑے، وہ میرے ساتھ بھرپور تعاون کریں اور یوں پیر صاحب کے تعاون سے میں وہ ڈاکومینٹری بنانے میں کامیاب ہوا۔ اس ڈاکومینٹری کا انتساب بھی میں نے پیر صاحب کے نام کیا تھا۔

پیر صاحب سے چوتھی ملاقات ان دنوں ہوئی، جب پاکستان کے ممتاز موسیقار میاں شہریار بریڈفورڈ میں میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں جب پیر صاحب کا عارفانہ کلام سنایا تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں اس کلام کا ایک آڈیو کیسٹ تیار کرنا چاہتا ہوں سو اس کے لیے پیر صاحب کی اجازت ضروری تھی۔ میں انہیں ساتھ لے کر پیر صاحب کے پاس گیا۔ پیر صاحب نے بڑی خوش دلی سے اس بات کی اجازت دی۔ پیر صاحب کے عارفانہ کلام پر مشتمل وہ کیسٹ تیار ہو چکا ہے جس میں پاکستان کے نامور گلوکاروں نے پیر صاحب کے کلام کو ساز و آواز کے ساتھ پیش کیا ہے۔

اس کے بعد اتفاقاً میری رہائش گاہ تبدیل ہوگئی اور میں نے پیر صاحب کے ساتھ والی گلی میں رہنا شروع کر دیا یوں پیر صاحب سے ملاقات کا سلسلہ اور بڑھتا چلا گیا۔ میں جس قدر پیر

Marfat.com

صاحب کے قریب ہوتا گیا وہ مجھے اس قدر زیادہ اچھے لگنے لگے، وگرنہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب آدمی کسی شخصیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے تو اس کے ظاہر و باطن کے تضادات دکھائی دینے لگتے ہیں اور آدمی اس سے متنفر ہوتا چلا جاتا ہے اور حافظ شیرازی کی طرح پکار اٹھتا ہے،

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت می روید ایں کار دیگر می کنند

اور پھر جب یہ کتاب لکھنے کے سلسلے میں مجھے پیر صاحب کے ماضی میں جھانکنے کا موقع ملا تو مجھے اس شخصیت کو زندگی میں اپنا رہنما ماننے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ ان کی زندگی ایک جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ ان کا ہر سانس اللہ کے نام کی روشنی سے بھرا ہوا ہے اور محمدؐ کے لفظ کی رفعتوں سے سرفراز ہے۔ جوانی سے بڑھاپے تک ایک اضطراب افزا تسلسل کے ساتھ وہ دیارِ مغرب میں دینِ مصطفیٰؐ کی ترویج کے لیے کام کرتے رہے ہیں اور کبھی تھک کر نہیں بیٹھے، کبھی ستائے نہیں، کبھی اپنے پاؤں کے تلوؤں سے خار چننے کے لیے کسی درخت کے نیچے نہیں رکے۔ مشرق کی تپتی ہوئی دھوپ ہو یا مغرب کی جمتی ہوئی برفاب ہوا، ان کا سفر جاری ہے بلکہ وہ تو غالب کی زبان میں ہمیشہ یہی کہتے ہوئے دکھائی دیئے کہ

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جہاں ان سے محبت کرنے والوں کا جہاں آباد ہے، وہاں ان کے دشمن بھی کچھ کم نہیں لیکن ان تمام دشمنیوں کے پیچھے صرف اور صرف محبتِ رسول کا جذبہ کارفرما ہے۔

منصور آفاق

Marfat.com

تاریخ ساز لمحوں کی بات

چین کے عظیم رہنما ماؤزے تنگ نے ایک مختصر سی کہانی لکھی تھی کہ ایک چینی مزدور نے اپنے مختصر سے کنبے کے لیے ایک کوٹھا بنایا۔ کوٹھے کے مغرب کی طرف گھنا جنگل تھا۔ اس لیے اُس نے کوٹھے کا دروازہ مشرق کی طرف کھولا۔ کوٹھے کے آگے چھوٹا سا صحن تھا۔ اب مصیبت یہ پیش آئی کہ مشرق کی طرف چٹان تھی جو دھوپ روک لیتی تھی۔ بیوی نے کہا اب کیا کرو گے، چینی مزدور نے کہا! اس چٹان کو یہاں نہیں ہونا چاہیے میں اسے یہاں سے ہٹا دونگا۔ بیوی بچے ہنس کر چپ ہو گئے مگر وہ دُھن کا پکا تھا۔ اُس نے چٹان کو کھودنا شروع کیا، دن رات میں جتنا وقت بھی ملتا بڑی مستعدی سے پتھر توڑتا پھر اس کام میں بیوی بچے بھی شریک ہونے لگے۔ مشقت ہوتی رہی اور آخر ایک دن ایسا آیا کہ اُسکے کوٹھے کے دروازے اور سورج کے درمیان حائل ہونے والی چٹان نیست و نابود ہو گئی۔

یہ تو ایک کہانی تھی لیکن گراں خواب افیونی چینی قوم کو آزاد، خود مختار، بیدار مغز اور مستحکم قوم بنانے میں ماؤ اور اُسکے انقلابی ساتھیوں نے بھی طویل مشقت اور جدوجہد کی اور بالآخر ماؤ نے اپنی بیان کردہ کہانی سچ کر دکھائی۔ چین کی تاریخ پڑھنے والا ہر شخص کل اور آج کے چین کو دیکھتا ہے تو حیرت اور استعجاب سے تصویر بن جاتا ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے پناہ قوتوں سے نوازا ہے۔ اُس نے سمندر پھاڑے، پہاڑوں کے جگر چیر کر نہریں اور سڑکیں بنائیں، چاند پر اپنی تسخیر کے پرچم گاڑ آیا، فضاؤں اور خلاؤں کو فتح کیا، فطرت کے بے پناہ اور بے اماں موانعات کو اپنی راہ میں سے ہٹایا اور آج اس قابل ہو گیا کہ اقبال کے الفاظ میں خدائے ذوالجلال کے سامنے فخر سے سربلند کر کے کہہ رہا ہے۔ خدایا فرشتوں کو تو نے اِنِی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْن کہہ کر تخلیق آدم کے جو معارف سمجھا دیے تھے، میں نے اُنکی لاج رکھ لی ہے۔

تُو شب آفریدی ، چراغ آفریدم
سفال آفریدی ، ایاغ آفریدم

Marfat.com

تُو صحرا و کہسار و راغ آفریدی
خیابان و گلزار و باغ آفریدم
من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم
من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

(ترجمہ:۔تُو نے رات پیدا کی اور میں نے چراغ بنایا۔تو نے مٹی بنائی میں نے نفیس جام بنا لیے۔تو نے پہاڑ، راہگزار اور جنگل بنائے میں نے خوبصورت گلزار اور پھلدار درختوں کے باغ بنا لیے۔میں وہ ہوں کہ پتھر سے میں نے آئینے بنا لیے اور زہر سے تریاق تیار کر لیا) انسانوں کو لاحق بے شمار روحانی اور جسمانی امراض کا علاج دریافت کر لیا اور اپنے آپ کو بجا طور پر خلافت اِرضی کا مستحق ثابت کر دیا۔ اس نے فطرت کے ہر چیلنج کو قبول کیا اور خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں سے کامران و فیروز مند ہوا۔)

میں یہ سب کچھ اُن صاحبانِ عزم و ہمت کے تناظر میں لکھ رہا ہوں جو عوام الناس سے بالکل الگ تھلگ اور نمایاں ہیں۔جنہوں نے اچانک آ کر تاریخ کو عظیم تغیر اور انقلاب سے دوچار کر دیا۔آسمان حیرتوں میں ڈوب گیا اور زمین مسکرا اٹھی کہ اسکے بادشاہ ایسی معجز نمائیاں بھی رکھتے ہیں۔ چشم تصور وا کیجئے اور ماضی کے سینے پر آفتاب و ماہتاب کی نقرئی اور طلائی کرنوں سے لکھے ہوئے، وہ ابواب پڑھیے تو لفظ لفظ آپ کو تحیر خیز سمندر نظر آئے گا اور حرف حرف آپ کی نگاہ کو زنجیر کر لے گا کہ آگے نہ بڑھو۔میرے اندر ڈوب جاؤ

"کرشمہ دامن دِل می کشد کہ اینجا است"

ایک طوفاں خیز دریا اپنی طغیانیوں اور روانیوں میں سب کچھ بہائے لیے جا تا ہے، اچانک ایک تنکا گرتا ہے اور دریا کی حشر سامانیوں سے اُلجھنے لگتا ہے۔وہ اعلان کرتا ہے کہ دریا کے تند و تیز دھارے کا رُخ موڑ دے گا۔اُسے اپنے بہاؤ کو بالکل اُلٹ سمت میں بدلنا ہوگا، اُسے پیچھے کی طرف چلنا ہوگا اور دنیا حیرت سے تکنے لگتی ہے۔

اُلجھ رہا ہے زمانے سے کوئی دیوانہ
کشاکشِ خس و دریا ہے دیدنی کوثرؔ

Marfat.com

اور پھر تاریخ یہ معجزہ دیکھ لیتی ہے کہ دریا کی ساری موجیں اُس تنکے کے اشاروں پر اپنا رُخ بدل لیتی ہیں، دھارے پیچھے کی طرف، اپنی مخالف سمت میں بہنے لگتے ہیں۔ ایک کومل کونپل دُور تک دہکتے انگاروں اور بھڑکتے ہو نکتے شعلوں کے جہنم میں کُود جاتی ہے۔ اس حیران کُن اعلان کے ساتھ کہ ان شعلوں کو گلزارِ پُر بہار میں بدلنا ہوگا۔ یہ انگارے پُھول بن کر رہیں گے۔ ساعتوں کی نبضیں دھڑکنا بند کر دیتی ہیں۔ لمحوں کی سانسیں رُک جاتی ہیں، وقت تھم جاتا ہے کہ ان منظروں کی ہوشربائی سمیٹ کر آگے بڑھے گا اور پھر وہ کچھ ہو جاتا ہے جسے دماغ ناممکنات میں شمار کر رہے تھے۔

یہ جو کچھ میں نے لکھا کوئی شاعری نہیں، کوئی افسانہ نہیں، دیوتاؤں کی مفروضہ وادیوں کا قصہ نہیں، بھٹکتے خیالوں کے خلاؤں کی بات نہیں، بدمست اور مدہوش آنکھوں میں لٹکا کوئی اندھا خواب نہیں، یہ سب کچھ ہُوا، اسی دھرتی پر ہُوا، اسی آسمان کے نیچے ہُوا، یہی سورج اسکا گواہ ہے، یہی چاند اسکی شہادت ہے، یہی ستارے، یہی کہکشاں اسکے عینی شاہد ہیں۔ ازل سے دربدر بھٹکنے والی ہر گھر میں، ہر دشت و در میں، ہر غار میں، ہر خارزار میں، ہر باغ میں، ہر داغ میں جھانکنے والی اور ہر سمندر کی موج موج سے لپٹ لپٹ جانے والی ہوا، جگہ جگہ اسکی تصدیق ثبت کرتی پھر رہی ہے۔ انسان بڑا ہے، انسان عظیم ہے، اسکی رفعتوں کے آگے سب کچھ پست ہے۔ بلندیاں اس کے قدموں کے بوسے لیتی ہیں۔ اسکی عظمتوں کو ساری کائنات سجدے کرتی ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا

یہ اشرف المخلوق ہے، یہ سب کچھ ہے، یہ معظم ہے، محترم ہے، مکرّم ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ

خدا نے اسے مکرم ٹھہرا دیا، اس لیے تمام مخلوق کو، تمام کائناتی قوتوں کو اس کا احترام کرنا چاہیے، اسکی تکریم میں سرفگندہ ہونا چاہیے۔ ملائکہ نے اس کا سجدہ کیا، یہ مسجودِ ملائک ٹھہرا۔ کائنات میں اس کا ورود اپنی سلطنت میں سلطان کا ورود ہے۔ کائنات کو جشن منانا چاہیے، ذرے ذرے کو استقبال کے پھول نچھاور کرنے چاہئیں اور ایسا ہی ہوا۔ ایسا ہی ہوتا رہا، زمین اپنے دفینے کھول کر اسکے قدموں پر لٹا رہی ہے، سمندر اپنے خزانے اگل رہا ہے، پہاڑ اسکی ٹھوکروں میں ہیں۔ یہ سب

Marfat.com

کچھ کر سکتا ہے۔ روشنی اسکی جیب میں ہے، توانائیاں اسکی مٹھی میں ہیں، اسے کوئی بھی زیر نہیں کر سکتا بشرطیکہ یہ بیدار ہو، شعور آشنا ہو، خود کو اپنے پر منکشف کر دے، اپنے آپ کو پہچان لے۔

تسخیرِ کائنات ہے تسخیرِ ذات سے
ہم لوگ آشنا نہیں اپنی صفات سے

بلاشبہ کائنات میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنی اولوالعزمی سے ایسے ایسے کارنامے کر دکھائے جنہیں آج بھی ہمتیں ناممکنات شمار کرتی ہیں اور جولانیاں محال دیکھ کر منہ موڑ لیتی ہیں۔ کہہ دیا جاتا ہے یہ سب کل کی بات ہے، تاریخ کی کہانی ہے۔ کیا خبر اس میں کتنی صداقت ہے اور کتنی قلم کی رنگ آمیزی، کتنی سچائی ہے اور کتنی لفظوں کی صناعی، کتنی موتیوں کی اصلی چمک ہے اور کتنی جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری، یُوں کوشش کی جاتی ہے کہ اپنی دُوں ہمتی کا جواز تلاش کیا جائے۔ اپنی پستیِ حوصلہ اور اپنے ضعفِ عزم و عزیمت پر پردہ ڈال دیا جائے۔ دن کو رات کہہ کر کچھوے کی طرح سر اپنی سنگین کھال میں چھپا کر سو لیا جائے، مگر سورج کی شعاعیں بند آنکھوں کو کھلنے پر مجبور کر دیں تو آدمی سورج کا انکار کیسے کرے؟ آج کے روشن پل کو گزری رات کا تاریک لمحہ کیسے کہا جائے۔ آنے والے صفحات میں ایک ایسے پُرعزم اور باہمت مردِ مومن کی انتھک جدوجہد کا ذکر آ رہا ہے جس نے اپنی زندگی کے ایک ایک پل سے صدیاں کشید کی ہیں۔ ہر ہر لمحہ کو جاوداں کیا ہے اور جس کی جدوجہد اپنی فتح مندیوں کی تاریخ سے سرشار برابر آگے بڑھ رہی ہے، جس نے اپنے سفر میں گن گن کر قدم اٹھائے ہیں اور ہر ہر قدم میں سینکڑوں میل طویل منزلیں ماری ہیں۔ اُس کا سفر آج بھی جاری ہے۔ اُس کا بڑھاپا جوانی سے زیادہ جوان ہے اور اس سفرِ شوق میں کہیں بھی خستگی اور تھکن اسکے پاؤں کی زنجیر نہ بن سکی بلکہ اُس کا ہر اگلا قدم پہلے سے زیادہ تیزی اور طوفاں بردوش جولانی سے اُٹھا ہے اور وہ دعائیں مانگ رہا ہے کہ سفرِ شوق میں وہ مرحلہ نہ آئے جسے منزل کہہ کر وہ کمر کھول دے۔

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

Marfat.com

سرگزشت کیوں؟

تاریخ کیا ہے؟ طاقتوروں کے ظلم اور کمزوروں کی مظلومیت کی کہانی، بڑے بڑے فاتحین کی جنگوں اور مغلوب و مفتوح لوگوں کے لٹنے کی داستان، قتل و غارت اور سلب ونہب کے قصے، تشدد اور قہرمانی، ہلاکت اور تباہی، چیرہ دستی اور تیرہ بختی کے تذکرے، دارا و سکندر کی سرگزشت، بادشاہوں اور انکے منصب داروں کے قصیدے۔ یہی کچھ تاریخ تھی۔ اس میں کسی عام آدمی کا کوئی گزر نہ تھا، حالانکہ ہر آدمی قطع نظر اسکے کہ عام ہو یا خاص ایک مختصر واقعات و تذکار ہے۔ تاریخ کو ہمیشہ کہانی کی طرح لکھا اور کہانی کی طرح پڑھا گیا۔ قرآن حکیم نے سب سے پہلے انسانوں کو بتایا کہ تاریخ صرف کہانی نہیں اسکا ایک فلسفہ ہے۔ قرآن حکیم نے انبیاء و رسُل اور اقوام و ملل کا بار بار تذکرہ کیا تو منکرینِ قرآن بول اٹھے کہ قرآن کیا ہے؟

اِن ھُوَ اِلَّا اَسَا طِیرُ الاَوَّ لِین. (یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیوں کا مجموعہ ہے)

قرآن نے کہا، نہیں یہ کہانیاں نہیں، قصے نہیں، یہ تو ''تذکرہ'' ہے ''تذکیر'' ہے: نظارہ نہیں ''تنذیر'' ہے۔ اس میں یاد، دلایا گیا ہے کہ تمہارا کوئی عمل بیکار نہیں جاتا۔ بڑے سے بڑا عمل ہو یا چھوٹے سے چھوٹا، اپنا نتیجہ پیدا کر کے رہتا ہے۔

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَا لَ ذَرَّ ۃٍ خَیْرَ اً یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَا لَ ذَرَّ ۃٍ شَرَّ اً یَّرَہٗ

(جو ذرہ برابر نیکی کرتا ہے، وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے اور جو ذرہ برابر بدی کرتا ہے وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے)

جس طرح یہ اعمال ایک فرد کی انفرادی زندگی میں نتیجہ خیز ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح ایک قوم کی اجتماعی زندگی میں بھی ہوتے ہیں اور قرآن کے بیان کردہ قصص عام کہانیاں نہیں یہ تو عمل کی نتیجہ خیزی کے نظائر ہیں، شواہد ہیں۔ ان سے تم بصائر و عبرا خذ کرو کہ تم ویسے عمل کرو گے تو تمہیں بھی ویسے ہی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُ وْ افِی الْاَرْضِ فَینْظُر وْ اکَیْفَ کَا نَ عَا قِبَۃُ الَّذِ یْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ.

(کیا وہ زمین میں گھومتے پھرتے نہیں کہ دیکھ لیں اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو کس انجام

Marfat.com

سے دوچار ہونا پڑا)

اس طرح یہ قصے انتہائی نصیحت بخش اور عبرت انگیز ہیں۔

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ o

(یقیناً اِن قصوں میں اربابِ علم ودانش کے لیے عبرت وموعظت ہے)

یہ ہے، فلسفۂ تاریخ جسے پہلی دفعہ قرآن حکیم نے متعارف کرایا۔ یوں تو ہر انسان کی زندگی میں عبرت کے لاکھوں سامان ہوتے ہیں۔ اسکی حیاتِ فانی کا ہر لمحہ اپنے پیچھے بہت سے سبق چھوڑ جاتا ہے لیکن جن لوگوں نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام دیا ہو، کسی زاویہ سے تاریخ کو متاثر کیا ہو، ان کی زندگیوں کو ضرور محفوظ ہونا چاہیے کہ وہ تاریخ کا اثاثہ اور انسانیت کی امانت ہیں۔ بلاشبہ ایک انسان کے تمام افعال واعمال کو محفوظ کرنا ناممکن ہے۔ یہ کام تو کراماً کاتبین ہی کرسکتے ہیں۔ انسانوں کے بس میں تو یہی کچھ ہے کہ اُسکی زندگی کے کچھ جستہ جستہ واقعات ہی قلمبند کرے۔ وہ تو بس ایک خاکہ ہی مرتب کرسکتا ہے۔ ایک رف سکیچ کی کچھ آڑی ترچھی لکیریں ہی کھینچ سکتا ہے لیکن یہی لکیریں اگر سوچ سمجھ کر کھینچی جائیں اور انہیں دیکھنے والا عقل ودانش سے دیکھے تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے سرگزشتیں لکھی جاتی ہیں تاکہ بعد میں آنیوالے اُن سے رہنمائی حاصل کرسکیں۔ شاہراہِ حیات پر سے بہت سے لوگ گزرتے ہیں اور بہت سے پاؤں کے نشان ادھر ادھر بکھرے پڑے ہوتے ہیں مگر کہیں کہیں آدمی ٹھٹھک جاتا ہے۔ کوئی نقش پا اسکی توجہ کھینچ لیتے ہیں۔ یہ نقش پا روشن ہوتے ہیں، ان سے ایک خاص قسم کی تابندگی پھوٹ رہی ہوتی ہے۔ ان سے اٹھتی ہوئی خوشبو مشام جاں میں اُتر کر پہچان کرادیتی ہے کہ یہ کس بدن کی ہے، کس روح کی ہے؟

نقشِ قدم کو دیکھ کہ منزل کا راستہ
اشفاق ہے لکیروں کے دل میں رکھا ہوا

یعنی یہی نقش پا رہنما بن جاتے ہیں اور ہمیں روشن منزلوں تک پہنچادیتے ہیں۔

Lives of Great Men all Reminds us We Can Make Our Lives Subl.

Marfat.com

تصوف کی حقیقت اور اسکی تاریخ

لفظ ''صوفی'' کہاں سے آیا اور اس کا اصل مفہوم کیا ہے، اس کے متعلق محققین مختلف الرائے ہیں۔ عام طور اسی بات پر اتفاق کر لیا گیا ہے کہ ''صوف'' سے یہ لفظ بنا ہے۔ ''صوف'' موٹی اُون کو کہتے تھے جو رنگی ہوئی نہ ہو۔ اپنے جسم کو مستقل طور پر تکلیف میں رکھنے کیلئے زاہد لوگ اس کا لباس پہن لیتے تھے، پھر یہ لباس عاجزی وانکساری کے اظہار کے لیے کچھ لوگ پہننے لگے۔ انہیں صوفی کہا جانے لگا۔ کہتے ہیں، حج کے موقع پر بھی یہی لباس بعض لوگ پہن لیتے، ان کا مقصد بھی عجز وانکسار کا اظہار تھا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں اکثر لوگ اسے بدعت سمجھتے اور اس سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ کچھ فقہاء اس مخصوص گروہ کو ایسی منفرد صورت اختیار کرنے پر مطعون کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ عجز وانکساری کی بجائے کبر وغرور کے اظہار کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔ ایک امامیہ روایت میں جو حضرت جعفر صادق سے منسوب ہے، صوف پہننے والوں کے اس فعل کو ریا کاری سے تعبیر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ محض نمائش ہے۔ یہ لوگ نیچے ریشم کا لباس پہنتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ بعد میں اس لباس کی عزت وتوقیر بڑھ گئی اور ایسی روایات بھی متعارف ہونے لگیں کہ بعض میں اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور بعض میں خود حضور ﷺ کا لباس قرار دیا گیا۔

یہ تفاصیل تو اُن لوگوں کی طرف سے ہیں جو لفظ صوفی کو ''صوف'' سے مشتق خیال کرتے ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ یونانی لفظ صوفی (Sophy) سے ماخوذ ہے۔ یونانی زبان میں عقل ودانش کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لفظ فلسفہ Philosophy کی ترکیب میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے، وہ استشہاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جابر بن حیان اور ان کے شاگرد صالح بن علوی جو مشہور کیمیادان یا کیمسٹری میں ممتاز تھے، وہ بھی صوفی کہے جاتے تھے۔ عقل ودانش میں کئی اور معروف عالم بھی، جیسے مشہور شیعہ عالم سنانی کے استاد محمد بن ہارون، مشہور معتزلی عالم عیسیٰ بن ہشیم کو بھی صوفی کہتے تھے۔ کچھ اور حضرات کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ

Marfat.com

''صفا'' سے ماخوذ ہے۔صاف باطن اور پاک دل لوگ صوفی کہلاتے تھے۔ یہ خیال بھی بہت سے محققین سے منسوب ہے کہ صوفی کا لفظ ''صفہ'' سے نکلا ہے۔ اصحابِ صفہ حضور ﷺ کے وہ اصحاب تھے جو گھر بار اور دولتِ دنیا سے بے نیاز مسجد نبوی کے حجرے میں رہائش رکھتے تھے۔ یہ جہاد اور تبلیغ کے سوا کسی اور تکلیفِ دنیا کے پابند نہ تھے۔ شب و روز عبادت میں مشغول رہتے جو انہیں ملنے آتا اس سے قرآن حکیم کے احکام پر تبادلہ خیالات کرتے اور لوگوں کی رہنمائی کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھتے۔ بعد میں جن لوگوں نے انہی کی زندگی کو اپنا کر اپنی زندگی کو خدمت اسلام کے لیے وقف کیے رکھا، صوفی کہلائے۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں پہلا آدمی جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوا، ابو ہاشم عثمان بن شریک کوفی تھا۔ پہلی خانقاہ ارضِ فلسطین کے شہر رَملَہ (Ramallah) میں قائم ہوئی۔ ابو ہاشم کوفے سے اسی خانقاہ میں آ گیا۔ یہ خانقاہ 140 ہجری میں قائم ہوئی۔ ابو ہاشم یہیں 160 ہجری میں فوت ہوا۔ اس کے بعد حضرت ابن ادہم کے مرشد ابو عباد بھی یہیں رہے اور ابو جعفر قصاب بھی یہیں رہے۔ 230 ہجری کے قریب یروشلم میں بھی ایک خانقاہ موجود ہوگئی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے تصوف کی تعلیم کے لیے قاہرہ اور بغداد میں منبر وجود میں آ گئے۔ قاہرہ میں تصوف کا درس یحیٰی رازی دیتے اور بغداد میں ابو حمزہ یہ کام کرتے تھے۔ چونکہ خانقاہوں کی ابتداء ارض فلسطین سے ہوئی، اس لیے مغربی محققین نے تقریباً حتمی رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں میں تصوف عیسائی رہبانیت کی تقلید میں داخل ہوا۔ پھر اس کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جس میں نو فلاطونی فلسفہ نے اسے متاثر کیا۔ تیسرے دور میں ہندی فلسفہ اس پر اثر انداز ہوا مگر مسلمان محققین کہتے ہیں، زہد و تقویٰ کسی قوم اور کسی مذہب کی ملکیت نہیں۔ ہر مذہب میں ایسے لوگ ہمیشہ موجود رہے ہیں جو اپنی ذات کو خدا کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں۔ دنیا اور اُس کے مشاغل سے اپنے آپ کو الگ کر لیتے ہیں۔ جہاں تک مسلمان صوفیاء کا تعلق ہے، ان کے سامنے قرآن حکیم کی یہ تعلیم ضرور رہی کہ

وَ رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا

(اور ان عیسائیوں نے رہبانیت خود گھڑ لی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی)

LL240

Marfat.com

مسلمان صوفیا راہبانہ زندگی نہیں گزارتے تھے۔ انہوں نے شادیاں کیں، بچے پیدا ہوئے۔ اپنی بیویوں اور بچوں کے حقوق ادا کرتے رہے۔ دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ تعلق قائم رکھا۔ اسی تعلق کے باعث تو کفار کو مسلمان کرتے رہے، کسبِ معاش کرتے رہے۔ تصوف کی راہ پر قدم رکھنے والے کے لیے پہلی شرائط یہ تھیں ''اکل حلال اور صدقِ مقال'' یعنی حلال کی کمائی کھانا اور زبان کھولنا تو ہمیشہ سچی بات کرنا۔ جہاں پہلی شرط ہی حلال کی کمائی کھانا ہو وہاں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسبِ معاش سے الگ رہ کر دوسروں پر بوجھ بنے رہے ہونگے۔ اصحاب صُفہ کا مستقل پیشہ ہی کھجور کے پتوں کی چٹائیاں بُن کر بیچنا اور مسجد نبوی کی خدمت کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پانی کے گھڑے بھر کر اُن گھروں میں پہنچاتے تھے جہاں پانی لانے والا کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ''صدق مقال'' یعنی سچ بولنا۔ یہ سوال بھی تب اٹھتا ہے جب آدمی کا دوسرے لوگوں سے تعلق ہو۔ جو آدمی اکیلا پڑا اللہ اللہ کر رہا ہے کسی سے مقال اور مکالمہ کرتا ہی نہیں تو صدقِ مقال کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان صوفیاء سیاست میں بھی بڑی حد تک دخیل رہے۔ انہوں نے بادشاہوں کو ظلم سے ممانعت کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرائض سرانجام دیئے اور ایسی ہی باتوں پر بادشاہوں سے تصادم ہوا، ایسی باتوں پر کتنے صوفیاء واولیاء تھے، جنہیں خود مسلمان بادشاہوں نے قتل کر دیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق جیسے نیک دل بادشاہ نے بھی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الاولیا سے ٹکر لی۔ پھر یہ سمجھنا کہ مسلمان صوفیاء اسلامی راہب تھے، کہاں درست ہو سکتا ہے۔

ایک اور سوال انتہائی اہم ہے کہ جب مسلمان صوفیاء بھی مبلغ اسلام تھے اور علماء بھی، تو پھر علماء اور صوفیاء کے مابین تصادم کیوں ہوتا رہا اور شریعت وطریقت کی اصطلاحات کیسے وجود میں آئیں۔ یہ بحث بڑی اہم ہے لیکن ہم اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے کیونکہ یہ ہمارا ذیلی موضوع ہے۔

قرآن حکیم میں جو احکام وارد ہوئے ہیں ان کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی علت وحکمت۔ علماء نے بالعموم ظاہر کو دیکھا اور علتِ حکم پر غور نہیں کیا۔ اس لیے انہیں علمائے ظاہر کہا گیا۔ صوفیاء نے علت پر نظر رکھی، یہاں سے شریعت اور طریقت کی اصطلات وجود میں آئیں۔ علت پر نظر رکھنے کو دوسرے لفظوں میں باطنی تعبیر کہا جاتا ہے۔ علماء نے کہا! انسانی ذہن احکام خداوندی کی

Marfat.com

حکمت وعلت پوری طرح کہاں سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئاً وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئاً وَّھُوَ خَیْرٌ" لَّکُمْ

(کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ تم انہیں پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں بری ہوتی ہیں اور کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہوتی ہیں)

صوفیاء کہتے ہیں اللہ نے وحی کا دروازہ بند کیا لیکن کشف والہام کا دروازہ کھلا رکھا۔ اہلِ صفا، کشف سے علتِ احکام معلوم کر لیتے ہیں۔ جو شخص صفائے باطن کی مشکلات اور کٹھنائیوں سے بھری راہ اختیار کرتا ہے، وہ آخر میں جا کر اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے کہ اللہ اپنی طرف سے اُسے باطنی علم عطا کر دے۔ اس باطنی علم کو "علم لدنی" کہا جاتا ہے۔

اپنے اس عقیدہ اور علم لَدُنی کی اصطلاح کی بنیاد بھی انہوں نے قرآن حکیم میں تلاش کر لی۔ قرآن حکیم میں موسیٰ علیہ السلام کی اللہ کے ایک خاص بندے سے ملاقات ہوتی ہے، جسے مفسرین خضر علیہ السلام کہتے ہیں۔ قرآن نے اس ملاقات کی تفاصیل یوں بیان کی ہیں۔

فَوَجَدَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً۔

(تو موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت اور اپنی طرف سے علم عطا فرمایا تھا)

"مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً" سے علم لَدُنی کی اصطلاح وجود میں آئی۔ آگے بات یوں چلتی ہے۔

قال له موسی هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا

(موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کیا کہا میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں تاکہ تو مجھے اس علم میں سے کچھ سکھا دے جو تجھے اللہ نے عطا کر رکھا ہے۔)

قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝

(اس شخص نے کہا تجھ میں یہ طاقت ہی نہیں کہ تو میرے ساتھ صبر وسکون سے چل سکے اور تو اس بات پر صبر کر بھی کیسے سکتا ہے جس پر تیرا علم محیط نہیں)

قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا ۝

Marfat.com

(موسیٰ علیہ السلام نے کہا! اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے صبر کرنے والا پائیگا اور مین تیری کسی بات پر مخالفت نہیں کرونگا)

قَالَ فَا نِ اتَّبَعۡتَنِی فلاَ تَسۡئَلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡیٍٔ حَتّٰی اُحۡدِ ثُ لک منه ذکراه

(اگر میرے پیچھے چلنے کا وعدہ کرتا ہے تو میری کسی بات پر سوال نہ کرنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں)

اب اس کے بعد تین عجیب و غریب واقعے آتے ہیں۔

فَا نطَلَقاَ حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی اَلسَّفِیۡنَةِ خَرَقَهَاقَالَ أَ خَرَقۡتَهَا لِتُغرِ قَ اَهۡلَهَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئاً اِمۡرِ اً

(دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اُس نے یعنی بندہ خاص نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا! کیا تو نے اسے پھاڑ ڈالا کہ اس پر سوار لوگ ڈوب جائیں۔ یہ تو تو نے بُرا کام کیا)

قَالَ اَ لَمۡ اَ قُلۡ اِنَّکَ لَنۡ یَستَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًاo

(اُس نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکے گا)

موسیٰ علیہ السلام معذرت کرتے ہیں اور پھر خاموش رہنے کا وعدہ کرتے ہیں اور آگے کا سفر شروع ہوتا ہے۔

حَتّٰی اِ ذَا لَقِیاَ غُلٰماً فَقَتَلَه، قَالَ أَ قَتَلۡتَ نَفۡساً زَکِیَّةً بِغَیۡرِ نَفۡسٍ لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئاً نُکۡراًo

(یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اُس نے اُسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تُو نے کسی جان کے قتل کے بغیر ایک بے گناہ انسان کو قتل کر دیا۔ یہ تو تُو نے عجیب انوکھا کام کیا)

وہ بندۂ خاص کہتا ہے میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے فعل پر خاموش نہیں رہ سکو گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اگر اب کسی بات پر سوال اٹھاؤں تو مجھے اپنی رفاقتِ سفر سے محروم کر دینا۔ پھر سفر شروع ہو جاتا ہے اور تیسرا اور آخری واقعہ ہوتا ہے۔

حَتّٰی اِذَا اَتَیاَ اَهۡلَ قَرۡ یَه نِاسۡتَطۡعَماَ اَهۡلَهَا فَا بَوۡا اَنۡ یَضَیفُوۡ هُمَا فَوَ جَدَا فِیۡهَا جِدَا راً یُرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ فَا قَا مَه‘ طقَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡ تَ عَلَیۡهِ اَجۡر اًo

(حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی میں آئے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر اُن لوگوں نے مہمان

Marfat.com

نوازی سے انکار کر دیا۔ تب انہوں نے وہیں ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اُس شخص نے نئی دیوار کھڑی کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو چاہتا تو اسی دیوار کی تعمیر کی اجرت لے سکتا تھا)

اس پر اس نے کہا، بس اب اپنے وعدہ کے مطابق تیرا میرا ساتھ ختم ہوا، ہاں بچھڑنے سے پہلے میں وضاحت کیے دیتا ہوں کہ ان تین واقعات کے پیچھے کیا حکمت و علت تھی۔ اب وہ ایک ایک کر کے بتانے لگتا ہے۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَلِكٌ'' يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا.

(جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ کچھ مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے۔ وہاں کا بادشاہ عنقریب تمام کشتیوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے والا تھا پس میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار بنا دوں تا کہ وہ بادشاہ سے بچ جائے)

یعنی عیب دار و اور ناقص حالت میں دیکھ کر بادشاہ اُسے ناکارہ سمجھ لے گا اور مساکین اس معمولی عیب کو درست کر کے بعد میں اپنا کام چلاتے رہیں گے اور دریا میں ماہی گیری وغیرہ کا کام کر سکیں گے۔

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًاo فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًاo

(اور وہ جو لڑکا تھا اُسکے والدین مسلمان تھے اور ہمیں ڈر ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر آمادہ کر دے گا، پس ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر پاکیزگی اور مہربانی میں اس سے زیادہ قریب عطا کر دے)

تیسرے مرحلہ یعنی دیوار کی تعمیر کی علت بیان کرتے ہوئے بتایا گیا۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَه' كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُه' عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًاo

(جہاں تک دیوار کا تعلق ہے تو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کا پورے شہر میں کوئی پرسانِ حال نہ تھا اور

Marfat.com

اُن کا والد نیک (اور باصلاحیت) تھا، اِس دیوار کے نیچے اُس نے ان بچوں کے لیے خزانہ مدفون کر رکھا تھا (جس کا انہیں علم تھا) تیرے رب نے چاہا دیوار درست کر دی جائے تاکہ وہ بالغ اور باصلاحیت ہوں تو اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ کام تمہارے رب کی رحمت سے کیا گیا۔ میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا۔ یہ ہے حقیقت اُن باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے)

اس طرح تمام امور کی سرانجام دہی کی عِلت بتا دی گئی۔

اسرائیلیات میں اس بندۂ خاص کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ یونس علیہ السلام تھے لیکن یہ بات بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے کیونکہ ایک تو حضرت یونس علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی سو سال بعد پیدا ہوئے تھے، دوسرے یہ قول اُن صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اُس بندۂ خاص کا نام ''خضر'' تھا۔ بعض صوفیاء نے جن میں زیادہ تر امامیہ مسلک کے ہیں، خضر علیہ السلام کو ایک انسان قرار دے کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قصہ کو بیان کر کے یہ بتانا چاہتا ہے کہ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جنہیں باطنی علم سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اس خیال کے بھی ہیں کہ ایسے افراد انبیاء سے بھی افضل ہوتے ہیں مگر یہ قول جمہور متصوفین کا نہیں ہے۔ جو کام اُس بندۂ خاص نے کیے ان میں سے پہلے دو کام یعنی کسی کی مملوکہ چیز کو خراب اور ناقابل استعمال کر دینا اور کسی انسان کو ظاہری گناہ کے بغیر قتل کر دینا کبھی بھی کسی شریعت میں جائز نہیں رہا۔ یہ تو صاف بتایا گیا ہے کہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے خاص علم عطا کر رکھا تھا اور یہ کام اُسی خاص علم کے تحت اللہ کے حکم سے ہوئے تھے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ کے احکام دو طرح کے ہیں، ایک تشریعی اور ایک تکوینی۔ تشریعی احکام وہ ہیں جنہیں دنیا میں نافذ العمل کرنے کیلئے انبیاء علیہ السلام تشریف لائے اور جنہیں شریعت کہتے ہیں۔ تکوینی احکام وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کائنات میں ہر لمحہ، ہر ثانیہ سرانجام دے رہا ہے۔ ہوائیں رخ بدلتی ہیں، طوفان آجاتے ہیں، دریاؤں اور سمندر میں تلاطم خیزیاں ہوتی ہیں، کشتیاں اور جہاز ڈوبتے ہیں یا کناروں پر بعافیت پہنچ جاتے ہیں۔ سیلاب آتے ہیں اور بستیوں، کی بستیاں دریا برد ہو جاتی ہیں۔ بوڑھے، بچے جوان لقمہ اجل ہو جاتے ہیں۔ زلزلے آتے ہیں اور ہزاروں افراد موت کی تاریک وادیوں میں اتر جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اِن کی حکمت اور مصلحت خدا ہی جانتا ہے، اُن فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوتا جن کے ذریعے یہ امور طے پاتے ہیں کیونکہ وہ تو صرف حکم خداوندی کی سرانجام دہی کے پابند ہوتے ہیں اور وہ اوامر الٰہی سے یک سرمو انحراف نہیں کر سکتے۔ ان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ذرا سی سرتابی کر سکیں "ولا یَعْصُوْنَ الله ما اَمَرَ اللّٰہ" انکی زندگی کو محیط ہے۔ رہے انسان تو انہیں اجازت نہیں کہ اپنے کسی الہام یا اطلاع علی الغیب کی بنیاد پر شرعی احکام کی مخالفت کرے۔ یہ وہ امر مسلم ہے جس پر نہ صرف تمام علمائے شریعت متفق ہیں بلکہ اکابر صوفیاء بھی متفقہ طور پر اسی کے قائل و معترف ہیں، چنانچہ صاحب تفسیر روح المعانی، علامہ محمود آلوسی نے بڑی تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ وضاحت کی ہے کہ عبدالوہاب شعرانی ؒ، محی الدین ابن عربیؒ، مجدد الف ثانیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، جنید بغدادی ؒ، سَرِی سقطیؒ، ابوالحسین النوریؒ، ابوسعید الخرازؒ، ابوالعباس احمد الدِ ینواریؒ، اور امام غزالیؒ جیسے نامور بزرگوں سے یہ اقوال منقول ہیں کہ اہل تصوف کے نزدیک بھی کسی ایسے الہام پر عمل کرنا خود صاحبِ الہام تک کے لیے جائز نہیں، جو نص شرعی کے خلاف ہو (روح المعانی پارہ 16 صفحہ 18 تا 16)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس اول تو کوئی معیار نہیں جس پر پرکھ کر ہم سمجھ لیں کہ یہ ولی ہے اور پھر اس کا بھی کوئی پیمانہ نہیں کہ ہم جس پر ناپ کر کہہ سکیں کہ واقعی جو بات یہ شخص کہہ رہا ہے، الہام ہے اور ہم یقین کر لیں کہ فلاں لڑکا آگے جا کر بدکار ہو جائیگا، اس لیے اسے یہیں مار دیا جائے۔ اس طرح تو جو شخص کسی کو قتل کرنا چاہے گا اپنا کوئی الہام تراش لے گا اور معاشرہ فساد سے بھر جائے گا۔ انبیاء علیہ السلام نے بھی کبھی ایسا نہیں کیا پھر کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ تمام نسل انسانی میں صرف ایک شخص جسے خضر علیہ السلام کا نام دیا گیا ہے، ایسا کر سکنے کا اہل تھا۔ اس لیے محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ کوئی فرشتہ تھا، انسان نہیں تھا، جیسے فرشتے انسانی شکل میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے انہیں انسان گمان کیا اور ان کے لیے بچھڑے کا گوشت بھون کر لے آئے یا جیسے یہ لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے۔

قرآن میں ''عبداً مِن عبادنا'' کے الفاظ آئے ہیں، بعض نے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت خضر انسان تھے لیکن ملائکہ بھی تو اللہ کے غلام (عبد) ہیں اور ان کے لیے قرآن

حکیم ہی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔مثلاً سورہ انبیاء آیت نمبر ۲۶ اور سورہ زخرف آیت ۱۹ میں دیکھ لیجئے۔حضور ﷺ سے جو مستند روایات مروی ہیں، ان میں بھی کسی جگہ صراحت نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام انسان تھے۔زیادہ سے زیادہ رجل کا لفظ آیا ہے مگر یہ لفظ صرف انسانوں کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔سورہ جن میں جنوں کے لیے بھی کہا گیا ''رجال'' ''من الجن'' غرض جن ہو یا فرشتہ جب انسانی شکل میں آئیگا، اُسے انسان ہی کہا جائے گا۔حضرت مریم علیہ السلام کے سامنے جب فرشتہ آیا تو کہا گیا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا یہاں فرشتے کے لیے ''بشر'' کا لفظ استعمال ہوا۔پس حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہاں انہوں نے ایک ''رجل'' کو پایا، قطعیت کے ساتھ یہ واضح نہیں کرتا کہ وہ شخص انسان ہی تھا۔خضر کو انسان مان کر جو مشکل پیش آتی ہے، اسکا ہم نے ذکر کر دیا ہے، اسے رفع کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ ہم اسے ایسی مخلوق سمجھیں جو شرائع کی مکلف نہیں بلکہ کارگاہِ مشیت کی کارکن ہے، جسے خدا تکوینی امور پر مامور کرتا ہے۔ابن کثیر نے ماوردی کے حوالہ سے یہی قول بعض متقدمین سے منسوب کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر قرآن حکیم نے اس واقعہ کو بیان کس لیے کیا ہے؟ محقق متصوفین کہتے ہیں کہ اللہ انبیا کو اطمینان قلب اور حق الیقین تک لیجانے کے لیے ایسی عجیب وغریب صورتِ حال سے دوچار کر دیا کرتا ہے، جیسے ابراہیم علیہ السلام کو چار پرندوں کے زندہ ہونے کا واقعہ دکھایا یا عزیز علیہ السلام کو طویل نیند میں ڈال کر مردہ گدھے کے زندہ ہونے کا واقعہ دکھایا۔اس واقعہ میں یہ دکھانا مقصود تھا کہ اللہ کائنات میں جو کچھ کرتا ہے وہ مبنی بر حکمت ہوتا ہے۔

صوفیاء نے اسی سے راضی برضا رہنے کا نتیجہ اخذ کیا۔تسلیم ورضا ہی مومن کی شان ہے۔اصفیاء کے متعلق تذکروں میں کئی ایک کے متعلق بیان کیا گیا کہ جب انہیں تکلیف پہنچی تو انہوں نے صبر وشکر کا مظاہرہ کیا۔کتنے اولیاء کو جوان بیٹے کی وفات کی خبر ملی اور انہوں نے خبر سُن کر نفل پڑھنا شروع کر دیئے۔

یہی وہ صفائے باطن ہے جو صوفیاء کے لیے وجہ امتیاز بنی۔اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحیمی کو صوفیاء نے اپنی ذات میں منعکس کرنے کی کوشش کی اور اُسکی رحمانیت اپنانے کی پوری پوری کوشش

کی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری مخلوق کو اپنی چھاؤں میں سمیٹے رکھتی ہے۔ اُسے اپنی ساری مخلوق سے پیار ہے۔ اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ "الخلق عیال اللہ"

ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

یہی تعلیم ہے جو وحدت الوجود کی بنیاد بنی اور اسی کو پیش نظر رکھ کر اولیاء پوری دنیا میں پھیل گئے۔ یہ ان کا حسنِ سلوک تھا، کرامت و عظمتِ اخلاق تھی جس کے باعث لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں آ کر ملائیت اور صوفیت میں اختلاف ہوا۔ صوفیاء نے کسی تمدن کی ایسی باتوں کو نہ چھیڑا جو اسلام کی روح کے خلاف نہیں تھیں۔ چھیڑنا تو کجا ان باتوں میں اپنا حصہ ڈالا اور اُن لوگوں میں گھل مل کر، اُن کے دکھ درد میں شریک ہو کر انہیں سیدھا رستہ دکھایا جب کہ خشک مولویوں نے لوگوں سے نفرت کی۔ غیروں کو اپنا بنانا تو کجا چھوٹی چھوٹی باتوں پر خود مسلمانوں پر کفر کے فتوے داغنے شروع کر دیے۔ یُوں

امت کو چھانٹ ڈالا ، کافر بنا بنا کر

اسلام اے فقیہو ممنون ہے تمہارا

انہوں نے احکامِ اسلام کی حکمت کو نہ دیکھا، ظاہری الفاظ پر زور دیا "من جر ازارہ" کیا تھا؟ لوگ فخر و غرور اور کبر و نخوت سے اپنی چادریں زمین پر گھسیٹ کر اور پھیلا پھیلا کر چلتے تھے۔ اسے بڑے پن کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی تو مطلب یہی تھا کہ اسلام میں بڑا چھوٹا کوئی نہیں، سب بھائی بھائی ہیں سب برابر ہیں۔ ملائیت نے اصل علت کو تو رہنے دیا مگر ٹخنوں سے تہبند کی اونچائی ناپنے لگے۔ یہ تھا وہ اصولی اختلاف جس کی بنیاد پر پیکارِ صوفی و مُلا چھڑی اور بیچارے صوفی مارے جاتے رہے۔

بہر حال اشاعتِ اسلام صوفیاء کے باعث زیادہ ہوئی اور اب تو تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں۔ صوفیاء کی تاریخ بڑی طویل ہے مختصراً یہ کہ دوسری صدی ہجری میں صوفیاء کی جماعتوں اور سلسلوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ چونکہ یہ فطری امر تھا کہ لوگ جب کسی کے زہد و تقویٰ کا شہرہ سُنتے تو دور و نزدیک سے کھنچے کھنچے اُس کے پاس پہنچتے۔ اس طرح پیری مریدی کا ایک باقاعدہ نظام قائم ہو

Marfat.com

گیا۔ ابتداء سے ہی تصوف کو مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی کیونکہ تصوف مساواتِ انسانی کے اسلامی تصور کا حقیقی علمبردار تھا۔ اسکی نظر میں امیر، غریب، عالم، جاہل اور شریف ورذیل کی وہ تمیز نہ تھی جو اسلام سے پہلے کے تمام مذہب میں کم وبیش ہر جگہ پائی جاتی تھی اور انہی کی دیکھا دیکھی ،مسلمانوں میں بھی پیدا ہوگئی تھی۔ خلافت کی بجائے ملوکیت کا دور دورہ ہوا، تو اسلام کے ستون کہلانے والے علماء میں بھی یہ تمیز وتفریق در آئی تھی اور وہ اسلام جو ان امتیازات کو مٹانے آیا تھا ،ان کی آماجگاہ بن گیا۔ تصوف اسکے خلاف مسلسل احتجاجی تحریک کا پیغامبر تھا۔ اس میں اخوت اور مساوات تھی۔ اس لیے خلقِ خدا کے اجتماعی ضمیر اور خالق کائنات کی منشا کا ترجمان تھا۔ مسلمان درویش اور فقراء عوام اور اسلام کی رُوح کے صداقت نامے تھے، جو دولت پرست بادشاہوں اور جاہ پسند علماء وفقہاء کو انکی کوتاہیوں پر برابر متنبہ کرتے رہتے تھے۔ اس لیے بھی صوفیاء ایک طرف شاہان وملوک کے معتوب تھے تو دوسری طرف علماء وفقہاء کے مغضوب، عرصہ دراز تک یہ جنگیں رہیں، صوفیاء پر فقہاء فتوے صادر کرتے اور بادشاہ انہیں قتل کر دیتے۔ منصور حلاج اسی کا نشانہ بنا۔ اب ہم اِن تفاصیل سے قطع نظر کر کے ماضی قریب کے تصوف کی ارتقائی تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وحدت الوجود اپنی اصل صورت میں کچھ اور تھا لیکن عام لوگوں نے اسے غلط سمجھا۔ یہ گہر افلسفیانہ موضوع تھا، لوگوں نے سمجھا اگر وحدت الوجود کو تسلیم کیا جائے تو ہر چیز پھر خدا بن جاتی ہے۔ یہ بات علماء وفقہاء کی تھی اور یہ اعتراض وحدت الوجود کی اُس نازک خیالی کو نہ سمجھ سکنے پر پیدا ہوا۔

محققین کے مطابق منصور حلاج کے ''انا الحق'' کا وحدت الوجود سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ''نمی تواں کہ اشارت باو کنند'' ہی وحدت الوجود میں سب سے بڑی حقیقت ہے اور وہاں کہنے والا اشارہ کر کے دعوٰی کر رہا ہے۔ منصور کا ''انا الحق'' دراصل ایک صوفی کے اُن لمحاتی تجلی سے مسحور ہو کر مُنہ سے نکل جانے والا ویسا ہی بے اختیار رو بے ساختہ جملہ تھا جیسا حضرت بایزید بسطامی کی زبان سے نکل گیا کہ ''سبحانی ما اعظم شانی''۔ یہ مقدر کہ بات ہے کہ منصور کو دار نصیب ہوئی اور بسطامی ایسی سزا سے بچ گئے۔ ایسے اقوال جو بے اختیاری اور بے ساختگی میں مسحورِ تجلی ہو کر زبان سے نکل جاتے

Marfat.com

ہیں، صوفیاء کے ہاں "شطحیات" کہلاتے ہیں۔ خیر یہ الگ بحث ہے۔ ہم کہہ یہ رہے تھے کہ وحدت الوجود کا نازک فلسفہ عام علماء و فقہاء کی فہم سے بالاتر تھا۔ اس لیے وجودی صوفیوں کی طویل مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا۔ تصوف اور روایتی اسلام میں دور دور تک مغائرت آگئی اور بڑا بعد پیدا ہوگیا۔ محی الدین ابن عربی کا فلسفہ زیادہ تر عدم تفہیم کا شکار رہا۔ ان کے بعد عبدالکریم الجیلی کا انسانِ کامل دراصل دونوں انتہاؤں کا فاصلہ پاٹنے کی کوشش ہے۔ اس طرح وحدت الشہود کی بات نکل آئی اور لوگوں نے سمجھا، یہ نیا تخیل ہے، حالانکہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں بہت کم فرق ہے۔ دونوں کا منطقی نتیجہ ایک ہی ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں، رہا انسان کامل کا خیال تو یہ خیال بھی الجیلی کا اپنا خیال نہیں۔ یہ خیال بھی بڑا قدیم ہے، اور اسکی اصل نوسٹک فلسفہ میں ہے، جسکی بنیاد قدیم مصری، یونانی امتزاج پر ہے۔ نوسس (عرفان یا معرفت) اگرچہ یونانی لفظ ہے لیکن نوسٹک تخیل قدیم مصریوں کا ہے یعنی انسان نے کسی اعلیٰ روحانی درجہ سے تنزل کیا ہے اور اُسے دوبارہ کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر کے اپنا کمال بحال کرنا یا انسان کامل بننا ہے۔ عیسائیوں میں جناب مسیح علیہ السلام کی ذات کا تخیل بھی انسان کامل ہی کے طور پر تھا۔ اسلام میں یہ پہلے شیعوں کے تصور امامت میں در آیا۔ جیلی کے مطابق حضرت محمد ﷺ کی ذات ہی انسان کامل ہے اور ہر زمانہ کا غوث یا قطب حقیقت محمدی کی مجازی صورت ہوتا ہے چنانچہ الجیلی کہتے ہیں کہ خود انہیں حضرت محمد ﷺ کی ذات اپنے پیر شمس الدین جبرتی کی شکل میں نظر آئی۔ یوں وحدت الشہود تصوف اور مذہب کی صلح کا باعث بنا۔ برصغیر کے صوفی خانوادوں میں سب سے زیادہ قدیم قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور افاعیہ ہیں۔ یہ سلسلے مسلمانوں میں تصوف کے باقاعدہ آغاز سے صدیوں بعد پیدا ہوئے اس وقت تک تصوف کے تمام نظریات اور عملیات ترتیب و تنظیم پا چکے تھے۔

صوفیاء کا عام طور پر خیال ہے کہ صوفی خرقہ کی اصل ایک گلیم سیاہ یا منقش ہے جو جناب رسول اکرم ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کو فرمائی تھی اور پھر یہ مشائخ عظام کو سلسلہ در سلسلہ منتقل ہوتی رہی۔ ان کا خیال ہے کہ یہ خرقہ اسرارِ نبوت و ولایت کا نشان تھا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ خرقہ حضور ﷺ کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ صوفیاء کے متذکرہ بالا سلسلوں میں ایک

Marfat.com

اور سلسلہ نقشبندیہ کا بھی اضافہ ہوا۔ صرف یہی ایک ایسا خانوادہ ہے جو اپنا سلسلہ جناب صدیق اکبر سے ملاتا ہے لیکن اس خانوادہ کے تین مختلف شجرے سامنے لائے جاتے ہیں، جن میں ایک کی نسبت حضرت صدیق اکبرؓ سے اور باقی دو کی جناب علی المرتضیٰؓ سے بتائی جاتی ہے۔ جناب علی المرتضیٰؓ کے بعد برصغیر کے صوفیاء چار اشخاص کو خصوصیات سے چار پیر یا چار خلیفہ کا لقب دیتے ہیں، وہ چار یہ ہیں۔ جناب حسنؓ بن علی المرتضیٰؓ، جناب حسین بنؓ علی المرتضیٰؓ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور خواجہ کمیل بن زیادؒ۔ خواجہ حسن بصریؒ کے دو مشہور خلیفہ تھے خواجہ عبدالواحد بن زید اور خواجہ حبیب اعجمی۔ اول الذکر سے پانچ خانوادے منسوب ہیں یعنی زیدیہ، عیاضیہ، ادہمیہ، ہبیریہ اور چشتیہ۔ ثانی الذکر سے نو خانوادے منسوب ہیں حبیبیہ، طیفوریہ، کرخیہ، سقطیہ، جنیدیہ، گازرونیہ، طوسیہ، فردوسیہ، سہروردیہ۔ یہ چودہ خانوادے قدیم اور اصل سمجھے جاتے ہیں، باقی پھر ان کی شاخیں چلتی ہیں مثلاً قادریہ خاندان جو ہندوستان میں بہت محترم و مقتدر ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی سے منسوب ہے جنکا انتقال 561ھ میں ہوا۔ چشتیہ خانوادہ قدیم ترین ہے کیونکہ وہ خواجہ اسحاق شامی چشتی سے منسوب ہے جنکی سن وفات 329 ہجری ہے۔ برصغیر میں یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے شروع ہوا۔ خواجہ غریب نواز کی ولادت 537ھ اور وفات 633ھ میں بتائی جاتی ہے۔ وہ غالباً سیستان میں پیدا ہوئے، خراسان میں نشو ونما پائی اور ہندوستان میں اجمیر میں فیض رسانی کرتے ہوئے یہیں وفات پائی۔ سہروردیہ خانوادہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے منسوب ہے جن کا سنِ وفات 632 ہجری ہے۔ خیال رہے کہ شہاب الدین سہروردی نام کے دو مختلف آدمی ہیں ایک یہی شیخ شہاب الدین عمر سہروردی ہیں جنکی مشہور کتاب ''عوارف المعارف'' تصوف کے مکاتب میں مدتوں داخلِ درس رہی اور جس کی بہت سی صوفیانہ شرحیں لکھی گئیں۔ دوسرے شہاب الدین سہروردی وہ ہیں جو فلسفۂ اشراق کے مفسر ہیں اور جنہیں اپنے عہد کے علماء کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے صلیبی جنگوں کے مشہور فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی نے قتل کرا دیا اور ہمارے اکثر صاحبانِ علم نے ان دو آدمیوں کو ناموں کے ایک ہونے کے باعث ایک فرد سمجھ لیا ہے اور یہ غلطی فلسفۂ عجم میں علامہ اقبال جیسی معتبر شخصیت سے بھی ہوئی۔ سہروردی خانوادے کو برصغیر میں

Marfat.com

شیخ بہاؤ الدین زکریا نے متعارف کرایا جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلفاء میں سے تھے۔ انکا انتقال 666 ہجری میں ہوا۔ ان کا مزار ملتان میں ہے۔ اکثر بے شرع اور ملامتیہ صوفی گروہ مثلاً رسول شاہی وغیرہ خانوادہ سہروردیہ سے ہی ملحق خیال کیے جاتے ہیں۔

خانوادہ نقشبندیہ کے شیخ الشیوخ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تھے جن کی ولادت 718ھ اور وفات 791ھ میں ہوئی۔ روحانی سلسلہ حضرت بایزید بسطامی تک پہنچتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی کو حضرت امام جعفر صادق سے فیض حاصل ہوا۔ اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق کا انتقال حضرت بایزید بسطامی کی ولادت سے برسوں پہلے ہو چکا تھا مگر نقشبندی سلسلہ میں ایسے تاریخی معاملات کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ کہتے ہیں اس قسم کی فیض رسانی کیلئے باہمی ملاقات کوئی ضروری نہیں۔ خواب میں روحانی ملاقات بھی ہو سکتی ہے اور فیض بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس حضرت امام جعفر صادق کو قاسم بن محمد بن ابوبکر کا مرید اور اسے یعنی قاسم بن محمد بن ابوبکر کو حضرت سلمان فارسی کا مرید تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ تاریخی طور پر یہ دونوں باتیں بھی انتہائی بعید از قیاس ہیں۔ اسی طرح یہ روایت بھی ناقابل اعتبار ہے کہ حضرت بایزید بسطامی سے خرقۂ خلافت ابوالحسن خرقانی کو ملا حالانکہ ابوالحسن خرقانی بھی حضرت بایزید بسطامی کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ اس طرح نقشبندیہ کا وہ شجرہ جو عام طور پر مروج ہے بالکل غیر مستند ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے نقشبندیہ سلسلہ کے دو اور شجرے بھی بتائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو جنید بغدادی، سری سقطی اور معروف کرخی کے واسطہ سے جناب علی رضا تک اور پھر آخر میں جناب علی المرتضیٰ تک پہنچاتے ہیں برصغیر میں نقشبندیہ تمام صوفی سلسلوں سے زیادہ باشرع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں محققین کا خیال ہے کہ یہ متذکرہ بالا چودہ سلسلوں سے خارج ہیں۔ وسط ہند میں نقشبندیہ کے حقیقی بانی خواجہ عبید اللہ احرار تھے جن کا امیر تیمور کے پڑپوتے ابوسعید مرزا پر بہت اثر تھا۔ خواجہ عبید اللہ کے جانشین ان کے فرزند خواجہ یحییٰ ہوئے۔ انہیں اور انکی اولاد کو ملا شیانی خان ازبک نے قتل کرا دیا، اسکے بعد یہ سلسلہ پھر مشکوک ہو جاتا ہے، تاہم کسی نہ کسی طرح خواجہ باقی باللہ اور ان کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی تک پہنچتا ہے جو سترھویں صدی عیسوی میں آتے ہیں اور بعد میں مجدد الف ثانی

Marfat.com

کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔

درویش اور صوفی برصغیر کے علاوہ تمام مسلمان ممالک میں پائے جاتے ہیں اور مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی پر ان کا بہت گہرا اثر پڑا ہے قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ خانقاہیں تقریباً تمام مسلمان ممالک میں پائی جاتی ہیں بالخصوص شمالی افریقہ، مصر اور اُن ممالک میں جہاں ترک اور تاتاری پائے جاتے ہیں تصوف کا بڑا اثر ہے۔ حجاز، نجد اور یمن میں تصوف کا ذوق نسبتاً کم ہے اور موجودہ دور میں اسکی وجوہات واضح ہیں کیونکہ سعودی عرب میں نجدی خاندان آل سعود کی حکومت ہے اور وہ محمد بن عبدالوہاب کے مسلک کی پیروی میں خانقاہوں کو ختم کرنے اور صوفیاء دشمن مشہور ہے۔

سلسلہ ہائے اربعہ کی خصوصیات

برصغیر میں یہ رواج عام رہا ہے کہ ایک سلسلہ سے وابستہ فرد کسی دوسرے سلسلہ میں بھی مرید ہو جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ نے تو یہ کہا کہ وہ بیعت لیتے وقت تمام سلسلوں کے بزرگوں کا نام لیتے کہ سب کا فیض شامل حال ہو۔ ان رجحانات کے نتائج یہ ہوئے کہ ایک سلسلہ کی پابندی نہ رہی لیکن اسکے باوجود ان کے طریق ہائے ذکر و عبادات میں فرق و امتیاز ہے۔

چشتیہ:۔

ان کے ذکر میں جب کلمہ شہادت کا ورد شروع ہوتا ہے تو الا اللہ پر خاص زور دیا جاتا ہے اور عموماً ان الفاظ کو دہراتے ہوئے سر اور جسم کے بائیں حصہ کو حرکت دی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں سماع کا رواج ہے اور ان پر سماع کے وقت عجیب وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے بلکہ جب وجد حال تک پہنچتے ہیں تو یہ تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کے درویش عموماً رنگ دار کپڑے پہنتے ہیں اور ہلکے بادامی رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔

سہروردیہ:۔

ان کے ہاں سانس بند کر کے اللہ ہو کا ورد کرنے کا بڑا رواج ہے۔ ویسے یہ ذکر جلی بھی کرتے ہیں اور ذکر خفی بھی۔ سماع سے بے توجہی برتتے ہیں۔ تلاوت قرآن پر خاصا زور دیتے اور تاکید کرتے ہیں۔

قادریہ:۔

اکثر سنی علماء اسی سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ قادری حضرات سماع بالمزامیر کے خلاف ہیں۔ موسیقی بغیر آلات کے سنتے ہیں۔ قادری درویش سر پر سبز پگڑی باندھتے ہیں۔ اور انکے لباس کا کوئی نہ کوئی حصہ بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ ان کے ہاں بھی ذکر جلی اور ذکر خفی دونوں جائز ہیں۔

نقشبندیہ:۔

ذکر جلی کے خلاف ہیں۔ ذکر خفی کرتے ہیں ان کے ہاں مرشد مریدوں کے ساتھ بیٹھتا

Marfat.com

ہے اور توجہ الی الباطن سے انکی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ اپنے آپکو بہت پابند شریعت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالعموم مراقبہ میں آنکھیں بندکر کے یا نگاہیں زمین پر جما کر بیٹھتے ہیں موسیقی اور سماع سے پرہیز کرتے ہیں۔

بیعت کے وقت تمام سلسلوں میں سر ترشوایا جاتا ہے، توبہ کرائی جاتی ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ بیعت سے نئی روحانی اور اخلاقی زندگی کا آغاز ہو۔

Marfat.com

سلسلۂ عالیہ قادریہ نوشاہیہ

سلسلۂ عظمی نوشاہیہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ بھی باقی سلسلوں کی طرح باب العلم جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے واسطہ سے حضور رحمت عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔

مریدان باصفا کے لیے حضرت سید ابوالکمال برق قادری نوشاہی بحرالعلومی نے اسے ایک دعا میں منظوم کر دیا ہے اور اسے سراج السالکین حضرت پیر سید معروف حسین شاہ عارف تک پہنچایا گیا ہے۔ ہم پوری نظم نقل کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا الٰہی کرم فرما مصطفےٰ کے واسطے
مشکلیں حل کر سبھی مشکل کُشا کے واسطے

حسن بصری وحبیب عجمی وحضرت شاہ داؤد
خواجۂ معروف کرخی باصفا کے واسطے

شاہ سری سقطی، جنید وشیخ شبلی، بوالفضل
بوالفرح، بوالحسن شاہِ اولیاء کے واسطے

چشمۂ رشد و ہدایت خواجۂ ما بوسعید
غوث اعظم پیر پیراں راہنما کے واسطے

سید عبد الوہاب و سید صوفی باکمال
عارف حق، سید احمد پیشوا کے واسطے

سیدی مسعود حلبی اور سید شاہ علی
حضرت شاہ میر قبلہ بے ریا کے واسطے

سید شمس الدین اور سید محمد غوث شاہ
شاہ مبارک حضرت معروف شاہ کے واسطے

شاہ سلیماں نوری و حاجی نوشہ گنج بخش
شاہ ہاشم شاہ سعید پُر ضیا کے واسطے

سید ابراہیم، سید ملک شاہ، سید حسن
اور غلام شاہ محمد مقتداء کے واسطے

سید السادات قطبِ اولیا بحرالعلوم
شاہ چراغ دیں محمد پارسا کے واسطے

مطلعِ انوارِ وحدت پیر سید بوالکمال
یعنی حضرت برق شاہ بارضا کے واسطے

سالک راہِ طریقت واقف اسرار حق
سیدی معروف عارف مہتدا کے واسطے

یا الٰہی بابِ رحمت ان بزرگوں کے طفیل
کھول دے بیکس، غریب و بےنوا کے واسطے

Marfat.com

التجاء مسکین کی میرے خدا یا کر قبول
عارفانِ سلسلہء نوشاہیہ کے واسطے

(نقل از شجرہ شائع کردہ الحاج صوفی محمد یونس اویسی قادری نوشاہی، ناظم شعبہ نشر و اشاعت۔ سلسلہ عالیہ نوشاہیہ بحر العلومیہ بریڈفورڈ انگلینڈ)

اس منظوم شجرہ کی تفاصیل یہ ہیں۔

1) سید کائنات حضور سرورِ عالم ﷺ م ربیع الاول 11ھ مدفن پاک مدینہ منورہ (عرب)
2) ابوالحسن حضرت علی المرتضیٰ م ۲۱ رمضان ۴۰ھ مدفن نجف اشرف۔
3) ابومحمد حضرت خواجہ حسن بصری م ۴ محرم ۱۱۱ھ مدفن زبیرہ (بصرہ)۔
4) ابونصر حضرت حبیب اعجمی م ۳ ربیع الثانی ۱۵۶ھ بغداد۔
5) ابوسلیمان حضرت خواجہ شاہ داؤد الطائی م ۲۸ ربیع الاول ۱۶۵ھ بغداد۔
6) ابوالمحفوظ حضرت خواجہ معروف کرخی م ۲ محرم ۲۰۰ھ محلہ کرخ بغداد۔
7) ابوالحسن حضرت شاہ سری سقطی م ۳ رمضان ۲۵۳ھ گورستان شونیزیہ بغداد۔
8) ابوالقاسم سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی م ۲۷ رجب ۲۹۷ھ گورستان شونیزیہ بغداد
9) حضرت خواجہ ابوبکر ولف شبلی م ۲۸ ذوالحجہ ۳۳۴ھ مقبرہ خیزران بغداد۔
10) حضرت ابوالفضل عبدالواحد تمیمی م ۹ جمادی الاخریٰ ۴۲۵ھ مقبرہ امام احمد بن حنبل۔
11) حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی م۔ ۳ شعبان ۴۴۷ھ طرطوس۔
12) حضرت خواجہ ابوالحسن علی الہکاری م یکم محرم ۴۸۶ھ بغداد۔
13) حضرت خواجہ ابوسعید مبارک مخرمی م ۷ محرم الحرام باب الاج بغداد۔
14) غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی م ۱۱ ربیع الثانی بغداد۔
15) حضرت سید سیف الدین عبدالوہاب م۔ ۵ شوال ۵۹۳ھ بغداد۔
16) حضرت ابونصر سید صفی الدین صوفی م ۳ رجب ۶۱۱ھ بغداد۔
17) حضرت سید ابوالعباس احمد م ۲۵ رجب ۶۳۰ھ حلب اقدس۔

Marfat.com

۱۸) حضرت ابوالبرکات سید مسعود الدین م ۵ شعبان ۶۶۰ھ حلب اقدس۔

۱۹) حضرت سید ابوالحسن علی م ۲ محرم ۷۱۵ھ حلب اقدس۔

۲۰) حضرت ابوعبداللہ سید شاہ میر م ۸ فرورئی ذی قعد ۷۶۶ھ حلب اقدس۔

۲۱) ابو محمد حضرت سید شمس الدین اعظم م ۸۸۵ھ حلب اقدس۔

۲۲) ابوعبداللہ حضرت محمد غوث بندگی م ۷ رجب ۹۲۳ھ اُچ شریف پاکستان۔

۲۳) حضرت سید مبارک حقانی م ۹ شوال اُچ شریف پاکستان۔

۲۴) قطب الکونین حضرت سخی شاہ معروف ۱۰ محرم ۹۸۷ھ خوشاب شریف پاکستان۔

۲۵) شیخ المشائخ حضرت سخی شاہ سلمان نوری م ۲۷ رمضان ۱۰۱۲ھ بھلوال شریف پاکستان

۲۶) امام سلسلہ نوشاہیہ مجدد اعظم حضرت سید نوشہ گنج بخش قادری م ۵ ربیع الاول ۱۰۶۴ھ رنمل شریف ضلع گجرات۔

۲۷) محدث اعظم حضرت سید محمد ہاشم دریادل سجادہ نشین اول م ۱۰۹۲ھ رنمل شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔

۲۸) حضرت سید محمد سعید شاہ دُولا نوشہ ثانی م ۲۹ ذیقعد ۱۱۴۸ھ رنمل شریف ضلع گجرات۔

۲۹) فقیر اعظم حضرت حافظ سید محمد ابراہیم شاہ نوشاہی م ۱۲۰۳ھ رنمل شریف۔

۳۰) حضرت حافظ سید خان محمد ملک شاہ نوشاہی م یکم محرم ۱۲۷۸ھ رنمل شریف۔

۳۱) حضرت حافظ سید محمد حسن محمد شاہ نوشاہی م ۔ ۱۴ شعبان ۱۲۶۴ھ رنمل شریف۔

۳۲) قطب التکوین حضرت سید غلام محمد شاہ نوشاہی م ۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۱ھ ٹھیکریاں شریف مقبوضہ کشمیر۔

۳۳) غواص بحر ہویت حضرت سید نصیر الدین احمد بحر العلوم نوشاہی ۳ ذوالحجہ ۱۳۴۰ھ چکسواری شریف ضلع میرپور

۳۴) قطب الاقطاب حضرت سید چراغ محمد شاہ نوشاہی م ۔ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ چکسواری شریف

Marfat.com

۳۵) مبلغ اسلام حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی سجادہ نشین دربار نوشاہی ڈوگہ شریف
ولادت ۶ محرم ۱۳۴۳ھ

۳۶) سراج السالکین حضرت پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ
(حال انگلینڈ)

(نقل از شجرہ طیبہ شائع کردہ الحاج صوفی محمد یونس اویسی قادری نوشاہی، ناظم شعبہ نشر و اشاعت
سلسلہ عالیہ نوشاہیہ بحرالعلومیہ بریڈفورڈ انگلینڈ)

Marfat.com

اُچ شریف اور سلسلۂ عالیہ قادریہ

برصغیر میں اسلام کے قدیم ترین گہوارے سندھ اور ملتان تھے۔ یہاں اقصائے عالم سے علماء ومشائخ وارد ہوتے رہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہاں بالخصوص ملتان میں باطنی، اہل تشیع وغیرہ بکثرت آگئے تھے اور بہت جلد سندھ اور ملتان پر قراعطہ قابض ہو گئے تھے۔ مغربی پنجاب میں اشاعتِ اسلام کا بڑا مرکز ''اُچ'' تھا جو پنجاب کے پانچ دریاؤں کے سنگم پنجند کے قریب ایک قدیمی قصبہ ہے۔ شیخ محمد اکرام ایم اے ڈی لٹ لکھتے ہیں۔

''اگر سندھ میں شیخ ابوتراب کے مزار کو شمار نہ کیا جائے تو سرزمین ہندوپاکستان میں سب سے قدیم اسلامی زیارت گاہ ''اُچ'' ریاست بہاولپور میں شیخ صفی الدین حقانی گازرونی کا مزار ہے''

آبِ کوثر طبع ثالث 72

یہ شیخ صفی الدین حقانی گازرونی کون تھے۔ مولوی محمد حفیظ الدین بہاولپوری لکھتے ہیں۔

''شیخ صفی الدین مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابواسحاق گازرونی کے مرید اور خواہرزادہ تھے، جو اپنی تبلیغی اور روحانی کوششوں کے لیے شہرہ آفاق ہیں۔ شیخ صفی الدین 962ء میں پیدا ہوئے، سترہ برس کی عمر میں اُچ شریف لائے اور 1007ء میں وفات پاگئے'' (تاریخ اُچ ص40)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الاولیا کی زبانی ایک حکایت نقل ہوئی ہے کہ ''ایک مرتبہ اُچ میں ایک جوگی شیخ صفی الدین گازرونی کی خدمت میں آیا اور بحث شروع کر دی اور شیخ سے کہا'' اگر تم سچے ہو تو کوئی کرامت دکھاؤ انہوں نے فرمایا دعویٰ تم لے کر آئے ہو تم کوئی کرامت دکھاؤ اس پر وہ جوگی زمین پر سے سیدھا اوپر کو اُڑا اور پھر اپنی جگہ پر آبیٹھا اور کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ نے آسمان کی طرف منہ کر کے درگاہ باری تعالیٰ میں التجا کی کہ اے پروردگار تو نے بیگانوں کو یہ طاقت عطا کی ہے مجھے بھی کچھ عنایت کر دیجیے، بعد ازاں شیخ اپنی جگہ سے قبلہ رُخ اڑے، پھر مشرق کی سمت، پھر شمال کو، پھر جنوب کی طرف اور پھر اپنی جگہ پر آ گئے۔ جوگی یہ دیکھ کر قائل ہو گیا اور کہا میں تو صرف سیدھا اوپر کو اٹھ سکتا ہوں آپ ہر سمت اڑ سکتے ہیں، واقعی آپ سچے

Marfat.com

ہیں اور ہم باطل‘‘

فوائدافواد بحوالہ آب کوثر 73

یہ روایت نقل کر کے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

’’فوائد فواد میں سلطان المشائخ کے ملفوظات وارشادات مشہور فارسی شاعر امیر حسن سنجری نے سلطان المشائخ سے سُن کر بڑی احتیاط سے ترتیب دیئے تھے۔ بالعموم اس میں وہ واقعات ہیں جو سلطان المشائخ یا ان کے مرشد شیخ کبر بابا فرید گنج شکر یا ان کے معاصرین کو پیش آئے۔ اس میں خارقِ عادت واقعات بہت تھوڑے ہیں لیکن شیخ صفی الدین اور سلطان المشائخ کے درمیان دوصدی کا بعُد تھا۔ ان کے متعلق وہ پوری تحقیق نہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا جو روایت سلطان المشائخ نے اپنے بزرگوں سے سنی بیان کر دی‘‘

حاشیہ آب کوثر 73

خیر یہ کرامت صادر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمیں اُچ شریف میں اشاعت اسلام کے موضوع سے مطلب ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

’’قصبۂ اُچ‘‘ کی بنیاد شیخ صفی الدین گازرونی نے رکھی۔ ان کے ماموں شیخ ابواسحاق گازرونی نے انہیں نعمتِ خلافت سے فیض یاب کر کے حکم دیا کہ تم اُونٹ پر سوار ہو جاؤ اور اونٹ جدھر لے جائے اُسی طرف چلتے جاؤ۔ جب اونٹ اُچ کی سرزمین میں پہنچا تو ایسا بیٹھا کہ اُٹھنے سے انکار کر دیا، شیخ نے یہیں توطن اختیار کیا، عمارتیں بنوائیں اور اس جگہ کو آباد کیا‘‘

اخبار الاخیار 205

لیکن حقیقت یہ ہے کہ قصبہ اُچ کی تاریخ یہاں سے شروع نہیں ہوتی یہ ان شہروں میں سے ہے جنکی آبادی کو سکندرِ اعظم سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ قصبہ کئی دفعہ اجڑا اور کئی دفعہ آباد ہوا۔ اسکے آس پاس کئی آبادیاں ہوئیں، ممکن ہے شیخ صفی الدین نے پرانی آبادی سے دور کوئی بستی بسائی ہو۔

قصبہ اُچ میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مشائخ بھی آئے اور خلق خدا کو فیضیاب کیا۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''اُچ قدیم قصبہ ہے'' ''اُچ'' کے دو بڑے حصے ہیں ایک گیلانیہ کہلاتا ہے اور ایک بخاریہ۔ گیلانیہ وہ حصہ جہاں قادریہ سلسلہ کے بزرگ رہتے ہیں۔

آبِ کوثر صفحہ 276

گیلانیہ، مشائخ قادریہ کا آباد کردہ ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی (گیلانی) کی نسبت سے گیلانیہ کہلایا دوسرا حصہ بخاریہ اس لیے کہلاتا ہے کہ یہاں سہروردیہ سلسلہ کے بزرگ سید جلال الدین منیر شاہ سرخ بخاری، جو شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے آکر آباد ہوئے تھے۔

سلسلہ قادریہ کے شیخ طریقت حضرت محمد غوث بندگی بھی اُچ شریف میں وارد ہوئے۔ اُن کی تاریخ وفات بمطابق شجرہ محولہ سابقہ ۷ رجب ۹۲۳ھ ہے۔ وہیں انکا مزار ہے۔

امام سلسلہ نوشاہیہ مجددِ اعظم حضرت سید نوشہ گنج بخش قادری ۵ ربیع الاول ۱۰۶۴ھ کو رنمل شریف ضلع گجرات میں واصل بحق ہوئے۔ ان کا مزار شریف رنمل میں ہے۔ باقی سلسلہ ہائے مقدسہ کی طرح سلسلہ قادریہ نے بھی تبلیغ و اشاعت اسلام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ سلسلۂ قادریہ کے مشاہیر کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں شیوخِ طریقت، علماؤ فقہاء، ادباء، شعراء سبھی لوگ پیدا ہوئے لیکن چونکہ ہمارا موضوع سلسلۂ عالیہ نوشاہیہ قادریہ ہے، اس لیے ہمیں اسی سلسلہ تک محدود رہنا ہے، اس سلسلہ کے بزرگانِ دین کا اجمالی تعارف کچھ یوں ہے۔

Marfat.com

تمہید سلسلۂ نوشاہیہ

یوں تو ہر روز لاکھوں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں موت کی تاریک وادیوں میں اتر جاتے ہیں، مگر زمین جب سورج کے اردگرد سینکڑوں چکر مکمل کرتی ہے، چاند کرۂ ارض کے اردگرد ہزاروں مرتبہ گھوم لیتا ہے تو پھر کہیں جا کر کوئی ایسی پرنور اور ضیا بخش شخصیت جنم لیتی ہے جو نئے دور کی خالق بن کر ایک عظیم تاریخ کی تمہید بن جاتی ہے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا زبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

وہ ایک برکتوں سے بھرا ہوا دن تھا جب وقت نے کرب کے دوزخ میں صدیوں تڑپ تڑپ کر اپنی گردش مکمل کر لی تھی۔ آسمان ولایت کے افق پر اس غیر فانی شخصیت کی ولادت با سعادت کی ابد آشنا ساعت طلوع ہو رہی تھی جس کی پیش گوئی آقائے نامدار، پیغمبر انسانیت، چارہ ساز بیکساں حضور سرور کائنات محمد ﷺ نے صدیوں پہلے فرما دی تھی۔ حدیث مبارکہ ہے

قال رسول ﷺ یبعت رجلا علی احد عشر مائة سنة ہو نور عظیم اسمه اسمی۔ (جامع الدرد بحوالہ روضیۃ القیومیہ)

ترجمہ:۔(رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گیارہوں صدی میں ایک مرد پیدا ہو گا جو بڑا نور ہو گا اور اس کا نام محمد ہو گا)

اہلِ علم و دانش اس بات پر متفق ہیں کہ گیارہویں صدی میں جس پرنور شخصیت کی آمد کی پیش گوئی حضور ﷺ نے فرمائی تھی وہ مجدد اعظم سید نوشہ گنج بخش کی ذات گرامی تھی۔ اگرچہ ان کی پیدائش دسویں ہجری میں ہوئی مگر انہوں نے گیارہویں صدی میں تقریباً نصف صدی دین محمدی کے فروغ میں گزاری۔ سو اس لیے یہ بات طے پا گئی ہے کہ یہی وہ شخصیت تھی جس کے راستے میں وقت روشنی اور پھول لے کر کھڑا تھا اور صدیاں انتظار میں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں۔

تھک گئی ہیں زمین کی آنکھیں آسمانوں نے دیر کر دی ہے

959 ہجری میں رمضان المبارک کی تقدس بھری پہلی تاریخ تجلۂ وقت سے پرفشاں ہوئی اور تقویم نے سلطنت فقر کے تاجدار کو تاریخ کے سپرد کر دیا

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں   تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

خانوادۂ رسول کا یہ آفتابِ روحانیت جب طلوع ہوا تو الوہی آگہی کی کہکشاؤں نے بڑھ کے قدم چوم لیے۔ اس ولی مادرزاد کی آمد نے دنیائے تصوف کو اپنی زرتاب شعاعوں سے منور کر دیا۔ زمین موتیوں سے بھر گئی، آسمان پر قوسِ قزح کے دھنک رنگ لہک لہک اٹھے، فضا خوشبوؤں سے معطر ہو گئی، دلوں کی تاریکیوں میں اجالے بکھیرنے لگے اور اس نور مجسم کی ضیا پاشیوں کے منتظر سینوں میں صبحیں کروٹیں لینے لگیں، روحوں کو آسودگی ملنے لگی۔۔۔۔۔ وہ خورشیدِ تصوف جب اپنی مکمل آب و تاب سے فروزاں ہوا تو دنیا میں کئی لاکھ افراد کی قسمتیں سنور گئیں، جہنم کی ہولناک گپھاؤں میں گرنے والے لوگوں کے لیے جنت، فردوس کے در وا ہو گئے۔ انسانی تاریخ میں لاکھوں غیر مسلموں کو مسلمان کرنے کی عرفان و آگہی سے بھری ہوئی کرامت وارد ہوئی۔ جس نے پنجاب اور اس کے گرد نواح کی کیفیت ہی بدل دی یہی لاکھوں مسلمان وقت کے ساتھ ساتھ کروڑوں میں تبدیل ہوئے اور انہی کی بدولت پاکستان معرض وجود میں آیا، یعنی سید نوشہ گنج بخش کے اسی پُر سعادت عمل کا نتیجہ ہے کہ بتکدہ ہند میں اسلام کا قلعہ تعمیر ہوا، پاکستان بنا، کسی نے کیا خوب کہا ہے

یہ نوشہ گنج بخش کا ہے فیض ہند میں   جو بھی کہیں ملا اسے مسلم بنا دیا
شام دیارِ ہند میں صبحیں بکھیر کر   سب کافروں کو مومن اعظم بنا دیا
اپنے عمل سے نسل کا باطن اجال کر   نوشاہی سلسلے کو معظم بنا دیا

حضرت نوشہ گنج بخش کی ذاتِ گرامی پر لاکھوں لوگوں نے نظم و نثر میں بہت کچھ لکھا۔ مجھے اپنی خوش بختی پر رشک آرہا ہے کہ میں بھی اپنے حقیر لفظوں کے نذرانے لے کر حاضر ہونے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور یہ سعادت مجھے پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی گلیوں کی گدائی سے ملی ہے۔

Marfat.com

یہی گلی ہے ولایت کے نُور سے معمور | اسی میں فقر کے عالم پناہ رہتے ہیں
اسی کو کہتے ہیں دربارِ شاہِ نوشاہی | یہیں پہ حضرت معروف شاہ رہتے ہیں
اسی گلی میں طریقت کا آشیانہ ہے | اسی میں رشد و ہدایت کا آستانہ ہے
اسی سے ملتا ہے ہر اک کو حوصلوں کا نور | شکست خوردہ یہیں آ کے ہو گئے منصور

اگلے صفحات میں ''برکت نامہ'' کے عنوان سے سید نوشہ گنج بخش کی منقبت لکھی گئی ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

برکت نامہ

منقبت سید نوشہ گنج بخشؒ

برکتوں کا مطلعِ انوار نوشہ گنج بخشؒ | ہند کی سب سے بڑی سرکار۔نوشہ گنج بخشؒ
جانشینِ غوث اعظمؒ ، افتخارِ اولیاء | واقف اسرار در اسرار نوشہ گنج بخشؒ
حاکم مِلکِ شریعت ، مالک ،شہر سلوک | در سعادت نقطہء پرکار نوشہ گنج بخشؒ
آفتابِ فیض عالم ہیں جہاں پر غوث پاکؒ | اُس فلک پر ثابت و سیار نوشہ گنج بخشؒ
صرف مشرق میں نہیں ان کی ولایت کا ظہور | خاکِ مغرب پہ بھی رحمت بار نوشہ گنج بخشؒ
برق نوشاہیؒ سے لے کر حضرت معروف تک | نیکیوں سے اک بھرا گلزار،نوشہ گنج بخشؒ
چومتے ہیں حاملانِ جبہ ودستار پاؤں | محترم اتنا سگِ دربار،نوشہ گنج بخشؒ
عالمِ لاہوت کی صبح مقدس ان کی ذات | روشنی کا نرم وحدت زار،نوشہ گنج بخشؒ
بخش دیں بینائی نابیناؤں کو اک دید سے | ہم نہیں کہتے ہیں اوتار،نوشہ گنج بخشؒ
ہر قدم اس شخص کا پھر بخت آور ہو گیا | مہرباں جس پہ ہوئے اک بار،نوشہ گنج بخشؒ
زہد وتقویٰ،فقر وفاقہ اور عمل کے باب میں | اک مجسم نور کا اظہار ، نوشہ گنج بخشؒ
وہ مجدد ہیں ہزاروں سال پر پھیلے ہوئے | یوں سمجھ لو حاصلِ ادوار، نوشہ گنج بخشؒ
منزل علم وفضلیت ، رونق راہِ سلوک | کشفِ مصطفویؐ کے پیروکار،نوشہ گنج بخشؒ
کہتے ہیں بے روح جسموں کو جگاتا تھا مسیح | مردہ دل کر دیتے ہیں بیدار نوشہ گنج بخشؒ

Marfat.com

ہاں ! سرِ تسلیم خم کرتا ہے دریائے چناب　　پانیوں کے جیسے ہیں مختار نوشہ گنج بخشؒ
غوثِ اعظمؒ کے شجر کا خوشہ ء فقر و سلوک　　قادری گلزار کے پندار نوشہ گنج بخشؒ
شمعِ عرفانِ الٰہی ، شب زدوں کی روشنی　　ساعتِ پرنور سے سرشار نوشہ گنج بخشؒ
داستانوں میں مریدِ باصفا ہیں آپ کے　　صاحباں مرزا کے بھی کردار نوشہ گنج بخشؒ
جن و انساں ہی نہیں ہیں آپ کے خدام میں　　آپ کے قدسی ہیں خدمتگار نوشہ گنج بخشؒ
پائے نوشہ کے تلے بہتے ہیں دریائے بہشت　　ساقیء کوثرؐ کے ہیں میخوار نوشہ گنج بخشؒ
آپ کا اسمِ گرامی وقت کے ہونٹوں پہ ہے　　تذکرہ کرتا ہے سب سنسار نوشہ گنج بخشؒ
صرف یورپ ہی نہیں ہے آپ کے ہیں معتقد　　ہند سندھ اور کابل و قندھار نوشہ گنج بخشؒ
حکمرانوں کی جبینیں ان کے در پہ خم ہوئیں　　موتیوں والے سخی سردار نوشہ گنج بخشؒ
موج بن جائے گی کشتی تیرے میرے واسطے　　یوں اتاریں گے ہمیں اس پار نوشہ گنج بخشؒ
اس شجر پر موسموں کی ضرب پڑتی ہی نہیں　　کس تسلسل سے ہیں سایہ دار، نوشہ گنج بخشؒ
انبساط و لطف کا پہلو جہاں کے واسطے　　نسلِ انسانی کے ہیں غم خوار، نوشہ گنج بخشؒ
کیوں نہ ہوں عرفان کے موتی در و دیوار میں　　قصرِ نوشاہی کے ہیں معمار، نوشہ گنج بخشؒ
سلسہ نوشاہیہ کا ہر جری ہے اولیاء　　لشکرِ حق کے جو ہیں سالار، نوشہ گنج بخشؒ
آپ کے در کے فقیروں میں قطب اقطاب ہیں　　کون عظمت سے کرے انکار، نوشہ گنج بخشؒ
نوروں نہلائے ہوئے چہرے کی کرنیں اور ہم　　کیا صباحت خیز تھے رخسار، نوشہ گنج بخشؒ
آپکے فیضِ نظر کی داستاں اتنی ہے بس　　سب مسلماں ہو گئے کفار، نوشہ گنج بخشؒ
اعتمادِ ذات کی کچھ غیر فانی ساعتیں　　آپ کے دم سے کرامت بار، نوشہ گنج بخشؒ
بد عقیدہ زندگانی کی سلگتی دھوپ میں　　آپ ٹھہرے سایہء دیوار، نوشہ گنج بخشؒ
ابن عربیؒ کے تصوف کی کہانی کیا کروں　　ہیں عدم کا اک عجب اظہار، نوشہ گنج بخشؒ
مل گئی ان کی دعا سے کتنی دنیا کو شفا　　امتِ بیمار کے عطار، نوشہ گنج بخشؒ
سن رہا ہوں آج تک عشقِ محمدؐ کی اذاں　　مسجد نبوی کا اک مینار، نوشہ گنج بخشؒ

فرض ہے ہر شخص پر ذکر گرامی آپ کا — ایک اک نوشاہی کا پرچار، نوشہ گنج بخشؒ
تر دماغوں میں یہ صبح فکر کی رعنائیاں — آپ کے بس آپ کے افکار، نوشہ گنج بخشؒ
معترف ہے ذہن انساں آپ کے عرفان کا — دل غلامی کا کرے اقرار، نوشہ گنج بخشؒ
خاکِ رَنمل کو مسیحائی کی رفعت مل گئی — ہیں وہاں جو دفن زندہ دار، نوشہ گنج بخشؒ
اک ذرا چشمِ عنایت چاہتا ہوں آپ کی — آپ کا مجھ کو کرم درکار، نوشہ گنج بخشؒ
کھول دروازے جہاں بانی کے میری ذات پر — میں بہت ہوں مفلس و نادار، نوشہ گنج بخشؒ
چہرہء انوار کی بس اک تجلی دے مجھے — خواب ہی میں بخش دے دیدار، نوشہ گنج بخشؒ
حضرت معروف نوشاہی کی فرمائش ہوئی — پُرسعادت یہ لکھے اشعار، نوشہ گنج بخشؒ
منقبت منصور پڑھ پورے ادب آداب سے — سن رہے ہیں شعر خود سرکار، نوشہ گنج بخشؒ

حضرت نوشہ گنج بخش سے شروع ہونے والے اس سرچشمہء رشد و ہدایت نے ہر دور میں بڑے بڑے باکمال لوگوں کو جنم دیا ہے۔ اس لڑی میں ایسی ایسی روحانی شخصیات پروئی ہوئی ہیں کہ جن پر دنیائے تصوف ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد ہاشم دریادل نوشاہیؒ

حضرت خواجہ محمد ہاشم دریادل نوشاہی سید نوشہ گنج بخش کے صاحب زادے تھے۔ ان کی سخاوت کی وجہ سے دنیا انہیں دریادل کے نام سے پکارتی تھی۔ علم ظاہری میں انہوں نے اتنا کمال حاصل کیا کہ اپنے وقت کے تمام فقہا اور محدثین میں سب سے ممتاز قرار پائے۔ علم باطنی میں ان کی قدر و منزلت ایسی کہکشاں گیر رفعتوں کی حامل ہے کہ تاریخ کی کتابیں ان کی کرامتوں بھری پڑی ہیں۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی ان کے قطعہ تاریخ وفات میں لکھتے ہیں۔

پیر ہاشم شاہ سجادہ نشین شیخ عالم وارثِ نوشاہ دیں
آں محدث اعظم قطب نہاں عارف حق دستگیر بے کساں
ناصرِ ملت امام اصفیاء عاشقِ حق ، مخزن جو دو سخاء
عالم و فاضل فقیہ و راز داں نائب نو شاہ عالم بے گماں
گشت چوں آں ماہ تاباں زیر خاک وصلش آمد وارثِ نو شاہ پاک
1092ھ

حضرت سید محمد سعید شاہ دولا نوشہ ثانیؒ

حضرت سید محمد ہاشم کے صاحب زادے سید محمد سعید شاہ دولا نوشہ ثانیؒ کا خطاب لے کر مسندِ ولایت پر ظاہر ہوئے۔ ان کی نگاہِ فیض رساں کے کمالات سے ایک دنیا کے دل روشن ہوئے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی تیز نگاہ جہاں پڑ جاتی تھی، وہیں دل اللہ کا ذکر کرنے لگتا تھا۔ ظاہری اور باطنی علوم میں یگانۂ روزگار تھے۔ ان کے روحانی کمالات کا شہرہ چار دانگ عالم میں تھا۔ ان کے مسند سجادگی پر فائز ہونے کے بعد نوشاہیہ سلسلۂ سعادت مآب کو بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ لنگر کے انتظامات میں بہت وسعت ہوئی۔ بے شمار غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہ تاریخ

وفات میں انہیں صاحبِ دستارِ شیخ اولیاء قرار دیا اور ان کی دو تاریخ وفات نکالی۔

سید عالی نسب روشن جبیں ۔ پیر دولا پاک سجادہ نشیں

ناصرِ دیں قطب عالم مقتدا ۔ صاحب دستارِ شیخ اولیا

چوں بجنت رفت آں مرد رشید ۔ گفت وصلش "خورشید وحید"

1148ھ

ایضاً

برق سال انتقال آں مرد پاک ۔ گو" جناب وارث نوشہ پاک"

1148ھ

حضرت سید محمد ابراہیم نوشاہیؒ

حضرت سید محمد سعید دولا کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت سید محمد ابراہیم نوشاہی شاہ مسند نشین ہوئے۔ وہ ایک بڑے عالم اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علم وفنون میں یکتا ہوئے اور دستارِ فضلیت حاصل کی۔ فقہ میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ فقیہہ اعظم کے لقب سے شہرت حاصل کی۔ کشف وکرامات اور تصرفاتِ باطنی میں ان کی یکتائی بے مثال سمجھی جاتی ہے۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہ تاریخ وفات میں انہیں نور کبریا فرمایا ہے۔

سید ابراہیم نور کبریا

مخزن عرفان قطب الاتقیا

چوں بگفتم ہاتفا! وصلش بجو

گفت سید افضل الفقہا بگو

Marfat.com

حضرت سید حافظ خان محمد ملک شاہ

حضرت سید محمد ابراہیم شاہ کے بعد ان کے بیٹے سید حافظ خان محمد ملک شاہ سلسلہء نوشاہیہ کے ایک ایسے کامل بزرگ گزرے ہیں، جن کی علمیت اور کشف و کرامات کا شہرہ پورے برصغیر میں پھیلا۔ وہ فقیہہ اور محدث تھے اور ایک بڑے عرصہ تک دارالولایت نوشاہیہ میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان کے حلقہء ادارت میں ایک دنیا شامل ہوئی۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہء تاریخِ وصال میں انہیں زاہدِ خورشید عالم قرار دیا ہے۔

آں محمد ملک شاہ حق نما ۔ عارف حق صدر بزم اتقیا
برق خورشید عالم بے مثال "زاہد خورشید عالم" انتقال

حضرت حافظ سید حسن محمد شاہ عارف

ان کے بعد ان کے فرزند حضرت حافظ سید حسن محمد شاہ عارف سجادہ نشین ہوئے۔ نو سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا۔ بہت بڑے زاہد اور متقی تھے۔ ان کی کرامات بہت مشہور ہوئیں وہ روزانہ کئی سو نفل پڑھتے تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کی جو عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ قدرت نے انہیں عبادت کرنے کیلئے ایک ایسی روحانی قوت عطا فرمائی تھی کہ وہ مسلسل نفل پڑھتے رہتے تھے لیکن نہ تو انہیں تھکاوٹ ہوئی تھی اور نہ ہی ان کے پاؤں سوجھتے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش 1194ء ہے۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہ تاریخ وفات میں انہیں امام اولیا فرمایا ہے۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی لکھتے ہیں۔

امام اولیاء شاہِ مکرم محمد حسن شاہ عارف معظم
معظم بود چوں آں شاہ والا وصالش برق گو "روح معظم"

1264ھ

حضرت سید غلام شاہ نوشاہی

حضرت سید حسن شاہ کے بعد ان کے بیٹے حضرت سید غلام شاہ نوشاہی بھی بہت بڑے بزرگ ہوئے۔ انہیں قطب التکوین کہا جاتا ہے۔ وہ مادرزاد ولی تھے۔ بچپن سے ان کی طرف سے کرامات کا ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ان کی تاریخ پیدائش 1219ھ ہے۔ انہوں نے بارہ سال گوشہء تنہائی میں اللہ تعالٰی کی عبادت کی۔ مضافات راجوری کے بیسیوں قبائل ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے انہوں نے 1280 ہجری میں انتقال فرمایا۔

حضرت سید نصر الدین بحر العلوم

حضرت سید غلام شاہ نوشاہی کے فرزند حضرت سید نصیر الدین ان کے بعد مسند نشین ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالمعصوم تھی اور لقب بحر العلوم تھا۔ ان کی والدہ سیدہ گوہر بی بی بھی ولیہ تھیں۔ ان کی زوجیت میں رابعۂ دوراں سیدہ حسن بی بی جیسی باکمال خاتون تھیں۔ حضرت بحر العلوم کو علم لدنی میں بہت کمال حاصل تھا۔ وہ بڑے جلالی ولی تھے۔ ان کے سامنے کسی کو بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ ان سے سینکڑوں کرامات کا صدور ہوا۔ قطب المشائخ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہ تاریخ وصال میں انہیں صدر شریعت، امیر ملت اور شمس طریقت قرار دیا ہے اور ان کی دو تاریخ وفات نکالیں ہیں۔

امیر ملت ، صدر شریعت	شہ بحرا لعلوم پاک طینت
دریغا ! حسر تا ! وا رفت ازما	اما م و مقتدا بد رِ حقیقت
چوں پرسیدم ز وصلش گفت ہاتف	بگو " قطب علی شمس طریقت "
مظہر عون الٰہی سیدی بحر العلوم	ایضاً از علامات قیامت ست انتقال او
چوں بجستم برق وصل آں شہ والا مقام	بنظر عون الٰہی پاک آمد سال او

Marfat.com

حضرت سید محمد چراغ شاہؒ

سید نصیر الدینؒ بحر العلوم کی وفات کے بعد سلسلہ نوشاہیہ کے سجادہ نشین ان کے فرزند قطب اقطاب حضرت سید محمد چراغ شاہؒ بنے۔ وہ 1296ھ میں رنمل میں پیدا ہوئے اور 1304ھ میں اپنی والدہ کے ساتھ چکسواری میں آ گئے۔ وہ بہت زیادہ عبادت الٰہی میں مشغول رہنے والے بزرگ تھے۔ ایک دن میں قرآن حکیم کے دس سپاروں کی تلاوت کرنا ان کا معمول تھا ان سے بے شمار کرامات منسوب ہیں۔ انہوں نے فقہ کے موضوع پر بہت کام کیا۔ وہ پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے اور علم لدنی کے اسرار و رموز بھی جانتے تھے۔ انہوں نے شجرہ شریف نوشاہیہ، سہ حرفی نوشہ گنج بخش، مکتوبِ منظوم، ملفوظاتِ چراغ دین حبیب حق تعالیٰ بحر العلوم، شرح صدسی مسئلہ مجرباتِ قادریہ اور آداب طریقت کے نام سے سات مقامش بود، در اقطاب بالا کتابیں تحریر کیں۔ قطب المشائخ حضرت سید ابو الکمال برق نوشاہی نے ان کے قطعہ تاریخ وصال میں انہیں دین محمدی کا چراغ قرار دیا ہے۔

زاولادشہ نو شاہ حاجی فرید

الدہر بود آں شاہ والا

وصالش با برق از غیب ہاتف

بگفتا "رحلت مخدوم"

۱۳۶۶ھ

Marfat.com

حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی

قطب اقطاب حضرت سید چراغ محمد شاہ کے چار صاحب زادے ہیں۔فرزند اکبر سید پیر عالم شاہ۔ان کے بعد سید ابوالکمال برق نوشاہی ان کے بعد سید غلام سرور شاہ اور چوتھے بیٹے سید معروف حسین شاہ نوشاہی ہیں اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ان کی وفات کے بعد سید ابوالکمال برق نوشاہی سجادہ نشین ہوئے۔

سلسلہء نوشاہیہ کے ماضی قریب میں وصال پانے والے یہ بزرگ اپنے وقت کے نابغہ روزگار تھے۔ان کی ہزار پہلو شخصیت پر کچھ لکھتے ہوئے مجھے بنجمن فرینکلن کا ایک حوالہ یاد آرہا ہے۔ اگرچہ ان دونوں شخصیات کی اپنی اپنی دنیا ہے مگر سید ابوالکمال برق نوشاہی کی ذات گرامی کو سمجھنے کیلئے اس حوالے سے مدد ضرور ملے گی۔

بنجمن فرینکلن کی شخصیت پر مختصر سے مختصر مضمون لکھنے کا عالمی مقابلہ فرینکلن لائبریری والوں نے منعقد کرایا جس میں فرنٹے ڈی سکاٹ کے مضمون کو سب سے بہتر سمجھا گیا اس مضمون میں بس یہی دو چار لفظ تھے۔

''میں ساری رات بنجمن فرینکلن پر مضمون لکھنے کی کوشش کرتا رہا۔صبح سویرے اٹھ کر گھر کے باغیچے میں گیا تو میرا سب سے چھوٹا بیٹا گالف ریڈ مائر ادھر ادھر بھاگتا پھر رہا تھا۔وہ مٹھی بند کرتا تھا اور پھر کھول دیتا تھا میں نے پوچھا کہ بیٹے کیا کرتے پھر رہے ہو تو کہنے لگا کہ ڈیڈی سورج کی شعاعوں کو قید کر رہا ہوں،سورج کی شعاعوں نے تو کہاں قید ہونا تھا مگر میری سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ بنجمن فرینکلن پر کچھ لکھنا سورج کی شاعوں کو مٹھی میں بند کر لینے کے مترادف ہے۔میرا قلم رک گیا اور میں نے رات کے کالے نیلے کیے ہوئے تمام صفحات پھاڑ دیئے۔''

(THE SUN WITH ITS RAYS)

سو سید ابوالکمال برق نوشاہی کی ہزار پہلو شخصیت پر کچھ لکھنا،سورج کی شعاعوں کو مٹھی میں بند کرنے کے مترادف ہے۔وہ عظیم المرتبت روحانی پیشوا تھے۔ایک صاحب معرفت دینی رہنما

Marfat.com

تھے۔علم طب میں انہیں کمال خاص حاصل تھا۔

خطابت کے میدان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ایسے شعلہ بیاں مقرر تھے کہ تقریر کرتے ہوئے پانی میں آگ لگا دیتے تھے۔شاعرِ جادو بیاں تھے۔ان کی پنجابی اور فارسی زبان کی شاعری ادبِ عالیہ کا ایک حصہ ہے۔مقام معرفت کے اسرار و رموز سے کچھ ایسے آشنا تھے کہ ان کی گفتگو ترجمان حقیقت کبریٰ محسوس ہوتی تھی۔ادب کے بڑے باریک بین نقاد تھے ایک مستند مورخ تھے۔ایک نکتہ سنج مفسر تھے۔اشہبِ تحقیق کے شہسوار تھے۔ایک مسلمہ مفتی کی حیثیت رکھتے تھے۔علم الکلام اور فلسفے پر ان کی اتنی گہری نظر تھی کہ مشکل معاملات میں علی عباس جلال پوری تک ان سے مشورہ لیتے تھے۔علم نفسیات پر بھی انہیں مکمل عبور حاصل تھا۔ماہر عمرانیات بھی تھے۔صرف ونحو اور منطق پر ان کی گفتگو سنور سنور جاتی تھی۔بلند پایہ مناظر اور ایک عظیم الشان مبلغ اسلام تھے۔سو ایک شخصیت جو اتنے علوم وفنون میں یکتا ہو اُسکے، بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

اس نابغہ روزگار شخصیت کے ہر عمل میں قدرت کی ایسی کرم نوازیاں نظر آتی ہیں کہ حیرتوں کے در وا ہونے لگتے ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ سورج نے ان کا نام آسمان کی بے کراں چھاتی پر اپنی سونے سے بنی ہوئی کرنوں کے ساتھ تحریر کر دیا ہے۔

مرے خورشید کی زرتاب شعاعیں چن کر ظلمت شب بھی اجالوں کے کفن بنتی ہے
اس کو کیا علم کہ سورج کبھی بجھتا ہی نہیں وہ تو بہری ہے مری بات کہاں سنتی ہے

سید ابوالکمال برق نوشاہی نے اپنی چالیس سالہ تصنیفی زندگی میں پانچ سو سے زائد تصانیف زمانے کے حوالے کی ہیں۔یہ کتابیں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم تصوف، علم طب، علم منطق، علم نحو، علم صرف، سفرنامے تذکرے، سیرت، مناقب وفضائل، وعظ، عملیات، مکتاب اور تاریخ گوئی کے موضوعات پر ہیں۔انہوں نے 1985 میں انتقال فرمایا۔راقم الحروف کو ان کے قطعہ تاریخ وفات کہنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

حاصل علم وفضیلت صاحب علم لدنی، حاملِ کشف القبور
وارثِ فیضان نوشہ، منزل اسرار کے راہی کی رحلت کیا ہوئی

Marfat.com

سو گئے پھر شہر کن میں مومن شب زندہ دارو عاملِ تسخیرِ ذات
کُھل گیا روحانیت کا ''بابِ رحلت ، برق نوشاہی کی رحلت'' کیا ہوئی

۱۹۸۵ء

ان کے وصال کے بعد سلسلۂ نوشاہیہ کی سجادگی کا اعزاز حضرت سید معروف حسین شاہ عارف کے حصے میں آیا۔ سلسلہ نوشاہیہ کے انہی عالی مرتبت سجادہ نشین کے کارہائے نمایاں اس کتاب کا بنیادی موضوع ہیں اور یہ طویل تمہید اس لیے ضروری تھی کہ پڑھنے والوں کو اس بات کا احساس ہو کہ اس شخصیت کا تعلق کس قسم کے روحانی خانوادہ سے ہے، اس کے بزرگوں میں کیسے کیسے عظیم لوگ شامل ہیں اس آسمان گیر سلسلے کے روحانی فیوض و برکات سے کتنی دنیا منور ہوئی ہے۔ یعنی یہ سلسلہ، یہ خاندان صدیوں سے گناہوں کی شبِ تاریک میں ثوابوں کے آفتاب بکھیرتا چلا آرہا ہے۔ ان کے دروازے سے ایک دنیا دینِ مصطفوی کی روشنی سے فیض یاب ہوئی ہے۔ گیارہویں صدی سے تسلسل کے ساتھ چلتا ہوا یہ سلسلۂ نوشاہیہ کہیں رکا نہیں۔ اس لڑی کا ہر موتی ایک گہر بے قیمت تھا اور اس وقت یہ سلسلہ حضرت سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی تک پہنچا ہوا ہے۔ جنہوں نے اس سلسلے کو برصغیر سے نکال کر پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔

Marfat.com

اجالے کا پہلا قدم

دیکھتے ہیں حضرتِ معروف شاہ کے فیض سے کفر کی تہذیب میں دین محمد کا وقار

خیر و برکت کی بستیاں بسانے والا ایک سید زادہ، چک سواری کی گلیوں کو چھوڑ کر بدکار اور بدقماش روشنیوں کے جزیرے پروارد ہوا۔ یورپ کے بہشتِ گناہ آباد میں ثوابوں کی خوشبو بکھر بکھر گئی۔ آسمانوں پر کہیں اپنے بزرگوں کے کرم اکرام کے سزاوار کے نام ۔۔۔۔ دیارِ شراب وشباب میں جہادِ اکبر کی مجاہدت لکھ دی گئی۔ چلتے چلتے وہ سید زادہ ایک ایسے طلسمِ ہوش ربا میں نکل آیا تھا جہاں پھولوں کا روپ سروپ رکھنے والے کانٹوں سے دامن بچا کر چلنا، پلِ صراط پر چلنے سے زیادہ مشکل تھا۔ جہاں قدم قدم پر شراب خانے تھے۔ گلی گلی میں رقص گاہیں تھیں۔ جہاں ثوابوں اور گناہوں کے درمیان کھنچی ہوئی لکیر کلنخائی روشنی میں بدل چکی ہے، یعنی تاریکی آمیز روشنی ۔۔۔۔۔۔ اور پھر اس سید زادے کو اس گلگشتِ گناہ میں صرف دین کی تبلیغ کے لیے ہی قریہ قریہ نہیں گھومنا پڑا، لقمہءِ حلال کی تلاش میں کارخانوں کی چمنیوں کے دھویں کا سفر بھی کرنا پڑا۔ بدی کے ایک حشر آباد ماحول کی سرمستی ورعنائی اور تن تنہا وہ سید زادہ ۔۔۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ کہیں بھی اس نوجوان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ وہ رات بھر کپڑے کی مل میں کام کرنے کے بعد صبح اپنی نیند کو تج کر نیکیوں کی تقسیم کے لیے نکل پڑتا تھا۔ اسے اپنے باطن میں چھپی ہوئی روشنی بے چین کر دیتی تھی۔ سونے نہیں دیتی تھی۔ سو دل و دماغ میں بس یہی ایک بات منور تھی کہ اس رات سے بھری ہوئی زندگی کو اجالوں کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس سید زادے کے عمل نے اسے ایک قابلِ احترام شخصیت میں بدل دیا۔ دنیا اب اسے پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کے نام سے جانتی ہے۔

نوٹ:

پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی۔ 20 جون 1936 کو جنتِ کشمیر (آزاد) کے شہر چک سواری میں پیدا ہوئے، مگر میرا مسئلہ یہ نہیں کہ وہ کب پیدا ہوئے، کہاں پیدا ہوئے۔ میرے لیے یہی بہت ہے کہ ایک نیکیوں سے بھرے ہوئے شخص نے جنم لیا۔

Marfat.com

ایک فقیر پیدا ہوا جس میں لوگوں کے ہاتھوں پہ رکھی ہوئی دعا اور خدا کے درمیان روشنی اور خوشبو کی طرح وسیلہ بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ایک ایسے درویش کی ولادت ہوئی جس کی ظاہری اور باطنی زندگی میں کہیں کوئی عملی کم مائیگی نہیں دکھائی دیتی۔جس کا عمل اور جس کے لفظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں، دیکھو کہ جو دیکھ سکتے ہو، سنو کہ جو سن سکتے ہو۔یہ کوئی جوئے رواں ہے، ازل سے ابد تک جاتی ہوئی جوئے رواں۔۔۔یہ کوئی محبت کا لازوال سرچشمہ ہے۔جس کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔یہ کوئی محبت کرنے والا شاعر ہے اور محبت کرنے والے کبھی نہیں مرا کرتے، زمین کی چھاتی ان کے جذبات کو اپنے اندر نہیں سنبھال سکتی۔ترکی زبان کے عظیم شاعر یونس ایمرے نے کہا تھا،

کیا میں کبھی پیدا ہوا ہوں ۔۔۔ کیا میں کبھی مر سکتا ہوں
میں تو ایک جوئے رواں ہوں جو ازل سے ہے ۔۔۔ اور ابد تک بہتی چلی جا رہی ہے

مجھے اس سے بھی کچھ غرض نہیں کہ دیارِ کفر میں اسمِ محمد کا اجالا پھیلانے کے اس عمل میں کون کون ان کے ہم رکاب تھا، کیونکہ ایسے لوگ فردِ واحد نہیں، ایک زندہ و تابندہ تحریک ہوتے ہیں۔ عشقِ رسول ﷺ کے دھڑکتے ہوئے دل کا نام ہوتے ہیں اور وہ تحریک، وہ دھڑکتا ہوا دل اس وقت ہم سے مطالبہ کر رہا ہے کہ

دوستو! اس چشم ولب کی کچھ کہو جس کے بغیر ۔۔۔ گلستاں کی بات رنگیں ہے نہ مے خانے کا نام

سلسلۂ نوشاہیہ کے اس فقیر پر مبداء فیاض کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہوا۔قسمت مہربان تھی کہ وہ خانوادۂ غوث اعظم کے چشم و چراغ تھے۔انہیں نوشہ گنج بخش کی وارثت ملی۔وہ سید چراغ عالم شاہ کے گھر میں پیدا ہوئے اور قطب اقطاب سید ابوالکمال برق شاہ ان کے برادر بزرگ تھے۔انہوں نے اُس علمی، مذہبی اور روحانی خانوادے میں آنکھ کھولی جہاں صرف ونحو کی گردانوں سے لے کر علم لدنی تک قدم قدم پر بکھرا ہوا تھا۔ماحول میں خوشبو، روشنی اور پاکیزگی رچی ہوئی تھی۔علم وادب کے خزانے انہیں ورثے میں ملے تھے۔انہیں اس خاندان میں اٹھایا گیا تھا جہاں صدیوں سے مادرزاد، ولی پیدا ہوتے چلے آرہے تھے، جہاں مائیں وضو کیے بغیر بچوں کو دودھ نہیں پلایا کرتیں۔یعنی وہ ثوابوں بھرے آنگن میں کھیل کھیل کر بڑے ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد

Marfat.com

محترم حضرت پیر سید چراغ عالم شاہ سے حاصل کی اور اپنے برادر مکرم پیر سید ابوالکمال برق شاہ نوشاہی سے سبق لینے لگے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی نے نہ صرف ان کی علمی و روحانی تزئین کی بلکہ ان کی کفالت کے تم معاملات بھی اپنے ذمے لے لیے اور اس گوہر نایاب کی تراش خراش کا عمل شروع کر دیا۔

28 جون 1953 کی ایک نیکیوں سے بھری ہوئی اتوار کے دن پیر سید معروف حسین شاہ نے اپنے روحانی سفر کا آغاز کیا۔ جامع مسجد نوشاہیہ رنمل شریف ضلع گجرات میں اپنے برادر اکبر پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی کے ہاتھ پر سلسلۂ نوشاہیہ کی بیعت کی اور راہ طریقت پر چل پڑے۔ اپنے شیخ کامل کی توجہ ءخاص کی بدولت بہت جلد طریقت کی وہ تمام منازل طے کر لیں جن کے لیے برسوں کی ریاضت درکار ہوتی ہے اور خلافت و نیابت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

نگاہِ مردِ مومن کے کرشمے دیکھنے والو — مسلسل ذکر میں مصروف دھڑکن کیسی لگتی ہے

بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی تک آتے آتے اس روحانی تربیت نے انہیں ذکر و فکر کے اس راستے پر ڈال دیا تھا جہاں ہر قدم اجالے کا قدم ہوتا ہے۔ جہاں ہر نظر سورج کی کرن ہوتی ہے اور جہاں ہر خیال کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا ہوتا ہے۔

سورج جہاں ہے ذات اجالے جہاں قدم — گرتا ہے جس مقام پر صبحوں کا آبشار

پیر صاحب نے پنجابی زبان میں اپنا ایک منظوم تعارف لکھا ہے جو پنجابی شاعری کی ایک اہم روایت ہے۔ میں نے اس تعارف کا اردو زبان میں منظوم ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

قلم والے، قبلیہ کی روایت ہے بیان ذات — لکھے کچھ اپنے بارے میں بھی شاعر کچھ کلام اپنا
مرا نام و نسب کیا ہے مرا شہر و پتہ کیا ہے — کہاں ہے جائے پیدائش، کہاں پر ہے مقام اپنا
مرے ماں باپ نے اپنے کرم اکرام سے یارو — حسین اپنی رکھی نسبت، رکھا معروف نام اپنا
تخلص ہے مرا عارف تعلق مصطفیٰ سے ہے — میں ہوں سادات نوشاہی، رہے چرچا دوام اپنا
میں نوشہ پیر سے آتی لڑی کا ایک موتی ہوں — میں پشت ہوں آٹھویں ان کی، انہی کا کام، کام اپنا
عطا کی برق نوشاہی نے خلعت قادری مجھ کو — ولی اللہ اپنا اور جو پیرا نام اپنا

کی ہجرت شہر غل سے، چلے سید چراغ آئے — ہوا پھر چک سواری شہر مولا اور مقام اپنا

وہ قصبہ ڈھوک ٹھل سلطان پور اپنا جو ہوتا تھا — جہاں پر فوج رکھتی تھی مسلسل اژدھام اپنا

جو منگلا کے بڑے قلعے سے کچھ مغرب کی جانب تھا — وہی قصبہ ہی ہوتا تھا کبھی جائے قیام اپنا

ہوا تعمیر منگلا ڈیم اور گجرات ہجرت کی — کوئی ڈوگے اٹھا کر لے گیا آب و طعام اپنا

سن اکسٹھ کے کسی برفاب دن کی ایک ساعت میں — چلا برطانیہ میں سلسلہء ہائے ایام اپنا

رہا ہوں میں بریڈفورڈ آ کے ساؤتھ فیلڈ اسکائر — اٹھارہ گھر کا نمبر ہے، یہ ڈیرہ صبح و شام اپنا

ابھی کشمیر کالونی ٹھٹی گجراں میں جہلم میں — کیا آباد دوبارہ ہے قریہء خیام اپنا

Marfat.com

ہجرت

وہ گھر جہاں آدمی پیدا ہوتا ہے۔ بچپن کا سنہرا دور گزارتا ہے، جہاں والدین ہوتے ہیں، بہن بھائی ہوتے ہیں ہر آنکھ میں پیار اور ہر ہونٹ سے نکلی ہوئی آواز میں مٹھاس ہوتی ہے، ہر لہجہ عسلِ مصفا ہوتا ہے، اُس گھر کی محبت کس دل میں نہیں ہوتی، وہ گلیاں جن میں معصوم کھیل کھیلے جاتے ہیں، ہجولیوں کے قہقہے ہوتے ہیں، بے فکری کی بھولپن بھری کہانیاں ہوتی ہیں، چھوٹے چھوٹے خواب ہوتے ہیں، ننھی منی خواہشیں ہوتی ہیں اُن گلیوں سے کسے وابستگی نہیں ہوتی، آدمی اسی گھر اور اسی گلی کے توسیعی جذبات میں اپنے شہر اور پھر اپنے ملک کو شامل کر دیتا ہے، اُسے مادر وطن کہتا ہے۔ وطن کی اسی محبت سے اُس کشش اور جاذبیت نے جنم لیا جو ایک ملک میں رہنے والوں کے لیے باعثِ جامعیت اور وجہ اتحاد و اتفاق بنی اور اس کے بعد اس نے رفتہ رفتہ ایسا استحکام اور اتنی پختگی حاصل کر لی کہ قومیت کا انحصار وطن قرار پا گیا اور خدا کی یہ وسیع و عریض زمین محض پہاڑوں اور دریاؤں کی لکیروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر درندوں کا بھٹ بن گئی اور لوگوں نے اِن لکیروں کو وطن کی حدود بنا کر تعصّبات پالنے شروع کر دیئے پھر یہ تعصّبات فطرت ثانیہ بن کر اس نعرہ کی تخلیق کا سبب بنے کہ

My Country Right Or Wrong

یوں عدل وانصاف کے معانی ہی بدل دیئے گئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کا گھر اسکی جنت ہے وہ جس جگہ رہتا ہے اسکی حفاظت ضروری ہوتی ہے۔ وہ بڑے ارمانوں سے اپنا گھر بناتا ہے اسکی ایک ایک اینٹ پر اپنی محبتوں کی کہانیاں لکھتا ہے وہ اس میں اپنی محنت ومشقت سے کمائی ہوئی دولت سمیٹ کر محفوظ رکھتا ہے یا اسکی زیبائش وآرائش پر صرف کرتا ہے وہ دن بھر مختلف جگہوں پر اپنا خون پسینہ بہاتا رہتا ہے اور اس جانفشانی کے بعد سکون حاصل کرنے کے لیے اُسکے قدم اپنے اسی گھر اور اسی جنت کی طرف اٹھنے لگتے ہیں وہ شام کو بڑی بیتابی سے گھر کی طرف لوٹتا ہے جیسے پرندے شام کو اپنے آشیانوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ایک مسلمان بلاشبہ اپنے گھربار سے محبت

Marfat.com

رکھتا ہے اور اسکی حفاظت ضروری سمجھتا ہے اور جس ملک میں اس کا گھر واقع ہوتا ہے اس سے بھی اُسے پیار ہوتا ہے لیکن اسکی محبت کا اصل محور اللہ کی رضا ہے ارشادِ خداوندی ہے۔

يٰعِبَادِیَ الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّایَ فَاعْبُدُوْنِ 29/56

(اے میرے وہ بندو جو میرے قوانین کی صداقت پر یقین وایمان رکھتے ہو یقیناً میری زمین وسیع ہے، پس تم میری اور صرف میری محکومیت اختیار کرو)

جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے آدمی کو گھر سے دل بستگی ضرور ہوتی ہے لیکن جب حکومت اعلان کرتی ہے کہ خوفناک سیلابی ریلا آرہا ہے تو مال ومتاع اور گھر بار کی محبت کو اپنی زندگی پر قربان کر دیا جاتا ہے اور آدمی اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان بچانے کے لیے گھر چھوڑنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے اور وہاں سے نکل جاتا ہے۔ مسلمان جان سے بھی زیادہ ضروری حفاظت ایمان کو سمجھتا ہے اور ہر ایک چیز اسی پر نثار کر دیتا ہے۔ یہاں تو یہ عالم ہوتا ہے

نک مہار جنہاں دی وارث جتول کھوے اُتول چل

(اے وارث محبوب نے ناک میں نکیل ڈال رکھی ہے وہ جدھر کہے ادھر ہی چل)

اسی چیز کو ہجرت کہتے ہیں یہی انبیاء اور بالخصوص جناب سرورِ انبیا ﷺ کی سنت ہے۔

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ

(میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں) یہی ہے اور

اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں یقیناً وہ غالب اور حکمت والا ہے)

انبیاء کی طرح اولیاء بھی ہجرت کرتے رہے۔ تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے بھی اور سلامتی جان وایمان اور حصول رزقِ حلال کیلئے بھی۔ ارشادِ ربانی ہے

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۝ 4/100

(اور دیکھو جو کوئی اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کریگا تو اسے خدا کی زمین میں بہت سی اقامت گاہیں ملیں گی اور ہر طرح کی کشائش پائیگا)

Marfat.com

ہجرتوں کی کہانی

یہ واقعہ 14 اگست 1947 کے قرب وجوار کا ہے۔اس وقت پیر سید معروف حسین شاہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ان کے والد گرامی سید محمد چراغ شاہ کا انتقال ہوا اور انہیں اپنے خاندان کے ساتھ چک سواری کو الوداع کہنا پڑا دراصل قیام پاکستان کی وجہ سے کشمیر کے حالات بھی بہت خراب ہو گئے تھے۔ڈوگرہ حکومت نے مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر دی تھی اور کشمیری مسلمان پاکستان کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ہر طرف قتل و غارت اور ظلم و تشدد کا بازار گرم ہو گیا تھا۔ چک سواری کا علاقہ بھی چونکہ ڈوگرہ حکومت کے زیر اثر تھا اس لیے وہاں رہنا بھی مشکل ہو گیا تھا، خاص طور پر پیر صاحب کے خاندان کے لیے کیونکہ اسلام اور پاکستان کے ساتھ ان کی جو غیر مشروط محبت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں تھی، سو پیر صاحب نے پہلی ہجرت کی اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ پاکستان آ گئے۔

پاکستان آ کر ان کے خاندان نے جہلم ضلع کے ایک معروف قصبے دینہ میں قیام کیا۔ان کے بڑے بھائی سید ابوالکمال برق نوشاہی طبِ یونانی میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے سو انہوں نے دینہ میں دواخانہ کھول لیا اور قدوس ذوالجلال نے ان کے دستِ مبارک کو مسیحائی عطا فرما دی۔یوں بہت ہی کم وقت میں وہ شفا خانہ پورے علاقے میں مشہور ہو گیا۔کشمیر کے حالات تبدیل ہوتے ہی 1951 میں پیر صاحب اپنے خاندان کے ساتھ واپس چک سواری لوٹ گئے۔کچھ عرصہ چک سواری میں رہے اور پھر خاندان کے ساتھ ٹھل شریف میں سکونت اختیار کر لی۔

ٹھل ضلع جہلم کا ایک خوبصورت قصبہ ہے۔یہیں پیر صاحب نے اپنے برادر بزرگ اور مرشدِ روحانی سید ابوالکمال برق نوشاہی سے تربیت حاصل کی۔میٹرک کا امتحان انہوں نے گورنمنٹ ہائی سکول چک سواری سے پاس کیا۔اس کے بعد دارالعلوم اہلسنت مشین محلّہ جہلم شہر میں داخلہ لے لیا اور بڑے بڑے جید اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد وہ مدرسہ غوثیہ مورگاہ راولپنڈی میں آ گئے جہاں انہوں نے مفتی صادق گولڑوی جیسے صاحب بصیرت و بصارت سے

اکتسابِ فیض کیا اور پھر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے یعنی دار العلوم احسن المدارس راولپنڈی میں پہنچ گئے جہاں حضرت مولانا اللہ بخش، حضرت مولانا حافظ محمد عظیم اور حضرت مولانا اسرار الحق حقانی جیسے نامور اساتذہ سے روحانی اور دینی علوم حاصل کیے۔ مفکر اسلام حضرت عبد القادر جیلانی سے فارسی زبان کی تعلیم حاصل کی اور 1961 میں تمام علوم کی تکمیل کے اعزاز سے سرفراز ہو کر واپس ٹھل شریف چلے گئے مگر وہاں قیامت صغریٰ کی صورتحال تھی ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ منگلا ڈیم کی تعمیر ان کے گھروں کو بہالے جانے والی ہے۔ ان کے مکان، ان کے اجداد کی قبریں ہمیشہ کے لیے پانی کے تلے آنیوالی ہیں۔ وہ جو اپنے والد کی وفات کے بعد دو مرتبہ ہجرت کے خوفناک عمل سے گزر چکے تھے ایک تیسری ہجرت انہیں دکھائی دے رہی تھی۔ ایک اور نقل مکانی ان کے پاؤں میں تھی، ہجرتوں کے اس تسلسل کو ختم کرنے کیلئے انہوں نے ایک بڑی ہجرت کا فیصلہ کیا اور اپنے برادرِ بزرگ پیر برق شاہ کے مشورہ سے برطانیہ جانے کا پروگرام بنالیا۔ یقیناً پیر سید ابو الکمال برق شاہ نوشاہی کی دور رس نگاہ دیکھ رہی تھی کہ ان کا برطانیہ جانا، سلسلہ نوشاہیہ کے فیض کو عالم گیر کرنے کی پہلی کڑی ہے اور پھر وقت نے یہ ثابت کیا کہ اس ہجرت نے سلسلہءِ نوشاہیہ کی شہرتیں چہار دانگ پھیلا دیں۔ ہجرت کا عمل شروع ہوا پیر سید معروف حسین شاہ نے برطانیہ ہجرت کی اور ان کا خاندان ٹھل سے ہجرت کر کے ڈوگے منتقل ہو گیا یعنی ہجرت مکمل ہو گئی برطانیہ میں اس نوجوان کی آمد یقیناً کئی تبدیلیوں کے امکان ساتھ لے کر آئی تھی۔ اس نوجوان بھی نے ایک نئی دنیا سے متعارف ہونا تھا اور اس دنیا نے اس نوجوان کو بھی دیکھنا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ وہ نوجوان برطانیہ کی گلیوں میں گھومنے لگا اور یہ سوچنے لگا۔

دیکھتا پھرتا ہوں اک دنیا گناہوں سے بھری
یہ کہاں لے آئے مجھ کو، ہجرتوں کے سلسلے

Marfat.com

برطانیہ میں نوشاہی روشنی کی پہلی کرن

دوسری جنگ عظیم کے بعد لوگ کام کرنے کیلئے باقاعدہ انگلستان آنا شروع ہو گئے تھے ،خاص طور پر پچاس سے ستر کی دھائی تک بہت زیادہ لوگ برطانیہ آئے۔ان کے آنے کی وجوہات دو طرح کی تھیں۔ایک تو برطانیہ کی دم توڑتی ہوئی معیشت کو اپنی زندگی بچانے کیلئے سستی اور بے زبان لیبر درکار تھی اور برطانوی حکومت نے اس سلسلے میں برصغیر پاک وہند سے یہ ضرورت پوری کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔دوسرا اس وقت پاکستان اور برطانیہ کے درمیان ویزے کی پابندی نہیں تھی کوئی بھی شخص پاکستان سے یہاں آکر آسانی سے کام ڈھونڈ سکتا تھا اور پاکستان کے مقابلے میں یہاں کام کرنے والے مزدور بہت زیادہ اجرت حاصل کرتے تھے۔یہ 1960 کے موسم سرما کی دھوپ بھرے دن کا واقعہ ہے۔ایک شخص جو برطانیہ میں مزدوری کرتا تھا کچھ دنوں کیلئے واپس اپنے وطن گیا اور جب اس نے درِ نوشاہی پر حاضری دی تو اس کے بیٹھنے کیلئے باقاعدہ چارپائی پر چادر بچھائی گئی جو قدرے میلی تھی، جس پر اس شخص کے ماتھے پر شکنیں ابھریں یعنی اس بات پر نالاں تھا کہ وہ چادر میلی کیوں تھی۔

پیر سید معروف حسین شاہ، ان دنوں نوجوان تھے انہوں نے یاد کیا کہ یہ وہی شخص ہے کہ برطانیہ جانے سے پہلے جب کبھی ہمارے پاس آتا تھا اور اسے بیٹھنے کیلئے خس کی بنی ہوئی چٹائی مل جا تی تھی تو یہ اپنے لیے اعزاز سمجھتا تھا اور آج جب اسے چادر کا میلا ہونا پسند نہیں آرہا اس تبدیلی کے پس منظر میں اس شخص کی معاشی استقامت ہے۔چند سال برطانیہ میں مزدوری کرنے کی وجہ سے یہ شخص اور اس کا خاندان مالی طور پر اتنا مستحکم ہو گیا ہے کہ علاقے میں ان لوگوں کی حیثیت بدل کر رہ گئی ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ پیر صاحب نے یہ بھی محسوس کیا کہ لوگ معاشی طور پر مضبوط ہوتے جارہے ہیں اور ان کا خاندان ہجرتوں کے زخم کھا کھا کر اور نڈھال ہوتا جارہا ہے اور پھر ایک ہجرت سر پر کھڑی ہے سو پیر صاحب نے اپنے خاندان کی معاشی حالت بدلنے کیلئے برطانیہ جانے کا ذہنی طور پر فیصلہ کر لیا مگر قدرت نے کچھ اور سوچ رکھا تھا قدرت پیر صاحب کو صرف معاشی استحکام کیلئے

Marfat.com

برطانیہ نہیں بھیج رہی تھی وہ جانتی تھی کہ آنے والے برسوں میں برطانیہ میں تبلیغ اسلام کے لیے اس نو جوان کی ضرورت ہے۔ اس نوجوان کے حصے میں یورپ کے کلیساؤں میں اسلام کی شمع فروزاں کر نے کی سعادت لکھ دی گئی تھی۔

پیر صاحب نے پاسپورٹ کے لیے اپلائی کیا تو پاسپورٹ آفیسر نے ان کا باریش چہرہ دیکھ کر کہا ''کیا آپ برطانیہ میں نماز پڑھانے جارہے ہیں'' پیر صاحب نے کسی نہ کسی طرح اس وقت تو پاسپورٹ آفیسر کو مطمئن کر لیا لیکن اس وقت یہ بات نہ وہ پاسپورٹ آفیسر جانتا تھا اور نہ پیر صاحب جانتے تھے کہ قدوس ذوالجلال نے انہیں لاکھوں افراد کی نمازوں کی تکمیل کیلئے منتخب کر لیا ہے۔ ان کے مقدر میں وہ سعادت رقم کر دی گئی ہے جو برطانیہ کی تاریخ ان سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ پیر صاحب بھی اس وقت کچھ نہیں جانتے تھے کہ آنے والی صبحوں میں ان کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے۔

برطانیہ آنے سے پہلے پیر صاحب ایک شخص کو ملنے گئے جو تازہ تازہ برطانیہ سے لوٹ کر آیا تھا۔ وہ شخص جب برطانیہ گیا تھا تو اس کے چہرے پر سنتِ رسولﷺ موجود تھی اور اب جب واپس آیا تو اس نے کلین شیو کی ہوئی تھی۔ پیر صاحب کو یہ بات عجیب محسوس ہوئی مگر اس بات سے زیادہ حیرت وہاں بیٹھے ہوئے ایک نمبردار کے عمل پر ہوئی۔ اس نمبردار کو جب اس بات کا علم ہوا کہ پیر صاحب بھی انگلستان جارہے ہیں تو اس نے اس شیو کرانے والے برطانیہ پلٹ شخص کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس طرح کا تاثر دیا کہ برطانیہ میں پیر صاحب کی داڑھی کا بھی وہی حال ہوگا جو اس شخص کی داڑھی کا ہوا ہے یعنی وہاں جا کر پیر صاحب بھی کلین شیو ہو جائیں گے اور پھر وہ وقت بھی آیا جب پیر صاحب کی اس نمبردار سے برطانیہ میں ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے، اسے اس بات کا احساس دلایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ اسی طرح موجود ہے جس پر اس بیچارے نمبردار کو بے پناہ شرمندگی ہوئی۔

لیکن اس شخص کی شرمندگی بہت کربناک تھی جس نے نئے نئے آئے ہوئے سید معروف حسین کا ایک دن زکام میں مبتلا دیکھ کر کہا ''تھوڑی سی برانڈی پی لیا کرو، یہ زکام وکام کبھی نہیں ہوگا''

اور پیر صاحب خاموشی سے یہ جملے سن کر اس جگہ سے چلے گئے۔ مگر کئی برسوں کے بعد وہی شخص روتا ہوا پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضور میرے لیے دعا کریں مجھے میری بیوی اور بچے مارتے ہیں اور گناہوں کی دلدل میں دھنسے جا رہے ہیں۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں پیر صاحب نے اس کے لیے دعا کی لیکن اسے یہ بھی ضرور کہا کہ آدمی جس طرح کی فصل بوتا ہے اسی طرح کی فصل کاٹتا ہے اور پھر ایک دن اس شخص نے اپنی بیوی اور بیٹی کو قتل کر دیا اور باقی زندگی برطانیہ کی جیلوں میں گزار دی۔

پیر صاحب 26 اپریل 1961 میں انگلستان کی سرزمین پر وارد ہوئے۔ برمنگھم میں قیام کیا اور پھر چند ہفتوں کے بعد بریڈفورڈ آ گئے بریڈفورڈ اس وقت ٹیکسٹائل کی صنعت کے حوالے سے پوری دنیا میں مشہور تھا اس شہر میں کپڑا بنانے کی بے شمار ملیں تھیں۔ باہر سے آنے والوں کو یہاں آسانی سے کام مل جاتا تھا اور اس شہر میں بہت سے ایسے لوگ ملوں میں بھی کام کرتے تھے جن کا تعلق آزاد کشمیر سے تھا۔ سو پیر صاحب بھی دوسروں کے نقشِ قدم پر پاؤں رکھتے ہوئے بریڈفورڈ آ گئے اور ایک دیانتدار ہنرمند کی طرح فیکٹریوں میں کام کرنے لگے۔ شروع ہی سے پیر صاحب زیادہ تر رات کی شفٹ میں کام کرتے تھے اور ریٹائرمنٹ تک زیادہ تر رات کی شفٹ میں ہی کام کیا ۔اس سے ان کو یہ فائدہ ہوا کہ دن کو انہیں دین اسلام کے کاموں کیلئے کافی وقت مل جاتا تھا، ویسے تو رات بھر کام کرنے والے لوگ دن کو صرف آرام سے سوتے ہیں مگر پیر صاحب نے اپنی نیندوں کو اپنے دین کی خاطر قربان کر دیا۔ وہ بہت کم وقت میں اپنی نیند پوری کر لیتے تھے اور پھر دین کے کاموں کیلئے نکل کھڑے ہوتے تھے اس نیند کی قربانی نے یورپ میں اسلام کے فروغ میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ذرا سوچیے رات کو آٹھ دس گھنٹے فیکٹری میں کام کرنے والے شخص کے پاس اسلام کی تبلیغ کے لیے کتنا وقت ہوتا ہوگا۔ لازمی بات ہے ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو فیکٹری آنے جانے میں بھی لگتا ہوگا پھر اس وقت کھانا بھی خود پکانا پڑتا تھا اور اگر دو وقت کھانا پکایا جائے تو دو تین گھنٹے اس میں بھی لگ جاتے ہیں، پھر صحت مند رہنے کیلئے پانچ چھ گھنٹوں کی نیند بھی انسانی جسم کیلئے ضروری ہے، ایسی صورتحال میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرنا بلکہ امام کی حیثیت سے نماز پڑھانا اور پھر دین

اسلام کی تبلیغ کیلئے گلی گلی شہر شہر جا کر لوگوں کو اکٹھا کرنا اور یہ سب کچھ اپنی جیب سے کرنا، اسی رقم سے کرنا جو رات بھر فیکٹری میں کام کرنے سے حاصل ہوتی ہے کوئی آسان کام نہیں۔

پیر صاحب جب بریڈفورڈ میں آئے تو انہیں یہاں کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ یہاں بہت سے پاکستانی اور کشمیری لوگ رہ رہے تھے جو اپنے دین کو مکمل طور پر بھلا چکے تھے، لہو ولہب میں ڈوبے ہوئے تھے، شراب کا چسکا لگ چکا تھا جوئے کی عادت پڑ چکی تھی، بازاری عورت زندگی کا حصہ بن گئی تھی، لوگ دینی معاملات سے تقریباً ناآشنا اور لاتعلق ہو چکے تھے۔ نماز روزہ تو کہاں کسی کو یاد تھا لوگوں کو تو اس بات کی بھی خبر نہیں تھی کہ عید آئی ہے یا نہیں اور لوگ یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس ملک میں مسلمان بن کر رہنا شاید بیوقوفی ہے۔ یہاں ہمیں گوروں کی طرح رہنا چاہیے اور اس طرح رہنا نہ صرف عقل مندی کی علامت ہے بلکہ ہماری مجبوری بھی ہے، سو تقریباً زیادہ تر لوگوں نے اپنی زندگیوں کو گوروں کے سٹائل میں ڈھال رکھا تھا۔ پانچ دن پوری طرح کام کرتے تھے اور دو دن جو کچھ کماتے تھے وہ گوریوں اور شراب خانوں میں لٹا دیتے تھے۔ ہر معاملے میں گوروں کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ عید نہیں مناتے تھے مگر کرسمس میں ضرور دلچسپی لیتے تھے، اجتماعی سطح پر گناہوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی کو کسی کا کوئی شرم و حیا نہیں تھا۔ باپ اور بیٹا اکٹھے بیٹھ کر شراب پینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی وہ تمام برائیاں جو انگریز کلچر کا حصہ ہیں مسلمانوں نے اپنا رکھی تھیں اور یہ سب کچھ پیر صاحب کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ انہیں اس بات کا کچھ احساس تو یہاں آنے سے پہلے بھی تھا، لوگوں سے یہاں کے متعلق بہت سی باتیں سن رکھی تھیں مگر اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو دوزخ کی پستیوں میں گرتا ہوا دیکھ کر انہیں بہت افسوس ہوتا تھا سو انہوں نے اپنے اوپر یہ فرض کر لیا کہ یہاں کے مسلمانوں کو جہنم کی پستی سے نکالنا ہے، انہیں اس بات کا احساس دلانا ہے کہ تم مسلمان ہو اور مسلمان کیسے ہوتے ہیں۔

شروع شروع میں اس سلسلے میں انہیں بہت تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ لوگوں نے ان کی بہت دل شکنی کی بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ شخص داڑھی رکھ کر انگلستان کیوں آ گیا ہے۔ اسے اگر اپنے مذہبی

Marfat.com

فرائض سرانجام دینے تھے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی مگر پیر صاحب کے سینے میں روحانیت کی شمع فروزاں تھی سو اس نے انہیں کبھی مایوس نہیں ہونے دیا۔ اسکے اندر کے انسان نے پیر صاحب کو ہمیشہ احمد افراز کے الفاظ میں یوں حوصلہ دیا۔

یہ جس مسافت پہ ہم چلے ہیں وہ حرف حق کی مجاہدت ہے
ہمیں نہ جاہ و حشم، نہ مال منال کی آرزو رہی ہے نہ ہم کو طبل و علم، جمال و جلال کی آرزو رہی ہے
بس ایک سچ ہے کہ جس کی حرمت کی آگہی ہم فقیروں کا کل اثاثہ ہے، آبرو ہے

پیر صاحب نے اپنی زندگی اسی فقیری میں گزار دی۔ اپنی اک اک سانس برطانیہ اور یورپ میں بھٹکتے ہوئے مسلمانوں کو راہ راست پر لانے میں خرچ کر دی۔

پیر صاحب جب بریڈ فورڈ آئے اور جس مکان میں قیام کیا اس میں ان سے پہلے چوبیس آدمی رہتے تھے انہوں نے دیکھا کے ان چوبیس میں سے اکثر وہ تمام کام کرتے ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش موجود نہیں انہوں نے اس مکان میں باجماعت نماز پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ کچھ لوگوں کا وہ بہت برا لگا مگر اتفاق سے ماہ رمضان کا مہینہ تھا سو مکان میں رہنے والے ساتھیوں نے شرمسار ہو کر ان کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ اس وقت ان تمام ساتھیوں کا یہ خیال تھا کہ ماہ رمضان ختم ہونے پر پیر صاحب نمازوں کا سلسلہ منقطع کر دیں گے اور رفتہ رفتہ انہی جیسے ہو جائیں گے مگر صورت حال مختلف ثابت ہوئی یہ نوجوان کوئی عجیب و غریب شخص تھا۔ ایک طرف ایک دنیا تھی ایک طرف وہ ایک اکیلا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ اکیلا نہیں تھا اس کی پشت پر تو سلسلہ نوشاہیہ کے بڑے بڑے ولی موجود تھے۔ اسکے قدم کیسے ڈگمگا سکتے تھے۔

وہ حالات کے سیلاب میں بہنے والوں میں سے نہیں تھا اس نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور ظلمت اور گمراہی کے اندھیروں کے سامنے پوری استقامت سے کھڑا ہو گیا اور اپنے عمل سے لوگوں کو بتانا شروع کر دیا۔

سال کے چار دہم سینکڑے پلکوں پہ رکھوں میری تہذیب کا حاصل ہیں عقائد میرے

پیر صاحب نے اپنے اجداد کے نقشِ کف پا پہ چلتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ ان کی رگوں

Marfat.com

میں جوخون دوڑ رہا ہے اس میں پاکیزگی ہے، سچائی، دیانت ہے ہمت اور قوت ہے۔ اسی خون کا ،اسی ماں باپ کی تربیت کا کرشمہ تھا کہ پیر صاحب مشکل ترین حالات میں اپنے کام کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔ رہِ یار کو قدم قدم یادگار بنانے والی اس شخصیت کا لب ولہجہ اور اس کی سائیکی اپنے ہر عمل میں یہی بتاتی رہی

والدہ سنتِ نبوی کا نمونہ تھیں مری　　　　اور مضبوط عقیدہ کے تھے والد میرے

پیر صاحب نے سب سے پہلے ان لوگوں کو تلاش کرنا شروع کیا جن کے اندر کہیں ایمان کی کوئی رمق بچی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ سب اپنی اصل کی طرف لوٹ آئیں گے مگر ایسے احباب کی اشد ضرورت تھی جوان کے شانہ بشانہ چل کر لوگوں کو دین کی طرف لانے میں ان کی مدد کریں۔ پیر صاحب کی گوہر شناس نگاہ نے بہت کم وقت میں ایسے ساتھی تلاش کر لیے جن کے دلوں میں ابھی دین محمدی کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اور پھر ان لوگوں کی طرف توجہ شروع ہوئی جن کی زندگیاں شراب کی بوتل میں بند ہو چکی تھیں۔ جو سینما بینی کو خوبصورتی سمجھتے تھے۔ جنہیں سرعام بے حیائی میں کسی شرمندگی کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے بھی پیر صاحب کو اپنے عمل سے باز رکھنے کی بڑی کوشش کی، ان کے راستوں میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کیں، مگر پیر صاحب بھی حوصلوں اور ارادوں کی مضبوط چٹان ثابت ہوئے۔ جنہیں کوئی ایک انچ بھی سرکانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ بلکہ دنیا خود پیر صاحب کے رستے پر چلنے لگی۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل　　　　لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا

حلقہء احباب میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ لوگ جو کل تک شراب وشباب میں ڈوبے ہوئے تھے انہیں بھی روشنی کی کرن دکھائی دینے لگی اور دنیا پیر صاحب کے اردگرد جمع ہوتی چلی گئی۔ یورپ کے عبرت سرائے جسم وجاں میں مسلمانوں کی موجودگی کا احساس ہونے لگا اور اب ضرورت اس بات کی محسوس ہونے لگی کہ ان لوگوں کو کیسے منظم کیا جائے اور ایک تحریک کی صورت میں اس کام کو آگے بڑھایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک روشنی پہنچ سکے۔

Marfat.com

مدح پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی

پیر پیراں حضرت سید معروف حسین شاہ نوشاہی نے زندگی کو خدا کی امانت سمجھا اور اس احساس کے ساتھ گزار رہے ہیں کہ

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب　　خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

ان کے شب و روز جس جہاد میں گزر رہے ہیں اسکی تفصیل آگے آ رہی ہے پہلے ذرا شعروں میں جامع تعارف ہو جائے۔ پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کے متعلق اہل علم و قلم نے بہت کچھ لکھا مگر میں سمجھتا ہوں کہ اُن کی ذات کے لیے سب سے بڑا اعزاز سید ابوالکمال برق نوشاہی کی نظم ہے جو انہوں نے ہالینڈ میں اُن کے لیے کہی تھی۔ قطب ارشاد سید ابوالکمال برق نوشاہی وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھ پر پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی نے بعیت کی تھی وہ انکے بڑے بھائی بھی تھے اور جب کوئی مرشد، کوئی بڑا بھائی اپنے مرید یا اپنے چھوٹے بھائی کے متعلق نظم لکھتا ہے تو وہ اسی صورت میں لکھی جا سکتی ہے جب وہ مرید، وہ چھوٹا بھائی اپنے ذات میں ایسی صفات رکھتا ہو کہ جن پر مرشد ناز کر سکے، قطب ارشاد ابوالکمال برق نوشاہی لکھتے ہیں۔

شب الحادِ مغرب ہو گئی سیماب پا جس سے　　وہ کی معروف نوشاہی نے ایماں کی سحر پیدا
نہاں، امروزِ روشن میں ہے اک فردائے روشن تر　　تماشا کر اگر ہے دیدہ و دل میں نظر پیدا
کئی صدیوں کی ظلمت نور سے جنکے گریزاں ہو　　نہیں ممکن کہ ہوں ہر دور میں وہ راہبر پیدا
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہر چمن میں دیدہ ور پیدا

قطب ارشاد ابوالکمال برق نوشاہی نے اس نظم میں پیر صاحب کی جو صفات بیان کی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ پیر صاحب میں وہ تمام صفات موجود ہیں۔ پیر صاحب واقعی ایک رہبر کامل ہیں، وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جن کے بارے میں اقبال کا یہ شعر کوڈ کیا جا سکتا ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قطب ارشاد ابوالکمال برق نوشاہی کے علاوہ بھی بہت سی شخصیات نے پیر صاحب کی مدح میں بہت کچھ لکھا ہے۔ قمر یزدانی کا نذرانہ عقیدت بھی اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ کیسے کیسے قادر

Marfat.com

العلوم شاعر پیر صاحب کی عظمتوں کے معترف ہیں اور اُن کے مدح خواں ہیں۔ قمر یزدانی کہتے ہیں۔

امام عارفاں فخر المشائخ شہِ روحانیاں فخر المشائخ
وقار خسرواں فخر المشائخ مطاعِ این و آں فخر المشائخ
محبت کی زباں فخر المشائخ صداقت کا نشاں فخر المشائخ
خدا کے ترجماں فخر المشائخ خودی کے رازداں فخر المشائخ
خطیب حق بیاں فخر المشائخ فقیہہ نکتہ داں فخر المشائخ
شہیدِ عشق محبوب دو عالم قرارِ عاشقاں فخر المشائخ
وہ سر خیلِ گروہ اغنیاء ہیں ہیں مردِ راہ داں فخر المشائخ
انیس دردمنداں زمانہ سبھی کے مہرباں فخر المشائخ
جہاں میں اولیاء و اتقیا کے امیر کارواں فخر المشائخ
وہ اخلاق و محبت کے بلا شک ہیں بحر بے کراں فخر المشائخ
حریم برق نوشاہی کی زینت وقارِ خانداں فخر المشائخ
بلا شک ہیں جمال قادریت ہیں معروف جہاں فخر المشائخ
ہے نوشہ پور شریف اُن سے درخشاں چراغِ ضو فشاں فخرالمشائخ
معین و احسن اور سید حسن کے طراوت بخشِ جاں فخر المشائخ
بیاں اوج مراتب کا ہو کیسے ہیں یکتائے زماں فخر المشائخ
ہے ان سے نوشہ پور کی زیب و زینت مہار بے خزاں فخر المشائخ
ہو پاکستان یا برطانیہ بھی بہر سو ضو فشاں فخر المشائخ
چہ نسبت خاک را با عالم پاک کہاں ہم اور کہاں فخر المشائخ
قمر یزدانی ان کا مدح خواں ہے ہیں اس کی جانِ جاں فخر المشائخ

قمر یزدانی کے اس نذرانہ عقیدت کو پڑھ کر اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ پیر صاحب روحانی سطح پر کس مقام پر فائز ہیں اور ان کے چاہنے والے انہیں کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

پنجابی زبان کے شاعر محمد ابراہیم عاصی کچھ اس انداز میں پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی کی شان میں رطب اللسان ہیں۔

پیر سید معروف حسین عارف مرد قادری نیک انسان جیوے
مبلغ اسلام مشہور عالم خدمت دین اندر انگلستان جیوے

پنجاب کا سیلاب صفحہ ۱۴

میں نے بھی پیر صاحب کی شان میں ایک نظم کہی ہے جس میں یورپ کے گناہ آباد ماحول میں دین اسلام کی شمع جلانے کے حوالے سے پیر صاجص کی مدح سرائی کی گئی ہے۔

دیکھتے ہیں حضرت معروف شاہ کے فیض سے کفر کی تہذیب میں دین محمدؐ کا وقار

(ہفت روزہ راوی)

پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی کے ایسے ایک منظوم مکتوب جو انہیں قطب ارشاد ابو الکمال برق نوشاہی نے لکھا۔ اسے پڑھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ قبلہ قطب ارشاد پیر صاحب سے کتنی محبت کرتے ہیں یقیناً پیر صاحب کو اپنے بھائی اور اپنے مرشد کی یہی محبت روحانیت کے ان مدارج کی طرف لے گئی ہے، جو تصوف کی دنیا میں ہر طالب کا مطلوب ہوتے ہیں، وہ لکھتے ہیں۔

"بنام سراج السالکین پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی مقیم بریڈ فورڈ انگلینڈ

" لکھ وار سلام دعا اکھاں سنت نبی احمد ذو الجمال دی اے
رکھے رب سلامتی نال تینوں آرزو میرے وال وال دی اے
ترے باجھ نہ چین قرار دل نوں گھڑی فرقاندی سو سو سال دی اے
رکھی دلاندے دکھ نوں ویکھ کے تے نوک قلم پئی نیرا چھال دی اے
تیرے ہجر دے گئے نی چیر سینہ ہو یا کالجہ مثل غربال دی اے
پلک پلک اندر کراں یاد تینوں اگ فرقاں دی جگر جال دی اے
یک یک ساہ مرچ سو سو طوفاں غم دے شامت اپنے کے اعمال دی اے
عجب بدلیا رنگ تقریر مری بھانبر نویں توں نواں پئی بال دی اے

گئے بیت اوہ سمے آزادیاں دے آئی سر تے گھڑی زوال دی اے
بند بندا سیر کمند اندر قدم قدم تے پھا ہی جنجال دی اے
کدے بحر فراق وچ کھاں غوطے، کدے طبع وچ مستی ابال دی اے
کدے یاد وچھیناں بیلیاں دی کدے فکر اذکار اشغال دی اے
کدے اپنے آپ تھیں دور دساں، کدے سوچ سب اہل اعیال دی اے
میریاں ویکھ پرواز یاں نوں روح تڑفدی پئی اقبال دی اے
اب عشق دا بھار رنباہ دیوے خواہش سدا جام اتصال دی اے
ماہی، باجھ ہر شے من دون اللہ کوئی حرص نہ مال منال دی اے
سرور ویر نوں کئیں سلام میرا نالے جو سنگت ترے نال دی اے
کر کے یاد حسنات دن رات تینوں فوٹو انگلیاں نال دسال دی اے
گلاں مٹھیاں نال پرچائے سانوں تیرے پتے نت پچھدی بھال دی اے
تیرے خطاں نوں چم کے لائے سینے نال شوق پیار سنبھال دی اے
بھائیاں باجھ نہ ونڈ دا درد کوئی دنیا نال بہانیاں ٹال دی اے
سکھ چین اقبال نصیب ہووی ایہو انتہاء میرے احوال دی اے
مکن وچ نہ آوندی مول ویرا لمی داستان رنج ملال دی اے
جانے رب کد ملاں گے پھر مڑ کے فکر کوچدے کھرے گھڑیال دی اے
عارف ہویں معروف کونیں اندر ایہہ دعا برق ابوالکمال دی اے

مکتوبات برقیہ (صفحہ ۱۸۔۱۹۔۲۰)

اس خط میں قطب ارشاد ابوالکمال برق نوشاہی نے پیر صاحب کو ''سراج السالکین'' قرار دیا ہے۔ایک خط میں وہ ''سراج العارفین'' لکھتے ہیں،اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قطب ارشاد ابولکمال برق نوشاہی روحانیت کے اس مقام پر فائز تھے جہاں آدمی کسی شخص کے باطن میں جھانکنے کی قوت رکھتا ہے،اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر قطب ارشاد ابولکمال برق نوشاہی

Marfat.com

نے پیر صاحب کو سراج السالکین اور سراج العارفین لکھا ہے تو وہ یونہی انہیں ان خطابات سے نہیں نواز سکتے، دوسرا خط ملاحظہ کیجئے۔ یہ خط والدہ کی وفات کے موقع پر انہوں نے پیر صاحب کو لکھا تھا۔

بنام "سراج العارفین مبلغ اسلام حضرت پیر سید معروف شاہ عارف نوشاہی بانی حمیۃ تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ انگلستان

اول رب دی سب تعریف آکھاں بے نیاز مولیٰ ذوالجلال ویرا
اوہ ہے حیّ قیوم کریم قادر اس دی ذات نوں نئیں زوال ویرا
بعد حمد نعتِ مصطفیٰ لکھاں ختم جنہاں تے سارا کمال ویرا
پڑھاں نت درود سلام ادبوں اپر نبی کریم دی آل ویرا
میراں پیر حقیقت ذات ازلی اندر اولیا دے بے مثال ویرا
سید پیر نوشہ کیتا جگ روشن فقر قادری دا دیوا بال ویرا
حضرت بحرِ علوم دی ذات اگے سجدے ادب مرے کرن ابدال ویرا
اس تھیں بعد سلام سنوں تحفہ کر اں پیش محبتاں نال ویرا
لکھاں بعد سلام احوال سارا نینوں خون دی ندی اچھال ویرا
اکی ماہ رمضان شریف دی نوں کیتا والدہ نے انتقال ویرا
قاصد وچ ٹوپے عثمان دتا آن پیغام وصال ویرا
لگا تیر کلیجڑے وچ آکے آئے دلے وچ سو سو ابال ویرا
ٹریا اٹھ بے وس مجبور ہو کے قدم چکناں ہویا محال ویرا
بہتا چک سواری شریف اندر آن دیدار جمال ویرا
اج باغِ امید ویران ہویا کیتا روز آرنج و ملال ویرا
کوئی واہ دوانہ مول چلی لایا موت صیاد دے جال ویرا
سایہ ماپیاں دا بے شک ظل ربی ایدے وچ نہ شک روال ویرا
ہے افسوس اج اسیں محروم ہوگئے مرضی جیویں اب لایزال ویرا
سنجاں بستر اوکھ کے بلن بھا بڑاگ فرقاں دی رہی جال ویرا

Marfat.com

اکھاں سامنے پاک تصویر پھر دی کسے وقت نہ بھلدا خیال ویرا
روز جمعے دے بعد عشا ہورا ں کیتا جنتوں آ ستقبال ویرا
کلمہ پڑھد یا ں روح رواں ہویا کیتا رب بلند اقبال ویرا
دور دور توں ڑیں لوگ آن پتے کرن راز یاں ہوکے بے حال ویرا
آکے وچ جنازے دے ہوئے شامل غوث قطب اوتار ابدال ویرا
توبہ کنب گئے زمیں آسمان ستے آندا موت نے سخت بھوچال ویرا
مخلوقات دے وچ تڑخاٹ آیا رنی خلق ساری پلے ڈال ویرا
سرور شاہ نالے پیر ویر دنویں رور وکے ہوئے نڈھال ویرا
صغری فاطمہ ہور بیتاب ہوئی عشاں کھاوندی ہوئی بے حال ویرا
کون چپ کراوس روںڈری نوں دکھیں روندیاں گذرن سال ویرا
صبح و شام کرآہ وفغاں عاجز کڈھے ولید ے پئی ابال ویرا
اچن چیت وچھوڑے دی واجھلی ظالم موت دتی اگ بال ویرا
آتش غمادی اس طرح بھڑک اٹھی دتوس حال میرا وال وال ویرا
کون سنے فریاد فریادں دی آئی باجھ ہے مرن بحال ویرا
الوداع پکار کے اٹھ چلے ہین رونقاں جہان دے نال ویرا
میرے دل دی دلی برباد ہوئی ہویا کالجہ مثل غربال ویرا
کس نوں درد مسکین مسافراندا کون دکھیاندی کرسی بھال ویرا
جہاں دلاں نوں درد اساڈا اسی ستے وچ قبراں پردے ڈال ویرا
دید انہاں دی اکبری حج جیسی اے پر اج نہ کیتا جمال ویرا
بدنصیباں رکھیا دور مینوں حائل راہ وچ رہے جنجال ویرا
نالے امراںج قادر قدیر داسی دیندا کیویں قضا میں ٹال ویرا
راضی ہاں میں جیویں رضا ربی کراں عذر کی میری مجال ویرا

Marfat.com

کیتا رب ہر دیس نصیب اندر بختاں بھیڑیاں پا کے وبال ویرا
رب جاندا حال وکھیا ریاں دا اوکھی فرقتاں دے وچ حال ویرا
کر اں گلہ کی گردش فلک دا میں قسمت اپنی اپنے نال ویرا
اگے تیرے فراق نے ماریا سی اتوں ہور پے گیا زوال ویرا
گلاں دل دیاں دل دے وچ رہیاں جاسن حسرتاں وچ قبر نال ویرا
اک جان تے درد ہزار لکھاں سر تے کھڑک دا موت گھڑیال ویرا
عین حق حقیقت عشق ازلی ہور خام تمام خیال ویرا
حق حق تحقیق نہ شک کوئی پردہ دوئی دا اہل وعیال ویرا
انہاں راز حقیقت نوں سمجھیا اے پیتا جنہاں کاسات الوصال ویرا
ہو کے آپنے آپ وِچ گم اوہ تے بنے محرم حرمِ جلال ویرا
جنہاں آپنا آپ اجاڑ یائی پیتے اوہ وچ بزم وصال ویرا
دیر وحرم دی قیدوں آزاد ہوئے جہڑے عشق نے کیتے حلال ویرا
اینویں طبع دی تیز پرواز ہوگئی بڑے دور ٹرگیا خیال ویرا
گھوڑا قلم دا صفحے قرطاس اتے انجے ٹرپیا اوپری چال ویرا
رکھے رب سلامتی نال تینوں صبح و شام میں کراں سوال ویرا
نوشہ پیر دیاں کرم فرمایاں تھیں ودھی روز بروز اقبال ویرا
میری خوشی ایو کفرستان اندر رکھیں شمع توحید دی بال ویرا
لکھیا چک سواریوں خط تینوں آیا دلے وچ جوش ابال ویرا
سولاں فروری ہجر دی رات کالی لکھی داستان رنج و ملال ویرا
تیرے ملن دی سک بیتاب کیتا گھڑی فرقتاں دی وانگوں سال ویرا
کلمہ نبی دا آکھ زبان وچوں روکے قلم برق ابو الکمال ویرا

(مکتوباتِ برقیہ صفحہ 249)

Marfat.com

فریضۂ تبلیغ

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو باقی اقوام عالم میں امتیازی حیثیت عطا کرتے ہوئے اُس کا فریضہ بھی واضح کر دیا۔

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَتْ لِلنّاَس تَاْمُرُوْنَ بِالْمعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمنکَرِ

(تم وہ سعادت مندامت ہو جسے نسل انسانی سے چھانٹ کر الگ کرلیا گیا ہے تاکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دو)

بھلائی کو فروغ دینا اور برائیوں سے روکنا، یہ ہے امتِ مسلمہ کے ہر فرد کا فریضہ۔ اس فریضہ کو جناب رسالتمآب ﷺ نے جس انداز سے سرانجام دیا۔ مسلمانوں کو بھی اسی انداز میں یہ فریضہ سرانجام دینا چاہیے کیونکہ

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسنَۃٌ

(تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حسین ترین نمونہ ہے)

اس ارشاد کے مطابق حضور ﷺ کے اندازہائے تبلیغ میں سے کسی ایک طریقہ کو وقت اور ماحول کے تقاضوں کو دیکھ کر اپنانا ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تبلیغ کرنے والے کے قول وفعل میں مطابقت ہونی چاہیے۔ اہل کتاب کے مذہبی پیشواؤں کی فردِ قرار دادِ مجرم سناتے ہوئے قرآن حکیم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ

(کیا لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو)

شعرا کی زندگی کا بھی ایک بدترین پہلو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَ اَنَّھُمْ یَقُوْلُونَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ

(اور وہ زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے)

حضور ﷺ کے قول وفعل میں انتہا درجہ کی مطابقت رہی۔ اس لیے اسلام کے ہر مبلغ کو

Marfat.com

یہی انداز اپنانا چاہیے۔ ہر مبلغ کا فرض ہے کہ وہ دعوتِ حق وصداقت لوگوں تک پہنچا کر انہیں عذاب کی گرفت سے بچائے۔

اگر بینی کہ نا بینا و چاہ است　　وگر خاموش بنشینی گناہ رست

(اگر تو دیکھے کہ اندھا جا رہا ہے اور اس کے آگے کنواں ہے۔ اس وقت اگر تو خاموش بیٹھا رہے گا، تو یہ خاموشی گناہ ہے)

اسی لیے فرمایا۔

یٰأَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ.

(اے رسولِ خدا جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اُسے پورے کا پورا لوگوں تک پہنچا دے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو فریضۂ رسالت ادا نہیں کیا)

غور کیا جائے تو اس پردہ میں اصل تخاطب امتِ مسلمہ کے افراد سے ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ اور وہ بھی محمد ﷺ کے متعلق کب یہ تصور کیا جا سکتا تھا کہ وہ فریضۂ رسالت کی ادائے گی میں ذرا سی بھی کوتاہی کرینگے۔ آپ یہ کب دیکھ سکتے تھے کہ انسان ہلاکتوں کے جہنم کی طرف بڑھتے چلے جائیں، آپ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے باعث آدمی برباد ہو اور تباہی کی آگ میں گر رہا ہو اور آپ خاموش بیٹھے رہیں۔ آپ کا سینہ تو انسان کی ہمدردی سے لبریز تھا۔ آپ نے تو اس جانکاہی اور جگر کو خون کر دینے والی مشقت سے فریضۂ رسالت ادا کیا اور اس طرح دن رات کا چین اپنے اوپر حرام کر لیا کہ خود خدائے قدوس نے کہا۔

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ○

(اے محبوب تم تو شاید اس رنج وغم میں اپنی جان ہی کھو دو گے کہ وہ سب لوگ ایمان لانے والوں میں سے کیوں نہیں ہو جاتے)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اسی شدتِ احساس اور روز وشب کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے، دوسری جگہ فرمایا۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا

Marfat.com

(اے محبوب آپ کی حالت تو ایسی ہو رہی ہے کہ جب یہ لوگ واضح بات بھی نہ مانیں تو انکی ہدایت کے پیچھے مارے افسوس کے آپ اپنی جان ہی ہلاکت میں ڈال دیں گے)

ایک اور جگہ آپ کی اسی بے تابی و بے قراری کا نقشہ کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ اس طرح جان نہ گھلائیں یقیناً تبلیغ آپ کا فرض ہے اور آپ بطریق اِحسن پُورا کر رہے ہیں، آگے ان کا مقدر ہے۔ انہیں انکے حال پر چھوڑ دیں۔ اللہ آپ کی دعوت حق کے جواب میں انکے اعراض کو دیکھ رہا ہے۔

فَلاَ تذ ھَبْ نَفْسکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰت ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْم'' بِمَا یَصْنَعُوْن.

(اے محبوب دیکھئے ان لوگوں پر غم کھانے سے آپ کی جان ہی نہ چلی جائے یہ واقعہ ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے)

آپ کو تبلیغ میں اس انتہا درجہ کی جانکاہی اور جگر کاوی سے باز رکھنے کیلئے اللہ نے فرمایا۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْ ا فَمَا اَرْ سَلْنکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًاط اِنْ عَلَیْکَ اِلاّ الْبَلٰغ ط

(اے محبوب اگر وہ گردن پھیر کر چل دیں تو جانے دیجیے ہم نے آپ کو ان کا محافظ و نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کی ذمہ داری اسکے سوا کچھ نہیں کہ آپ پیغام پہنچا دیں)

آپ انہیں فرائض و واجبات یاد دلاتے جائیں انہیں اعمالِ بد کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرتے جائین۔ انہیں نکوکاری کے نتائج میں حاصل ہونے والی شادکام و بامراد زندگی کی خوشخبریاں سناتے جائیں اور بس۔

فَذَکِّرْ اِنَّما اَنْتَ مُذَکِّرْ ط لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرْo

(یاد دہانی کرائیں کیونکہ آپ یاد دہانی اور نصیحت کرنے والے ہی ہیں آپ کو کوئی ان لوگوں پر داروغہ تو مقرر نہیں کیا گیا)

پس وہ بات جس میں تبلیغ کے سلسلہ میں کوتاہی کا اندیشہ ظاہر ہوتا تھا آپ کے پردہ میں امت مسلمہ کے درمیان حق و صداقت کے لیے تھی۔ اسی سلسلہ میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی کہ تبلیغ حسین ترین انداز میں اللہ کا پیغام پہنچانا ہے اور بس، آگے لوگوں کی مرضی ہے انہیں اپنا راستہ خود

Marfat.com

منتخب کرنا ہے۔ زبردستی اُن سے کچھ نہیں منوانا انہیں جبر کے زور سے راہ حق پر نہیں لانا۔

لَا اِکْرَاہَ فِي الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

(دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں حق اور باطل کے راستے ممیز ہو چکے)

اندھیروں میں روشنی پھیلانا مبلغ کا فرض ہے اسکے بعد اگر کوئی دیکھ بھال کر کنوئیں میں گرتا ہے تو اسکی مرضی مبلغ کو تبلیغ کے اثرات دیکھنے کے لیے بے صبری سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اُسے پورے صبر وسکون اور دلجمعی سے استقامت کے ساتھ حق واضح کرتے رہنا چاہیے۔

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُکَ اِلاَّ بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ

(عزم واستقلال سے اپنا کام کیے جاؤ تمہیں یہ صبر واستقلال قوانینِ خداوندی کے اتباع سے حاصل ہوگا اور ان لوگوں کے رویہ سے رنجیدہ خاطر مت ہو جاؤ)

فَاصْبِرْ صَبْراً جَمِیْلاً

(پُر جمال استقلال کے ساتھ اپنے مشن کی سرانجام دہی میں جمے رہو)

مبلغ کو اپنا کام کیے جانا اور صبر وسکون سے نتائج کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔

وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ

(اور جو لوگ دعوتِ حق وصداقت پر یقین نہیں رکھتے ان سے صاف صاف کہہ دو کہ تم اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتے رہو ہم اپنے پروگرام کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ تم ظہور نتائج کا انتظار کرو اور ہم بھی اپنے اعمال کے نتائج کا انتظار کر رہے ہیں)

Marfat.com

تبلیغ کا طریق کار

تبلیغ فریضہ خداوندی ہے کسی انسانی انجمن کی طرف سے یہ فریضہ کسی انسان پر عائد نہیں کیا گیا اس لیے ایک مبلغ کسی اجر کا طالب نہیں ہوتا۔ اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہوتا ہے اسی لیے تمام انبیاء نے آ کر یہ اعلان کیا کہ لوگو میں تمہاری بھلائی کی لیے دن رات کام کرتا ہوں شب و روز تمہیں تمہاری اپنی فلاح کی طرف بلاتا ہوں لیکن اسکا اجر میں تم سے نہیں مانگتا۔

اِنْ اَجْرِ یَ اِلَّا عَلَی اللّٰہ. (میرا اجر تو میرے رب کے ہی ذمہ ہے)

رہے تم تو اگر تم راہ حق پر آ گئے تو سمجھو میرا معاوضہ مجھے مل گیا حضور ﷺ کو بھی حکم ہوا کہ

قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآ ءَ اَن یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلاً

(کہہ دو کہ میں اسکے سوا کوئی اجر تم سے نہں مانگتا کہ تم میں سے جو چاہے اپنے رب کی طرف لے جانے والا رستہ اختیار کر لے)

ایک مبلغ کے اخلاص اور للّٰہیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ پیغامبری میں اتنا مخلص ہو کہ کسی قیمت پر بھی اپنا پیغام چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو، اسے کوئی ترغیب اور کوئی ترہیب اپنی دعوت سے باز آ جانے پر تیار نہ کر سکے۔ اُس پر پتھر برسائے جائیں اور وہ کہے۔

اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَا نَتِکُمْ اِنِّیْ عَا مِلٌ. سَوْ فَ تَعْلَمُوْ ن

(تم اپنا کام کئے جاؤ میں اپنا کام کئے جاتا ہوں فتحمند کون ہے جلد واضح ہو جائیگا)

ستمگر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہوگی　　ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

ادھر سے پتھر پھینکے جاتے ہیں اور ادھر سے دعاؤں کے پھول برسائے جاتے ہیں۔

رَبِّ اِھْدِ قَوْ مِیْ فَاِ نَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْ ن.

(پروردگار میری قوم کو ہدایت دے وہ لوگ علم سے بے بہرہ ہیں)

ترغیب کا یہ عالم ہے کہ مخاطب کہہ رہے ہیں "محمد ﷺ مانگو جو کچھ مانگتا ہے۔ ہم سب کچھ حاضر کر دیں گے حتی کہ ہم عرب کی بادشاہی تم پر نثار کرنے کو تیار ہیں، ہم تخت سلطنت تمہارے

Marfat.com

قدموں میں بچھائے دیئے جاتے ہیں بس تم یہ کرو کہ اپنی دعوت سے باز آجاؤ'' اور اللہ کا رسول ﷺ کہتا ہے ''نہیں اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دو تو بھی میں اپنی دعوت حق و صداقت سے باز نہیں آؤنگا'' ۔

پیغام کی صداقت اور پیغمبر کے اخلاص کی یہ بڑی دلیل ہے کہ وہ کسی قیمت پر پیغام اور پیغامبری سے صرفِ نظر پر تیار نہیں ہوتا اُس کے لیے وہ ہر پیشکش کو ٹھکرا دیتا ہے اور ہر وقت جان کی بازی لگائے رکھتا ہے پھر یہ کہ اسکا اپنا اس میں کوئی دنیاوی مفاد نہیں، مفاد ہے تو انہی لوگوں کا دنیاوی اور اخروی مفاد ہے جو مخاطب ہیں۔ وہ اپنی معاش اور روزی کمانے کیلئے خود مشقت کرتا ہے مگر زیادہ وقت اس تبلیغ کو دیتا ہے جو لوگوں کے مفاد میں ہے۔ ایک ڈاکٹر کو مریض کے امراض کا علم ہوتا ہے وہی بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے کہ کڑوی دوا دینی ہے یا میٹھی۔ اگر جسم کا کوئی حصہ زہر آلود ہو گیا ہے اور اس سے اندیشہ ہے کہ باقی جسم کو زہر زدہ کر کے زندگی ختم ہو سکتی ہے تو اُسے کس وقت کاٹ دینا ہے۔ مریض نہیں جانتا۔ وہ واویلا کرتا ہے اور اپنی بے علمی کے باعث وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے وہ ڈاکٹر کو گالیاں دیتا ہے۔ احتجاج کرتا ہے، مزاحمت کرتا ہے لیکن ڈاکٹر اُسکے جواب میں گالیاں نہیں دیتا۔ مزاحمت پر مار پیٹ نہیں کرتا مبلغ بھی ایک ڈاکٹر ہوتا ہے بلکہ ڈاکٹر سے بہت بڑھ کر ہوتا ہے کیونکہ ڈاکٹر تو فیس لیتے ہیں، دوائیوں کی قیمتیں وصول کرتے ہیں مگر مبلغ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں ہوتا مبلغ ایک ایسا ڈاکٹر ہوتا ہے جسے ہر حال میں مریض کا مفاد سوچنا ہے اُسے اپنے لیے کچھ نہیں لینا، اُسے مریض سے پوری ہمدردی ہے اور شب و روز اسی فکر میں ہے کہ کسی طرح مریض صحتیاب ہو جائے۔

مبلغ کا قول اور عمل دونوں تبلیغ کے ذرائع ہیں اور ہر مرحلہ کے تقاضے سمجھ کر وہ اپنا طرز عمل اپناتا ہے جہاں تک قول کا تعلق ہے، وہ تحریر و تقریر کے ذریعے یہ فریضہ ادا کرتا ہے۔ قرآن حکیم اس سلسلہ میں بھی مبلغ کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ مخاطب اگر بار بار کے سمجھانے پر بھی اپنی ہٹ پر اڑا رہتا ہے تو مبلغ کو جھنجلانا نہیں اٹھنا چاہیئے، اسے مخاطب کی مجبوری کو سمجھنا چاہیے، اُسے دیکھنا چاہیے کہ مخاطب کو وہ ایسے عقائد ترک کرانا چاہتا ہے جو اسکی گھٹی میں شامل ہیں، اسکے مزاج اور اسکی

عادات کا حصہ ہیں۔ اسکی جذباتی عقیدتوں نے انہیں محترم بنا رکھا ہے۔ یہ عقائد صدیوں سے متوارث چلے آرہے ہیں۔ اسکے اسلاف اور اُسکے ماں باپ نے اِن سے محبت کی ہے اور پروان چڑھایا ہے اس لیے وہ مجبور ہے، وہ انہیں فوراً نہیں جھٹک سکتا۔ اُسکے ذہن میں کئی زلزلے بپا ہو نگے، کئی آتش فشاں دہک اٹھیں گے، تغیر اور انقلابِ حال کے کئی طوفان آئینگے۔ کئی جھکڑ چلیں گے آخر۔

کس طرح کوئی کہنہ روایات چھوڑ دے ماں کا مزاج باپ کی عادات چھوڑ دے
اسلاف سے ملے ہیں جو جذبات چھوڑ دے گھٹی میں ہیں جو حل وہ خیالات چھوڑ دے
کس جی سے کوئی رشتۂ اوہام توڑ دے ورثے میں جو ملے ہیں وہ اصنام توڑ دے

یہ سب کچھ چھوڑ دینے پر اور اس بے پناہ توڑ پھوڑ پر آمادہ کرنے کیلئے مبلغ کو بڑی حکمت اور دانائی سے کام لینا ہوگا۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَة

(اللہ کے راستے کی طرف بلانے کے لیے حکمت و دانش اور خوبصورت موعظت سے کام لے)

اور اگر مخاطب بحث و مناظرہ اور حجت و تکرار پر اتر آئیں تو بحث کا انتہائی خوبصورت انداز اختیار کیا جائے۔

وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَن.(16/125)

(اور اُن سے بحث آپڑے تو بحث کا وہ طریقہ اختیار کر جو انتہائی خوبصورت ہو)

تبلیغ کے سلسلہ میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کی ہے اور جزئیات تک بیان کر دی ہیں۔ سب سے پہلی بات جس کا خیال رکھا جانا چاہیے ہے کہ اہلِ باطل سے نفرت نہیں، ہمدردی مقصود ہو ویسی ہی جیسی ہم نے ڈاکٹر اور مریض کے سلسلہ میں وضاحت سے لکھ دی ہے۔

وَ ذَکِّرْ بِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ م بِمَا کَسَبَتْ. (6/70)

(قرآن کے ذریعے حقائق انکے سامنے لاتے رہو اس احساس کے ساتھ کہ کہیں ایسا نہ ہو کوئی انسان اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیا جائے)

Marfat.com

اس کے بعد اگلا اور سب سے ضروری قدم یہ ہے کہ مخاطب کے معبودانِ باطل کو بُرا نہ کہا جائے۔ انہیں ہدفِ دشنام نہ بنایا جائے

وَ لَا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ

(اور ان کو تم بُرا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے چھوڑ کر پکارتے ہیں)

ان کے معبودان باطل کو بُرا نہ کہو کیونکہ یہ براہِ راست اُنکے جذبات پر حملہ ہوگا، وہ جواب میں تمہارے معبودِ حقیقی کو بُرا کہیں گے پھر ممکن ہے تم اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکو۔

عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ابتداء میں مبلغ یہی بات کر بیٹھتے ہیں پھر یہ بات بڑھ کر ہاتھا پائی اور قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے اور اصل مسئلہ وہیں رہ جاتا ہے۔ یہ تبلیغ کا وہ انداز نہیں جسے "بالحکمۃ" کہا گیا ہے۔

تبلیغ کے راستہ میں دوسری حکمت جسے اختیار کرنا ہے، وہ بات کرنے کا سلیقہ ہے۔ مطلب ایک ہی ہوتا ہے لیکن بات کرنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں الفاظ کا اثر ہوتا ہے۔ الفاظ میں اپنا حسن ہوتا ہے پھر انداز بیان میں فرق ہوتا ہے۔ حسن الفاظ کو فصاحت کہتے ہیں۔ اندازِ بیان کا اثر الگ ہے۔ حضور ﷺ نے بجا فرمایا "ان من البیان لسحر" (بلاشبہ ایسا انداز بیان بھی ہے کہ جس میں جادو ہو) آدمی کی زبان سے بات نکلتی ہے اور وہ سُننے والے کے دل میں اُتر جاتی ہے۔ حسن بیان کی اس ادا کو بلاغت کہتے ہیں۔ اللہ نے جناب رسالتماب ﷺ کو حکم دیا ہے۔

قُلْ لَّهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا. (4/63)

(اُنکے ساتھ نصیحت اور موعظت کی بات اس انداز میں کیجئے کہ بات سیدھی دل میں اتر جائے)

بات کرنے کا انداز فصاحت و بلاغت کے ساتھ رحمت و محبت کا آئینہ دار بھی ہونا چاہیے اور شیریں وملائم بھی۔ لفظ لہجے کی حلاوت میں ڈوبے ہوئے ہوں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (3/159)

(اور یہ آپؐ پر اللہ کی بڑی ہی رحمت ہے کہ آپ اُن لوگوں کے لیے اس قدر نرم مزاج واقع ہوئے

Marfat.com

ہیں اگر آپ سخت مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے)

اس قولی تبلیغ کے ساتھ ایک اور بڑی تبلیغ مبلغ کا عمل ہے اور اُس میں بھی سرورِ عالم ﷺ کی زندگی حسین ترین نمونہ ہے، اگر آپ زبان سے کہتے رہیں کہ آپ مخاطبین کو ہلاکتِ دنیا و آخرت سے بچانے کیلئے انہیں دعوت حق دے رہے ہیں تو بات اپنے آپ کی درست ہے لیکن عمل سے اسکی تصدیق ہونی چاہیے۔ آپ کے عمل سے ثابت ہونا چاہیے کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں۔ آپ زندگی کے چھوٹے بڑے معاملات میں ان کے ساتھ ہمدردی کریں گے تو وہ آپ کے قریب آجائیں گے۔ آپ کی دعوت توجہ سے سنیں گے اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ آپ یقیناً ان کے ہمدرد ہیں پھر عین ممکن ہے کہ وہ عقائد و اعمال کے سلسلہ میں بھی آپ کو ہمدرد اور دمساز سمجھنے لگ جائیں اور اپنے سابقہ عقائد سے دستبردار ہو جائیں۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ مکہ کی ایک بڑھیا روزانہ اپنی چھت پر بیٹھ کر حضور ﷺ کا انتظار کرتی۔ ادھر آپ گزرتے ادھر وہ گندگی اور کوڑے کی ٹوکری آپؐ پر الٹ دیتی ایک دو روز اُس نے ایسا نہ کیا اور وہ چھت پر نظر نہ آئی تو پوچھنے پر حضور ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے۔ آپ ﷺ اس کے گھر چلے گئے۔ دیکھا تو وہ بخار میں تپ رہی تھی اور بے ہوش پڑی تھی اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔ آپ اس کیلئے دوائی لائے اس کے گھر کی صفائی کی، پانی کا گھڑا بھر لائے۔ اُس کے ماتھے پر گیلی پٹیاں رکھیں ایک دو روز آپؐ نے اسکی خدمت کی وہ تندرست ہوگئی اور جب اُسے معلوم ہوا کہ اسکی تیمارداری کرنے والے وہی محمد ﷺ ہیں جن پر وہ ہر روز گندگی کی ٹوکری پھینکنا اپنے لیے عبادت و سعادت سمجھتی تھی تو اس کا دل جھک گیا اور اس نے اسلام و ایمان قبول کر لیا یہ ہے وہ عملی تبلیغ جو قولی تبلیغ کے ساتھ جاری رہی اور جسکی درخشاں مثالوں سے حضور ﷺ کی زندگی معمور ہے۔ یہی وہ زندگی ہے جسے اپنے دعویٰ کی تصدیق کے طور پر بھی آپؐ نے پیش فرمایا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً اَفَلاَ تَعْقِلُوْ ن .

(میں نے تمہارے اندر عمر گزاری کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے)

یعنی اس پوری عمر میں جو تمہارے اندر بیت گئی کیا تم نے کوئی موقع ایسا دیکھا کہ میں نے

Marfat.com

سچ نہ بولا ہو۔ میں نے جھوٹ بولا ہو کسی کی امانت میں خیانت کی ہو اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کی ہو، غلط اندازِ زندگی اختیار کیا ہو۔ کسی پر ذرہ برابر ظلم کیا ہو۔ نہیں تم کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکتے، میں کاذب نہیں تھا صادق تھا، میں خائن نہیں امین تھا، میں ظالم نہیں ہمدرد تھا، میں نے زخم نہیں لگائے مرہم رکھے ہیں۔ زخموں کا اندمال کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ چارہ سازی اور غمخواری کی ہے۔ تمہارے دکھوں پر صرف آنسو نہیں بہائے، حتی الامکان ان کا مداوا کیا ہے، کسی سے کوئی تنازع نہیں کیا، تمہارے تنازعات ختم کئے ہیں، تمہارے جھگڑے مٹائے ہیں جن اختلافات پر تم تلواریں سونت رہے تھے، انہیں ختم کیا ہے۔ میں ہمیشہ امن، سکون اور صلح کا شہزادہ رہا ہوں، یہ تھا عملی تبلیغ کا وہ انداز جسے اولیائے امت نے اپنایا اور شریعت کے دوش بدوش طریقت کا سفر شروع ہوا جس کے لیے تصوف کی عظیم اصطلاح وضع ہوئی۔

Marfat.com

اشاعتِ اسلام

اشاعتِ اسلام دو طرح سے ہوئی، مسلمانوں کی حکمرانی بلاشبہ اشاعت اسلام کا باعث بنی اور اس کے ساتھ ہی مسلمان اولیاء نے اسلام کی توسیع و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ مسلمان حکمرانوں کی اشاعتِ اسلام سے اس تاریخی مغالطہ کی طرف ذہن نہ جائے جو ایک عرصہ تک مغرب کے متعصب مؤرخین دہراتے رہے کہ

''اسلام تلوار کے زور سے پھیلا''

اور جسے بالآخر مغرب ہی کے غیر متعصب اور معقولیت پسند مؤرخین نے بے بنیاد اور جھوٹا پروپیگنڈا کہہ کر رد کر دیا اور دنیا جان گئی کہ ''حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی''

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں جارحانہ جنگ کا کوئی وجود نہیں۔ اسلام میں مدافعانہ جنگ ہے یا مصلحانہ۔ مدافعانہ جنگ تو اپنی بقاء کے لیے ناگزیر ہے اور مصلحانہ جنگ یہ ہے کہ جس جگہ ایسا ظالم حاکم ہو کہ اپنی رعیت پر اور بالخصوص اپنی مسلمان رعایا پر مظالم کی انتہا کر رہا ہو اور اسلامی حکومت کی بار بار کی مصلحانہ کوششوں کے باوجود راہِ راست پر نہ آئے تو خلق خدا کو اُسکے ظلم اور تشدد سے نجات دلانے کیلئے خدا مسلمانوں کو اسکے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر یہ اجازت قطعی نہیں دیتا کہ مفتوحہ ممالک میں بزور و جبر لوگوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسکے برعکس وہ کہتا ہے کہ ہر ایک کو پوری پوری آزادی دی جائے، کیونکہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں)۔ فرانس کا مشہور ماہر تمدن و عمرانیات ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی مشہور کتاب ''تمدن عرب'' میں بار بار اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ ''خلفائے اسلام نے مفتوح ممالک میں اپنا دین پھیلانے کی ذرہ بھر بھی کوشش نہیں کی۔ اسکے برعکس انہوں نے مفتوح اقوام کو اپنے مذہب اور معاشرت کی پوری پوری آزادی دے رکھی''

(تمدنِ عرب از ڈاکٹر گستاولی بان 131)

جناب فاروق جب فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں وارد ہوئے تو کیا ہوا، اسی مصنف

Marfat.com

کی زبانی سنئے "بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر کا اخلاق ہم پر واضح کرتا ہے کہ مسلمان فاتحین اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ کیسا نرم اور فراخدلانہ سلوک کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے شہر میں داخل ہوتے ہی منادی کرادی "میں ضمانت دیتا ہوں کہ باشندگان شہر کے مال و منال اور انکی عبادت گاہوں کا پورا پورا احترام کیا جائیگا اور ہر شہری کی عزتِ نفس کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ رعیت کے تمام افراد مساوی حقوق کے مالک ہونگے۔ قانون کی نظر میں سب کے سب برابر ہونگے ہر ایک کو عدل و انصاف ملے گا" ایضاً 132

ایسی بہت سی مثالیں پیش کر کے مصنف مذکور نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مسلمان فاتحین ایک تو مفتوحہ اقوام کو پہلی حکومتوں کے مظالم سے نجات دلاتے تھے دوسرے انکے ساتھ ایسا فیاضانہ سلوک کرتے تھے کہ لوگوں کے دل ان کے حق میں نرم ہو جاتے فاتح مفتوح قریب آجاتے اور پھر حکمرانوں کا دین اختیار کر لیتے۔ یہ عمل خالصتاً حکمران قوم کے طرزِ عمل اور اعلیٰ اخلاق سے سرانجام پاتا اس میں تلوار کا کوئی دخل نہ تھا۔

برصغیر میں اسلام محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے بہت پہلے آچکا تھا لیکن محمد بن قاسم جب بطور فاتح آیا، اس نے راجہ داہر کے مظالم سے لوگوں کو نجات دلائی اور پھر لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اہل ہند اُسے دیوتا ماننے لگے، دین اسلام کے ساتھ ان کا تعصب دور ہوا، اور وہ مسلمانوں کے دین کی تعلیمات غور و فکر سے سننے لگے اور انکے ذہنوں نے اسلام کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کر لیا۔

اس طرح مسلمان حکمران بلاشبہ اپنے اعلیٰ اخلاق کے باعث اشاعت اسلام میں بڑے ممد و معاون ثابت ہوئے۔ لیکن ان سے بھی زیادہ جو لوگ اسلام کی اشاعت کا باعث بنے وہ اولیاء اللہ تھے جنہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔ حکمرانوں کے باعث اشاعت اسلام کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عین ممکن ہے بعض موقع پرست حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے دکھاوے کے طور پر مسلمان ہو گئے ہوں اور اسلام اُن کے دل و دماغ میں داخل نہ ہوا ہو۔ بلاشبہ یہ بات درست ہے یقیناً ان لوگوں میں ایسے افراد ہونگے۔ کسی کے دل کو چیر کر ایمان و اخلاص دیکھا نہیں جاسکتا لیکن وہ کثیر التعداد لوگ جو صوفیاء کے باعث مسلمان ہوئے اور جنہیں صوفیاء نے کلمہء شہادت پڑھایا اُن کے متعلق تو کمزور سا اشتباہ بھی پیدا نہیں ہوسکتا کہ کسی حرص و طمع نے انہیں اسلام کی طرف کھینچا ہو۔ اِن فقیروں کے پاس کیا تھا کہ لوگوں کو تحریص و ترغیب ہوئی۔

Marfat.com

آغازِ سلسلہء تبلیغ وتدریس

نوشاہی سلسلے کا کوئی برگزیدہ شخص ایمان کی، یقین کی تحریک بن گیا
اسلام کے شعور کی تبلیغ کے لیے یورپ میں رب کے دین کی تحریک بن گیا
ساحلوں پر بکھری ہوئی ریت کے برفاب ذرے سورج کی شعاعوں سے اپنے بدن گرما رہے ہیں۔نائٹ کلبوں اور پبوں میں جوش اور ولولوں سے بھری ہوئی شرم وحیا سے منزہ تہذیب اپنے بازوفضامیں لہرالہرا کر کہہ رہی ہے

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اورعریانی وفحاشی کودیکھ دیکھ کر ہرطرف زمین نے گھاس میں منہ چھپا رکھا ہے۔۔۔یہ یورپ ہے۔۔کاگ اڑاتی شمپین کی بوتلوں کا یورپ۔۔عریانی کے گیت گاتی ہوئی مے گی کا یورپ ۔۔۔جس کے بغیرانجیلِ مقدس کا نیاعہد نامہ مکمل نہیں ہوتا۔۔۔تہذیبوں پر گفتگو کرتے ہوئے برٹینڈرسل کا یورپ۔۔۔جوخدا کے وجود سے خالی معاشرے کی تلاش میں ہے۔۔۔۔برنارڈشا کا یورپ۔۔۔جہاں مردمرد سے مل کر مکمل ہوتا ہے اوراس میں پیرسید معروف حسین شاہ میرے ہم سفر ہیں ہم دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں مگر اپنے اپنے راستے پر۔۔۔میں اس وقت ہروہ ایشائی فرد ہوں جس کی آنکھیں مغربی تہذیب وتمدن کی چکا چوند سے خیرہ ہو چکی ہیں۔ہم دونوں چل رہے ہیں دورتک نرم گرم ساحلوں کی ریت سن باتھ لے رہی ہے۔یہ سپین ہے پیرسید معروف حسین شاہ پوچھ رہے ہیں۔کیا یہ وہی سپین ہے جوکبھی اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھا اس وقت مسجد قرطبہ سے اٹھتی ہوئی اذانوں کی صداؤں سے لے کر کشتیاں جلانے والے مجاہدوں کے حوصلوں اورارادوں کی تاریخ ان کے رگ وپے میں دوڑ رہی ہے۔وہ سرمایہ اورشراب کی گردش سے جنم لینے والی ثقافت کواپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے چلتے جارہے ہیں۔ان کی آنکھوں کے سامنے جبل الطارق ہے۔آٹھویں صدی عیسوییں کا کوئی دھوپ سے نکھرا ہوا دن ان کا ہم رکاب ہے، سمندر کا پانی قدموں کے نشان چوم چوم کران کا استقبال کررہا ہے۔ساحلوں پر بھیگی بھیگی ہوا، دھیمے

دھیمے سروں میں خوشی کے گیت گا رہی ہے اور بچیوں کی طرح کھلکھلاتی اور مسکراتی ہوئی موجیں ہوا کی تال پر دف بجا رہی ہیں۔

جبرالٹر کے صوبے دار کے محل میں اس کی بیٹیوں کے چہرے تمتا اٹھے ہیں۔ انہیں پورا یقین ہے کہ ان کی عزت لوٹنے والے سپین کے بادشاہ کا آخری وقت آ گیا ہے۔ وہ بہت جلد سپین کی گلیوں میں سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہونیوالی ہیں۔ یورپ کی سیاہ رات میں نور کے خنجر بونے والے ساحل پر اتر چکے ہیں۔

ساحل سمندر پر بے شمار کشتیاں کھڑی ہیں۔ آنے والے مطمئن ہیں کہ شکست کی صورت میں واپسی کا راستہ موجود ہے اور سپین کا بادشاہ بھی یہ خبر سن چکا ہے کہ بہت سے لٹیرے جبرالٹر کے ساحل پر لنگر انداز ہو چکے ہیں۔ وہ خوش ہے کہ جبرالٹر کے باغی صوبے دار کی مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے مگر جبرالٹر پریشان ہیں۔ سوچ رہے ہیں کہ اس مرتبہ لٹیرے دور تک بستیوں کو لوٹنے کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ اس سے پہلے تو کبھی لٹیروں کی اتنی بڑی تعداد ان ساحلوں پر لنگر انداز نہیں ہوئی۔ افواہیں گردش میں ہیں کہ خود صوبے دار نے ان لیٹروں کو بلایا ہے اور انہیں لانے والی کشتیاں خود صوبے دار کی اپنی ہیں۔ اللہ خیر کرے نجانے صوبے دار کیا چاہتا ہے اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ لیٹروں کے سپہ سالار نے کشتیوں کو آگ لگوا دی ہے سپاہیوں کی آنکھیں سمجھ گئی تھیں کہ اب شکست کا مفہوم صرف اور صرف موت ہے۔ غریب الوطنی کی موت۔۔ مگر شہادت۔

اور پھر جبرالٹر کے صوبے دار کے تعاون سے مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھنے لگا۔ فتح کیلئے ہتھیلیوں پر سرسوں کے چراغ جلا لئے گئے ایک نئی تاریخ رقم کرنے والے معرکے شروع ہو گئے۔

رفتہ رفتہ کشتیوں کی راکھ سونا بنتی چلی گئی۔ سپین میں داخل ہونے والے سات ہزار مجاہد لاکھوں میں تبدیل ہو گئے۔ یورپ میں پہلی اسلامی سلطنت وجود میں آ گئی۔ زمین سے کھجوروں کے بلند قامت درخت ابل پڑے۔ آب رسانی کے نظام نے مٹی کو زرخیز تر کر دیا۔ نئی تعمیرات اور نئی سہولیات سے زندگی کا رنگ روپ بدلنے لگا صدیوں کے پانی مسلمان بادشاہوں کے محلات کی سیڑھیوں کے آخری زینے چوم چوم کر آگے بڑھنے لگے۔

میں نے پیر صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور وہ تصور کی دنیا سے پلٹ آئے۔ ساحل نے ہم سے کوئی صدیوں پرانی سرگوشی کی اور منظر بدل گیا۔ پیر سید معروف حسین شاہ کی آنکھیں پتھر ہو گئیں، درد سے پتھر، لیکن پھر بھی وہ دیکھتے رہے۔

آٹھویں صدی میں کشتیاں جلانے والے سمندر کی تہہ میں اترتے جا رہے ہیں جس پانی پر صدیوں تک ان کی جلائی ہوئی کشتیوں کی راکھ اڑتی رہی تھی وہاں شارک مچھلیوں کے بھنور انہیں اپنے اندر کھینچ رہے ہیں۔ موت کی حکمرانی ہے۔ ہر طرف موت۔ ہر مسلمان کی موت۔ کلیساؤں کی سرزمین کو پاک کرنے کے لیے اسے مسلمانوں کے لہو سے نہلایا جا رہا ہے۔ گلیوں میں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہیں۔ جلتے ہوئے مکانوں میں سوختہ ہوتے ہوئے مسلمان خاندان۔ بربریت کی کچھ نئی مثالیں۔ بچوں کو چھوڑ کر ہجرت کرتے ہوئے ماں باپ۔ کیا کہیں کوئی مسلمان رہ تو نہیں گیا۔ نہیں نہیں۔ کوئی نہیں۔ کوئی نہیں۔ کہیں نہیں رہا۔ صرف بچے رہ گئے ہیں انہیں عیسائی بنا لیا جائے گا۔

میں نے پھر پیر صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور وہ تصور کی دنیا سے پلٹ آئے، مگر اس مرتبہ آبدیدہ تھے۔ پتھراتی ہوئی آنکھیں چھلک پڑی تھیں۔ کہنے لگے ''چودھویں صدی عیسوی میں یورپ سے اسلام کو بارہ پتھر باہر کرنے کے ہولناک واقعہ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے یورپ میں اسلام کی تبلیغ کے متعلق کچھ سوچا ہو یا اس پر عمل کرنے کی سعی کی ہو۔

اور وہ خاموش ہو گئے اپنے اندر سے آتی ہوئی کسی آواز کو سننے لگے شاید وہ آواز انہیں یہی کہہ رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اکیلے یورپ کے ساحلوں پر اترے ہو مگر تمہیں اتارنے والے نے تمہیں یونہی یہاں نہیں بھیجا تم نے وہ کام کرنا ہے جس کا سلسلہ یہاں پانچ سو سال پہلے ختم کر دیا گیا تھا۔ تم نے پھر سے یورپ میں احیائے اسلام کی تحریک شروع کرنی ہے مگر اب اس کا وسیلہ تلوار کو نہیں اپنے عمل کو اپنے کردار کو بنانا ہے۔ اپنی سچائی کو بنانا ہے۔ سچائی وہ خوشبو ہے، جسے پھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا، کردار وہ روشنی ہے جس نے ماحول کو منور کرنا ہی ہوتا ہے اور عمل وہ حیرت انگیز آواز ہے جو دلوں کو اپنے سحر میں لے لیتی ہے۔

اور پھر یوں ہوا کہ پیر سید معروف حسین شاہ نے اس سلسلے میں اپنے اندر ایک جماعت، ایک

Marfat.com

تنظم، ایک تحریک کے قیام کا فیصلہ کرلیا جو یورپ میں اسلام کی تبلیغ کے لیے صدیوں تک جاری ہے۔

وہ 1963 کی کیا پر سعادت صبح تھی جب پیر صاحب نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ایک جماعت کے قیام کا اعلان کیا اس جماعت کا نام جمعیت تبلیغ الاسلام رکھا گیا اور اس کا مقصد فروغ دین مصطفوی قرار دیا گیا بنیادی طور پر تین کام سامنے رکھے گئے۔

(1) یہاں موجود مسلمانوں میں بیداری کے لیے کام کیا جائے تا کہ مسلمان جمعیت تبلیغ الاسلام کا حصہ بن کر اسلام کی ترویج کے لیے کام کر سکیں۔

(2) مساجد اور مدارس کا قیام عمل میں لایا جائے اور اسلامی ممالک سے بڑے بڑے علمائے کرام کو یہاں بلا کر ان سے دین مصطفوی کی تبلیغ کا کام لیا جائے۔

(3) ایسے مسلمان بنانے کی کوشش کی جائے جن کے کردار کو دیکھ کر غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہوں تا کہ یورپ میں اس انداز سے دین اسلام کے شجر کی آبیاری ہو کہ آنے والی صدیوں میں، کوئی اسے اکھاڑ نہ سکے۔

چودھویں صدی عیسوین میں سپین میں اسلام کی ترویج و تبلیغ کے خاتمے کے بعد یورپ میں یہ وہ پہلی جماعت ہے جس نے منظم انداز میں اسلام کو متعارف کرانے کی سعی کی۔ اس میں بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔ جس وقت پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی نے اس کام کا آغاز کیا اس وقت برطانیہ میں صرف ایک مسجد تھی جسے مسجد شاہجہاں کہتے ہیں۔ ڈاکٹر لائٹ نر نے ۱۸۸۹ میں اسے اپنے مسلمان طالب علموں کی سہولت کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی رقم ملکہ بھوپال شاہجہان بیگم نے دی تھی۔ جس کی وجہ سے اس مسجد کا نام شاہجہان رکھا گیا تھا۔ ۱۸۹۹ میں ڈاکٹر لائٹنر کی وفات کے بعد اس مسجد کو بند کر دیا گیا تقریباً تیرہ سال یہ مسجد بند رہی۔ اس کے بعد اسے عبادت اور نماز کے لیے کھول دیا گیا۔ یہ مسجد سرے کاونٹی کے قصبے ووکنگ میں ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور سے حکومتِ پاکستان اس مسجد کے لیے ہر سال فنڈ فراہم کرتی ہے پیر سید معروف حسین شاہ جب یہاں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ شہر میں خاصی تعداد میں مسلمان موجود ہیں اور نماز پڑھنے کے لیے کوئی مسجد موجود نہیں تو انہوں نے اس کار خیر کا

آغاز اپنے وہیں سے کیا، جہاں انہوں نے رہائش رکھی ہوئی تھی، اسی مکان میں باجماعت نماز پڑھا نے لگے۔ پھر بریڈفورڈ 8 کے ساوتھ فیلڈ سکوائر میں 18 نمبر کا مکان خریدا اوراس کے ایک کمرے کو تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ پیر صاحب آج بھی اسی مکان میں رہائش پذیر ہیں اور آج بھی وہی مکان تبلیغ اسلام کی سرگرمیوں کا مرکز ہے یہ الگ بات کہ جمعیت تبلیغ الاسلام کا دائرہ پورے یورپ میں پھیل چکا ہے، بے شمار مساجد قائم ہوچکی ہیں، مدارس بن چکے ہیں۔

دعا دیں گے مرے بعد آنے والے میری وحشت کو

بہت کانٹے نکل آئے ہیں میرے ساتھ منزل کے

اگرچہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی سے شروع ہونے والی امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کسی حد تک مسلمانوں کے خلاف ایک تحریک ہے اور مغربی طاقتوں نے امریکہ اور یورپ میں اسلام کے پھیلنے کے عمل کا بغور جائزہ لینا شروع کر دیا ہے۔ وہ غور کر رہے ہیں کہ لوگ اسلام کی طرف کیوں راغب ہو رہے ہیں اور انہیں کیسے روکا جاسکتا ہے مگر پیر سید معروف حسین نوشاہی کے سلسلۂ تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنی تبلیغ کی بنیاد نفرت پر نہیں، محبت پر رکھی ہوئی ہے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار نہیں پھول ہیں اور وہ خوشبو بکھیرتے ہیں، خون نہیں بہاتے۔ وہ یورپ میں اسی طرح اسلام پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں جس طرح دنیا بھر میں صوفیائے کرام نے اسلام پھیلایا ہے۔ دنیا میں یہ بہت کم ہوا ہے کہ کسی شخص نے خوف کی وجہ سے اپنا مذہب بدل لیا ہو ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ کہیں کوئی ایسی شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی باتوں سے پھول جھڑتے ہیں، جس کے عمل میں کہکشائیں دکھائی دیتی ہیں۔

پیر صاحب نے یورپ میں بہت سے غیر مسلموں کو مسلمان کیا ہے میرے خیال یورپ میں اور کوئی بزرگ شخصیت ایسی نہیں جس نے اتنے لوگوں کو مسلمان کیا ہو جتنے لوگوں نے پیر صاحب کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا ہے یہ اور بات کہ اس وقت یورپ میں کئی ایسے بہروپیے بھی موجود ہے جنہوں نے ایک شخص کو بھی مسلمان نہیں کیا مگر دعوٰی ہزاروں کا کرتے ہیں

یورپ کے بارے میں مجھے یہ پیش گوئی کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو رہی کہ

Marfat.com

چالیس پچاس سال کے بعد یورپ میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جائے گی اور یورپ کا کوئی شہر ایسا نہیں رہے گا جہاں اسلامی مدارس اور مساجد نہ ہوں اور میرے خیال میں یورپ میں ہونے والی نیکیوں کے اجر کے سب سے بڑے حق دار، سید معروف حسین شاہ ہی ہوں گے، جنہوں نے یہاں جمعیت تبلیغ الاسلام کی بنیاد رکھی۔

خیر کا اجر ترے نام قیامت تک ہے دہر میں نغمہ ءِ اسلام قیامت تک ہے
موت کی دھول مٹا سکتی نہیں ہے تجھ کو کہ ترا نام ترا کام قیامت تک ہے

آج اگر یورپ کی گلیوں سے اذانوں کی صدائیں سنائی دیتی ہیں تو اس کا کریڈٹ پیر سید معروف حسین شاہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیا جا سکتا۔ آج اگر یورپ کے کئی شہروں میں مسجد کے سپیکر پر اذان دینے کی اجازت ہے تو اس کے پیچھے پیر صاحب کی فکر رسا اور جہدِ مسلسل ہے۔

اس وقت پیر صاحب کے زیر نگرانی دنیا بھر میں 23 مساجد قائم ہو چکی ہیں اور اس کے علاوہ بہت سارے دینی مدارس بھی کام کر رہے ہیں۔ صرف بریڈفورڈ، شیفیلڈ اور اولڈھم میں 17 ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ ہالینڈ اور فرانس میں بھی مساجد بن چکی ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

Marfat.com

کتابوں کے دوست

ایک چھوٹا سا بچہ۔ اپنے گھر کے ایک کمرے میں اکیلا کھیل رہا ہے۔ کھلونے کے طور کھیلنے کے لیے اس کے پاس صرف کتابیں ہیں۔ مختلف سائز کی کتابیں۔ وہ ان کتابوں سے اپنے خوابوں کا محل تعمیر کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس نے کمرے کے فرش کے طور پر ایک جہازی سائز کی ہدیہ شریف نیچے رکھ دی ہے۔ فقہ کی یہ کتاب علمائے کرام کے خیال میں مسائل شریعت کے بیان میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ دائیں طرف کی دیوار کے طور پر گلستانِ سعدی کو کھڑا کر دیا ہے اور بائیں طرف کی دیوار بوستان سعدی سے بنالی ہے۔ سعدی شیرازی کی یہ دونوں کتابیں علم کی وہ مضبوط فصیلیں ہیں جن پر صدیوں سے جہالت کی منجنیق پتھر برسا رہی ہے مگر کسی دیوار کو ذرا سا بھی نہیں سرکا سکی۔ پچھلی دیوار کے طور پر شہاب الدین سہروردی کی کتاب المعارف۔ العارف کھڑی کر دی ہے۔ دنیائے تصوف کی یہ وہ کتاب ہے جو صوفیوں کو بھٹکنے سے روکتی ہے۔ اور چھت کے طور پر عمر خیام کی رباعیوں کا مجموعہ رکھ دیا ہے۔ رباعیات عمر خیام وہ میکدہ ءخیال ہے جہاں شاعری کے پر جلتے ہیں وہ کئی اور بھی کمرے بناتا ہے جن میں بخاری شریف، منطق استخراجیہ، کیمیائے سعادت، تاسین، فتوحات، مکیہ اور نجانے کون کونسی کی کتابیں دیواروں اور چھتوں کے طور پر استعمال ہو جاتی ہیں۔ بچے کا محل تیار ہو چکا ہے اور اب وہ اس محل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے یہی کوشش کرتے کرتے بچہ جوان ہو جاتا ہے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ اس نے گلستان و بوستان سعدی کی دیواریں پہن رکھی ہیں۔ مسلم و بخاری کو چھتوں کے طور پر اوڑھ رکھا ہے۔ اس کا سینہ علم کے اعجاز سے بھرا ہوا ہے اور دماغ میں رب زدنی علما کا ورد جاری ہے۔ وہ بار بار کہہ رہا ہے۔ اے رب میرے علم میں اضافہ کر۔ اس نے اسرارِ کائنات کے راز داں یہ الفاظ زندگی کا حاصل بنائے ہوئے ہیں کہ ماں کی گود سے لحد کی آرام گاہ تک علم حاصل کرو۔ اور اس حدیث کو اپنے ہر سفر کی بنیاد بنا رکھا ہے کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

کتابوں سے کھیلنے والا وہ بچہ علم کی تلاش میں کہاں تک پہنچ گیا۔ آیئے دیکھتے ہیں اس بچے کی لائبریری جواب بچے کے ساتھ ساتھ بزرگ تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ لائبریری بریڈفورڈ

میں تقریباً دس کمروں پر مشتمل ہے۔اس میں دنیا بھر سے نایاب کتابیں جمع کی گئی ہیں۔وہ بچہ دنیا کے جس ملک میں گیا وہاں سے روشنی کا یہی ذخیرہ وافر مقدار میں اٹھالایا اس نے زندگی میں جو کچھ محنت مشقت سے کمایا اس کا زیادہ حصہ اسی کارِ خیر پر صرف کر دیا اور نہ صرف خود ان کتابوں سے اکتساب فیض کیا بلکہ ہر علم کے متلاشی کے لیے اس کے دروازے وار کھے۔

مجھے منصور حلاج کے شعری مجموعہ ''دیوان منصور'' کی تلاش، اس لائبریری تک لے گئی تھی۔میں نے حیرت سے بریڈ فورڈ جیسے شہر میں اس ذاتی لائبریری کو دیکھا۔اس میں اردو، فارسی، عربی، اور انگریزی زبان کی ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔علمی مذہبی اور ادبی معلومات پر کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ مجھے برطانیہ میں کسی اور شخص کے پاس نہیں دکھائی دیا۔

تفاسیر کے شعبے میں دوسو کے لگ بھگ تفاسیر موجود ہیں۔تقریباً ہمارے قرب جوار میں بولی جانے والی ہر زبان کے اندر لکھی گئی تفسیر وہاں موجود ہے۔ابوالفضل کی غیر منقوط تفسیر القران بھی نظر آئی۔محمد علی لاہوری کی بیاں القران بھی وہاں موجود تھی۔تفسیر ابن کثیر تو خیر اب ہر جگہ مل جاتی ہے۔میرے لیے حیرت کی بات یہ تھی کہ ایسی تفاسیر جو مسلک کے اعتبار سے ان کے ساتھ لگا نہیں کھاتیں وہ بھی وہاں پڑی ہوئی تھیں۔

احادیث کی تمام کتابوں کے علاوہ شروحات احادیث پر بھی بے شمار کتابیں اس لائیر بری میں ہیں اور اصول حدیث پر جو کتابیں وہاں پڑی ہیں انہیں نوادرات میں شمار کیا جاتا ہے۔فقہ کے حوالے سے بھی وہ کتب خانہ کمال کی جگہ ہے اصول فقہ پر کونسی کتاب ہے جو وہاں موجود نہیں، فلسفہ اور منطق کے باب میں کوئی کمی نہیں۔معانی، بدی، صرف اور نحو کے موضوع پر بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کتاب وہاں نظر آتی ہے۔عربی لغت پر کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔صوفی ازم پر ہر ممکنہ کتاب جمع کی گئی ہے۔ایسے قلمی نسخے جو صرف بڑی بڑی لائبریریوں میں پڑے ہوئے ہیں ان کی عکسی کاپیاں تیار کرائی گئی ہیں۔یوں مجھے یہ بات کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہورہی کہ جمع کرنے والی شخصیت واقعی کتابوں سے سچا عشق کرتی ہے اور اس شخصیت کا، اس بچے کا نام ہے، پیر سید معروف حسین شاہ۔جو شخص اس لائبریری سے گزر کر ان تک پہنچتا ہے اسکی نگاہ اس شخصیت کو کسی اور نگاہ سے دیکھنے لگتی ہے۔

Marfat.com

"سفر"

پرانے زمانہ میں سفر کیا تھا؟ ایک عذاب تھا اسی لیئے عربوں کے ہاں ایک مقولہ تھا۔

" اَلسَّفَرُ سَقَرٌ " وَ لَوْ کَانَ فَرْ سُخاً " (سفر سقر یعنی دوزخ ہے چاہے ایک میل کا ہی کیوں نہ ہو)

اور یہ مقولہ یونہی وجود میں نہیں آ گیا تھا۔ یہ اپنے زمانے کی تکلیف دہ مسافتوں سے نکلا تھا۔ لوگ پیدل یا اونٹوں گھوڑوں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے تھے۔ راستے دشوار گزار تھے۔ موسم تو نا قابل اعتبار ہوتا ہی ہے۔ مسافر ہر قسم کے موسم کا مقابلہ کرنے کے لیے ساز و سامان ساتھ لے کر اتنی گرانباری میں کہاں چل سکتا تھا۔ دور دور تک آبادی کا نام ونشان تک نہ ہوتا تھا زادِ راہ بوقت تمام ساتھ رکھنا ہوتا مگر اسکے ہر وقت کم پڑ جانے کا خطرہ ہوتا تھا۔ اپنے ساتھ اپنی سواری کا بھی کھانے پینے کا سامان ساتھ رکھنا ہوتا تھا پھر یہ علم نہیں کہ کہاں مسافر یا اسکی سواری کے جانور کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں ہفتے، مہینے اور سال لگ جاتے تھے راہِ منزل کا تعین دشوار تھا۔ راستے مصئون و مامون نہ تھے۔ ہر قدم پر رہزنوں کا خطرہ ہوتا تھا۔ اکیلا آدمی سفر کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ کئی کئی روز قافلوں کا انتظار کیا جاتا کوئی قافلہ تیار ہوتا تو اسکے بھی راستے میں لُٹ جانے کا خطرہ رہتا تھا کیونکہ کوئی کارواں اپنے ساتھ فوج لے کر تو نہیں چل سکتا تھا ادھر ہر قدم پر راہ بھٹک جانے کے ہولناک اندیشے رہتے اس وجہ سے لوگ سفر کو دوزخ سے تعبیر کرتے اور حتی الامکان اس سے پرہیز کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے پہلی دفعہ لوگوں کو سفر پر اکسایا اور بتایا کہ پوری دنیا انسان کا وطن ہے۔ سفر کرو زمین میں گھومو پھرو تو تم دوسری قوموں کے عبرتناک حالات و واقعات دیکھ سکو گے۔ اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھو گے اور تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ کی نافرمانی پر کتنے لوگوں کو خود انکی بدکاری نے گھیر لیا اور عذاب خداوندی کی گرفت میں آ کر تہس نہس ہو گئیں۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین میں بقا صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو نسل انسانی کے لیے نفع بخش ہو۔

وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّا سَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَ رْضِ .

(بقا اسی کو حاصل ہوگی جو نوعِ انسان کے لیے نفع بخش ہوگا)

یہی اللہ کا قانون ہے۔ پیغمبر یہی قانون آ کر بتاتے رہے اور اسی قانون سے اعراض

Marfat.com

برتنے والوں کو اُنکے انجام سے خبردار کرتے تھے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْن

(اے اللہ کے رسول فرمادیجیے، لوگو زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جن لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا جاتا رہے اور وہ نہ مانے تو ان کا انجام کیا ہوا)

اشاعتِ اسلام کے لیے اور خدا کے پیغام کو دنیا کے ہر گوشے تک پہنچا دینا بھی سفر پر اُکساتا اور اسکی ترغیب بنتا رہا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ حکمت و دانش مومن کی گمشدہ چیز ہے، پس اسے چاہیے کہ وہ اسے دنیا میں تلاش کرے اور اس تلاش و جستجو میں دور دراز کے سفر تک سے دریغ نہ کرے۔ حضور ﷺ ''اطلبوا العلم ولو کانا بالصین''

(علم تلاش کرو چاہے اسکی جستجو میں تمہیں چین کے دور دراز ملک میں ہی کیوں نہ جانا پڑے)

اس طرح سفر بھی ایک طرح کی عبادت بن گیا۔ مسلمان خلفا نے راستے مصئون کیئے۔ رہزنوں کا قلع قمع کیا۔ سڑکیں اور شاہراہیں بنوائیں۔ سڑکوں پر سایہ دار درخت لگوائے۔ جگہ جگہ سرائیں بنوائیں کنوئیں کُھدوائے اور سفر کے لیے ہر طرح کی آسانیاں مہیا کیں۔ اہلِ علم میں بلاذری اور یاقوت حموی جیسے لوگ پیدا ہوئے، جنہوں نے دور دراز کے ملکوں اور شہروں کا تعارف کرایا۔ وہاں کے موسموں اور پیداواروں سے شناسائی فراہم کی اور علم جغرافیہ کی بنیاد پڑی۔ بری اور بحری سفر شروع ہوئے اور عربوں کا قدیم مقولہ بدل گیا۔ بقول مولانا حالؔی یہ حالت ہوگئی کہ

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا ۔۔۔ وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

پیر معروف شاہ صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ بھی سفر میں گزرا۔ اور یہ سارا سفر تبلیغی مقاصد کے لیے ہوا۔ انہوں نے سفر کی تفاصیل اپنی ڈائریوں میں محفوظ کیں جن سے ہم نے انکے سفرنامے ترتیب دیئے۔ ان میں سب سے زیادہ پرسعادت سفر تو سفرِ حج ہے۔ انہوں نے ابتک چار دفعہ یہ سعادت حاصل کی۔ انکا سفرنامۂ حج شاملِ کتاب کرنے سے پہلے ہم یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ انکے نزدیک حج کے مقاصد کیا ہیں۔ آئندہ صفحات میں انکی تحریر و تقریر سے ترتیب پانے والا مقالہ ''حج اور مقاصدِ حج'' آرہا ہے۔

حج اور اس کے مقاصد

قرآن حکیم انسانی تمدن کی ابتداء کا ذکر کرتے ہوئے بتاتا ہے۔

کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (1019)

(نسل انسانی شروع میں امتِ واحدہ تھی پھر اختلافات پیدا ہو گئے)

فکر و نظر کا یہ اختلاف آہستہ آہستہ وسیع ہوتا گیا۔ قبائل تقسیم ہوئے پھر نسلوں اور قوموں تک یہ اختلاف پھیلتا گیا اور صورت حال یہ ہوگئی کہ آدمی آدمی کا دشمن ہو گیا۔ قومیں قوموں کو آگ اور خون میں ڈبونے لگیں۔ زمین پر لکیریں کھینچ دی گئیں اور قومیت وطینت کے نام تعصب، بغض و حسد اور باہمی نفرت وعداوت کے جہنمی الاؤ دہکنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں یہ درندگی پیدا ہوتے دیکھی تو انبیاء و رسل کی ترسیل کا سلسلہ زریں شروع کیا اور وحی کی رہنمائی کا آغاز کر دیا ارشاد ربانی ہے۔

کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (2/213)

(نسل انسانی امتِ واحدہ تھی پھر اس میں اختلافات نمودار ہوئے، پس اللہ نے انبیاء کو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور انکے ساتھ برحق کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو ختم کریں)

یوں سلسلہ ترسیل انبیاء کا مقصد لوگوں میں تمام قسم کے اختلافات ختم کر کے نسلِ انسانی کو پھر امتِ واحدہ میں ڈھالنا تھا ان انبیاء نے وضاحت کی کہ رنگ، نسل، زبان، وطن کے اختلاف کے باوجود سب انسان برابر ہیں، ایک امت ہیں، اس لیے ان میں اتحاد و اتفاق ہونا چاہیے۔ انبیاء نے چاہا کہ ایک امت کی تشکیل کے لیے ایک اجتماعی نظام ہو۔ اب چونکہ ایک اجتماعی نظام کے لیے ایک مرکز محسوس ہونا چاہیئے تھا۔ یہ مرکز محسوس کعبہ کے نام سے شہر مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں کرایا گیا اور اس تعمیر میں ان کے فرزند جلیل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ان کے

Marfat.com

ساتھ شریک رہے۔

''اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِنَّا سِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَا رَ کاً وَّ ھُدً ی لِّلْعَا لَمِینo (3/96)''

(حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا گھر (جو رنگ، نسل، قوم، وطن کے امتیازات سے بلند ہو کر) خالص انسانیت کے لیے وجود میں آیا وہ مکہ کی مبارک وادی میں خانہ کعبہ تھا)

اسے تمام انسانی نسبتوں سے بلند اور ارفع قرار دینے کے لیے خدا نے اسے ''اپنا گھر'' (بیتی 2/25) کہا اسے ''الناس'' یعنی انسانی ہیئتِ اجتماعیہ کا مرکز قرار دیا۔ کعبہ اور حج کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں جتنی آیات وارد ہوئی ہیں تمام میں ''الناس'' ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے چونکہ اللہ کا مقصد انسان کی عالمگیر برادری کی تشکیل ہے اسلیئے جس مقام کو اس کا اجتماعی مرکز بنایا گیا اُسے ''اللنّاس'' ہی کہا جانا چاہیے تھا۔ نوعِ انسانی کی اس مرکزیت سے مقصود کیا تھا؟ اسکی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیَاماً لِلنَّا سِ وَ اَمْنًاo (2/125)''

(اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو واجب الاحترام قرار دیا تا کہ اس کی مرکزیت سے نوعِ انسانی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے اور عالمگیر امن قائم ہو)

اس سے دو مقاصد سامنے آتے ہیں۔

ایک قیام نسلِ انسانی اور دوسرے بین الاقوامی امن کا قیام

اقوام عالم ہمیشہ دو گروہوں میں بٹی رہی ہیں ایک سپر پاورز یعنی مہیب قوتوں کی مالک قومیں اور دوسری کمزور اور پسماندہ قومیں۔ یہ کمزور قومیں سپر پاورز کا 'کھاجا' ہوتی ہیں اس لیے وہ کوشش کرتی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ کمزور قومیں انکے ساتھ ہوں اور ہر سپر پاور زیادہ سے زیادہ امداد اور قرض کا لالچ دے کر زیادہ سے زیادہ کمزور قوموں کو اپنے ساتھ ملاتی ہے۔ اسکی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ کمزور قوم کبھی طاقتور نہ بن پائے، کبھی اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکے، تا کہ ہمیشہ اس کی محتاج رہے لیکن اگر قومیتوں کا تصور ختم ہو جائے اور ساری نسل انسانی امتِ واحدہ بن جائے تو اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ترقی ہوگی تو تب جب

Marfat.com

ساری نسل انسانی ترقی کے ثمرات سے بہرہ ور ہوگی۔ یہ ہے ''قِیٰماً لِّلنَّاسِ'' کا اصل مفہوم اور یہ ہے کعبہ کی مرکزیت کا پہلا مقصد۔

دوسرا مقصد قیام امن عالم ہے، جب تک نسل انسانی بٹی رہے گی، بڑے چھوٹے کی تمیز باقی رہے گی۔ ایک دوسرے کے وسائل پر قابض ہو کر اپنی بڑائی کی شان بڑھاتی رہے گی۔ قوموں کی تفریق برقرار رہے گی تو ایک دوسرے سے مقابلہ بھی برقرار رہے گا اور یہ مقابلہ اسی طرح جنگوں کو جنم دیتا رہے گا جیسی صورت حال آج ہے قومیں اپنے عوام میں دوسری قوم کے عوام کے خلاف خواہ مخواہ کے تعصبات پیدا کرتی اور نفرتیں بڑھاتی رہتی ہیں۔ عوام پر جنون سوار کر دیا جاتا ہے اور قومیں ہمہ وقت ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں رہتی ہیں۔ کھلاڑی کھیل کے میدان میں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہے ہیں اور عوام گھر میں بیٹھے اعصابی تناؤ کا شکار ہیں۔ ذرائع ابلاغ اس تناؤ کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ ادھر زعمائے سیاست اپنی بیان بازی سے ہر وقت آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اور لوگوں کو جنگ کے خوف میں مبتلا رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ انکے نیچے سے کرسیاں کھسکانے کے متعلق نہ سوچ سکیں اور پھر کسی وقت بھی جوالا مکھی پھٹ جاتا ہے اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔

بڑی قوتیں بری اسی لیے بنی ہیں کہ انکے پاس ہولناک اسلحہ اور وسائل ہلاکت ہیں۔ انکے اسلحہ کے بے پناہ کارخانے ہیں۔ ملکی وسائل کا زیادہ حصہ اسلحہ سازی میں جھونکا جاتا ہے انہیں اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے یہی اسلحہ کمزور اقوام پر بیچنا ہے اس لیے وہ اپنے خریدار پیدا کرنے کے لیے ملکوں کو حالتِ جنگ میں مبتلا رکھتے ہیں تاکہ انہیں اپنی بقا کا سوال ستاتا رہے وہ زیادہ سے زیادہ اسلحہ خریدتے رہیں۔ پھر آج کی جنگیں پہلی جنگوں کی طرح نہیں کہ محدود انسانی ہلاکتوں کے بعد جنگ ختم ہو جائے۔ آج جنگ چھڑتی ہے تو کئی ملک اس میں شامل ہوتے ہیں اور اسلحہ ایسا ہے کہ ایک بم کتنے شہروں کو بھسم کر دیتا ہے۔ بیسویں صدی اس لحاظ سے تاریخ کی انتہائی ہلاکت خیز صدی تھی کہ صدی کے پہلے پچاس برس میں دو دفعہ پوری انسانی برادری بربادیوں کا شکار ہوئی اور دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم بھی استعمال کر دیا گیا۔ ہیروشیما اور ناگاساگی جیسے شہر دہکتے ہوئے انگارے بن گئے دنیا چیخ اٹھی ''امن، امن''

Marfat.com

بیت اللہ کا دوسرا بڑا مقصد عالم انسانیت میں قیام اِمن ہے۔ وہ خود بھی جائے امن ہے اور دوسرے قوموں کو بھی امن وامان اور حفاظت وسلامتی فراہم کرتا ہے۔

"وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا o(2/125)"

(اور ہم نے کعبہ کو نوع انسانی کی اجتماعیت کا مرکز اور مقام امن بنایا)

اور یہ کہ

"وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا o (3/97)" (جو یہاں داخل ہو گیا مامون ومحفوظ ہو گیا)

انسان تو بڑی چیز ہے اور اسلام کے نزدیک کسی ایک انسانی جان کا قتل ساری نسل انسانی کا قتل ہے یہاں تو مکھی اور مچھر تک کو امان مل جاتی ہے کسی چڑیا تک کو نہیں مارا جاسکتا۔

مگر کیا صرف کعبہ کی عمارت دنیا کو امن فراہم کر دیتی ہے اور انسانیت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیتی ہے، نہیں یہ کام وہ امت کرتی ہے جو کعبہ کو اپنا مرکز بناتی ہے، جیسے ہم کہتے ہیں لندن کی یہ پالیسی ہے واشنگٹن کا یہ موقف ہے تو اس سے وہ شہر مراد نہیں ہوتے، وہ مملکتیں مراد ہوتی ہیں جنکے یہ شہر دارالحکومت ہیں۔ دنیا کو امن اور انسانیت کو قیام عطا کرنے والی بھی وہ امت ہو گی جس کا مرکز کعبہ ہے یہ امت دنیا میں انصاف کرے گی تمام اقوام عالم کے کردار کی نگران ہو گی جب ایک قوم دوسری قوم پر زیادتی کرنے لگے گی۔ یہ اُسے اس زیادتی سے روک دے گی۔ یہ عدل وانصاف کو فروغ دے گی اور ظلم ودراز دستی سے ممانعت کرے گی۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

(تم وہ بہترین امت ہو جسے نوع انسانی سے چھانٹ کر الگ کر لیا گیا ہے تاکہ بھلائی کو فروغ دو اور برائی سے روک دو)

جو امت امر بالمعروف اور نہی المنکر کے فرائض سرانجام دے گی، عدل وانصاف کر کے امن کے قیام کا ذریعہ بنے گی، زیادتی کرنے والوں کو زیادتی کرنے سے روکے گی۔ اُسے طرف داری اور جانب داری سے دور ہونا چاہیے کسی ایک طرف جھکاؤ اور دوسری طرف سے بیزاری کا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے ہر ایک سے اسکا فاصلہ یکساں ہونا چاہیے اس لیے اس امت کو امتِ وسطیٰ

Marfat.com

یعنی درمیان کی امت کیا گیا۔

''وَ کَذٰ لِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّ سَطاً لِّتَکُوۡ نُوۡ ا شُھَدَ ا ءَ عَلَی النَّا سِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَھِیۡدًا''(2/143)

(اوراسی لیے ہم نے تمہیں ایسی امت بنایا جوتمام اقوام عالم سے یکساں فاصلے پر رہے تا کہ انکے اعمال وکردار کی نگرانی کر سکےاور رسول تمہارے اعمال وکردار پرنگران ہو)

حج کی تمام آیات میں لفظ''النا س'' استعمال کیا گیا ہےاور امتِ مسلمہ کو''النا س'' کی امامت سونپی گئی ہے۔امتِ مسلمہ کا دوسرا نام ملتِ ابرا ہیمی ہے۔یعنی وہ امت جو روش ابرا ہیمی پر چلتی ہےاور یہ روش صرف مسلمان قوم ہی کی ہے

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

جناب ابراہیم علیہ السلام کے سر پرتاج امامتِ انسانی رکھا گیا۔

''اِنِّیۡ جَا عِلُکَ لِلنَّا سِ اِ مَا ماًo (2123)''(ہم تجھےنسل انسانی کاامام بنائے دیتے ہیں)

اسی لیےامت مسلمہ کوکہا گیا۔

''وَ اتَّخِذُ وۡ ا مِنۡ مَّقَا مِ اِبۡرَ ا ھِیۡمَ مُصَلًّیo (2/125)''

(تم منصب ومقام ابرا ہیمی کواپنی تمام تگ وتاز کی جولاں گاہ بنالو)

حج عظیم اجتماع ہےجس میں باہمی مشاورت سے امت دیگراقوام کے نزاعی امور کا فیصلہ کرے گی اوراپنی آئندہ سال کی پالیساں زیر بحث آئینگی۔اس لیے حج کا اذنِ ساری نسل انسانی کے لیے ہےاور حکم خاص امتِ مسلمہ کے لیے۔چنانچہ ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا

''وَ اَذِّنۡ فِی النَّا س بِا لۡحَجِّo (22/27)''

(تم اے ابراہیمؑ تمام انسانوں کودعوت دو کہ وہ حج کے لیے آئیں)

اس اسوۂ ابرا ہیمی کی اتباع میں، ملت ابرا ہیمی پر یہ فریضہ عائد کر دیا گیا کہ وہ حج کا اہتمام کریں ظاہر ہے کہ حج کا اجتماع اصولاً تو امت کی باہمی مشاورت کے لیے ہے، اس لیے افراد

Marfat.com

ملت اسلامیہ ادائیگیِ فرض کے لیے اس میں شریک ہونگے لیکن ''النّاس'' بطور مبصر شریک ہوسکتے ہیں اسی لیے امتِ مسلمہ کو کیا گیا۔

''وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتَ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاًo (3/96)''

(جولوگ بھی وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ ان مقاصد کے حصول کے لیے جو خدا نے مقرر کر رکھے ہیں حج کے اجتماع میں شرکت کریں)

حج ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہو۔عربوں نے بھی اسے اختیار کیے رکھا لیکن حج کی روح ختم ہوگئی۔اب یہ ایک رسم ہوگیا۔اسکی حیثیت ایک میلہ سی ہوگئی۔جہاں وہ لوگ ہر طرح کی مشرکانہ اور فاسقانہ رسوم ادا کرتے تھے تاہم اسکی اہمیت باقی رہی۔قریش حج کا اہتمام کرتے اس لیے کعبہ کی تولیت بھی انہی کے پاس تھی اور معاشرہ میں بھی انہیں محترم اسی وجہ سے سمجھا جاتا تھا۔حج کے لغوی معنی مادہ کے اعتبار سے قصد وارادہ کے بھی ہیں اور روک دینے کے بھی۔زمانہ قبل اسلام میں اگرچہ حج کو ایک بے روح رسم بنا دیا گیا تھا لیکن ایک بڑی اہم بات موجود تھی اور وہ یہ کہ لوگ اس میں اپنے مناقشات پیش کرتے اور انکے تنازعات مٹائے جاتے،جس کی طرف سے تعدی اور زیادتی ہوتی اسے اس تعدی سے روک دیا جاتا۔اور یہ روکنا بزور وجبر نہ ہوتا اسے دلائل وبراہین سے قائل کر دیا جاتا کہ اس کا اقدام غلط تھا۔یہیں سے لفظ ''حجت'' ہے اور اس لیئے قرآن حکیم اپنے بصیرت افروز دلائل کو ''اَلحجۃ اللّٰہ البالِغۃ'' (6/149) کہتا ہے۔غرض حج کا مقصد یہ تھا کہ قوم،نسل، رنگ،وطن یہ تمام امتیازات کو باطل سمجھ کر ایک وسیع انسانی برادری کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی امامت امت مسلمہ کے پاس ہو اور وہ ساری دنیا میں امن اور انصاف قائم کرے۔حج کے یہی مقاصد اعلیٰ تھے جنہیں جناب رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں دہرایا جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور جو نسل انسانی کے لیے منشورِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ نے فرمایا:۔

(سن لو کہ جاہلیت کے اندھیرے دنوں کے تمام آئین وضوابط میرے قدموں سے کچلے پڑے ہیں)

''اَیُّھَا النَّاس الا ان ربکم واحد، وان ابا کم واحد . الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود لا لاسود علی احمر الا با لتقویٰ''

اے افرادِ نسل انسانی خوب غور سے سُن لے کہ تم سب کا رب ایک اور تم سب کا باپ ایک ہے اس لیے کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر، کسی کالے کو کسی گورے پر، کوئی فضیلت نہیں مگر تقوٰی کے سبب۔

''ایھا الناس کلکم من واٰ دم واٰدم من تر اب''

اے افرادِ نسل انسانی تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ اس خطبہ میں تمام تفاصیل بیان کرنے کے بعد آپ جانب منیٰ روانہ ہوئے تو فرمایا

''ان الز مان قد استدا ر کھیئة یو م خلق اللّٰہ السمو ت و الارض''

(زمانہ پھر پھرا کر آج پھر اسی مرکز پر آ گیا جس پر اللہ تعالیٰ نے تخلیق ارض وسمٰوٰت کے روز اسے متعین کیا تھا)

یہی وہ مقصود حقیقی تھا جس کے اعلان کے بعد آپؐ نے فرمایا۔ لوگو بتاؤ

''الا ھل بلغتر سالتہٗ (بولو کیا میں نے پیغام خداوندی تم تک پہنچا دیا)

سارا مجمع یک زبان ہو کر پکارا یقیناً آپ نے بطریق احسن فریضۂ رسالت سرانجام دیا آپ نے فرمایا

''اللھم اشھد'' (اے اللہ تو گواہ ہو جا)

تین مرتبہ یہی ہوا پھر فرمایا

''فلیبلغ لشا ھد الغا ئب''

(تو جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں)

اس طرح امتِ مسلمہ پر فرض ہو گیا کہ یہ پیغام قیامت تک نسل انسانی کو پہنچاتی چلی جائے۔

اس خطبہ میں حضورﷺ نے بھی ''الناس'' فرمایا اور تمام نسلِ انسانی کو بتایا کہ انسانوں اور انسانوں میں پیدا کردہ سارے امتیازات باطل ہیں۔ معیار فضیلت صرف تقوٰی ہے اور وہ معیار اللہ کے پاس ہے۔

''اِنَّ اَکرَ مَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم''

(تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ قابل تکریم واحترام وہی ہے جو زیادہ متقی ہو)

پہلی جنگ عظیم کے بعد اقوام عالم نے محسوس کیا کہ کوئی ایسا ادارہ ہونا چاہیے جو اقوام عالم کے باہمی تنازعات کا تصفیہ کرے اور ''انجمن اقوام'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا مگر یہ ادارہ جن قوموں پر مشتمل تھا وہ خود ہی غاصب تھیں۔ اقبال نے اس ادارہ کے قیام پر بڑی خوبصورت بات کہی تھی۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

(ترجمہ: میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ چند کفن چوروں نے قبریں تقسیم کرنے کے لیے ایک انجمن بنائی)

اور ان کفن چوروں کی انجمن کے منشور کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوتی تھی کہ یہ تہس نہس ہو گئی اور دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اسکی ہلاکت خیزیوں کے بعد اقوام متحدہ کا ادارہ وجود میں آیا جس کی کارکردگی دنیا کے سامنے ہے۔ اسکی باگ دوڑ مکمل طور پر غاصب چودھریوں کے ہاتھ میں ہے اور اس نے آج تک کوئی مسئلہ حل نہیں کیا۔ اقبال نے انجمن اقوام کے قیام پر دنیا کو ملتِ اسلامیہ کے وجود کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

مکہ نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم

مگر مکہ کا پیغام جب ملتِ اسلامیہ ہی بھول گئی تو خاکِ جنیوا کا کیا قصور؟ پاسبان جب سو جاتے ہیں تو راہزنوں کا راج ہو جاتا ہے حج آج بھی باقی ہے اور دنیا بھر سے کروڑوں مسلمان یہ فریضہ ادا کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں مگر حج کا مقصد ان پر واضح نہیں، جن مسلمانوں پر حج کے مقاصد واضح تھے انہیں اللہ نے وہ قوت بخشی تھی کہ وہ کہتے تھے

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

ان کے سامنے اسرائیل کی کیا حیثیت تھی مگر آج مسلمان کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، کئی ممالک میں ان کی حکومتیں قائم ہیں کئی اسلامی ممالک میں دولت کی ریل پیل ہے حج کے اجتماعات میں خشوع وخضوع سے اسرائیل کی تباہی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں مگر وہ روز بروز مستحکم سے مستحکم تر ہوتا جا رہا ہے۔ اقبال نے کتنی سچی بات ابلیس کی زبانی کہلوائی تھی۔

Marfat.com

یہ ہماری سعیِ پیہم کی کرامت ہے کہ آج — صوفی و مُلا ملوکیت کے بندے ہیں تمام
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا — کُند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغِ بے نیام

جس بھی فریضہ کے مقاصد حقیقی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو وہ آہستہ آہستہ بے روح ورسم ہو جاتی ہے یہی حال آج حج کا ہو گیا ہے ہر سال حاجیوں کی تعداد میں ہزاروں، لاکھوں کا اضافہ ہو جاتا ہے جنہیں سنبھالنا، مشکل ہو جاتا ہے پھر یہ کہ ان میں خود بڑی بدنظمی ہوتی ہے، کئی پاؤں تلے کچلے جاتے ہیں، جو ایک دفعہ گر جاتا ہے پھر اُسے زندہ اٹھنا نصیب نہیں ہوتا خواتین کے لیے تو تمام ارکان بہ سہولت ادا کرنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اقبال نے اسے ''طواف و حج'' کا ہنگامہ کہا ہے جب مقاصد فنا ہو جائیں تو فرائض یونہی سا ہنگامہ بن جاتے ہیں۔

پیر صاحب پہلی دفعہ سفرِ حج پر گئے تو انہیں احساس ہو گیا کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ارکانِ اسلام کے حقیقی مقاصد سے صرف نظر کر لینا ہے اور وہ اقبال کے ہم آہنگ ہو کر کہنے لگے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

یہی وہ تڑپ تھی جس نے انکے دل میں تبلیغ اسلام کی مہم میں خود مسلمانوں کو اسلام کی روح سے آشنا کرنے کی جدوجہد بھی شامل کر لی اور اسی کے تحت دوسرے سفرِ حج میں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کا قیام عمل میں آیا۔ ورلڈ اسلامک مشن کے قیام پر بحث اپنے مقام پر آئے گی فی الحال ہم اُن کے سفرنامہ حج کو سامنے لاتے ہیں۔

یہ سفرنامے انکی ڈائری کے مندرجات ہیں۔ اس لیے انہیں ترتیب دے کر ان کی اپنی تحریر شامل کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

کعبہ مطہرہ

بعض روایات میں ہے کہ کعبہ کی اولیں تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی لیکن علامہ ابن کثیر ان روایات پر بحث کرتے ہوئے انہیں صحیح قرار نہیں دیتے ان کا خیال ہے۔

''یہ رائے درست نہیں کہ کعبہ کے معمارِ اول آدم علیہ السلام تھے کیونکہ قرآن حکیم کی آیات اس امر کی دلیل بنتی ہیں کہ کعبہ شریف کے پہلے معمار جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

(بے شک پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ مبارک میں ہے اور وہ اقوام عالم کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ان میں سے ایک مقام ابراہیم ہے جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے محفوظ ہے)''

السیرۃ النبویہ ج ا ص 270 از حافظ ابن کثیر

روایات میں ہے کہ کافی عرصہ تک عمارت اپنی حالت میں کھڑی رہی تھی۔ بعض روایات کے مطابق یہ عمارت ابراہیمی پہلے منہدم ہوگئی تو عمالقہ نے اسے بنایا۔ پھر کوئی سیلاب آیا اور عمارت گر گئی۔ اب قبیلہ جرہم نے اسے دوبارہ تعمیر کر دیا بعد کی تاریخ جو زیادہ یقینی ہے وہاں سے شروع ہوتی ہے جب قریش کو اسکی تعمیرِ نو کا خیال آیا۔ اُس وقت یہ عمارت محض پتھروں کی چار دیواری تھی۔ اس پر چھت بھی نہیں اور پتھروں کے اوپر پتھر رکھ کر چار دیواری کھڑی کر دی گئی تھی۔ تاہم اس وقت بھی اس عمارت کو انسانی عقیدتوں کے مرجع کی حیثیت حاصل تھی اس وادی غیر ذی روح کے لوگوں کو کعبہ ہی کے توسط سے رزق ملتا تھا۔ لوگ دور دور سے گرمی، سردی ہر موسم میں اس کا طواف کرنے آتے تھے اور یہاں کے باشندوں کی روزی کا سامان ہو جاتا تھا قرآن نے اسی لیے کہا۔

(پس انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں طعام اور حالتِ خوف میں امن وسکون فراہم کیا)

قریش اس کے متولی و سرپرست تھے اور اسی فضل و شرف نے ان میں بے انتہا کبر و نخوت اور جاہلی غرور پیدا کر دیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے الگ مخلوق سمجھنے لگے تھے۔

Marfat.com

اور انہوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف میں عجیب شرمناک رسموں کا اضافہ کر دیا تھا وہ خود کو کیا سمجھتے تھے ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ وہ کہتے۔

''ہم ابراہیم علیہ السلام کے فرزندان جلیل الشان ہیں۔ ہم عزت وعظمت کے مالک ہیں۔ بیت اللہ کے نگران ہیں۔ مکہ کے باشندے ہیں ہمارے حقوق الگ اور برتر ہیں ہمارے مقام ومرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے''

اور بقول ابن ہشام ایک دوسرے کو تاکید کرتے کہ ''حِل یعنی حرم سے باہر کی اسطرح تعظیم واحترام مت کرو جس طرح تم حرم کی تعظیم کرتے ہو ایسے کیا تو تم عربوں کے نزدیک اپنی عظمت کھو بیٹھو گے''

اسیرۃ النبویہ ج اصفحہ 216

9 ذوالحج کو تمام لوگ میدان عرفات میں جمع ہوتے۔ وہاں سے طواف افاضہ کے لیے مکہ مکرمہ آتے۔ میدان عرفات حدودِ حرم سے باہر تھا۔ اس لیے ان کی رسم کے مطابق اسکی تعظیم میں ان کی توہین تھی۔ اس لیے قریش اور انکے حلیف قبائل کفانہ اور خزاعہ میدان عرفات میں وقوف کے لیے نہیں جاتے تھے۔ انہوں نے یہ پابندی بھی عائد کر لی تھی کہ حالتِ احرام میں وہ کسی مکان تو کجا عام خیموں کے نیچے بھی نہیں آئینگے، چاہے دھوپ کتنی ہی شدت کی ہو، ہاں صرف ایسے خیموں کے سایہ میں آسکتے ہیں جو چمڑے کے بنے ہوئے ہوں۔ انہوں نے بیرون مکہ سے آنیوالے حاجیوں پر یہ پابندی بھی ڈال دی تھی کہ وہ حالت احرام میں اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان رسد سے کھانا پکا کر نہیں کھا سکتے۔ انہیں ہر حال میں قریش کا پکایا ہوا کھانا لینا پڑے گا۔ طواف کے وقت قریش سے کپڑے لے کر پہن سکتے ہیں اور کوئی کپڑا نہیں پہن سکتے اگر قریش کا کپڑا کسی کو میسر نہیں آتا تو اسے برہنہ طواف کرنا پڑے گا یہ اور اس قسم کے دیگر خرافات کو وہ ''الحمس'' کہتے تھے یہ سب اپنے جہالت بھرے غرور اور جلب زر کے لیے تھا۔ بہر حال کعبہ ان کیلئے سامانِ رزق اور امن و سکون کا ذریعہ تھا۔ وہ جائز ناجائز دونوں طرح کعبہ سے فائدہ اٹھا رہے تھے بہر حال کعبہ کی عمارت اسی طرح نامکمل حالت میں کھڑی تھی کئی دفعہ قریش کو خیال آیا کہ اسکی تعمیر نو کریں لیکں وہ ایسا کرنے

Marfat.com

کی ہمت نہیں کر سکتے تھے، کیوں؟ اسکے کچھ اسباب تھے۔ روایات میں ہے کہ تعمیر نو کے لیے ضروری تھا کہ پہلی عمارت گرا دیں مگر وہ اسے گرانے کی جرات نہیں کرتے اور ڈرتے تھے۔ وہ ابرہہ اور اسکے لشکر کا خوفناک انجام دیکھ چکے تھے یہ بھی کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر ایک کنواں تھا زائرین، زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء کعبہ شریف کی نذر گزارتے تھے۔ وہ سب اسی کنوئیں میں ڈال دی جاتی تھیں۔ اس کنوئیں میں ایک خوفناک اژدہا تھا وہ کبھی کبھی نکل آتا اور آ کر کعبہ شریف کی دیوار پر دھوپ میں لیٹ جاتا تھا اُسکا بھی انہیں خوف رہتا۔

اتفاق یہ ہوا کہ ایک روز اژدہا دیوار پر لیٹا ہوا تھا۔ فضا سے ایک بڑا سا پرندہ جھپٹا اور اس اژدہا کو اٹھا کر لے گیا اس طرح اژدہا کا خوف دور ہو گیا۔ ادھر تعمیر نو کے خیال کو اس سے بھی قوی تحریک ہوئی کہ ایک رات کچھ چوروں نے کعبہ شریف سے کچھ قیمتی اشیاء چرالیں جب انکی تلاش شروع ہوئی تو یہ اشیاء بنو ملیح بن عمرو خزاعی کے آزاد کردہ غلام دویک کے پاس مل گئیں۔ قریش نے اشیاء حاصل کرلیں اور چوری کے جرم میں دویک کا ہاتھ کاٹ دیا اس سے انہیں کعبہ کی تعمیر کا خیال آیا کہ کعبہ کی متاع محفوظ کرلی جائے اور اسکی نذر نیاز کی اشیاء آئندہ کوئی نہ چرا سکے۔ رؤسائے قریش نے مل کر فیصلہ کیا کہ کعبہ کی عمارت میں حلال کی کمائی صرف کی جائے۔ ناجائز کمائی کا ایک پیسہ بھی استعمال نہ کیا جائے۔ سب پورے اخلاص سے اپنی حلال کی کمائی تعمیر کعبہ فنڈ میں جمع کرانے لگے اتفاق سے انتہائی قیمتی لکڑی بھی ہاتھ آ گئی وہ یوں کہ قیصر روم نے حبشہ کے ایک گرجا کے لیے جسے ایرانیوں نے جلا دیا تھا اچھی قسم کی لکڑی ایک کشتی میں بھیجی دیگر سامان تعمیر بھی اس میں تھا سمندری طوفان نے کشتی کا تباہ کر دیا۔ یہ حادثہ شعیبہ کی بندرگاہ کے پاس رونما ہوا شیخ ابراہیم عرجون لکھتے ہیں۔

"قریش کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے لکڑی کے یہ قیمتی تختے خرید لیے اور کعبہ کی تعمیر کے متعلق باقوم سے بات کی وہ ان کے ساتھ مکہ مکرمہ آ گیا"

محمد رسول اللہ، از، ارجون جلد ا صفحہ 87

باقوم لکڑی کا ماہر کاریگر تھا۔ کعبہ شریف کے دروازے شہتیر، بالے وغیرہ بنانے کا کام اس کے سپرد کیا گیا (سیرت ابن ہشام ج ا ص 209) اس طرح جب کعبہ کی تعمیر نو کے لیے کچھ

Marfat.com

وسائل بھی پیدا ہو گئے اور قریش سرداروں نے بھی عزمِ مصمم کرلیا تو قریش سردار ابو وھب نے کہا

''اے گروہ قریش خوب غور سے سن لو تعمیر کعبہ کا مرحلہ ہے خبردار اس میں اپنی پاک اور حلال کمائی کے سوا کچھ نہ استعمال ہونے پائے، کسی بدکار عورت کی کمائی، کوئی سود کا پیسہ، کسی آدمی پر ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت اس میں شامل نہ کر لینا''

السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد ا صہ 277 ودیگر کتب سیرت

یہ ابو وھب حضور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے ماموں تھے جو اپنی شرافت اور سخاوت میں بہت مشہور تھے۔ جب ضرورت کا سامان بھی مہیا ہو گیا اور دوسرے انتظامات بھی مکمل ہو گئے تو اب کام شروع ہونا تھا۔ اژدہا کا خوف دور ہو چکا تھا اور اس واقعہ کو انہوں نے تائید غیبی سمجھا تھا مگر پھر بھی پہلی عمارت کے انہدام سے ڈرتے تھے اور ابرہہ کا انجام سامنے آجاتا تھا مگر یہ انہدام کسی بدنیتی سے نہیں تھا اس لیے بہت سے دل آمادہ تھے آخر ولید بن مغیرہ آگے بڑھا اور اس نے کہا:۔

''میں اس عمارت کے گرانے کی ابتداء کرتا ہوں۔ اس نے کدال لی اور جنوبی دیوار کے چند پتھر گرائے وہ پتھر بھی گرا رہا تھا اور یہ دعا بھی مانگ رہا تھا'' اے اللہ ہمیں خوفزدہ نہ کرنا اے اللہ ہم صرف خیر کا ارادہ رکھتے ہیں''

سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ 211

سب نے کہا اگر رات بخیر گزر گئی تو ہم سمجھ جائینگے کہ اللہ کی رضا نے ہماری تائید کی بصورت دیگر ہم یہ پتھر اٹھا کر اسی طرح اگلی حالت پر رکھ دیں گے اور اس کام سے باز آجائیں گے۔ رات بخیر گزری اور آخر کعبہ کی پہلی خستہ عمارت گرا دی گئی۔ انہدام اور تعمیر نو کا کام انہوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ مشرقی دیوار جس میں خانہ کعبہ کا دروازہ نصب ہے، بنو عبد مناف اور بنو زہرہ قبائل کی ذمہ داری تھی جنوبی دیوار، حجر اسود سے لے کر رکن یمانی تک بنو مخزوم اور کچھ دیگر قریشی قبائل کے ذمہ تھی مغربی دیوار یعنی پشتِ کعبہ کی تعمیر بنو جمع بنو سہم وغیرہ کے سپرد ہوئی۔ شمالی دیوار جس طرف حطیم ہے بنو اسد، بنو عبدالدار اور بنو عدی کے ذمہ آئی۔ اس طرح سب نے مل کر بڑے خلوص سے تعمیر کعبہ کا کام شروع کر دیا۔ حضور ﷺ کی عمر اُس وقت پینتیس 35 سال کے قریب تھی اور آپ

Marfat.com

بھی بڑی محبت سے اس کام میں شریک تھے اور کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ قریش کو تعمیر کے وقت ہی معلوم ہو گیا کہ ان کا جمع کردہ سامانِ تعمیر کم پڑے گا۔ اس طرح وہ ان بنیادوں پر عمارت مکمل نہیں کر سکیں گے جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اٹھایا تھا اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جہاں تک چھت ڈال سکیں گے چھت ڈال دیں اور باقی رقبہ کی چھوٹی دیوار سے حد بند کر دیں تا کہ طواف کرنے والے سارے رقبہ کا طواف کر سکیں سامان تعمیر میں یہ کمی اس لیے واقع ہوئی تھی کہ انہوں نے اپنے اوپر پابندی لگا دی تھی کہ وہ اس میں صرف حلال کی کمائی شامل کرینگے اور جس مال کے متعلق ذرا سا بھی اشتباہ ہو کہ اس میں ناجائز اور حرام شامل ہو گیا ہے اسے استعمال نہیں کریں گے۔ اس لیے روؤسا ہوتے ہوئے بھی وہ پورا سامان مہیا نہ کر سکے۔ بہر حال بڑے خلوص سے تعمیر جاری رہی۔ سب قبائل ایک ہی دھن میں تھے کہ اللہ کا گھر تعمیر ہو اس لیے انکے دلوں اور دماغوں میں باہمی محبت اور پیار بسا ہوا تھا اور کام خوش اسلوبی سے آگے بڑھ رہا تھا لیکن جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ کے دل میں یہ خواہش بے قرار پیدا ہوئی کہ یہ اعزاز اسکے حصہ میں آئے اور اگر دوسرے قبائل اسے یہ اعزاز دینے پر آمادہ نہ ہوں تو بزور شمشیر یہ اعزاز حاصل کیا جائے وہ خون میں ہاتھ ڈبو ڈبو کر قسمیں کھانے لگے۔ قبائلی سرداروں نے جب چار پانچ روز کی ردو کد کے بعد کسی ایک فیصلہ پر اتفاق نہ کیا تو ابو امیہ بن مغیرہ جو عمر میں سب سے بڑا تھا اور ولید بن مغیرہ کا بڑا بھائی تھا اس نے کہا ”میری بات مانو اختلاف اور جھگڑے میں اپنا اخلاص سے کیا ہوا کام ضائع کر بیٹھو گے اس بات پر متفق ہو جاؤ کہ کل صبح سویرے سب سے پہلے جو اس مسجد کے دروازہ سے داخل ہو اسی کو سب حکم تسلیم کر لیں گے اور اسی کا فیصلہ مان لیں گے“ اس پر سب متفق ہو گئے دوسری صبح سب سے پہلے حرم کے دروازہ سے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا ہے حضور ﷺ حرم مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ کو دیکھ کر لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ آپ کی انصاف پسندی اور غیر جانبداری پر سب کو یقین تھا لوگ پکار اٹھے

(یہ محمد ہیں۔ یہ امین ہیں ہم سب انکے فیصلہ پر راضی ہیں)

سیرت ابن ہشام ج 214

حضور ﷺ نے جو فیصلہ کیا وہ انتہائی دانشمندانہ تھا۔ دوسرا کوئی بھی فیصلہ کرتا وہ کسی ایک قبیلہ کو یہ سعادت دے دیتا اور اپنے فیصلہ کے جواز میں اس قبیلہ کی کوئی فضیلت بیان کر دیتا یہ فیصلہ اُسکے نزدیک معقول و مدلل ہوتا ضروری نہیں تھا کہ سب اس فضیلت کے باعث اسے اس سعادت کا حقدار سمجھتے اور اگر وقتی طور پر یہ فیصلہ تسلیم کر بھی لیا جاتا تو دلوں میں انقباض باقی رہتا اور اگلا کام اس محبت سے نہ ہوسکتا جیسا ابتک ہوا تھا۔ آپؐ نے اپنے مبنی بر حکمت فیصلہ سے سب کو اس سعادت میں شریک کر لیا آپ نے فرمایا چادر لے آؤ چادر لائی گئی حجر اسود اس میں رکھدیا گیا سب سرداروں نے چادر پکڑ کر حجر اسود اٹھایا جب وہ مقام تنصیب تک بلند ہو گیا تو آپ نے اُسے اٹھا کر نصب کر دیا۔ اس طرح سارا تنازع انتہائی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ سب خوش ہو گئے اور ہر زبان اس دانشمندانہ فیصلہ کی تعریف میں نغمہ سرا ہو گئی ایک قادر الکلام شاعر ہبیرہ بن وھب المخزومی نے اس پر حکمت و پر دانش فیصلہ پر لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنے قصیدہ میں لکھا ہے۔

تشا جرت الا حیاء فی فصل خطۃ جرت بینھم بالنحس من بعد اسعد

(ایک بات میں قبائل کا اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف لوگوں کو سعادت کے بعد نحوست کی راہ پر ڈالنے والا تھا)

فلما راینا الامر قد جد جدہ ' ولم یبق شیئ " غیر سل المھند

(جب ہم نے دیکھا معاملہ از حد سنگین ہو گیا ہے اور اسکے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ تیز تلواریں تڑپ کر میانوں سے باہر آجائیں)

رضینا و قلنا العدل اول طالع یجیء من البطحاء من غیر موعد

(ہم اس پر متفق ہو گئے کہ کل صبح جو شخص پہلے حرم میں داخل ہو گا وہی عدل کریگا)

ففاجاء نا ھذا الامین محمدؐ فقلنا رضینا بالامین محمدؐ

(پس اچانک یہ امین ہی پہلے آ گیا جس کا اسم گرامی محمدؐ ہے اسے دیکھ کر ہم نے کہا ہم اس پر راضی ہیں یہ محمدؐ ہے یہ امین ہے)

بخیر قریش کلھا امس شیمۃ وفی الیوم مع ما یحدث اللہ فی غد

Marfat.com

(وہ اپنے شمائل کریمہ کے باعث کل بھی اور آج بھی تمام قریش سے افضل ہے اور آنے والے کل میں یہ جو مہربانیاں کرنے والے ہے اُس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے)

فجاء بامرلم یری الناس مثلہ اعم وارضی فی العواقب والبدء

(انہوں نے یعنی محمد کریم ﷺ نے اس مسئلہ کا ایسا فیصلہ کیا جس کی مثال لوگوں نے آج تک نہیں دیکھی اس کا فیض عام تھا جس کا آغاز اور انجام دونوں دلوں کو خوش کردینے والے تھے)

وکل رضینا فعلہ وضیعہ فاعظمِ بہ من رای ھادٍ ومھتد

(ہم سب اسکے اس فیصلہ کے کارنامے اور اس کے شاندار عمل پر راضی ہوگئے اور اس ہادی ومہدی کی رائے کتنی عظیم الشان تھی)

وتلک ید منہ علینا عظیمۃ بروح لھا ھذ الزامان ویختد

(ہم پر آپ کا یہ جلیل القدر احسان ہے جس نے آج بھی ہمیں گرویدہ کردیا ہے اور آنے والے کل میں بھی ہم اسے فراموش نہیں کرسکیں گے

سیرۃ ابن ہشام ج ا صہ 214

غرضیکہ حضور ﷺ کے اس انتہائی قابل قدر فیصلہ کے مدتوں چرچے رہے، کیونکہ اس نے حالات کا رخ پلٹ دیا کعبہ کی تعمیر کا کام رُکا ہوا تھا کیونکہ حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ مابہ النزاع بن کر بڑی رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اب رکاوٹ دور ہوگئی تو اسی ذوق وشوق اور عقیدت وخلوص سے دوبارہ کام شروع ہوگیا اب جو عمارت تعمیر ہوئی اسکی بلندی اٹھارہ ہاتھ تھی۔ چھ سات ہاتھ رقبہ شمالی جانب سے داخل نہ کیا جاسکا، صرف ایک دروازہ مشرق کی جانب رکھا گیا اور وہ بھی سطح زمین سے کافی بلندی پر تھا۔ مقصد محض یہ تھا کہ ان لوگوں یعنی اعیان قریش کی اجازت کے بغیر کوئی کعبہ میں داخل نہ ہوسکے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ ''رسول ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

''اے عائشہ ؓ تو دیکھتی ہے کہ تیری قوم کا سرمایہ کم پڑ گیا تو انہوں نے حجر کا رقبہ کعبہ سے نکال دیا اگر تیری قوم کفر سے نئی نئی تائب نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو گرادیتا نئی عمارت تعمیر کراتا حجر کا

رقبہ کعبہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دو دروازے رکھتا ایک مشرق میں ایک مغرب میں''

صحیح بخاری، صحیح مسلم

علامہ ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق

''سب سے پہلے کعبہ پر سفید رنگ کے اس کپڑے کا غلاف چڑھایا گیا جو مصر میں تیار ہوتا تھا اور جسے قباطی کہتے تھے۔ اس کے برود کا یعنی یمنی چادروں کا غلاف تیار کر کے چڑھایا گیا۔ دیباج کا غلاف سب سے پہلے حجاج بن یوسف ثقفی نے پہنایا تھا''

السیرۃ النبویہ از حافظ ابن کثیر ج ا 282

خانہ کعبہ کی یہی عمارت حضورﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد بلکہ اسکے کچھ عرصہ بعد تک قائم رہی۔ 64ھ حضرت عبداللہ بن زبیر جب مکہ کے حکمران ہوئے یزید نے اپنا لشکر حصین بن نمیر کی قیادت میں بھیجا۔ عبداللہ بن زبیر مقابلہ کی تاب نہ لا کر حرم شریف میں محصور ہو گئے۔ حملہ آور لشکر نے منجنیقوں سے پتھر برسائے۔ اس سنگ باری سے کعبہ کی عمارت میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ ابھی سنگ باری جاری تھی کہ حصین بن نمیر کو یزید کی موت کی خبر ملی اس نے محاصرہ اٹھالیا اور چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کعبۃ اللہ کی خستہ عمارت کو گرا دیا اور انہی بنیادوں پر نئی عمارت تعمیر کی جن بنیادوں پر حضرت ابراہیم نے اسے اٹھایا تھا۔ دو دروازے سطح زمین کے برابر رکھے۔ ایک مشرقی جانب ایک مغربی جانب، ایک داخل ہونے کے لیے اور دوسرا باہر نکلنے کے لیے۔ حضرت ابن زبیر کا اقتدار زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکا۔ حجاج بن یوسف مکہ پر حملہ آور ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور حجاج مکہ کا گورنر مقرر ہوا۔ اس نے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کو کعبہ کی تعمیر کے متعلق لکھا۔ اس نے حکم دیا کہ ابن زبیر کی بنائی ہوئی عمارت کعبہ کو گرا دیا جائے اور اسے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کیا جائے جن پر یہ پہلے تھی۔ حجر کو اسی طرح باہر رکھا جائے اس کا جواز یہی پیش کیا گیا کہ حضورﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں جو عمارت جیسی تھی ویسی ہی اللہ کو مطلوب ہے۔

بنو امیہ کا دورِ حکومت ختم ہوا۔ بنو عباس نے اقتدار سنبھالا۔ عباسی خلیفہ مہدی نے ارادہ کیا کہ اس عمارت کعبہ کو گرا دیا جائے اور ابراہیمی بنیادوں پر یہ عمارت اسی طرح تعمیر کی جائے جیسے

ابن زبیرؓ نے کیا تھا انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ السلام سے فتویٰ طالب کیا امام مالک نے جواب میں بڑی خوبصورت بات کی انہوں نے لکھا

''میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ اس طرح تو کعبہ بادشاہوں کا کھلونا بن جائے گا جس کا جی چاہے گا پہلی عمارت کو گرا کر اپنے نام سے نئی عمارت کھڑی کر دیگا اس طرح اس کا تقدس مجروح ہوگا''

سیرۃ ابن کثیر ج ا 282

خلیفہ مہدی کو امام مالک کی رائے بڑی مناسب معلوم ہوئی اور اُس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اس طرح آج تک کعبہ کی وہی عمارت قائم ہے۔

Marfat.com

حج کا طریقہ

حج صرف ذوالحج کے مہینہ کی مخصوص تاریخوں میں ہوسکتا ہے عمرہ جب چاہو کر سکتے ہو۔

حج کے دو رکن ہیں۔طواف زیارت اور عرفات میں ٹھہرنا عمرہ کا صرف ایک رکن طواف زیارت ہے

حج کی تین قسمیں ہیں:

۱) قران:۔حج اور عمرہ ملا کر کرنا اور دونوں کے لیے بیک وقت احرام باندھ لینا قران کہلاتا ہے۔

۲) افراد:۔صرف حج کرنا ساتھ عمرہ نہ کرنا حج افراد ہے

۳) تمتع:۔حج اور عمرہ علیحدہ علیحدہ احراموں کے ساتھ کرنا حج تمتع ہے۔

عام طور پر مسلمان حج تمتع ہی کرتے ہیں۔اس کا طریقہ درج ذیل ہے۔

حج کے تین فرائض ہیں ایک شرطِ حج اور دو ارکان حج۔

احرام باندھنا شرطِ حج ہے مختلف اطراف سے حج کی خاطر آنے والوں کے لیے کچھ مقامات مقرر کر دیے گئے ہیں جہاں پہنچ کر احرام باندھنا ہوتا ہے ان مقامات کو ''میقات'' کہتے ہیں۔پاکستان اور بھارت کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات ''یلملم'' ہے۔یہ سمندر میں کامران سے نکلنے کے بعد یمن کے علاقہ میں ایک پہاڑی ہے جہاں سے حاجی احرام باندھتے ہیں۔حجاج کو لے جانے والے بحری جہاز یہاں سے گزرنے لگتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں بعض لوگ کامران سے نکلتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں احرام کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سنت کے مطابق غسل کیا جائے پھر بغیر سلی دو چادریں لے کر ایک کو تہبند کے طور پر باندھ لیا جائے اور دوسری کو جسم پر اس طرح ڈال لیا جائے کہ سر اور منہ کھلا رہے جوتا اسطرح کا ہو کہ پہننے سے پاؤں کی درمیانی ہڈی کھلی رہے خوشبو ملنا سرمہ لگانا، داڑھی اور بالوں میں کنگھا کرنا غرضیکہ ہر طرح سے پاک صاف ہونا اور پھر دو رکعت نفل ادا کرنا ہے۔ان کی نیت اس طرح ہے ''نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نفل نماز احرام کر واسطے اللہ کے مُنہ کرتا ہوں خانہ کعبہ کی طرف اللہ اکبر'' پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ''سورة الکفرون'' یعنیقُلْ یَا ایہا الکفِرُ وْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُ وْنَ پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص یعنی

قُل شریف پڑھنا بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے یہی سورتیں پڑھی تھیں اگر یہ یاد نہ ہوں تو جو یاد ہوں وہی پڑھ لے یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ مکروہ اوقات میں نفل نہ پڑھے یعنی فجر کے بعد سے سورج بلند ہونے تک عین دوپہر کے وقت اور عصر کے بُعد سے مغرب پڑھنے تک نفل نہ پڑھنے جائیں نفل پڑھ کر یہ دعا مانگی جائے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْعمرۃ (الحج) فَیَسِّرق ھَا لِیْ تَقبَلْھَا مِنِّیْ"

(اے خدا میں عمرہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اس سفر کو میرے لیے آسان فرما اور میرا عمرہ قبول فرما)

اس کے بعد "تلبیہ" پڑھنا ہے تلبیہ کی عبارت یہ ہے

"لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ"

(اے خدائے ذوالجلال میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں یقیناً تعریف تیرے ہی لیے ہے نعمت تیری ہی عطا کی ہوئی ہے بادشاہی تیری ہے تیرا کوئی حصہ دار نہیں)

تلبیہ کہنے کے بعد احرام مکمل ہو گیا اب آدمی محرم کہلائیگا اور اس پر یہ پابندیاں عائد ہو جائینگی۔

۱۔ سر پر کپڑا نہیں ڈال سکتا شیعہ حضرات تو اس کے قائل ہیں کہ سر پر کسی چیز کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر وہ بس میں سفر کرتے ہیں تو احرام باندھنے کے بعد بس کے اندر بیٹھنے کی بجائے بس کی چھت پر بیٹھ جاتے ہیں تاکہ سر پر سایہ نہ پڑے

۲۔ سر کی طرح منہ بھی نہیں ڈھانپ سکتا

۳۔ سِلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا

۴۔ بیوی سے صحبت بلکہ صحبت کی بات چیت بھی نہیں کر سکتا

۵۔ جسم کا کوئی بال یا ناخن اکھیڑ نہیں سکتا۔

۶۔ خشکی کے جانداروں کا شکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ کھٹمل اور جوں بھی نہیں مار سکتا۔

۷۔ اب اس کے لیے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً جب موقع ملے تلبیہ کہتا رہے خصوصاً صبح کے وقت، سو کر اٹھتے وقت، قافلوں سے ملتے وقت، نمازوں کے بعد، بلندی پر چڑھتے اور پستی میں

اترتے وقت، سواری پر چڑھتے اترتے وقت،

۸۔ جب مکہ میں داخل ہوکر بہتر ہے کداء کی طرف سے داخل ہو۔ یہ مکہ مکرمہ کا ایک راستہ ہے اسے ثنیۃ العلییٰ بھی کہتے ہیں۔

۹۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے سامان وغیرہ کا انتظام کرکے جہاں تک ممکن ہو جلد ''تلبیہ'' کہتا ہوا اور اضطباع کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو اگر ہو سکے تو باب شیبہ سے داخل ہونگا ہیں نیچی ہوں چہرے پر خوف کے آثار ہوں دل خوف خدا سے کانپ رہا ہو پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور کہے

''بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ اَدْخِلْنِیْ فِیْھَا''

(اللہ کے نام سے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اس کے رسول پر صلوۃ وسلام اے اللہ مجھ پر رحمت کے دروازے کھول دے اور مجھے اپنی رحمت کے گھر میں داخل کر)

جب کعبہ شریف پر نظر پڑے تو دعائیں مانگے۔ دعا میں غفلت نہ کی جائے کیونکہ یہ وقت قبولیت خاصہ کا ہے۔ پھر کعبہ شریف کی طرف بڑھے سب سے پہلے حجر اسود پر آئے اُسکی طرف مُنہ کرکے نماز کی تکبیر اولیٰ کی طرح ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر حجر اسود کو ہاتھ سے چھو کر بوسہ دے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو چھڑی سے چھو کر ایسا کرے اگر ہجوم بہت زیادہ ہو اور چھڑی بھی وہاں تک نہ پہنچ سکے تو حجر اسود کی طرف دونوں ہتھیلیاں بڑھا کر انہیں چوم لیا جائے اور یہ دعا کہی جائے

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَ طَھِّرْ لِیْ قَلْبِیْ وَ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافِیْت''

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اے اللہ میرے گناہ معاف فرما میرے دل کو پاک کردے میرا سینہ کھول دے میرا کام آسان کردے۔ مجھے امن وعافیت عطا کردے اور ان لوگوں میں شامل کردے جنہیں امن وعافیت حاصل ہے)

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ مسجد حرام میں اضطباع کی حالت میں آنا چاہیے۔ اضطباع یہ ہے کہ جو احرام کی چادر اوڑھ رکھی ہے اس کا دایاں کندھا کھولے اور کپڑا بائیں بغل سے نکال کر بائیں

Marfat.com

کندھے پر ڈال دے۔ اسکے بعد طواف کرے یعنی سات چکر اس طرح لگائے کہ ہر چکر حجر اسود پر شروع ہو اور وہیں آ کر ختم ہو ہر چکر پر حجر اسود اور رکن یمانی کو چومتا جائے اس طواف میں پہلے تین چکروں میں ''رمل'' کرنا ہے۔ رمل یہ ہے کہ سینہ نکال کر کندھے ہلاتا ہوا پہلوانوں کی طرح اکڑتا ہوا چلے۔ دوسرے چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے۔ خیال رہے کہ جس طواف کے بعد ''سعی'' ہے اس میں رمل اور اضطباع دونوں ہیں (بحوالہ فتاوٰی عالگیری) طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آنا ہے اور وہاں دو رکعت نفل طواف پڑھے بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری میں سورہ اخلاص (نفل احرام کی طرح) پڑھے۔ بعد میں کوئی دعا پڑھے پھر زمزم پر جا کر آبِ زمزم پیے ممکن ہو تو اسکے چھینٹے اپنے سینے پر بھی مارے اور یہ دعا مانگے

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقاً وَّاسِعاً وَّ عِلْماً نافعاً وَ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ''

(اے اللہ میری درخواست ہے کہ مجھے رزق وسیع، نفع بخش علم اور ہر مرض سے صحت عطا فرما)

پھر حجر اسود کو آ کر بوسہ دے اور ہو سکے تو ملتزم سے لپٹے۔ ملتزم دیوار کعبہ کا وہ حصہ ہے جو حجر اسود اور دروازۂ کعبہ کے درمیان ہے۔ اسکے بعد ''السعی بین الصفا والمروہ'' کا مرحلہ آتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ باب الصفا سے نکلے، صفا پہاڑ پر تین چار سیڑھیاں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگے، اللہ کی حمد اور حضورؐ پر صلوۃ وسلام پڑھے۔ ان سیڑھیوں سے اتر کر مروہ کی طرف آہستہ آہستہ چلے جب سبز ستون کے پاس پہنچے تو دوڑ لگائے اور دوسرے ستون تک دوڑتا جائے۔ یہ دونوں ستون مسجد حرام کی دیوار میں نصب ہیں آہستہ چلتا ہوا مروہ کی پہاڑی تک جائے وہاں بھی چند سیڑھیاں چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے حمد وصلوٰۃ پڑھے اور دعائیں مانگے یہ ''سعی'' کا ایک چکر ہے۔ ایسے ہی سات چکر مکمل کر کے احرام کھول دے۔ یہ عمرہ ہو گیا۔ اب سر منڈائے سلے ہوئے کپڑے پہن لے اور مکہ مکرمہ میں رہے۔ اللہ تعالٰی ہمت وتوفیق عطا کرے تو وقتاً فوقتاً طوافِ کعبہ کا شرف حاصل کرتا رہے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف کے نفل غیر مکروہ اوقات میں ضرور پڑھتا رہے۔ اگر کبھی نماز عصر کے بعد طواف کا اتفاق ہو تو یہ نفل بعد نماز مغرب تک مؤخر کر دے۔ 7 ذوالحجہ کو مسجد حرم شریف میں یا مکہ مکرمہ میں جہاں رہائش ہے۔ وہیں سے حج کے لیے احرام باندھ لیا جائے اسکے

Marfat.com

بعد اسی طرح کرے جیسے عمرہ میں کر چکا ہے۔ احرام کے بعد کی مختصر دعا میں ''عمرہ'' کی جگہ ''حج'' کا لفظ کہ دے، پھر تلبیہ کہے، اس روز حرم شریف میں امام حج خطبہ دیتا ہے جس میں حج کے مسائل و احکام بیان کئے جاتے ہیں بہتر ہے یہ خطبہ بغور سنا جائے۔ حج میں کل تین خطبے ہوتے ہیں سات تاریخ کو حرم محترم میں نو تاریخ کو عرفات میں اور گیارہ تاریخ کو منیٰ میں، سات اور گیارہ کے خطبے زوال کے بعد مگر نمازِ ظہر سے پہلے ہوتے ہیں۔

سات ذوالحج کو حج کا احرام باندھا گیا تو اسی روز دن، یا رات کو طواف کر لیا جائے، اسے طوافِ قدوم کہتے ہیں۔ یہ حج کا پہلا طواف ہے یہ اضطباع اور رمل کیساتھ کیا جاتا ہے۔ پھر عمرے کی طرح سعی بین الصفا والمروہ ہے۔ آٹھ تاریخ کو سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ کو طرف روانگی ہوتی ہے۔

تلبیہ کہتے رہنا چاہیئے۔ منیٰ پہنچ کر وہاں پانچ نمازیں ادا کرنی ہیں۔ نو ذوالحجہ کی فجر کی نماز منیٰ میں پڑھ کر عرفات کو روانگی ہو جاتی ہے۔ عرفات میں غروب آفتاب تک ٹھہرنا ہے۔ حضور ﷺ نے جبل رحمت کے قریب قیام کیا تھا اس لیے اس سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگر یہاں جگہ مل جائے تو فھوالمراد، ویسے جہاں جگہ ملے ٹھہر جانا ہے، مگر خیال رکھنا چاہیکہ راستوں پر ڈیرے نہ ڈالے جائیں کہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو عرفات کو جاتے ہوئے راستے میں مزدلفہ کا مقام آتا ہے مگر عرفات کو جاتے ہوئے یہاں رکنا نہیں سیدھا عرفات پہنچنا ہے، اگر ممکن ہو تو بعد زوال غسل کر لیا جائے اگر ظہر کی نماز با جماعت مسجد نمرہ میں پڑھنے کا موقع حاصل ہو جائے تو زہے نصیب، یہاں ظہر اور عصر کی دو نمازوں کو اکٹھا پڑھا جاتا ہے اسے جمع بین الصلوٰتین کہتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ یہ نمازیں اکٹھی کر کے پڑھی جاتی ہیں اگر اپنے ڈیرے پر نماز پڑھیں تو پھر ظہر الگ اور عصر الگ الگ پڑھی جائینگی۔ اور اپنے اپنے وقت پر معمول کے مطابق پڑھی جائینگی ان سے فارغ ہو کر بہتر ہے جبل رحمت کے پاس نہیں تو اپنے ڈیرے پر تسبیح تکبیر درود شریف پڑھتا رہے۔ اور دعائیں مانگتا رہے اور اللہ کا ذکر کرتا رہے۔ غروب آفتاب تک یہیں ٹھہرنا ہے۔ سورج ڈوبنے کے بعد نماز مغرب پڑھے بغیر یہاں سے واپس منیٰ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں مزدلفہ ٹھہرنا ہے یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھی جائینگی، نماز با جماعت پڑھیں یا تنہا

جمع بہرحال کرنی ہیں۔ نماز باجماعت میں امام ایک اذان اور تکبیر سے جماعت کرائیگا مزدلفہ سے ہی جمروں کی رمی کرنے کے لیے چھوٹے چنے کے دانے کے برابر کنکر کم از کم انچاس چُن لیے جائیں اسکے بعد ذکر الٰہی کریں یا سو جائیں کوشش کی جائے کہ قیام قرح پہاڑ کے قریب صبح آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہو تو مزدلفہ سے منیٰ کو روانہ ہو جانا ہے۔ منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے جمرہ ءعقبہ پر پہنچے۔ اسے بڑا شیطان کہنے لگے ہیں بطن وادی میں کھڑا ہو کر ایک ایک کر کے سات کنکر اس کو مارنے ہیں ہر کنکر پر اللہ اکبر کہا جائے یہ رمی (کنکر مارنا) زوال سے پہلے ہو جانی چاہیے۔ رمی کے بعد یہاں نہیں ٹھہرنا۔ پہلے قربانی کی جائے پھر سر منڈائے ناخن کٹوائے مکہ مکرمہ جا کر کعبہ کا طواف کرے اسے طواف زیارت کہتے ہیں، یہی طواف حج میں فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کا وقت بارہ ذوالحج کی شام تک ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دس ذوالحج کو ہی کر لے کہ حضور ﷺ نے اسی تاریخ کو کیا تھا۔ طوافِ زیارت میں رمل، اضطباع اور سعی نہیں یہ کام، طواف قدوم میں ہو چکے ہیں حجاج کے لیے نمازِ عید نہیں بارہ تاریخ تک منیٰ میں ہی قیام رہے گا۔ گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمروں (آجکل کی زبان میں تینوں شیطانوں) کو کنکر اسطرح مارے کہ پہلے جمرہ اولیٰ، پھر جمرہ ءوسطی پھر جمرہ ءعقبہ۔ پہلے دونوں شیطانوں کو کنکر مار کر دونوں مقامات پر دیر تک ٹھہرے اور دعائیں مانگتا رہے مگر آخری شیطان یعنی جمرۂ عقبہ کو کنکر مار کر وہاں نہیں ٹھہرنا نہ دعا مانگنی ہے۔ اپنے ڈیرے پر آجانا ہے پھر بارہ تاریخ کو بھی زوال کے بعد اسی ترتیب سے رمی کرنی ہے اور اسی روز رات سے پہلے مکہ مکرمہ واپس آجانا ہے اگر تیرہ تاریخ بھی منیٰ میں گزاریں تو پھر تینوں جمروں پر رمی کر کے مکہ مکرمہ واپس آنا ہے۔ رمی کے متعلق خیال رکھنا چاہیئے کہ دس تاریخ کی رمی زوال سے پہلے اور گیارہ بارہ کی رمی زوال کے بعد ہے اب حج مکمل ہو چکا ہے لیکن جب تک حجاج مکہ مکرمہ میں رہیں طواف کرتے رہیں بڑی سعادت ہے اور اگر اس دوران اپنے عزیزوں کی طرف سے عمرے کرتے رہیں تو بہت بہتر ہے۔ ان عمروں کا طریقہ یہ ہے کہ حدود حرم سے باہر جائیں بہتر ہے مقام تنعیم تک جائیں۔ وہاں مسجد عائشہ ؓ سے احرام باندھ لیں پھر طواف اور سعی کے بعد سر منڈالیں۔ اگر ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کریں تو بھی ہر عمرے کے بعد سر پر استرا پھروا لینا ہوگا۔

طواف وداع:

مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے ہوئے جو آخری اور الوداعی طواف کرتے ہیں اُسے طواف وداع کہتے ہیں۔ یہ طواف رمل اور اضطباع کے بغیر دوسرے طوافوں کی طرح ہی ہوگا۔

باقی طریقہ یہ ہے کہ طواف کے نفل پڑھ کر زم زم پر جائے قبلہ رو ہو کر تین سانسوں میں پیٹ بھر کر زم زم پیے ممکن ہو تو سر بلکہ جسم پر بھی بہا لے بیت اللہ شریف پر آئے چوکھٹ کو بوسہ دے اپنے دونوں ہاتھ بیت اللہ کی طرف پھیلائے اور یہ دعا پڑھے۔

"اَلسَّائِلُ بِبَابِکَ یَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَمَغْفِرَتِکَ وَ یَرْجُوْ رَحْمَتَکَ"

(تیرے دروازہ کا بھکاری تجھ سے تیرا فضل اور بخشش مانگتا ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے)

آئندہ حج کی توفیق ارزانی کی دعائیں مانگتا ہوا، باب وداع سے نکلے اور ہوسکے تو مکہ مکرمہ کے نچلے راستہ سے نکلے جسے کدیٰ یا ثنیہ سفلیٰ کہتے ہیں۔

Marfat.com

حج بدل

وہ لوگ جن پر حج فرض ہو مگر اپنی کسی معذوری کے باعث حج کرنا ان کے لیے ناممکن ہو تو وہ اپنی جگہ دوسرے کو حج پر بھیج سکتے ہیں مگر اس طرح جیسے خود حج پر جا رہے ہوں یعنی گھر سے واپس گھر تک تمام اخراجات اُسی طرح برداشت کرے جیسے خود حج پر جاتا تو اخراجات ہوتے۔ لوگ اپنے اُن عزیزوں کی طرف سے بھی حج بدل کراتے ہیں جو یہ فریضہ ادا نہیں کر سکے۔

یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن آجکل ایک عجیب رسم نکل آئی ہے جو لوگ حج خود کر رہے ہیں وہ وہیں کسی آدمی کو کچھ رقم دے کر احرام کا کپڑا بھی دے دیتے ہیں۔ اور اپنے مرحوم بزرگوں اور عزیزوں کے طرف سے حج ادا کرنے کو کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انکا حج ادا ہو گیا ہے یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔

Marfat.com

خواتین کا حج

عورتیں مردوں کی طرح تمام ارکانِ حج ادا کریں گی لیکن کچھ فرق رہے گا

۱) عورت احرام کی حالت میں ان سلے کپڑے نہیں پہنے گی اسی طرح قمیض شلوار یا تہبند (جو اس کا لباس ہے) دوپٹہ پہنے گی۔ عورت کا احرام میں سر کھولنا بھی ضروری نہیں صرف منہ کھولے رہے گی۔

۲) اگر احرام کے وقت حالتِ طہر میں نہیں تو احرام کے نفل نہیں پڑھے گی بلکہ نفل پڑھے بغیر غسل کر کے احرام باندھ لے گی۔

۳) عورت تلبیہ آہستہ کہے گی۔

۴) طواف کے وقت اضطباع بھی نہیں کرے گی اور رمل بھی، بلکہ معمول کی رفتار سے چل کر طواف مکمل کرے گی تمام کپڑے پہنے رہے گی۔

۵) صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرے گی معمول کی رفتار سے چل کر راستہ طے کرے گی۔

۶) طواف کے سلسلہ میں بھی یہ امر پیش نظر رہے کہ وہ طوافِ زیارت کریگی اگر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت وہ حالت طہر میں نہیں تو وہ مسجد حرم شریف میں بھی نہ آئے اور طواف نہ کرے، نہ صفاء مروہ کی سعی کرے بلکہ بعض صورتوں میں اس پر طوافِ قدوم معاف ہو جاتا ہے۔

۷) اگر عمرہ کے احرام سے مکہ میں داخل ہوا اور حج تک طہر نہ ہو سکے تو عمرہ چھوڑ دے صرف حج کرے۔

۸) اگر طوافِ زیارت کے عرصہ میں حالتِ طہر میں نہیں تو طوافِ زیارت مؤخر کر دے گی۔ جب حالتِ طہر میں آئے گی تو اطوافِ زیارت کرے گی۔

۹) اگر وہ طوافِ زیارت کرنے کے بعد نماز کے قابل نہیں رہی (یعنی حالت طہر میں نہیں رہی) اور مکہ مکرمہ سے روانگی ہو گئی تو طوافِ وداع معاف ہے۔ غرض طوافِ زیارت کے سوا طواف قدوم اور طواف وداع معاف ہو سکتے ہیں طوافِ زیارت رہ جاتا ہے۔

۱۰) عورت سر نہیں منڈائے گی بلکہ ایک پور بھر بالوں کی نوکیں کاٹ دے گی۔

Marfat.com

پہلا سفر حج

آج ذیقعد 1387ھ کی 20 تاریخ انگریزی کیلنڈر کے مطابق 17 فروری 1968 ہے۔ ہفتہ کا دن ہے۔ ہمارا ہوائی جہاز کل کے قسطنطیہ اور آج کے استنبول سے اُڑا اور جدہ پہنچا۔

آج کل جدہ بہت بڑا اور عظیم الشان شہر بن گیا ہے۔ پرانی طرز کی عمارتیں اب یہاں ناپید ہو رہی ہیں جگہ جگہ امریکی انداز کے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ جدہ مکہ معظمہ سے تقریباً 46 میل دور مغرب کی سمت میں ہے اس لیے یہاں قبلہ بالکل مشرق کی طرف ہے یہاں سے مکہ معظّمہ تک بہت کشادہ اور پختہ سڑک ہے۔ دورویہ سڑک ہے۔ جگہ جگہ درخت لگے ہوئے ہیں، بجلی ٹیلیگراف اور ٹیلی فون کا جدید ترین نظام ہے، جو بہت عمدگی سے کام کر رہا ہے، یہاں تقریباً تمام ممالک کے سفیروں کی خوبصورت قیام گاہیں ہیں یہاں پانی بافراط ملتا ہے اور مفت ملتا ہے یہاں وہاں ادھر ادھر پانی کے نل لگے ہیں پیو، کپڑے دھولو، غسل کرو پانی عام ہے۔ جدہ میں گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے مچھر بہت ہوتے ہیں اور بڑے خونخوار، یہاں سے رابغ کو بھی پختہ سڑک جاتی ہے۔ رابغ جدہ سے 96 میل کے فاصلہ پر ہے اس آگے رستہ مدینہ منورہ جاتا ہے۔ جدہ میں ہمارے معلم محمد اسماعیل متعی موجود تھے۔

جدہ سے ہم مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے، کشادہ دورویہ سڑک پر گاڑی گویا تیر رہی تھی۔ کاش ہر آدمی کی زندگی کی سڑک بھی ایسی ہی صاف کشادہ اور ہموار ہوتی۔ حالات کے نشیب و فراز نہ ہوتے ٹھوکریں نہ ہوتیں، ہچکولے نہ کھانا پڑتے، سڑک کے دونوں طرف سایہ دار درخت نئی نئی کونپلوں سے آراستہ ہو رہے تھے۔ موسم انکا لباس بدل رہا تھا انہی خیالات اور دعاؤں میں کھوئے ہوئے حدودِ حرم میں پہنچ گئے حرم کی حدود شروع ہوتے ہی ہم گاڑی سے اتر پڑے مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب ادا کئے رات ہو چکی تھی، مکہ کی رات، پیاری پیاری پر تقدس رات، پاکیزہ اور بابرکت لمحوں کی امین رات، اپنی خوش نصیبی پر مجھے رشک آنے لگا۔ دل کی دھڑکنیں کہنے لگیں

"اے خدائے کعبہ تو کتنا مہربان ہے کہ میرے جیسے خطا کار کو وہ شہر دکھایا جسکی تو نے قسمیں

Marfat.com

کھائی ہیں اس لیے کہ اس شہر کی گلیوں کی خاک نے تیرے محبوب کے مبارک پاؤں کو بوسے دیے

''لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ'' بِهٰذَا الْبَلَد''

(ارے نہیں، میں تو قسم کھاتا ہوں اس شہر کی کیونکہ اے محبوب آپ ان گلیوں میں چلتے پھرتے ہیں)

یہاں وہ قدم محوِ خرام رہے کہ وہ باغ میں آجائیں تو بہاروں کے بھاگ جاگ اٹھیں

بقول اعلیٰ حضرت

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

رات بڑی پرسکون گزری، مکہ کی ہواؤں نے تھپک تھپک کر ایسی شفقت بھری لوریاں سنائیں کہ ساری تھکن ختم ہوگئی۔ تہجد تازہ دم ہوکر ہر پڑھی ہر ہر آیت نور کی شعاعوں کی طرح دل و دماغ میں اترتی گئی، لڑکپن کی ابتدا ہی سے تہجد پڑھنے کی سعادت ورثہ میں مل گئی تھی، مگر تہجد کا لطف آج شروع ہو رہا تھا۔ ہر ہر سانس سرشار ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد ہلکا ناشتہ کیا اور زیارت کے لیے نکل گئے آج درج ذیل مقامات کے زیارت نصیب ہوئی۔

۱) مولد النبی ﷺ:۔ وہ مکان جہاں سرورِ انبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی پہلے حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کی ملکیت میں رہا، پھر حجاج بن یوسف ثقفی کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے ایک لاکھ دینار میں خرید لیا اور اس جگہ کو اپنے مکان میں شامل کرلیا چونکہ اس مکان پر سفید چونے کا پلستر کیا گیا تھا اس لیے ''البیضاء'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ عرصہ دراز تک اسے دار ابن یوسف کہا جاتا رہا۔ ابن دحیہ کی روایت کے مطابق مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران جب حج کے لیے آئی تو اس نے یہ مکان خرید کر گرا دیا اور یہاں مسجد تعمیرا کرا دی۔ صاحب سیرۃ الحلبیہ کی روایت ہے کہ ہارون الرشید کی انتہائی نیک دل ملکہ زبیدہ خاتون حج کے لیے آئیں تو انہوں نے ابن یوسف کے مکان سے مولدِ رسول کا حصہ نکال لیا اور وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔ دونوں روایات میں تطبیق کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ پہلے والدہ ہارون خیزران نے مسجد تعمیر کرائی ہوگی، پھر ملکہ زبیدہ نے اسے زیادہ خوبصورت انداز میں بنوایا ہوگا۔

سیرۃ الحلبیہ جلد ۱ صہ 59

Marfat.com

علامہ ابوالقاسم السہیلی نے صرف یہ جملہ لکھا ہے۔

''ملکہ زبیدہ حج کے لیے آئیں تو انہوں نے مولدِ رسول کی جگہ مسجد بنادی''

الررض الانف ج ا صہ 184

مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کی تحقیق یہ ہے۔

''حرم شریف کے قریب محلّہ سوق العیال میں ایک چھوٹی سی مسجد جسے مسجد النبی ﷺ کہتے ہیں یہ بھی مشہور ہے کہ یہی حضور کی جائے پیدائش ہے مگر اکثر محققین کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں صحیح جائے پیدائش وہ ہے جو محلہ سوق الفیل میں واقع ہے یہاں پہلے قبہ بنا ہوا تھا مگر اسے سعودی حکومت نے گرادیا ہے اور ایک دو بڑی لائبریری قائم ہے''

حکیم الامت کا سفر 92

شیخ ابراہیم عرجون لکھتے ہیں۔

''مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی جائے ولادت مشہور و معروف ہے اب وہاں دارلحدیث بنا دیا گیا ہے۔ 71 - 1370ھ میں جب میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا تو دارلحدیث کی عمارت کی بنیادیں دیکھیں جو زیر تعمیر تھی''

محمد رسول اللہ۔ از ابراہیم عربوں ج102ا

بہر حال اب وہاں لائبریری ہے جو مقرر اوقات پر کھلتی ہے اکثر مقفل رہتی ہے۔

۲) مولدِ علی کرم اللہ وجہہ:۔ یہ حضرت ابوطالب کا مکان تھا یہ جگہ محلّہ علی میں ہے۔ اب اس جگہ کوئی عمارت نہیں کہا جاتا ہے کہ یہاں پہلے عمارت تھی مگر سعودی حکومت نے گرادی اور اب تو اس جگہ کوڑے کے ڈھیر دیکھنے میں آئے۔ حضرت علی المرتضٰی کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد کو بیت اللہ میں دودِزہ شروع ہوا اور یہاں آکر ولادت ہوئی اس وجہ سے یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت علی المرتضٰی مولود کعبہ ہیں۔ علمائے اہل سنت کہتے ہیں کعبہ شریف میں ولادت ممکن نہیں۔ اب اس مکان کی جگہ ایک معلم کا جدید انداز کا مکان ہے۔

۳) بیت ام ہانیؓ:۔ یہ حضرت اُم ہانی کا مکان ہے حضور سرور عالم ﷺ اسی مکان سے معراج

کے لیے تشریف لے گئے تھے اس گھر کو حدودِ حرم میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اور اب یہ باب ام ہانی کہلاتی ہے۔

۴) بیت ابوبکر صدیق:۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ گھر محلہ کہا سیہ میں واقع ہے اسی گھر میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بھی ہوئی اور اسی گھر سے حضور ﷺ نے ہجرت کے سفر کا آغاز کیا۔ اب اس جگہ نیچے مختلف دکانیں ہیں اور اوپر مسجد ہے۔ بروایت عروہ بن زبیر حضور ﷺ کا حضرت عائشہ سے نکاح بھی اسی گھر میں ہوا

۵) بیت ارقم:۔ یہ وہی جگہ ہے ہاں حضور ﷺ نے کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنا ٹھکانا بنایا ہوا تھا۔ یہ جگہ صفا سے چند قدم آگے مروہ کی جانب سے یہیں حضرت عمر فاروق ؓ دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے ایک چھوٹی گلی کے سرے پر یہ مقام واقع ہے اب یہاں مدرسہ قائم ہے گویا یہ کل بھی درسگاہ تھی اور آج بھی درسگاہ ہے اسے اب مسعیٰ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

۶) مولدِ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ:۔ یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مکان ہے جسے حضور ﷺ کی رہائش گاہ کا شرف حاصل رہا۔ یہیں حضرت فاطمۃ الزہرا پیدا ہوئیں یہ جگہ محلہ کشاشیہ میں سبزی منڈی کی دائیں طرف ہے اب یہاں بھی ایک مدرسہ ہے۔

۷) جنت معلیٰ:۔ مکہ مکرمہ کا قدیم ترین قبرستان یہی ہے اسکے تین حصے ہیں ایک سڑک ان تینوں حصوں میں رابطہ کا ذریعہ بنتی ہے۔ قبرستان کے دوسرے حصہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کی قبر ہے۔ یہاں حضور ﷺ کی پہلی زوجہ اور آپ کی بہت زیادہ مونس و غمخوار، آپ کی جان نثار و وفادار اور اپنا سب کچھ آپ ؐ پر اور دین حق پر نچھاور کر دینے والی رفیقہ حیات آرام فرما ہیں حضور ﷺ کی ساری اولاد سوائے ایک بیٹے حضرت ابراہیم کے انہی زوجہ محترمہ کے بطن سے تھی۔ اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سے حضور ﷺ کو بڑی محبت تھی اور یہ محبت آخر دم تک قائم رہی۔ اس قبر مبارک پر بھی آل سعود کی حکومت نے سخت پہرہ بٹھا رکھا ہے اور کسی کو قریب جانے نہیں دیتے۔ قبر بھی شکستہ حالت میں ہے اس سے کچھ فاصلہ پر مشرق میں حضور ﷺ کے اجداد حضرت ہاشم عبد المناف، عبدالمطلب کی قبریں ہیں۔ عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن حسن، ابن زبیر اور انکی والدہ اسماء کی

Marfat.com

قبریں یہیں ہیں۔ مگر سب شکستہ حالت میں ہیں۔ قبرستان کا پہلا حصہ اب بہتر بنا دیا گیا ہے قبرستان میں عورتوں کو جانے کی اجازت نہیں۔

۸) مسجد جن:۔ یہ مسجد جنتِ معلیٰ سے ذرا آگے مسجد جن ہے اسی جگہ جنات نے حضور ﷺ سے قرآن حکیم کی آیات سنیں اور ایمان لے آئے۔ یہی وہ واقعہ قرآنِ حکیم کی سورہ جن میں مذکور ہو کر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ بعد میں اس جگہ یہ مسجد بنی مگر اب یہ مقفل رہتی ہے یہاں قریب قریب سبز مینار کی دو مساجد ہیں پہلی نہیں دوسری مسجد جن ہے۔

۹) کوہِ صفا:۔ یہ وہ تاریخی پہاڑی ہے جس پر جناب سرورِ انبیاء ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان عام کیا اور دعوتِ حق و صداقت پیش کی اس دعوت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا الطاف حسین حالؔی نے اپنی مثنوی مدوجزر اسلام المعروف مسدسؔ حالی میں درج ذیل اشعار لکھے۔

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر — تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور — سُوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب — مجھے تم سمجھتے ہو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سُنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا
کہ فوجِ گراں پشت کوہِ صفا پر — پڑی ہے کہ لُوٹے تمہیں گھات پا کر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے
کہا گر مری بات یہ دلنشیں ہے — تو سُن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانیوالا — ڈرو اس سے جو وقت ہے آنیوالا
ہے اک ذاتِ واحد عبادت کے لائق — زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ — جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اور اسی دن سے آپ کو صادق وامین کہنے والے، آپ کی ہر بات کا یقین کرنے

Marfat.com

والے اپنے تمام معاملات میں آپ کو حکم تسلیم کرنے والے اور آپ کے ہر فیصلہ پر بصد احترام سر جھکانے والے اچانک آپؐ کے دشمن ہو گئے۔

کوہِ صفا کو دیکھ کر یہ سارا منظر جیسے ایک دفعہ پھر زندہ ہو کر میرے سامنے آ گیا اب میں جیسے گزری صدیوں کی ساری مسافتیں چیر کر اُن لمحوں میں پہنچ گیا اور میرا رواں رواں وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے لگا۔ کوئی بڑی شیریں آواز میں مجھے سمجھانے لگا کہ لوگوں کے بخشے ہوئے اعزازات اور انکی طرف سے پیش کئے ہوئے احترام واکرام سب جھوٹ ہیں۔ اصل اعزاز واکرام وہ ہے جو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ لوگ سر جھکائے کھڑے ہوئے ہیں، لیکن جب لبوں سے حرفِ حق صادر ہوتا ہے تو وہی احتراماً جھکے ہوئے سر اٹھتے ہیں، ادب میں بندھے ہوئے بازو کھل جاتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں کہ حرفِ حق کہنے والے کا سر کاٹ لیں۔ کتنی سچی بات کہی تھی میرزا صائب نے۔

اعلانِ صدق مایہء آزار می شود چوں حرفِ حق بلند شود دار می شود

اور پھر حضور ﷺ کی پوری زندگی آنکھوں کے آگے پھرنے لگی اور دل کی ایک ایک دھڑکن بولنے لگی کہ مکہ مکرمہ آئے ہو، کوہِ صفا دیکھا ہے تبلیغِ حق وصداقت کے عزم کو عزیمت میں بدلو اور تمام مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

یہیں مجھے خیال آیا کہ کتنے غلط اندیش ہیں وہ لوگ جو ایسی یادگاروں کو مٹاتے پھرتے ہیں۔ یادگاریں تو خاموش مبلغ ہوتی ہیں یہ تو رہنمائی اور ہدایت کی کتابیں ہوتی ہیں۔ یہ تو روشنی کے مینار ہوتی ہیں، یہ تو بڑی پُروقار اور متین درسگاہیں ہوتی ہیں۔ یہ پیغام بھی دیتی ہیں اور یہ بھی بتا دیتی ہیں کہ اس پیغام پر عمل کیسے کیا جاتا ہے۔ یادگاروں سے محروم ہو جانا تو تاریخ سے محروم ہو جانا ہے اور جو قوم تاریخ سے محروم ہو جاتی ہے، اسکی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے جو اپنا حافظہ کھو بیٹھے۔

یادگاریں قبر کی صورت میں بھی ہوں تو مٹی کے انبار نہیں۔ درس گاہیں ہیں مرنے والے کی پوری زندگی کی کتاب ہیں جن سے عبرت وموعظت بھی حاصل ہوتی ہے اور اپنی منزلیں متعین کرنے کا حوصلہ بھی اقبال نے سچ کہا۔

Marfat.com

زیارت گاہِ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری   کہ خاک راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی

۱۰)   مسجد بلال:۔ یہ مسجد کوہِ صفا کی چوٹی پر ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز حضور ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے پہلی اذان یہیں دی حضرت بلالؓ کا نام آتا ہے تو کیا کچھ یاد نہیں آجاتا افسوس کہ

رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی

وہ حبشی غلام جس نے اسلام کی راہ میں حشر خیز مصائب صبر و حوصلہ سے برداشت کیے، ہر طرح کا ستم توڑا گیا مگر ہر ستم ایمان کو اور پختہ کرتا گیا۔ جناب عمر فاروق نے اسلام زید بن ارقم کے گھر قبول کیا اور اسکا اعلان کوہِ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر اسی جگہ کھڑے ہو کر کیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر مکمل کر لی تو یہیں کھڑے ہو کر پکار بلند کی

''تعالو اِعباد اللہ الی بیت اللہ'' (اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ)

۱۱) شق القمر:۔   یہ جگہ کوہِ صفا پر مسجد بلال سے قریباً پچاس قدم کے فاصلہ پر ہے کہتے ہیں یہیں کھڑے ہو کر آپؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا تھا مفسرین نے قرآن حکیم کی آیت اقتربة الساعه وانشق القمر سے اسی معجزہ کی طرف اشارہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں یہاں پہلے مسجد تھی جواب گرا دی گئی ہے دیواریں کھڑی ہیں۔

۱۲) مزار عثمان ہارونی:۔   محل کے قریب خواجہ معین الدین اجمیری اور بہت سے اولیائے کرام کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا بھی مزار ہے۔

یہ تو گویا اندرون مکہ مکرمہ یا قرب و جوار کی زیارات تھیں جن سے ہم لوگ خدا کے فضل و کرم سے مشرف ہوئے میں نے کوشش کی کہ آنکھوں کے ساتھ دل بھی بیدار رہے تاکہ سارے انوار سمیٹ سکوں میرے ساتھ محمد اسلم، غلام سرور، شاہ ولی اور فتح عالم تھے، چالیس دیگر ممالک کے افراد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے ساتھیوں کو ہر مقام کی مختصراً تاریخ بھی بتاتا جاؤں تاکہ انہیں بھی اخذِ تجلیات و انوار میں اپنے ساتھ شریک رکھوں۔

Marfat.com

ہر لحظہ نیا طور

اس سفرنامہ میں کہیں وہ تفاصیل چھوڑ ے دے رہا ہوں جو طواف حرم اور عبادات کے متعلق ہیں میں چاہتا ہوں کہ حج کے طریق کار میں جو کچھ آ گیا ہے۔ وہ سب کچھ تو اپنے رفقاء کے ساتھ میرا اسرانجام دنیا معہود ذہنی Under Stood ہے۔ میں اس سفرنامہ کے ذریعے ارض القران کی اُن زیارات سے اپنے قارئین کو روشناس کراتا چلوں جن کے دیدار سے میں مشرف ہوا۔ دوسرے دن میں نے یہ پروگرام بنایا کہ مکہ معظمہ کے اردگرد کے تاریخ ساز مقامات دیکھے جائیں ویسے تو اس علاقہ میں بار بار بھٹکتے رہے کہ جو چاہتا ہے کیونکہ یہ گلیاں، یہ کوچہ و بازار یہ پہاڑ، یہ رہگزار یہ بیابان، یہ نخلستان اُسی محبوب دلنواز کی یادوں کے امین ہیں، جس کی محبت سب محبتوں سے بلند تر اور پاکیزہ تر ہے۔ اس مٹی کے ذرہ ذرہ پر سلام کہ یہیں عالمگیر امن وسلامتی کا شاہزادہ اپنے مقدس نعلین کی خوشبو بکھرتا رہا۔ بہر حال پروگرام کے مطابق ہمارا اگلا مقام زیارت جبل نور تھا۔

جبل نور:۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ کی اصل آبادی سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا مگر اب شہر مکہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور اسکی حدود جبل نور تک پہنچنے لگی ہیں یہ پہاڑ بھی اپنے اردگرد کے دیگر پہاڑوں کی طرح خشک اور بے آب و گیاہ ہے۔ یہیں غارِ حرا ہے جس میں نبی ﷺ آ کر مشغول عبادت ہو جاتے اور یہیں سے نزول وحی کا آغاز ہوا۔

غار حرا:۔ یہ غار چار گز لمبی اور دو گز چوڑی ہے۔ اس میں ایک آدمی باآسانی لیٹ سکتا ہے اگرچہ اس طرح کے غار اردگرد کے پہاڑوں میں اور بھی بہت ہیں لیکن حضور ﷺ نے غارِ حرا کا انتخاب اس لیے کیا کہ یہاں بیٹھنے سے بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہو سکتی تھی۔ یہ غار جبل النور کی چوٹی پر ہے راستہ بہت دشوار گزار اور کٹھن ہے تقریباً ڈیڑھ میل چڑھائی ہے۔ پتھر چکنے ہیں اور راستہ تنگ ہے۔ کنارہ پر کوئی روک نہیں سیدھی اونچائی پر چڑھائی ہے۔ ذرا پاؤں پھسلے تو نیچے گر جائیں جہاں ہڈیاں سرمہ ہو جائیں۔

روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے کچھ سامانِ خورد و نوش لے کر اسی

Marfat.com

غار میں غور وفکر و ذکر الٰہی کے لیے آجاتے تھے علامہ احمد بن زینی دحلدن نے لکھا ہے۔

''اس غار میں قیام کی مدت متعین نہ تھی۔ کبھی تین راتیں، کبھی پانچ کبھی سات کبھی رمضان کا پورا مہینہ یہاں قیام فرمایا کرتے تھے''

اسیرۃ النبویہ جلد اصفحہ 163

حضورﷺ کا یہ دور آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا قرآن حکیم نے اس دور میں حضور کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے ''ضال'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ''ووجدک ضالاً'' ضال کے معنی بھٹکا ہوا اور راہ گم کردہ کے بھی ہیں اور تلاش منزل میں سرگرداں بھی ایک گمراہ تو وہ ہوتا ہے جو راستہ بھٹک جاتا ہے مگر اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ صحیح راستے، پڑ ہے اُسے اپنی گمراہی کا احساس تک نہیں ہوتا، دوسرے اُسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ان سے جھگڑنے لگتا ہے، ضد کرتا ہے کہ جس راہ پر وہ چل رہا ہے یہی راہِ راست ہے۔ ایسا شخص کبھی منزل حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، اُس کا ہر قدم اسے منزل سے دور تر کرتا جاتا ہے انہی لوگوں کا ذکر سورہ فاتحہ میں ہے۔

''غَيرِ الْمَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَ لاَ الضَّالِينَ''

(اے اللہ ہمیں ان لوگوں کی راہ پر ڈال جن پر تو نے پر انعام کیا جو تیرے مغضوب نہیں اور نہ راہ گم کردہ ہیں)

ان کے برعکس جو لوگ تلاش منزل میں سرگرداں ہوتے ہیں انہیں منزل مل سکتی ہے کیونکہ وہ دوسروں کی دکھائی ہوئی راہ پر چل پڑتے ہیں حضورﷺ کی بھی بعثت سے پہلے یہی حالت تھی

''وَوَجَدَكَ ضَالاً فَهَدَى''

(اس نے یعنی اللہ نے تجھے تلاش منزل میں سرگرداں پایا تو سیدھی راہ پر ڈال دیا)

حضور ﷺ کی اسی دور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کارلائل لکھتا ہے

''شروع سے ہی چلتے پھرتے آپ کے دل میں ہزاروں سوالات پیدا ہوتے تھے

میں کیا ہوں؟ کائنات کا یہ لامتناہی سلسلہ کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟

مجھے کس چیز پر ایمان رکھنا چاہیے؟ کیا کرنا چاہیے؟ بہتر زندگی کیا ہے؟

حراء کی پہاڑیاں، ریت کے ٹیلوں کا سکوت، ان سوالات کا کوئی جواب نہ دیتے تھے۔

Marfat.com

ان سوالات کا کہیں سے کوئی جواب نہیں ملتا تھا۔ ان سوالات کا جواب انسان کی اپنی روح اور خدا کی اس وحی سے ملتا تھا جو اس روح کو اپنا مسکن بنا لے"

(HEROES AND HEROWORSHIP P. 49)

اپنے رفقاء کے ساتھ یہاں نوافل ادا کیے۔ آدمی اگر غارِ حراء کو اس حال میں دیکھے کہ اُسکا دل بیدار ہو اور روح اخذ انوار کے لیے تیار تو اللہ تعالیٰ اور رسول انسانیت ﷺ کی تجلیات سے سرشار ہو جاتا ہے کتنی بڑی نوازش ہے خدائے ذوالجلال کی کہ اُس نے ہمیں یہ توفیق بخشی کے ہم یہ سعادتیں حاصل کرتے پھر رہے ہیں۔

غارِ حراء اور جبل نور میں وہ کشش اور جاذبیت پائی کہ اپنے آپ کو انہی پتھروں میں جذب ہوتا محسوس کیا۔ وقت کھینچتا کہ واپس چلو مگر ہم جیسے وقت کی گرفت سے بہت آگے نکلے ہوئے تھے۔ صدیوں کے بعد بے معنی ہو رہا تھا۔ ہمیں یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے

سجی ہے بزم ابتک اور دولھا ابھی اس بزم سے اُٹھ کر گیا ہے

دل کے کانوں سے سُو تو راستے بولتے ہیں، پتھر خوش آمدید کہتے ہیں اور حضور ﷺ جیسے اپنے ریشم قدم ان پر ٹکاتے چل رہے ہیں یہاں جذب و کیف کے عالم میں بہت سا وقت گزرا آخر واپسی ہوئی نیچے ہوٹل ہے چائے، قہوہ اور دیگر اشیائے خورد و نوش دستیاب ہیں۔ ہم کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے پھر چل پڑے۔ لیکن ذہن میں غارِ حرا کی پرنور فضائیں بسی ہوئی تھیں۔ یہیں سے دنیا کی تاریخ کو نئے جہانوں سے روشناس کرانے والی تحریک طلوع ہوئی تھی یہیں سے نسل انسانی کے لیے عالمگیر منشور حیات کا حرف اول صادر ہوا تھا۔ یہیں سے قرآن عظیم کے نزول کا آغاز ہوا تھا اس انقلاب آفریں کتاب کا آغاز ہوا جو قیامت تک کے لیے انسان کی رہنما ہے۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم حکمت اولا یزال است و قدیم

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ایں کتاب نیست چیزے دیگر است

طائف کی زیارت

مکہ شریف کے جنوب مشرق میں 70 میل کے فاصلہ پر شہر طائف ہے۔ طائف میں حضورﷺ کے دور میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا۔ یہ شہر ایک دلکشا اور پر فضا پہاڑی سلسلہ میں آباد تھا۔ یہاں گرمی نہیں ہوتی موسم خوشگوار رہتا ہے۔ بنو ثقیف زراعت پیشہ لوگ تھے اور زرعی معاملات میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اسی مہارت نے طائف اور اسکے قرب و جوار کو رشک جنت بنا رکھا تھا۔ آج بھی یہ علاقہ سبزی اور پھل بکثرت پیدا کرتا ہے انگور، انار، انجیر، بہی، تھور کا پھل جسے قروش کہتے ہیں، یہاں وافر مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور بہت ارزاں ملتا ہے۔ جابجا پانی کے چشمے ہیں۔ پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہے آج بھی وہاں گرمیوں میں برف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مکہ کے رؤساء نے بھی وہاں موسم گرما کے لیے اپنی رہائش گاہیں بنا رکھی تھیں بعض قریش سرداروں کے یہاں زرعی رقبے بھی تھے۔

طائف کے باشندے مالی لحاظ سے خوشحال تھے، اس لیے وہ اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے جب سارا عرب جہالت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہاں علم و حکمت کی خاصی روشنی تھی، یہاں طب و حکمت کے ماہر اور منجم موجود تھے۔ حارث بن کلاہ جیسا ماہر طب بھی وہاں موجود تھا جس نے علم طبِ ایران کے ماہر اطباء سے حاصل کیا تھا۔ اسی طرح مشہور منجم عمرو بن امیہ بھی اسی طائف کا باشندہ تھا وہ علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا اور علمی طریقہ سے ستاروں کی رفتار اور اوقاتِ طلوع و غروب کا مشاہدہ کرسکتا تھا۔ کہتے ہیں ستاروں کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کرنے کے لیے اس نے باقاعدہ رصد گاہ قائم کر رکھی تھی۔ اس شہر کے اردگرد ایک فصل تھی یعنی ایک بڑی دیوار جس نے شہر کو ہر طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ اور گویا شہر کا طواف کرتی تھی اس لیا س کی مناسبت سے شہر کا نام طائف پڑ گیا تھا۔ پورے جزیرۂ عرب میں واحد شہر تھا جسے فصیل نے گھیر رکھا تھا مؤرخین لکھتے ہیں

''اس شہر کے ایک شخص نے کسرائے ایران کی غیر معمولی خدامات سرانجام دی تھیں۔

بادشاہ نے کہا تھا اپنی خدمات کا صلہ طلب کرو اس نے یہی صلہ مانگا کہ اس کے شہر کے گرد فصیلِ تعمیر کر دی جائے تاکہ کوئی دشمن اسے فتح کر کے پامال نہ کر سکے بادشاہ نے یہ بات منظور کر لی اور ایرانی انجینئروں نے بڑی مہارت سے یہ فصیل تعمیر کرادی۔ اسی فصیل کے باعث شہر کا نام طائف پڑ گیا شہر میں ایک پہاڑی ٹیلہ ہے جس پر لات کا بت نصب تھا۔

جو مشرکین کے تین اعلیٰ معبوروں میں سے ایک تھا مسلمانوں کے غلبہ کے بعد یہ بت مسمار کر دیا گیا تھا''

نظرۃ جدیدۃ ص144

حضور ﷺ نے اپنی تبلیغ کے سلسلہ میں طائف سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ آپ کا خیال تھا کہ اس شہر میں چونکہ کافی حد تک علم کی روشنی موجود ہے اس لیے قبولیت حق کے لیے یہاں کے ذہن آمادہ ہونگے نیز یہاں کے لوگوں کی خوشحالی سے بھی امید تھی کہ وہ تندخو نہیں خوش مزاج اور نرم مزاج ہونگے۔ اللہ نے ان پر جو نعمتیں کھول رکھی ہیں ان کا انہیں احساس ہوگا اور وہ حق کا راستہ اختیار کرنے میں ویسے بدظن ثابت نہیں ہونگے جیسے مکہ کے لوگ ثابت ہو رہے تھے چنانچہ بعثت کے دسویں سال ماہِ شوال میں حضور ﷺ مکہ سے طائف روانہ ہوئے۔ علامہ ابن اسحاق کے مطابق آپ تنہا پاپیادہ طائف گئے لیکن محمد بن سعد نے ''طبقات'' میں لکھا ہے کہ وہ

''اس سفر میں حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے''

آپ نے سرداران طائف سے ملاقاتیں کیں اور انہیں پیغام حق پہنچایا لیکن کسی میں قبولیت حق کے لیے آمادگی نہ تھی۔ آخر میں آپ یہاں کے انتہائی سربرآوردہ سرداروں کے پاس گئے۔ یہ تین سردار تھے اور تینوں سگے بھائی تھے۔ یہ تھے عبد یا لیل بن عمرو، مسعود بن عمرو اور جیب بن عمرو۔ ان میں سے ایک کی شادی قریش کے بنو جمح خاندان سے ہوئی تھی ان تینوں بدقسمتوں نے حضور ﷺ کی دعوت کو بڑے استخفاف سے ٹھکرا دیا ایک نے کہا

''اگر اللہ نے، آپ کو رسول ﷺ بنا دیا تو کیا میں نے غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔

دوسرا بولا'' کہا تمہارے بغیر اللہ کو اور کوئی نہیں مل سکتا تھا جسے وہ رسول بناتا''

Marfat.com

تیسرے نے کہا "اللہ کی قسم میں تم سے بات بھی نہیں کرونگا کیونکہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو تمہاری شان بلند ہوگئی میں یہ تاب نہیں رکھتا کہ تم سے بات کرسکوں اور اگر تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو تو اتنے بڑے دروغ گو سے کلام کرنا مجھے زیب نہیں دیتا"

اسیرۃ النبویہ از ابن کثیر جلد 2 صفحہ 149

انہوں نے حضور ﷺ کو کہا۔

"تم ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ ہمیں اندیشہ ہے تم ہمارے شہر کے نوجوانوں کو بگاڑ دو گے" اسکے علاوہ انہوں نے "شہر کے اوباشوں اور نوجوان چھوکروں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آوازے کستے پھبتیاں اڑاتے، گالیاں بکتے، اپنے بتوں کے نعرے لگاتے۔ حضور ﷺ کے پیچھے لگ گئے ادھر شہر کے لوگ دو رویہ صف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ جدھر سے گزرے ان لوگوں نے پتھر برسائے ان کے پتھروں کا نشانہ خاص طور پر آپؐ کے قدم رہے۔ آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور خون بہنے لگا آپؐ درد کی شدت سے بیٹھ جاتے تو وہ ناہنجار بازوؤں سے پکڑ کر آپ کو اٹھا دیتے اور پھر پتھر برسانے لگتے اور قہقہے بلند کرنے لگتے حضرت زید بن حارثہ بھی آڑ بننے کی کوشش میں زخمی ہوئے۔ اس طرح طائف کے بدبخت شہریوں نے اپنے معزز و محترم مہمان کو رخصت کیا۔ آپ زخموں سے چور شہر سے نکلے قریب ہی ایک باغیچہ تھا انگوروں کی بیل کے نیچے بیٹھ گئے"

الہدیٰ والرشاذ جلد 2 صفحہ 577

ہیں آپ نے دو رکعت نفل ادا کئے اور زخمی ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے

"اے خدائے بزرگ و برتر میں اپنی ناتوانی، اپنی قوت عمل کی کمی، لوگوں کی نگاہوں میں اپنی بیکسی کا شکوہ تجھ سے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو کمزوروں کا بھی رب ہے، میرا بھی رب ہے تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے کیا ایسے دور دراز کے دشمن کے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے یا اپنوں کے جو مجھے اذیت پہنچانے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔ خیر مجھے ان تکلیفوں کی کوئی پروا نہیں اگر تو مجھ پر خوش ہے۔

تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے دلکشا ہے میں تیرے نور کی پناہ میں آنا

Marfat.com

چاہتا ہوں جس سے سب اندھیرے روشن ہو جاتے ہیں اور دنیا و آخرت کے سارے کام سنور جاتے ہیں۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے نہ قوت انگوروں کا یہ باغیچہ اسلام کے بد ترین دشمن ربیعہ کا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ پر اہل طائف کی ستمرانی کے مناظر بچشم خوش دیکھے تھے۔ انکے دلوں میں کسی قدر نرمی پیدا ہوئی۔ انہوں نے اپنے نصرانی غلام عداس سے کہا کچھ انگور طشتری میں لے کر اس زخمی کے پاس لیجاؤ اور اسے کھانے کو کہو۔ عداس نے ایسا ہی کیا حضور ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور انگور کھانے لگے۔ عداس نے چہرۂ انور پر نظر ڈالی اور کہا ''اس بستی کے لوگ تو کھانے سے پہلے یہ کلمہ نہیں پڑھا کرتے۔ حضور ﷺ نے پوچھا ''تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے'' اس نے کہا ''میں نصرانی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں'' آپ نے فرمایا وہی نینوا جو اللہ کے نیک بندے یونس بن متی کا شہر ہے۔ اس نے پوچھا '' آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں'' آپ نے فرمایا وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی اللہ کا پیغمبر تھا اور میں بھی اللہ کا پیغمبر ہوں۔ عداس پر کچھ ایسا اثر طاری ہوا کہ اٹھا اور اٹھ کر حضور ﷺ کے سر کو بوسہ دیا پھر ہاتھ چومے پھر قدموں کو بوسے دینے لگے۔ عقبہ اور شیبہ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے انہوں نے کہا ''یہ غلام اب ہمارے کام سے گیا۔ اس پر اُس نے سحر کر دیا۔ عداس جب واپس آیا تو انہوں نے اُسے جھڑک دیا اور پوچھا یہ سب کچھ تم کیوں کر رہے تھے۔ اُس نے صاف کہہ دیا آپ لوگ میرے آقا ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں اس وقت اس زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ اس نے مجھے ایسی باتیں بتائیں جو صرف خدا کے نبی ہی بتا سکتے ہیں۔ جنگ بدر میں جب یہی عقبہ اور شیبہ جا رہے تھے تو اسی عداس نے کہا تھا ''تم جس کا مقابلہ کرنے جا رہے ہو اسکے مقابلہ میں تو پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے'' مگر بدنصیب اس وقت بھی نہ سمجھ سکے اور آج ہم اس طائف میں کھڑے تھے جہاں جو کچھ ہوا تھا حضور ﷺ جب بھی اُسے یاد کرتے غمزدہ ہو جاتے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں۔

''میں نے حضور ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ کیا احد کے دن سے بھی کوئی سخت دن آپ پر گزرا آپ نے فرمایا ''میری قوم کے ہاتھوں مجھے جو تکلیفیں یوم العقبہ کو پہنچیں وہ بہت زیادہ سخت

Marfat.com

تھیں میں نے جس روز بنو ثقیف کے سرداروں عبد مالیل وغیرہ کو دعوت حق دی اور انہوں نے اسکے بدلے میں میرے ساتھ جو سلوک کیا وہ زیادہ سخت تھا''

سبل الہدیٰ وارشاد جلد 2 صفحہ 579

ہم طائف کی پُر بہار فضاؤں سے آنسوؤں کا انبار سمیٹتے اس چھوٹی سی پہاڑی کی طرف نکل گئے جہاں سے اہل نجد احرام باندھتے ہیں اور جس پہاڑی کا نام قرن الثعالب ہے یہاں مجھے ایک اور واقعہ یاد آ گیا جو میں نے ساتھیوں کو سنایا۔

''حضور ﷺ نے طائف سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا'' میں لوٹا تو سخت غمزدہ اور پریشان خاطر تھا۔ میں اپنی پریشانیوں میں کھویا ہوا تھا، چلتے چلتے جب قرن الثعالب پہنچا تو میں نے سر اٹھایا، اور دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے حضرت جبرائیل دکھائی دیے۔ انہوں نے مجھے پکار کر کہا اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیکھا اور سنا اب اس نے پہاڑوں کا فرشتہ آپ کے پاس بھیجا ہے۔ حکم دیں وہ کیا کرے'' پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا آپ حکم دیں تو میں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ سب ظالم لوگ پس کر رہ جائیں' میں نے کہا'' نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ انہی لوگوں کی پشتوں سے وہ اولادیں پیدا ہونگی جو میری دعوت قبول کریں گی۔ اللہ کی عبادت کریں گی اور شرک چھوڑ دیں گی''

اسیرۃ النبویہ از ابن کثیر ج 2 صفحہ 152 وسبل الہدیٰ والرشاد ج 2 ص 579

ہم یہاں سے چل پڑے اور پھر نخلہ کا مقام دیکھا۔ یہاں طائف سے واپسی پر حضور ﷺ نے رات بسر کی تھی۔ اور نماز فجر میں اس عجز و نیاز سے تلاوتِ کلام پاک کی کہ شجر و حجر جھومنے لگے۔ یہ آواز قریب سے گزرنے والے جنوں کے ایک قافلہ نے سنی۔ اسی واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے سورہ الاحقاف میں یوں بیان فرمایا۔

''اور جس وقت ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں وہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور بولے خاموشی اور توجہ سے سُنو۔ جب تلاوت ہو چکی تو وہ اپنی قوم کی طرف گئے۔ انجام بد سے ڈراتے ہوئے اور کہا اے ہماری قوم ہم نے آج ایک کتاب سُنی

ہے جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے، رب کی طرف رہنمائی کرتی ہے، سیدھی راہ دکھاتی ہے، اسے قبول کرلو۔ اے ہماری قوم والو! قبول کر لو اللہ کی طرف سے بلانے والے کی دعوت کو اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں عذاب سے بچالے گا۔

سورہ الاحقاف آیات 29 - 30

علامہ احمد بن زینی نے اپنی سیرت کی کتاب ج ا 273 پر اور محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب میں ج ا 342 پر لکھا ہے کہ حضور مقام نخلہ میں کئی روز قیام کیا۔

Marfat.com

طائف کی زیارت

۱) روضہ حضرت عبداللہ بن عباس:۔ یہ ترجمان القران حضرت بن عباس کی آرامگاہ مسجد ابن عباس کے بائیں ہاتھ پر متصل ہے۔ موجود حکومت نے اپنی عادت کے مطابق اس روضہ کی زیارت میں بھی موانعات کی دیوار کھڑی کی کر رکھی ہے پھر بھی یہ لوگوں کا مرجع ہے۔

۲) مسجد علیؓ:۔ یہ مسجد طائف سے جنوب میں ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پیلا رنگ ہے اذان کے لیے ایک مینار ہے برابر میں آب رواں کا چشمہ ہے۔

۳) بیر نبی:۔ یہ کنواں مسجد علی سے مشرقی جانب واقع ہے۔ روایت ہے کہ غزوہ طائف کے موقع پر حضور ﷺ نے اس میں لباب دہن ڈالا جس سے اس خشک کنوئیں میں بکثرت پانی آ گیا اب بھی اس میں بہت پانی ہے۔

۴) مسجد نبیؐ:۔ یہ چھوٹی سی مسجد علی سے جانب جنوب دو سو قدم پر واقع ہے پہاڑ کے دامن میں ہے، اسکے ساتھ ہی میٹھے پانی کا ایک جاری چشمہ ہے، مشہور ہے کہ طائف کے تبلیغی سفر میں حضور ﷺ نے یہاں نماز پڑھی تھی۔

۵) حجر النبی:۔ یہ پتھر اسی مسجد نبی کی دیوار میں نصب ہے اسکے متعلق مشہور ہے کہ اس پر حضور کے پنجہ اور کہنی کے نشان کا اثر موجود ہے۔ حکومت نے اسے دیوار مسجد میں بند کر دیا ہے۔

۶) روضہ حضرت عکرمہ:۔ مسجد نبی سے جنوب میں دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل کا مزار ہے جو شکستہ حالت میں ہے۔

۷) جبل غزالہ:۔ طائف سے مغرب میں ایک میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے۔ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی کے مطابق یہی وہ پہاڑی ہے جہاں ہرنی والا واقعہ پیش آیا جو بہت مشہور ہے ایک ہرنی کو ایک یہودی نے جال میں پھانس لیا حضور ﷺ نے یہ واقعہ دیکھا۔ ہرنی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ وہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے گی۔ حضور ﷺ نے یہودی کو ضمانت دی کہ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے گی۔ اگر نہ آئی تو آپ اسکی قیمت ادا کر دیں گے۔ ہرنی

دودھ پلا کر بچوں کو لے کر واپس آ گئی۔ یہودی شکاری نے نہ صرف اُسے آزاد کر دیا بلکہ خود بھی اسلام قبول کر لیا کہتے ہیں۔ ہرنی کا دودھ پہاڑ پر ٹپکتا گیا، وہاں سے ایک بوٹی پیدا ہوئی جسکی ڈنڈی لمبی سرخ رنگ کی ہوتی ہے۔ اب بھی کہیں کہیں مل جاتی ہے یہ بوٹی آنکھوں کے لیے بہت مفید ہے۔

۸) بستانِ علیؓ:۔ یہ حضرت علیؓ کا باغ تھا جو آپ نے عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا اس میں انار، انگور اور انجیر بہت پیدا ہوتے ہیں۔

۹) وادی النمل:۔ قرآن حکیم میں ایک واقعہ ہے کہ سلیمان علیہ اسلام کا لشکر آ رہا تھا تو ایک چیونٹی نے کہا تھا اے چیونٹیو اپنے بل میں داخل ہو جاؤ سلیمان کا لشکر آ رہا ہے اور تم روندی جاؤ گی اسی واقعہ کی نسبت سے پوری سورہ مبارکہ کا نام سورہ النمل ہے ۔ یہ جگہ طائف سے تقریباً 7 میل جانب مغرب ہے۔ اکثر تاریخ نویسوں نے اسی کو وادی النمل کہہ کر اسی واقعہ کی طرف منسوب کیا ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہے اور جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ لیکن دیگر محققین کہتے ہیں کہ اس وادی میں چیونٹیوں کی کثرت تھی جس کے باعث یہ وادی النمل مشہور ہوگئی وگرنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی یہ گزرگاہ نہیں تھی۔

عُکاظ

سارے جزیرۂ عرب میں گنتی کے چند شہر تھے جن میں مکہ اور طائف بہت مشہور تھے۔ مکہ کی شہرت خانہ کعبہ کے باعث تھی اور طائف اپنی آب وہوا اور زرخیز زمین کے باعث مشہور تھا۔ باقی آبادی وسیع وعریض صحراؤں میں بکھری ہوئی تھی۔ کہیں کہیں کوئی گاؤں یا قصبہ دکھائی دیتا ورنہ بیشتر لوگ خانہ بدوش تھے جہاں پانی اور چارہ نظر آیا خیمہ بستی آباد کر لی کچھ روز رہے اور پھر بہت زمین کی تلاش میں آگے چلے گئے۔ راستے غیر مامون تھے۔ ڈاکوؤں کا خطرہ ہر قدم پر تھا، قبائلی دشمنیاں بھی آزادانہ سفر میں رکاوٹ بنتی تھیں۔ قبائل کے سرداروں نے باہمی مشاورت سے یہ طے کیا کہ سال کے مختلف ایام میں مخصوص مقامات پر تجارتی منڈیاں لگائی جائیں تاکہ تاجر اور دستکار اپنی اشیاء لے کر وہاں پہنچ جائیں اور لوگ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکیں۔ ان طے شدہ مقامات پر جتنے روز ایسے میلے منعقد کیے جاتے ان ایام میں لوگوں کے جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ ان ایام میں پورا عرب ان اصولوں کا احترام کرتا حتیٰ کہ اگر کسی کے باپ یا بیٹے کا قاتل بھی اسکے سامنے آجاتا تو وہ اس پر ہاتھ نہ اٹھاتا۔

یہ میلے ایک طرف تجارتی منڈیوں کی حیثیت رکھتے، دوسری طرف ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز بھی ہوتے پھر یہ کہ ثقافت کا اہم شعبہ یعنی فنون لطیفہ کی بھی یہاں نمائشیں ہوتیں، ادبی محفلوں کا انعقاد ہوتا، خطیب فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیتے شعراء اپنے قبائلی اور اپنے آباء واجداد کی شجاعت، فیاضی اور سیر چشمی کے گُن گاتے اور قصائد سناتے۔ ان قصائد کو پرکھا جاتا اور داد دی جاتی۔

ان میلوں میں زیادہ مشہور تین تھے۔ عُکاظ، ذوالمجازِ اور مجنّہ، عُکاظ نخلہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ ذوالمجاز عرفہ کے پیچھے اور مجنہ مرالظہر ان میں۔

معروف مسلمان جغرافیہ دان یاقوت حموی نے ان میلوں کی جائے انعقاد کا محل وقوع یہی بتایا جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ تینوں میلے یکے بعد دیگرے ہوتے تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔

''یہ تجارتی منڈیاں قریش اور تمام اہل عرب کی مشترکہ منڈیاں تھیں اور عکاظ سب سے بڑی منڈی تھی۔ کہتے ہیں کہ عکاظ شوال کا پورا مہینہ لگی رہتی پھر وہاں سے لوگ مجنہ آجاتے تھے، وہاں ذی قعدہ کے پہلے بیس دن یہ منڈی رہتی پھر لوگ ذوالمجاز آجاتے۔ یہ منڈی ایام حج شروع ہونے تک رہتی اسکے بعد حج ادا کر کے لوگ واپس ہوتے''

معجم البلدان ج ۴ ص 142

ان سب میں عُکاظ سب سے بڑا میلہ تھا۔ اسکی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں

''سہیلی کی روایات ہے کہ عرب جب عکاظ کے میلہ میں جمع ہوتے تو وہاں ایک دوسرے کے مقابلہ میں لڑائی اور فضیلت وعظمت کا اظہار کرتے۔ جب کوئی آدمی دوسرے کے مقابلہ میں اپنی برتری کا اظہار کرے تو عرب کہتے ہیں عکظ الرجل صاحبہ (اس آدمی نے اپنے ساتھ والے پر اپنی برتری جتائی) ان اجتماعات میں شعراء بھی شرکت کرتے اور اپنے قبائل کی برتری اور فضیلت جتاتے اور اس موضوع پر اپنے تازہ قصائد سناتے ان میں جو قصیدہ زیادہ مقبول قرار دیا جاتا ہے اُسے سنہری حروف سے لکھ کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جاتا، انہی لٹکے ہوئے قصائد کو معلقات کہا جاتا''

معجم البلدان ج 4 ص 142

حضور ﷺ بھی ان میلوں میں جاتے اور مختلف قبائل سے مل کر دعوت حق پیش کرتے، سفر طائف سے واپسی پر بھی ان میں تشریف لے گئے اور دعوت حق پیش کی۔ ابو طارقؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو ذوالمجاز کی منڈی میں دیکھا آپ لوگوں سے کہہ رہے تھے۔

''لوگو کہو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تمہیں دونوں جہانوں میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ آپؐ کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا۔ اسکے بال دونوں طرف سے اسکے سینے پر لٹک رہے تھے۔ وہ آپؐ کے پاؤں پر پتھر بھی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا لوگو اس کی بات نہ ماننا۔ یہ شخص جھوٹا ہے میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ ان کا چچا ہے نام عبدالعزیٰ اور

Marfat.com

کنیت ابولہب ہے''

اسیرۃ الحلبیہ از امام محمد ابوزہرہ ج ۱ ص 397

ایسا ایک واقعہ منیب العامری ہے۔ عکاظ میں آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

''مدرک نے کہا میں نے زمانۂ جاہلیت میں رسول ﷺ کو تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا آپ فرما رہے تھے لوگو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کر، دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جاؤ گے۔ لوگ یہ سنتے اور درشتی سے پیش آتے کسی نے حضور کے روئے انور پر تھوکنا شروع کیا، کسی نے آپ پر مٹی پھینکی۔ بعض لوگ گالیاں بکنے لگے۔ دوپہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر ایک بچی پانی لے کر آئی۔ حضور ﷺ نے اس سے ہاتھ منہ دھوئے اور فرمایا ''میری بیٹی اپنے باپ کے متعلق یہ خوف نہ کرو کہ کوئی اسے مغلوب کرلے گا یا وہ رسوا ہوگا۔ میں نے پوچھا یہ بچی کون ہے لوگوں نے بتایا یہ حضور ﷺ کی بیٹی ہے اس کا نام زینب ہے''

سبل الہدیٰ والرشاد ج ۲ ص 594

حج کے موقع پر منیٰ وعرفات میں عرب قبائل آکر ٹھہرتے آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور اپنا پیغام پہنچاتے

ہم ایک ایک جگہ پھر رہے تھے اور پوری تاریخ ہمارے ساتھ چل رہی تھی سیرۃِ طیبہ کا ایک ایک نقش اجاگر ہو رہا تھا۔

Marfat.com

منیٰ کی زیارات

۱۔مسجد البیعۃ:۔ اس مقام پر بیعت عقبہ واقع ہوئی تھی مگر اب یہاں مسجد نہیں یہ جگہ مسجد خیف سے قریب ہے۔

۲۔مسجد خیف:۔ منیٰ کی مشہور مسجد ہے یہاں پیغمبروں نے نماز پڑھی اور ستر کے قریب انبیاء کی قبریں بھی یہاں ہیں۔

۳۔مسجد الکبش:۔ یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح کا واقعہ ہوا۔ پہلے یہاں مسجد تھی اب اس کا وجود نہیں بس ایک نشان سا ہے، جس کی زیارت منجانب حکومت ممنوع ہے۔

۴۔غار مرسلات:۔ یہ جگہ مسجد خیف کے قریب ہی ہے اس غار میں حضور ﷺ پر سورہ مرسلات نازل ہوئی۔

۵۔مزدلفہ:۔ میں مشعر حرام اور عرفہ میں مسجد نمرہ مشہور تاریخی جگہیں ہیں۔

شعب ابی طالب

حضرت ابو طالب حضور ﷺ کے وہ جان نثار چچا تھے جنہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ وہ حضور ﷺ کو اپنی عافیت کے حصار میں لیے رکھیں ۔ جناب اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے فرزند جلیل اور پروانہ رسول کے والدِ محترم نے بڑی شان سے اپنے عظیم المرتبت بھتیجے کو عمر بھر تحفظ فراہم کیا۔

قریش مکہ نے جب دیکھا حضور کی دعوتِ حق آہستہ آہستہ پھیلتی اور وسعت اختیار کرتی جا رہی ہے تو انہوں نے آپ کے خلاف راست اقدام کا فیصلہ کرلیا وہ جانتے تھے کہ انکی راہ کا سنگِ گراں جناب ابو طالب تھے۔ چنانچہ بروایت ابنِ ہشام روسائے قریش کا ایک نمائندہ وفد جس میں درج ذیل لوگ شامل تھے۔

''عتبہ، شیبہ، پسران ربعیہ، ابوسفیان بن حرب بن امیہ، ابوالبختری، العاص بن ہشام، الاسود بن مطلب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، نبیہ اور منبہ پسران حجاج بن عامر اور عاص بن وائل، جناب ابو طالب کے پاس گیا۔

سیرت ابن ہشام ج ۱ ص276

انہوں نے کہا'' اے ابو طالب آپ کا بھتیجا محمد ہمارے خداؤں کو ملامت کرتا ہے ہمارے مذہب میں عیب جوئی کرتا ہے ہمیں نادان اور ہمارے آباؤ واجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو آپ اسے روک لیں یا آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود اسے روک لیں گے۔ حضرت ابو طالب نے بڑی نرمی سے اس مرتبہ انہیں ٹال دیا۔ وہ سمجھے حضرت ابو طالب سمجھا دیں گے اور حضور ﷺ تبلیغ سے رُک جائیں گے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس وفد کی ملاقات کے بعد بھی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں آئی اور دین حق کی تحریک مزید پھیل رہی ہے تو ان کے جذبات عداوت میں بھی شدت آنے لگی اور وہ دعوتِ حق کو روکنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں سوچنے اور منصوبے بنانے لگے۔ اور پھر ایک نمائندہ وفد حضرت ابو طالب کے پاس گیا گفتگو کا آغاز بڑے سلیقے سے کیا گیا کہنے لگے۔

Marfat.com

''اے ابوطالب: عمر اور عزوشرف کے اعتبار سے آپ کو پوری قوم میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ہم پہلے بھی آئے تھے اور آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو اپنی تبلیغ سے باز رکھیں مگر وہ سب کچھ جو ہم چاہتے تھے نہیں ہوا۔اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے۔اب ہم اپنے مذہب کی مزید توہین برداشت نہیں کر سکتے۔اب بھی اگر آپ کا بھتیجا، سیادت اور بادشاہی چاہتا ہے تو ہم اسے اسکا حقدار سمجھتے ہیں مگر مذہب کی توہین ناقابل برداشت ہے۔آپ اسے روک دیں اور اگر آپ ایسا نہ کریں تو پھر ہماری آپ کے ساتھ کھلی جنگ ہوگی اور یہ جنگ جاری رہے گی۔جب تک ہم میں سے ایک فریق فنا نہ ہوجائے۔حضرت ابوطالب سمجھ گئے کہ اب معاملہ ٹال مٹول اور افہام و تفہیم سے آگے بڑھ گیا ہے اور قریش وہ کچھ کر گزریں گے جو کہہ رہے ہیں۔وہ بہت پریشان ہوگئے۔ وہ پوری قوم سے دشمنی مول نہیں لینا چاہتے تھے لیکن وہ حضور ﷺ کو تنہا بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو بلایا قریش کی دھمکی بھی سنائی اور کہا'' پیارے بیٹے میرے حال پر بھی رحم کرو اور اپنی ذات پر بھی۔دیکھو مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسے اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں'' چچا کی باتیں سن کر حضور ﷺ کو خیال ہوا کہ حضرت ابوطالب کمزور پڑ گئے ہیں۔اور آپ کی حمایت سے دستبردار ہونے والے ہیں۔آپ نے بڑے استقلالِ مزاج سے کہا:۔

''چچا جان! اگر وہ سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر لاکر رکھ دیں تو بھی میں دعوت حق سے باز نہ آؤنگا۔یہ اللہ نے مجھ پر فرض عائد کیا ہے اور مجھے ہر حال میں نبھانا ہے۔میرا کام جاری رہے گا۔یہاں تک کہ یا تو اللہ اپنے دین کو غالب کردے گا اور یا میں اپنی جان کھو بیٹھونگا''

اسیرۃ النبویہ ابن کثیر ج ۱ ص474

آپ کی زبان سے یہ جملے نکل رہے تھے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو لرز رہے تھے۔ آپ نے یہ کہا اور اٹھ کر چل پڑے۔چچا نے واپس بلالیا اور کہا'' بھتیجے یہ بات تو اپنا کام جاری رکھو میں کسی قیمت پر آپ کو ان دشمنوں کے حوالے نہیں کرونگا''

ابن کثیر کے مطابق حضرت ابوطالب نے کچھ اشعار پڑھے جن میں سے ایک یہ شعر ہے۔

Marfat.com

والله من یصلو الیک بجمعھم   حتی اُوَ سَّدَ فی التراب دفینا

(خدا کی قسم وہ تجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن، نہ کر دیا جائے)

اہلِ مکہ کو حضرت ابو طالب کے اس فیصلہ کا علم ہوا تو وہ اور پریشان ہو گئے انہوں نے ایک اور ترکیب سوچی وہ ولید بن مغیرہ کے جواں سال اور توانا بیٹے عمارہ کو ساتھ لے گئے اور جا کر بڑے ادب سے کہا۔

''اے ابو طالب اب ہم ایک سودا کرنے آئے ہیں مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ کا یہ خوبصورت، جوان رعنا، تندرست و توانا اور فنون رزم و بزم میں مہارت رکھنے والا فرزند ہم آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ یہ آج سے آپ کا بیٹا ہوگا۔ آپ کا دست و بازو ہوگا۔ آپ کے اشاروں پر سر کٹانے کو ہمہ وقت تیار رہے گا۔ مارا جائے گا تو اس کی میت آپ کو ملے گی، ہر میدان میں آپ کا ساتھ دے گا۔ ولید بن مغیرہ اسکا حقیقی باپ ہے مگر اب اس کا اس سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔ ہمارا بھی اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا آپ اسے قبول فرمائیے اور اسکے بدلہ میں اپنا بھتیجا ہمارے حوالے کر دیجیے، وہ جس طرح کا اور جیسا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ آپ کے اور آپ کے آباؤ اجداد کے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ وہ آپ کے اور ہمارے مذہب کا دشمن ہے۔ اس نے قریش کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ قوم و وطن کا مخالف ہے۔ ہم اس کے ساتھ جو چاہیں گے سلوک کریں گے۔ یقین جانئے اس سودا میں آپ کا کوئی خسارہ نہیں۔ الٹا پوری قوم کا فائدہ ہے، انکی باتیں سن کر حضرت ابو طالب کہنے لگے'' واہ کیا سودا ہے تم کتنا برا سودا کرنا چاہتے ہو۔ اپنا بیٹا مجھے دے رہے ہو کہ میں اسکی پرورش کروں اور خاطر مدارات کروں۔ میرا بیٹا لے رہے ہو کہ تم اسے قتل کر ڈالو، بخدا یہ سودا کبھی نہیں ہوگا''

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بولا'' خدا کی قسم اے ابو طالب تیری قوم نے تیرے ساتھ بڑا انصاف کیا ہے اور حتی المقدور کوشش کی ہے کہ تمہیں پریشانی سے نجات دلائے تم نے ان کی پیشکش ٹھکرا کر ثابت کر دیا ہے کہ تمہیں مفاہمت کی کوئی صورت پسند نہیں اور تم ہر حال میں فتنہ کو ہوا دینا چاہتے ہو'' حضرت ابو طالب نے کہا'' اے مطعم میری قوم انصاف نہیں۔ ظلم کرنا چاہتی ہے اور تم پر افسوس ہے کہ تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میرے خلاف مخالف قوم کی مدد کی ہے یہ

Marfat.com

بڑی زیادتی ہے"

یہ وفد ناکام لوٹا تو مخالفت بہت شدت اختیار کر گئی۔ کئی قریبی رشتہ دار قطع رحمی کرتے ہوئے مخالف صفوں میں شامل ہو گئے۔ اس زہر آلود ماحول میں حضرت ابو طالب نے اپنوں کی بے وفائی کا شکوہ ایک قصیدہ میں کہا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ار ٰمی اکو یا ض ابنیا و افدا اذا سُئلا قالا الی غیر نا امر

(میں اپنے دو سگے بھائیوں کو دیکھتا ہوں کہ جب ان سے صورت حال دریافت کی گئی تو بولے ہمارے اختیار کی لگامیں غیروں کے ہاتھ میں ہیں)

بلیٰ لھما امر ولکن تَجُر جَمَا کما حبر جمت من را س ذی علق صخر

(نہیں، انکے اختیار میں تو سب کچھ تھا لیکن وہ دونوں اپنے مقام سے گر گئے جیسے ذی علق پہاڑ پر سے پتھر لڑھک جاتا ہے)

اخصُ خُصُو صا ٗعبد شمس و نو فلا ھما نبذ ا نا مثل ما ینبذ الجمر ،

(مجھے خاص طور پر عبدالشمس اور نوفل کی اولاد سے شکوہ ہے جنہوں نے ہمیں اس طرح دور پھینک دیا جیسے دہکتے انگارے کو دور پھینک دیا جاتا ہے)

اب مخالفت اور بھی شدت اختیار کر گئی۔ کفار متحد ہو کر اسلام کے استحصال کے پروگرام بنانے لگے۔ حضرت ابو طالب نے محسوس کیا کہ وہ تنہا اس یلغار کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں بنو ہاشم کی غیرت کو مہمیز کیا اور جوش دلایا کہ جس طرح دوسرے قبائل متحد ہو کر حملہ آور ہو رہے ہیں اسی طرح بنو ہاشم کو بھی متحد ہو کر دفاع کرنا چاہیے اور متحدہ محاذ بنا لینا چاہیے۔ اس طویل اور انتہائی اثر خیز قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

وَلما را نیت القوم لا و د فیھم و قد قطعوا کل العری و الو سا ئل

(جب میں نے قوم کو دیکھا کہ ان میں محبت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا اور انہوں نے محبت و قرابت کے سارے رشتے قطع کر دیتےہیں)

و قد صا رحُو نا با لعدا و ۃ والا ذیٰ وقد طا نو عُو امر العد و المز امل

Marfat.com

(اورانہوں نے کھلم کھلا ہماری عداوت اور ایذا رسانی شروع کر دی اور ہمارے دشمنوں کا ساتھ دینے لگے)

و قد حالفوا اما علینا اظنۃ یعضون غیظا خلفنا با لا نامل

(انہوں نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ دوستیوں کے معاہدے کر لیے ہیں اور ہماری پیٹھ پیچھے غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں)

صبرت لھم نفسی بسمراءَ سمحۃ وَ ابیض عضب من تراثِ المقاول

(میں نے اپنے نفس کو صبر کرنے کی تلقین کی اور میرے ہاتھ میں گندم گوں لچکدار نیزہ تھا اور سفید تیز تلوار تھی اور یہ کچھ ہمیں اپنے بزرگ سرداروں سے ورثہ میں ملا تھا)

وا حضرت عندا لبیت رھطی و اخوتی وا مسکت من اثوا بہ با لوصائل

(سب نے بیت اللہ کے پاس اپنی قوم اور اپنے بھائیوں کو اکٹھا کیا اور میں نے بیت اللہ کا سرخ دھاریوں والا غلاف پکڑ رکھا تھا)

کذبتم وبیت اللہ نترک مکۃ وَ نظعن الا امرکم فی بلا بل

(اللہ کے گھر کی قسم تم نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ ہم مکہ چھوڑ جائیں گے اور یہاں سے تعلق توڑ لیں گے نہیں ایسا ہوا بھی تو اسوقت ہو گا جب تمہاری حالت تباہ ہو گی اور تم ہزیمت سے ٹوٹ جاؤ گے)

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمداً و لما نطا عن دونہ و نناضل

(بیت اللہ کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمد ﷺ کو چھوڑ دیں گے۔ ہم تو اس کے دفاع میں نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑیں کرینگے)

ونسلمہ حتی نصرع حولہ و نذھل عن ابناء سنا و الحلائل

(ہم کیسے اُسے تمہارے حوالے کر دیں گے اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں اسکے گرد خاک آلود پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں بلکہ بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں)

وا بیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتمی و عصمۃ الا رامل

(میرا بھتیجا گورے رنگ والا ہے جس کے چہرے کی برکت سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ملجا اور بیواؤں کے ناموس کا پاسبان ہے)

Marfat.com

یلوذ بہ الھلاک من آل ھاشم　　　فھو عندہ فی رحمة و فواضل

(یہی تو وہ جواں مرد ہے کہ آل ہاشم کے ناداروں کا سہارا بنتا ہے وہ جب بھی اسکے پاس جاتے ہیں وہ ان پر رحم وکرم کی بارش برسا دیتا ہے)

حضور ﷺ کے دفاع کے لیے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو متحد کرنے کی یہ کوشش بارور ثابت ہوئی۔ان دونوں خاندانوں نے وعدہ کیا کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں محمد ﷺ کو اکیلا نہیں چھوڑینگے بلکہ دشمنوں کے ہر وار کے سامنے ڈھال بن کر آپ کی حفاظت کرینگے۔صرف ایک بدبخت ابولہب تھا جو حضور ﷺ کا سگا چچا اور خاندان بنو ہاشم کا سرکردہ شخص تھا مگر اس نے قسم کھالی تھی کہ ہر قدم پر حضور ﷺ کی مخالفت میں سرگرم رہے گا۔اسکے اس عمل میں اسکی شریک اسکی بیوی تھی انکی زندگی کا لمحہ لمحہ حضور ﷺ کو دکھ پہنچانے اور آپ پر ظلم وستم توڑنے میں صرف ہوتا تھا۔ ابوالہب اس پر نازاں تھا۔

کفار کو سب سے زیادہ ذہنی اذیت اس وقت ہوئی جب جناب حمزہؓ اور عمر فاروقؓ مسلمان ہو گئے۔اس پر انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ جب تک حضور ﷺ کا (معاذ اللہ) کام تمام نہ کر دیا جائے اسلام کو روکا نہیں جاسکے گا۔اب یہی سازشیں ہونے لگیں کہ کسی طرح سرچشمہ نور کو بند کر دیا جائے۔حضرت ابوطالب تک یہ باتیں پہنچنے لگیں۔انہوں نے قبیلہ بنو ہاشم کے تمام افراد کو جمع کیا اور صورت حال سامنے رکھی بنو ہاشم اور بنو مطلب نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کا عہد کیا اب حضرت ابوطالب نے ایک فیصلہ کیا علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

''حضرت ابوطالب اپنے پیارے بھتیجے کو لے کر بنو ہاشم اور بنو طالب کی محبت میں اس گھاٹی میں منتقل ہو گئے جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھی اور ان سب نے یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم میں سے ایک فرد بھی زندہ ہے ہم کفار کو حضور ﷺ پر دراز دستی نہیں کرنے دینگے''

دو اونچے پہاڑوں کے درمیان تنگ گھاٹی یا وادی کو عربی میں شعب کہتے ہیں۔یہ گھاٹی حضرت ابوطالب کو ورثہ میں ملی تھی۔

اور شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھی۔کفار نے جب یہ دیکھا کہ حضرت ابوطالب

Marfat.com

اپنے سارے افراد کو لے کر خود ہی شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں یا دوسرے لفظوں میں قلعہ بند ہو گئے ہیں تو انہوں نے متحد ہو کر سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں ایک معاہدہ کیا گیا اور یہ معاہدہ بڑی حفاظت سے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا گیا۔ علامہ ابن کثیر معاہدہ کی تفاصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''سارے مشرکین ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہیں کرینگے ان کیساتھ کسی طرح کا معاملہ نہیں کیا جائے گا جب تک یہ لوگ حضور ﷺ کو انکے حوالے نہیں کرینگے انہوں نے یہ معاہدہ ایک صحیفہ میں تحریر کیا اسکی پابندی کا پختہ عہد لیا اور اسے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔

سیرت ابن کثیر ج 2 ص 48

اس معاہدہ کے تحت بچی کا رشتہ دینا بھی شعب ابی طالب کے باشندوں کو ممنوع ہو گیا اور کوئی انہیں کوئی چیز فروخت بھی نہیں کرتا تھا۔ امام سہیلی لکھتے ہیں۔

''اگر بیرون مکہ سے کوئی تجارتی قافلہ آتا اور مسلمان کچھ خریدنے کے لیے پہنچتے تو ابولہب ان تاجروں کو کہتا تم انہیں اتنے بھاؤ بتاؤ جو انکی قوت خرید سے باہر ہوں اور فکر نہ کرنا یہ نہیں خریدینگے تو میں تمہیں نقصان نہیں ہونے دونگا۔ یہ خسارہ میں پورا کر دونگا۔ شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو چھوڑ کر سامان خریدنے جاتے۔ انہیں پانچ دس گنا زیادہ درم بتائے جاتے اسطرح وہ کچھ نہ خرید سکتے اور اپنے بچوں کی بھوک نہ مٹا سکتے۔

الروض الانف ج 2 ص 127

یہ ظالمانہ مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) تین سال تک جاری رہا۔ کفار نے پہرے دار بھی لگا رکھے تھے اور اگر کوئی معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو اس کے خلاف سخت تادیبی کاروائی ہوتی لیکن اس سنگدلانہ ماحول میں کچھ ایسے نیک دل لوگ بھی تھے، جو چھپ چھپا کر بھی کھانے کی کوئی چیز حسب استطاعت پہنچا دیا کرتے۔ ان میں ہشام بن عامر الفہری سرفہرست تھے، جو بعد میں مشرف بہ اسلام بھی ہو گئے تھے۔ ایک رات وہ خوراک کا سامان تین اونٹوں پر لاد کر

Marfat.com

شعب ابی طالب میں لے گئے۔ کفار کو پتہ چل گیا انہوں نے سخت باز پرس کی ہشام بن عمر نے آئندہ یہ فعل نہ دہرانے کے وعدہ پر گلو خلاصی کرائی لیکن دوسری رات پھر وہ کچھ سامان لاد کر لے گئے ،کفار کو علم ہو گیا اور ان پر ملامتوں کی بوچھاڑ کر دی۔ کچھ تو انہیں قتل کرنے پر بھی تیار تھے۔ احمد بن زینی دحلان کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے ان کی جان بخشی کرائی۔ یہی احمد بن زینی ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حکیم بن خزام اپنے غلام سے گندم کی بوری اٹھوائے شعب ابی طالب کی طرف جارہے تھے۔ وہ یہ غلہ اپنی پھوپھی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کو پہنچانا چاہتے تھے۔ راستے میں ابوجہل مل گیا اس نے روک لیا اور کہا یہ گندم آگے نہیں جا سکتی۔ میں تمہیں مکہ لے جا کر خوب رسوا کرونگا اتنے میں ابوالبختری وہاں آ گیا۔ وہ معاملہ کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ اس نے ابوجہل سے کہا میں جانتا ہوں یہ گندم کی بوری اصل میں پھوپھی کی ہی ہے جو اسکے پاس امانت تھی، اب یہ اسے لوٹانے جا رہا ہے۔ ابوجہل نہ مانا، جھگڑا شروع ہو گیا، تلخ کلامی بڑھتی گئی۔ کسی اونٹ کے جبڑے کی ہڈی پاس پڑی تھی ابوالبختری نے ابوجہل کے سر پر دے ماری خون بہنے لگا پھر ابوالبختری نے ابوجہل کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اسکی چھاتی پر چڑھ کر اسے خوب رگیدا" یہ سب کچھ تھا مگر ایسے نیک دل لوگ ایک تو کم تھے، دوسرے انکی کوشش سخت پہرے کی وجہ سے بہت کم کامیاب ہوتی تھی۔ شعب ابی طالب میں محصورین کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور زندگی سخت دشوار ہو گئی۔ ان کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سہیلی لکھتے ہیں۔

"الصحیح میں ہے کہ شعب ابی طالب میں محصور لوگوں کو بڑے مصائب جھیلنے پڑے۔ بھوک اور خوراک کی عدم دستیابی کا یہ عالم تھا کہ وہ لوگ درختوں کے پتے کھا کر بھوک مٹانے کی کوشش کرتے۔ ان محصورین میں حضرت سعد بن ؓ وقاص بھی تھے انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں بہت بھوکا تھا رات کو اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر پڑ گیا۔ میں نہیں جانتا وہ کیا چیز تھی میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا نگل گیا اب تک مجھے علم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دفعہ انہیں اونٹ کی خشک کھال کا ٹکڑا مل گیا اسی کو دھو کر اور جلا کر کھاتے رہے"

یہ محاصرہ تین سال رہا۔ ایک روز جناب رسول ﷺ کو اللہ نے آگاہ کیا کہ بائیکاٹ کا

Marfat.com

جومعاہدہ تحریری صورت میں تھا اور جسے محفوظ کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا، وہ اندر سے دیمک نے چاٹ لیا ہے اس پوری تحریر میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا۔ وہ بچ گیا باقی سب کچھ ختم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے یہ غیبی خبر حضرت ابو طالب کو بتائی وہ بولے۔

''کیا آپ کو اپنے رب نے یہ بات بتائی'' آپ نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے کیونکہ آج تک تیری کوئی بات غلط نہیں نکلی۔ درخشاں ستارے گواہ ہیں کہ تو سچا ہے''

وہ اپنے خاندان کے چند افراد کو ساتھ لے کر قریش کے پاس گئے اور کہا ذرا اس صحیفہ کو لے آؤ ہم بھی دیکھیں، ممکن ہے ان شرائط میں سے کسی پر ہمارا سمجھوتہ ہو جائے۔ وہ صحیفہ لے آئے حضرت ابو طالب نے کہا'' میں آج ایک منصفانہ حل لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میرے بھتیجے نے کہا اور وہ جھوٹ کبھی نہیں بولتا کہ اس صحیفہ کی ساری دفعات اللہ کے نام کے سوا دیمک نے چاٹ لی ہیں۔ اسے کھول کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ہوئی تو ہم اسے ہر گز تمہارے حوالے نہیں کرینگے۔ اور اگر جھوٹ ہوا تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دینگے۔ قریش نے کھول کر دیکھا تو حضور ﷺ کی بات سچی تھی ان کو حق قبول کر لینا چاہیے تھا، مگر ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں نے کہا'' ابو طالب یہ تیرے بھتیجے کا جادو ہے۔ حضرت ابو طالب واپس آ گئے۔

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں یہ سارے کا سارا معاشرہ وحشی درندوں سے بھرا ہوا نہیں تھا ان کی اکثریت ضرور تھی مگر ان میں ایسے لوگ یقیناً موجود تھے جو اس طرح خواتین اور معصوم بچوں کو بھوک سے تڑپانا اور اپنے ہی اقرباء کو اس طرح بھوکا پیاسا رکھ کر ان سے اپنی بات منوانے کی کوشش کرنا شان مردانگی کے خلاف سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک مجبوروں پر ہاتھ اٹھانا بزدلی تھا۔ یہ لوگ قلیل التعداد تھے اس لیےچھپ چھپ کر اجناس خوردنی بھیجنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان میں ہشام بن عمرو بن حارث کا نام سرفہرست ہے یہ اسوقت مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن بنوہاشم سے قریبی رشتہ داری کے باعث دل ہمدردی سے لبریز تھا۔ ایک روز وہ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت عاتکہ کے بیٹے زہیر کے پاس جا کر کہنے لگے۔

اے زہیر کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم تو انواع واقسام کے لذیذ کھانے کھاؤ۔ عمدہ لباس

Marfat.com

زیب تن کرو، اپنی بیوی بچوں کے ساتھ راحت و آرام کی پر لطف زندگی گزارو اور تمہارے ننھیال بھوکے پیاسے چیتھڑوں میں ملبوس خستہ حال ہوں اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا دُکھ کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہے ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم ابوالحکم (ابو جہل) کے ننہال کے خلاف ایسا قدم اٹھاتے اور اسے دعوت دیتے کہ وہ بھی اس میں تمہارا شریک حال بنے تو وہ کبھی تمہاری بات نہ مانتا'' یہ بات بڑی معقول و مدلل تھی زہیر نے سر جھکا کر کہا ''افسوس صد افسوس اے ہشام میں اکیلا ہوں۔ اگر مجھے ایک بھی ہمنوا مل جائے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ زہیر نے کہا پھر اپنے ساتھ ایک اور آدمی بھی تلاش کرو ہشام مطعم بن عدی کے پاس گیا اور کہا! اے مطعم کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو خاندان بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب بھوک سے جاں بلب ہو کر ہلاک ہو جائیں اور تم غیروں کی پشت پناہی کرتے رہو۔ سوچو اگر تم ان لوگوں کے رشتہ داروں کی ایسی ہلاکت کے درپے ہوتے تو کیا وہ تمہارا ساتھ دیتے کیا وہ سب مل کر تم پر حملہ آور نہ ہو جاتے مطعم نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو لیکن میں تنہا پوری قوم کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں ہشام نے کہا تم اکیلے نہیں دوسرا آدمی میں بھی ہوں۔ مطعم نے کہا کوئی تیسرا بھی تلاش کرو۔ ہشام بولا وہ بھی میں نے تلاش کر لیا ہے۔ وہ زہیر بن امیہ ہے۔ اس طرح ہشام نے ابوالبختری، زمعہ بن الاسود اور بروایت طبقات ابن سعد ایک اور ساتھ عدی بن قیس بھی تلاش کر لیا ان میں سے ہشام، زہیر عدی بن قیس کو بعد میں اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ تمام حضرات رات کو حجون کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور معاہدہ کو کالعدم کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ زہیر نے کہا اس کام کا آغاز میں کرونگا۔

صبح ہوئی تو رؤسائے قریش حسبِ معمول اپنی اپنی مجالس میں بیٹھے تھے کہ زہیر بڑی شان اور آن بان سے حرم میں داخل ہوا اس نے لباس فاخرہ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس نے بڑے پر وقار انداز میں بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر موجود لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

''اے مکہ کے باشندو! کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم پر لطف کھانے کھائیں، عیش و راحت میں شب و روز بسر کریں اور خاندان بنو ہاشم کے افراد بھوکے مر رہے ہوں۔ ان کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا بھی نہ ہو کیا یہی مردانگی ہے کہ ہم ان کے ہاتھ قیمت پر بھی کوئی چیز بیچنے کو تیار نہ

ہوں۔ خدا کی قسم میں اسوقت تک نہیں بیٹھونگا جب تک اس قطع رحمی کرنے والی ظالمانہ اور شرمناک دستاویز کو پارہ پارہ نہ کردوں'' ابوجہل غصہ سے در پیچ و تاب کھاتا ہوا اٹھا اور گرج کر بولا ''تم جھوٹ کہہ رہے ہو اس صحیفہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا'' اس پر ازمعہ بن اسود فوراً کھڑا ہو گیا اس نے ابو جہل کو مخاطب کر کے کہا ''سب سے بڑے جھوٹے تم ہو ہم تو پہلے بھی اس تحریر کے حق میں نہیں تھے'' پھر ابوالبختری کھڑا ہو گیا زمعہ نے سچ کہا ہے ہم اس معاہدہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اسے باقی نہیں رہنے دینگے۔ مطعم نے کہا اے زہیر، زمعہ اور ابوالبختری تم سچ کہتے ہو اور باقی جو بھی کچھ کہتا ہے جھوٹ بکتا ہے پھر ہشام نے بھی انکی تائید کی مطعم نے دستاویز پر ہاتھ ڈالا یہ دیمک کی چاٹی ہوئی تھی۔ اسے پرزہ پرزہ کردیا گیا۔ یوں شعب ابی طالب کے ایک طرح کے قید خانے سے رسول ﷺ آپ کے اعزہ و اقرباء اور آپ کے ساتھیوں کو نجات ملی۔ حضرت ابوطالب نے اس پر ایک تاریخی قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

فیحنبر ہم ان الصحیفۃ مزقت   وان کل صا لم یرض اللہ مفسد

(انہیں اطلاع مل گئی کہ وہ دستاویز پارہ پارہ کردی گئی جس چیز کو اللہ پسند نہ کرے وہ اسی طرح فنا ہو جاتی ہے)

جزی اللہ رھطاً بالحجون تتابعوا   علی ملاءٍ یھدی لحزم ویرشد

(اللہ اس گروہ کو جزائے خیر دے جو حجون کو مقام پر جمع ہوا اور ایسا فیصلہ کیا جو مبنی بر ہدایت و دانش تھا)

ھم رجعوا سھل بن بیضا راضیاً   وسر ابوبکر بھا و محمد

(وہی لوگ ہیں جنہوں نے سہل بن بیضاء کی راضی کر کے لوٹایا اور ابوبکر و محمد ﷺ کو خوش کردیا)

ہم شعب ابی طالب میں پھر رہے تھے ایک ایک پتھر اور ایک ایک ذرہ دعوت و عزیمت کی عظمت بھری داستان سنا رہا تھا۔ میرے اندر تبلیغ کا شوق لہریں لے رہا تھا میں ان ذروں سے ہمتیں سمیٹ رہا تھا۔ حوصلے چن رہا تھا اور خواب بن رہا تھا جنکی تعبیریں اکٹھی کرنے میں باقی عمر گزارنا چاہتا تھا۔

Marfat.com

ہجرت مدینہ

مکہ مکرمہ میں جو کچھ ہونا تھا ہو چکا حضور ﷺ نے اتنی مشقت اور جانکاہی سے فریضہ تبلیغ ودعوت حق ادا کیا کہ خود خدائے قدوس کو کہنا پڑا

''لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَo (26/3)''

(آپ تو اس رنج میں اپنی جان ہی کھو دینگے کہ وہ لوگ ایمان لانے والوں میں سے کیوں نہیں ہو جاتے)

فریضۂ رسالت عائد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

''اِنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا کَسَبَتْo (6/70)''

(کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیا جائے)

یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی ایسا رہ جائے کہ وہ کہے اس تک حق وصداقت کی آواز نہیں پہنچی تھی اور آپ نے اس شان سے آواز پہنچائی اور کفر کی راہ پر چلنے والوں کو عذاب سے بچانے کے لیے اتنی دلسوزی دکھائی کہ اللہ نے فرمایا

''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِ ھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًاo (18/6)''

(اے نبی ﷺ آپ کی حالت تو ایسی ہو رہی ہے کہ جب یہ لوگ واضح بات بھی نہ مانیں تو عجب نہیں کہ آپؐ انکی ہدایت کے پیچھے مارے حسرت وافسوس کے اپنی جان ہلاکت میں ڈال دیں۔

دوسری جگہ فرمایا)

''فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (35/8)''

(دیکھیے ان لوگوں پر غم کھانے سے آپ کی جان ہی نہ چلی جائے یقیناً جانتا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں)

اپنے فرض کو اتنی جانکاہی اور مشقت سے نبھانے کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا گیا

''فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ (42/48)''

(اگر وہ منہ پھیر کر چل دیں تو جانے دیجیے آپکو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا آپ کو تو پیغام حق پہنچانا

Marfat.com

تھا، پہنچادیا)

''فَذَ کِرِّ اِنَّمآ اَنْتَ مُذَ کِرٌ لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ o (88/21)''

(آپ تو صرف یاد دہانی کرانے والے ہیں، کراتے جائیں ان پر داروغہ تو آپ کو مقرر نہیں کیا گیا)

اور جب انکی طرف سے ہٹ دھرمی کی انتہا ہوگئی تو آپ کو کہہ دیا گیا۔

''فَا عْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَ لّٰیْ. عَنْ ذِکْرِ نَا وَ لَمْ یُرِ دْ اِلاَّ الْحَیٰوۃَ الد نیا(53/29)''

(تو اے پیغمبر آپ ان لوگوں سے اعراض برتیں جو ہمارے ذکر سے گردن موڑ کر چل دیتے ہیں اور دنیاوی زندگی کے مفاد کے سوا کسی اور بات کا ارادہ نہیں رکھتے)

یہ تک فرما دیا۔

''فَا صْفَحْ عَنْھُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ'' فَسَوْ فَ یَعْلَمُوْ نَ (34/89)''

(پس آپ ان سے درگزر کیجیے اور کہہ دیجئے کہ اب تمہارا خدا حافظ، چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد وہ خود ہی جان لیں گے)

تمام انبیا پر یہ مرحلہ آیا اور جب حضور ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ مرحلہ آیا تو انہوں نے بھی اپنی قوم سے برأت کا اظہار کرنے کے بعد فرمایا

''اِنِّي مُھاَ جِر'' اِلیٰ رَبِّیْ، اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِ یْزُ الْحَکِیْم(29/26)''

(میں یہاں سے ہجرت کر کے ادھر جا رہا ہوں، جدھر میرے رب نے مجھے حکم دیا اور وہ غالب اور حکمت والا ہے)

عین اسی طرح اس مرحلہ پر حضور ﷺ کو بھی مدینہ چلے جانے کا حکم ہوا۔ پہلے آپ نے اپنے پروانوں کو ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ کا حکم دیا اور اللہ کا پیغام سنایا۔

''یِعبَاَ دِ یَ الَّذِ یْنَ آمَنُوْٓ اِنَّ اَرْضِیْ وَ اسِعَۃٌ'' فَا یاَّ یَ فَا عْبُدُ وْ ن(29/56)''

(اے میرے بندو جو میرے قوانین کی صداقت پر ایمان لائے ہو تمہیں صرف میرا ہی محکوم بن کر رہنا ہے (اگر یہاں میری حکومت تمہیں میسر نہیں آتی تو میری زمین وسیع ہے)

اور آخر میں خود حضور ﷺ کو جانا تھا۔ مشرکین مکہ مسلمانوں کی ہجرت دیکھ رہے تھے اور

Marfat.com

خوش ہو رہے تھے کہ ہمیں انہیں جلاوطنی کی سزا نہ سنانا پڑی وہ خود ہی ہمارے خوف سے جلاوطن ہو رہے ہیں لیکن ان پر بہت جلد کھل گیا کہ اس طرح تو مسلمان قوت پکڑ رہے ہیں۔ آخر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) ختم کر کے سرچشمۂ نور بند کر دیا جائے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر کوئی شخص فرد واحد کی حیثیت سے یہ خون اپنی گردن پر لیتا ہے، تو بنو ہاشم کے بااثر اور معزز خاندان کی عداوت کا بار نہیں اٹھا سکے گا، اس لیے سب مل کر یہ کچھ کر ڈالیں۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی قرآن حکیم نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

''اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْداً وَّ اَكِيْدُ كَيْداً. فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْداً (86/15-17)''

(یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنی خفیہ تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر میں ہوں۔ پس اے پیغمبر ﷺ آپ منکرین حق کو اپنا کام کرنے دیں اور دیکھیں کون اپنی تدبیروں میں کامران ہوتا ہے)

حضور ﷺ کو انکی سازشوں کا علم تھا۔ آپؐ نے بمشاورت حضرت صدیق اکبر، ہجرت کا سامان مکمل کرایا۔ بالآخر ایک رات فیصلہ ہو گیا کہ آپ مکہ چھوڑ دیں۔ جناب علی المرتضیٰؓ حضور ﷺ کے پاس تھے انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کچھ پریشان ہیں تو انہیں عجیب معلوم ہوا کیونکہ احکام الٰہی کی پیروی میں آپ کو کبھی تردد نہیں ہوا تھا۔ ہجرت کی تیاری کا سارا کام حضرت صدیقؓ اکبر کے سپرد تھا اس طرف سے بھی پریشانی نہیں تھی، پھر چہرے پر فکر کے آثار کیوں تھے؟ حضرت علی نے پوچھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ بات یہ ہے کہ میرے پاس اہل مکہ میں سے بعض لوگوں کی امانتیں ہیں سوچتا ہوں وہ کیسے واپس ہونگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''اس پر پریشان نہ ہوں وہ میرے سپرد فرما دیں۔ میں اسوقت تک ہجرت کا ارادہ نہیں کرونگا جب تک امانتوں کی ایک ایک پائی انہیں لوٹا نہ دوں۔ یہ پریشانی دور ہو گئی۔ رات گئے حضور ﷺ اپنے رفیق باوفا حضرت صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے نکل گئے۔ یہ سفر 2 صفر 13 نبوی کو شروع ہوا۔

غارِ ثور

مکہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار ہے جسے غارِ ثور کہتے ہیں قرآن حکیم میں اصحاب کہف کی غار کا ذکر آیا ہے اور غارِ ثور کا بھی۔ حضور اور حضرت صدیق اکبرؓ نے غارِ ثور میں ہی ٹھکانا کیا تھا۔ جب مشرکین مکہ تعاقب میں تھے قرآن محاکاتی انداز میں کہتا ہے۔

''اور جب دونوں غار میں تھے تو دونوں میں سے دوسرا یعنی صدیقؓ کہنے لگا کہ ہم دو ہیں'' (9/40)

جناب صدیقؓ پریشان تھے۔ انہیں اپنی جان کی تو فکر نہ تھی کہ جان تو وہ اسی روز داؤ پر لگا چکے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تھا۔ انہیں حضور ﷺ کی فکر تھی اس لیے پریشانی کا اظہار کر دیا کہ'' ہم دو ہیں اور ہمارے تعاقب میں آنے والے بہت'' آپؐ نے کمال طمانیت سے فرمایا نہیں اے رفیق صدیق ہم تین ہیں۔

''لَا تَحْزَ نْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (9/40) '' (اے دوست فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے)

روایات میں ہے کہ غار کے منہ پر ایک طرف کبوتری نے گھونسلہ بنا کر انڈے دیے اور انڈوں پر بیٹھ گئی اور ادھر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ تعاقب کرنے والے آئے انہوں نے یہی سمجھا کہ اس غار میں کوئی داخل ہوا ہوتا تو یہ جالا کیسے سالم رہتا اور یہ گھونسلا اور پھر گھونسلے میں انڈوں پر اطمینان اور بے خوفی سے بیٹھی ہوئی کبوتری۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ خاسر و نامراد واپس ہو گئے۔ اسی غار کے متعلق یہ روایات بھی آتی ہیں کہ یہاں حضور ﷺ جناب صدیق کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے سانپ نے آ کر (بعض روایات میں زہریلا بچھو بتایا گیا) کاٹ لیا۔ حضرت صدیقؓ نے یہ اذیت برداشت کر لی اور حرکت نہ کی مبادا محبوب کی نیند میں خلل پڑے شدتِ تکلیف سے آنسو ٹپک کر حضور ﷺ کے چہرے پر ٹپک گیا اور آپ کی آنکھ کھل گئی صورت حال معلوم ہوئی تو لعاب دہن سے اذیت دور کر دی۔

ہمارا ایک خاص مقام زیارت غارِ ثور بھی تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ غارِ ثور کی حاضری کوئی

Marfat.com

آسان کام نہیں مگر جس کام کی خاطر ہم سفر کر رہے تھے۔ وہ خود ہی مشکلات راہ آسان کر رہا تھا۔ محلّہ مسفلہ سے گزرتے ہوئے، ٹیکسی نے 45 منٹ میں ہمیں کوہِ ثور پر پہنچا دیا۔ روایت میں ہے کہ اس غار تک حضرت صدیق اکبر نے حضور ﷺ کو کندھے پر اٹھا کر لے گئے تھے۔ مجھے بے اختیار عبداللطیف افضل کی لکھی ہوئی قصیدہ صدیقیہ نظم یاد آ گئی ہے۔

اوڑ سڈا غمخوار نبی دا اوڑسدا — غار دے اندر یار نبی دا اوہ ڈسدا
ڈاچی لے کے آیا در تے — ہجرت دی تیاری کر کے
چھڈ کے دیس تھیا پردیسی — بن کے خدمتگار نبی دا اوہ ڈسدا
پیاں بھار قدم نیں لاندا — ثور پہاڑ تے چڑھدا جاندا
صدقے ہو ہو پیا اٹھاندا — پشت تے پیارا بھا نبی دا اوڈسدا
کیتا فضل خداوند باری — یار نے خوب نبھائی یاری
دے کے پلکاں نال بہاری — صاف چا کیتا غار نبی دا اوڈسدا
عشق مہنے کتیا حال فقیراں — کپڑے کر کے لیراں لیراں
بند سوراخ چا غار دے کیتے — نہیں منظور آزار نبی دا اوڈسدا
ڈنگ گیا جاں ناگ تلی نوں — درد ہویا تاں جان جلی نوں
اتھرو دا اک قطرہ ڈٹھا — گرم ہویا رخسار نبی دا اوڈسدا
کافر تک کے غار کنارے — یا نبی صدیق پکارے
ناں ڈر ناں ڈریا پیارے — کہنا نال پیار نبی دا اوڈسدا
حضر دا ساتھی سفر دا ساتھی — خندق، احد، بدر دا ساتھی
قبر دا ساتھی حشر دا ساتھی — کون نکھیڑے یار نبی دا اوڈسدا
ثانی کہہ کے رب وڈیا — لقب اصحاب خدا تھیں پایا
ذکر قرآن دے اندر آیا — صاف اس یار غار نبی دا اوڈسدا
افضل جے اس غار تے جاواں — میں نیناں دا فرش وچھاواں

Marfat.com

جھتے بیٹھے نبی پیارے نالے عاشق زار نبی دا اوڈِ سدا   اوڈِ سدا غمخواری نبی دا اوڈِ سدا

راہ پیچیدہ اور دشوار گزار ہے۔ اکثر جگہ خار دار جھاڑیاں، چکنے یا پاؤں میں چبھنے والے اور جوتوں کے تلوے پھاڑ دینے والے پتھر ہیں بہت احتیاط سے قدم رکھنے پڑتے ہیں۔ اب نجدی حکومت نے محلہ مسفلہ سے منیٰ و عرفات کو جو نئی سڑک نکالی ہے وہ مکہ شریف سے جنوب مشرق کی جانب ہے اس سڑک پر تقریباً سات میل جا کر یہ سڑک چھوڑ دی جاتی ہے تقریباً ایک میل کچی سڑک پر یہ پہاڑ واقع ہے۔ غارِ ثور تک چڑھائی تقریباً تین میل ہے۔ اس طرف سے راستہ تنگ اور چکنا نہیں ہے قدرے کھلا ہے۔ اکثر جگہ دو طرفہ اور کہیں یک طرفہ دیوار کر کے سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں دیوار پر تیروں کے نشان رہنمائی کرتے جاتے ہیں۔ چار جگہ غار ملتے ہیں جن سے دھوکا ہو سکتا ہے مگر اس طرف سے تیسرے نمبر کا غار اصل غار ہے یہاں عربی میں ''ھذا غار ثور'' اور انگریزی میں (The Holy Cave) لکھا ہوا ہے۔ ایک کمرے کے برابر بڑا سا پتھر ہے۔ سوراخ ایسا ہے کہ لیٹ کر اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔ اندر بمشکل چار پانچ آدمی بیٹھ سکتے ہیں غار کے اندر کی زمین بھی ہموار نہیں جگہ جگہ سے ابھری ہوئی ہے۔

میرے لیے چڑھنا مشکل تھا مگر یقین کیجیے نظم مذکورہ کا ہر شعر راستہ آسان کرتا گیا اور ایسی کیفیت طاری ہوئی جیسے واقعی جناب صدیقؓ اکبر دکھائی دے رہے ہوں اور رہنمائی کر رہے ہوں۔ اس غار سے جو فیضان حاصل ہوا بیان سے باہر ہے۔

٨

Marfat.com

دیارِ حبیب ﷺ کی طرف

مکہ سے سارے کارواں اب صف بصف چلے

شہرِ بکا سے شہرِ دعا کی طرف چلے

بلاشبہ مکہ شہرِ بکا ہے۔ مسلمان جب کعبہ کو دیکھتے ہیں تو انکی چیخیں نکل جاتی ہیں کس میں ہمت ہے کہ اتنا بڑا مقام دیکھ سکے جسے اللہ نے بڑی شان سے اپنا گھر کہا یہاں پہنچ کر دل تڑپنے لگتا ہے اپنے گناہ یاد آجاتے ہیں۔ کوئی اندر کچوکے دینے لگتا ہے اے ناہنجار کیا تو اس قابل ہے کہ اس گھر کو دیکھ سکے، کیا تو اس قابل ہے کہ اتنے بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو جہاں شہنشاہوں کے سر جھکتے ہیں۔ جہاں انبیاء مقدسین لرزتے داخل ہوتے ہیں۔ کعبہ میں دبدبہ ہے جلال ہے ہیبت ہے۔ مدینہ شہرِ جمال ہے۔ یہ اس کا شہر ہے جو سب کو معاف کر کے گلے لگا لینے والا بادشاہ ہے، جو اپنے اوپر پتھر برسانے والوں کو مژدہ سناتا ہے لاتثریب علیکم الیوم جو کہتا ہے ہم نے پتھر برسائے کہ تمہارے پاس پتھروں کے سوا کچھ نہ تھا تمہارے اندر باہر پتھر تھے۔ میں پھول برساؤنگا کہ میرے پاس پھولوں کے سوا کچھ نہیں۔ مکہ میں رونا ہے گریہ وزاری ہے مدینہ میں تسلیاں ہیں دلداری ہے۔ مکہ شریف میں ہم نے حج کے تمام ارکان بحسن وخوبی ادا کر لیے، جی بھر کے یادگاروں کی زیادتیں کیں اب ہم دیارِ حبیب کی طرف جارہے ہیں۔ یہاں مجھے اقبال بے طرح یاد آئے انہوں نے ارمغان حجاز کا پہلا حصہ اسی پرشوق سفر کے لیے لکھا تھا افسوس ہے انہیں یہ سفر نصیب نہیں ہوسکا مگر وہ ذہنی طور پر ہمیشہ اس سفر میں رہے اور آج بھی ہر قافلے کے ساتھ محوِ سفر ہیں میں انکے ساتھ ہولیا۔

اقبال نے اس مکہ سے مدینہ کا سفر اختیار کرنے پر کس قیامت کا شعر لکھا ہے۔

تُو باش اینجاو با خاصاں بیامیز　　　کہ من دارم ہوائے منزلِ دوست

(اے خدا الوداع تو یہیں رہ اور اپنے خاصانِ بارگاہ کے ساتھ محفل سجا، میرے سر میں تو اپنے یار کے گھر جانے کا سودا سما گیا ہے)

تُو جان تیرے دربار کے خواص جانیں ہم تو اپنے یار کی طرف چلتے ہیں۔

بہر حال ہم نے مکہ سے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ وادیء فاطمہ سے گزار ہوا۔ وادی رابغ پہنچے۔ رابغ جدہ سے 96 میل جانب شمال ہے یہ گویا مکہ اور مدینہ کے درمیاں کا پڑاؤ ہے۔ یہاں نماز ادا کی یہاں کنوئیں بھی ہیں بعض لوگ یہاں غسل بھی کر رہے تھے مگر رابغ کے کنوئیں ایسے ہیں کہ کچھ پانی نکلے تو مٹی آنے لگتی ہے، رابغ کے بعد بیر عشرہ آیا، یہ منزل رابغ سے اٹھارہ میل جانب شمال ہے یہاں تربوزوں کی گویا منڈی ہے۔ یہ تربوز میٹھے بھی ہوتے ہیں مگر زیادہ لذیذ نہیں۔ وہاں سے بیر عنبری پہنچے۔ یہ بیر عشرہ سے دس میل جانب شمال ہے۔ اس جگہ ایک کنواں ہے جسے بیری کہتے ہیں یہ بھی اس لحاظ سے تاریخی کنواں ہے کہ اس پر حضور ﷺ قیام فرماتے تھے خود بھی پانی پیتے اور اونٹوں کو بھی پلاتے۔ اس کنوئیں کا پانی بالکل زمزم کی طرح ہے ایک ہی رنگ ایک ہی مزہ، بیر عنبری سے 32 میل آگے منزل لیہ ہے۔ لیہ سے 43 میل آگے مسیّب ہے۔ یہاں کے ہوٹلوں کا عجب دستور ہے روٹی کے پیسے الگ پانی کے الگ، سایہ میں بیٹھ کر کھانا کھاؤ تو سائے کی الگ قیمت دو۔ نہیں تو دھوپ میں بیٹھ کر کھاؤ، مسیّب سے 21 میل آگے منزل، قریشہ ہے۔ القریشہ سے 24 آگے بیر علی ہے۔ بیر علی سے صرف 4 میل آگے جانب شمال مدینہ منورہ ہے بیر علی کہ سرزمین سرسبز ہے جگہ جگہ کنوئیں ہیں یا ٹیوب ویل سمجھئے، پانی نہایت شیریں اور ہلکا ہے، کھجور کے باغات ہیں۔ یہاں مولیاں، کھجوریں، انگور ککڑیاں وغیرہ کثرت سے ہیں۔ یہاں حضرت علیؓ کی تعمیر کرائی ہوئی ایک عالیشان مسجد ہے اسی مسجد سے حضور ﷺ اور خلفائے راشدین حج کا احرام باندھتے تھے۔ یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔ خیال رہے کہ اسی بیر علی کا پرانا نام ذوالحلیفہ ہے۔ مسجد کے سامنے ایک کنواں ہے جو حضرت علی المرتضی سے منسوب ہے اس میں پانی تک سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں کے انگور بہت میٹھے اور پُر ذائقہ ہیں۔ یہاں ہم نے غسل کیا سب دوستوں نے خوب خوب عطر ملا، دوسری عیدین تو ہر سال آجاتی ہیں مگر یہ یار کی دید کی عید ہے۔ جو ہم سے دور افتادگان کو عمر میں کبھی کبھی اور کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

بیر علی سے روانہ ہوں تو آگے ایک میل کے فاصلہ پر ایک اور کنواں ہے جسے بیر عروہ کہتے ہیں۔ ساتھ ہی مسجد ہے اس کا نام مسجد عروہ ہے۔ یہ کنواں وہی ہے جس کا پانی پہلے بہت کھاری تھا۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے ہاتھ ڈبونے سے یہ پانی میٹھا ہو گیا یہی وہ کنواں ہے، جس میں ایک روز جناب آقائے کائنات ﷺ پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے پھر جناب صدیقؓ وفاروقؓ آگئے آپؐ نے انہیں جنت کی بشارت دی وہ اسی طرح پاؤں لٹکا کر دائیں بائیں بیٹھ گئے پھر جناب عثمان غنی آئے حضورؐ نے انہیں بھی جنت بشارت دی وہ آپؐ کے سامنے اسی انداز میں پاؤں لٹکا بیٹھ گئے۔ یہاں ہم سب نے رک کر کنویں کا پانی پیا اور اس مسجد میں شکر کے نوافل پڑھے پھر آگے بڑھ گئے ایک چھوٹی سی پہاڑی آتی ہے۔ اس بلندی پر چڑھے تو گنبد خضرا اور دو مینار صاف دکھائی دینے لگے۔ زبان سے بے اختیار الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا وجد آور ترانۂ مقدسہ جاری ہو گیا۔ یہاں سے صرف ڈیڑھ دو میل چل کر مدینہ منورہ میں باب عنبری سے داخل ہوئے، یہاں شاندار مسجد ہے اور بائیں طرف حکومت کا کسٹم آفس ہے۔ یہاں سے تقریباً نصف میل روضۂ مطہرہ ہے۔ بابِ جبریل سے داخل ہوئے۔ یہاں حضور ﷺ نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ ہم نے یہاں نفل تحیۃ المسجد اور سلام پڑھے۔ پھر منبر رسول کا دیدار کیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ اور حضرت عباس کے مزارات پر حاضری دی، مسجد فتح دیکھی۔ روضۂ رسولؐ پر زبان سے پہلے دل پہنچ چکا تھا۔ اپنے اندر جیسے صلوۃ وسلام لہو بن کر شریانوں میں رواں تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے مکان کی زیارت کی، مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کی اونٹنی یہیں آکر بیٹھ گئی تھی۔ پھر ہم جناب خلیفہ حضرت عثمانؓ کے مکان پر گئے یہی مکان جائے شہادت بھی ہے کہ یہ عظیم خلیفۂ راشد جسکی حدود سلطنت افغانستان تک وسیع تھیں، پورا جزیرۂ عرب جس کے زیر نگیں تھا۔ وہ اپنے ہی گھر میں کسمپرسی کے عالم میں تنہا مارا گیا اور یہ سب کچھ مٹھی بھر شرپسندوں نے کیا۔ لوگ کہتے رہے آپ اعلان کر دیں۔ ان شرپسندوں سے لڑنا جہاد ہے۔ مسلمان مجاہدین ابھی ان کا صفایا کر دیں گے۔ مگر آپ یہی کہتے رہے "میں مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے خلاف بے نیام نہیں ہونے دونگا، کیا ہوگا میری جان ہی تو جائے گی" کہتے ہیں سید امیر علی نے یہ جملے حضرت عثمانؓ کے متعلق لکھا ہے۔

THE MAN WHO DID NOT KNOW HOW TO LIVE AN HONOURABLE LIFE BUT WHO KNEW HOW TO DIE

Marfat.com

مجھے جملے کے پہلے حصہ سے اختلاف اور دوسرے حصہ سے پورا پورا، اتفاق ہے۔

حضرت عثمانؓ کا یہ مکان اور جائے شہادت دونوں بابِ جبریل سے متصل یعنی مسجد نبوی سے متصل شرقی جانب واقع ہیں۔ پہلی گلی میں دارِ عثمانؓ اور دوسری گلی میں دارِ ایوبؓ انصاری ہے۔ رات ہوگئی مگر یہ رات کہاں تھی۔ ایسی راتوں پر کروڑوں روشن دن قربان کر دیے جائیں۔ اس رات تو بخت بیدار ہو رہے تھے۔ خوش نصیبیاں جاگ اٹھی تھیں اور روحیں صلوٰۃ وسلام کے زمزموں سے سرشار تھیں۔

محمد شمع محفل بُود شب جائے کہ من بودم

رات بسر ہوگئی۔ نئے دن کا آغاز مسجد نبوی میں نوافل تہجد کی ادائے گی سے ہوا۔ پھر وہیں نمازِ فجر ادا کی پھر تلاوت کی درود وسلام پڑھا، نمازِ اشراق محراب النبی میں نصیب ہوگئی۔ محراب النبی ریاض الجنتہ میں منبر شریف کے بالکل قریب ہے۔ پھر علامہ ضیاء الدین صاحب کی محفل میں گئے۔ علامہ ضیاء الدین اعلیحضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے شاگردِ رشید اور خلیفہء مجاز ہیں، بیس سال کی عمر میں بغداد شریف آئے تھے۔ دس سال وہاں قیام کیا پھر مدینہ منورہ آگئے۔ اب کئی سال سے یہاں مقیم ہیں مدینہ منورہ میں باب مجیدی کے قریب آپ کا دولتکدہ ہے۔ یہ حرمِ مسجد نبوی کے بالکل قریب ہے۔ بس دونوں کے درمیان ایک سڑک واقع ہے۔ علامہ ضیاء الدین کا دولتخانہ مدینہ منورہ میں اہل سنت کا قلعہ ہے آپ بلا شبہ اولیائے دوراں میں سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک دوسرے شاگرد مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ارشاد پر غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سنبھالا تھا۔ انہوں نے امریکہ، انگلینڈ، افریقہ سنگاپور، ملایا میں بھی تبلیغ اسلام کی لیکن انکی زیادہ توجہ انڈونیشیا پر رہی۔ انڈونیشیا کی حکومت نے تمدن انڈونیشیا نام کی کتاب شائع کی تھی جس کے صفحات 540 تا545 میں مولانا صدیقی مرحوم کے حالات لکھے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ انہوں نے انڈونیشیا میں تبلیغ اسلام کا بہت کام کیا اور بہت سے لوگوں کے حلقہ بگوش اسلام کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی، انہی مولانا عبدالعلیم

Marfat.com

صدیقی میرٹھی کے فرزند ہیں۔ جو میرٹھ سے ہجرت کر کے کراچی (پاکستان) میں مقیم ہوئے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب نے ملک ملک دورے کیے لیکن ان کی نگاہ ہمیشہ مدینہ منورہ پر رہی اور دل بھی یہیں رہا یہیں انہوں نے اپنا مکان بنوایا۔ 1954ء میں فوت ہوئے اور مدینہ منورہ میں ہی فوت ہوئے جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ کی قبر مبارک کے پاؤں میں دفن ہوئے۔

پر د در و سعتِ گر د وں یگا نہ نگا ہِ اوبشا خِ آشیا نہ

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے فرزند مولانا شاہ احمد نورانی کی شادی، علامہ ضیاء الدین کی پوتی سے ہوئی ہے۔ غرض ہم اہل سنت کے لیے بالخصوص علامہ ضیاء الدین کا آستانہ ایک مرجع راحت اور مرکزِ سکون و قرار بنا ہوا ہے۔

صاحبزدہ محمد جمیل احمد شرقپوری، مولانا محمد شریف نوری قصوری، مولانا شاہ احمد نورانی، صاحبزادہ محمد شرقپوری، مولانا محمد شریف نوری قصوری، مولانا شاہ احمد نورانی، قاری مصلح الدین، صاحبزادہ محمد انور شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف، سید محمد محمود شاہ ہزاروی اور ایک عمر رسیدہ درویش سید خان بہادر بخشی مصطفیٰ علی خان سے یہیں ملاقات ہوئی، ڈاکٹر چراغ سے بھی یہیں ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب راولپنڈی کے رہنے والے ہیں اور یہیں علامہ ضیاء الدین صاحب کے ہاں مقیم ہیں بعد میں اپنے چند رفقاء کے ساتھ مسجد نمامہ کی زیارت کی اور وہاں نوافل پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

شام کو مواجہ شریف میں پھر حاضر ہوئے۔ اچانک ذہن میں اقبال کے وہ دو شعر گونجنے لگے۔ جو نجانے کس عالم میں لکھے گئے کہ ذہن میں آتے ہیں تو بدن پانی بن کر آنکھوں سے ٹپک جانے کو بیقرار ہو جاتا ہے۔

تُو غنی از ہر دو عا لم من فقیر روزِ محشر عذ ر ہا ئے من پذ یر
در تو می دا نی حسا بم نا گز یر از نگا ہِ مصطفےٰ پنہا ں بگیر

(اے اللہ تو دونوں جہانوں سے بے نیاز مالک کل ہے اور میں فقیر بے نوا ہوں، میرا کیا حساب لیتا ہے قیامت کے روز میرے عذر قبول فرمالے اور اگر تو میرا حساب لینا لازمی سمجھتا ہے تو صرف ایک عرض

ہے کہ میرا احساب میرے آقا اور اپنے محبوب ﷺ کے سامنے نہ لینا ان کی نگاہوں سے چھپا کر لینا)
میں یہ اشعار پڑھتا رہا اور روتا رہا پھر جیسے ذہن دھل گیا کوئی جیسے خرام ناز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا فرش دل پر اپنے ریشم پیر ٹکا تا ہوا آ رہا تھا یہ دل کی دھڑکن نہیں تھی اُسکے پاؤں کی سکون بخش چاپ تھی۔

پھر یہ طوفان بڑھے آتے ہیں آقا سائیں اپنی کملی میں چھپا لے مجھے مولا سائیں

یہ آرامگاہ تو حجرہءِ عائشہ ؓ ہے۔ اس حجرہ کی قسمت کے کیا کہنے۔ آنکھوں میں بادل برس کے کُھل گئے۔ اجالے ہو گئے روشنیوں نے ہر دھند کو صاف کر دیا۔ پھر اچانک ذہن کا ایک اور دروازہ کُھل گیا۔ مجھے ام المومنین صدیقہءِ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے وہ دو شعر یاد آ گئے جو انہوں نے حضور ﷺ کی رات عشاء کی نماز کے بعد تشریف آوری پر کہے تھے۔ اور جو ادب کی جان ہیں شاعری کی آبرو ہیں۔

لنا شمس والآ فاق شمس وشمسی خیر من شمس السما د
فا ن الشمس تطلع بعد صبح وشمسی تطلع بعد العشا ء

(ہمارا بھی ایک سورج ہے اور کائنات کا بھی ایک سورج ہے میرا سورج آسمان والے سورج سے بہتر ہے وہ تو صبح کے بعد طلوع ہوتا ہے مگر میرا سورج عشاء کے بعد بھی طلوع ہو جاتا ہے)

یہی وہ خوبصورت خیال ہے جسے چرا کر متنبی نے اپنے ایک قصیدہ کا غیر فانی مطلع بنالیا

فد یناک من ربع و ان زدتنا کر با فا نک کنت الشرق لِلشمس وا لغر با

(اے کھنڈر ہو جانے والے مکان کے گرے پڑے دروازے میں تیرے قربان کہ میرے سورج کا مشرق بھی تو تھا اور مغرب بھی تو تھا)

یہیں آپ کے رفقائے خاص میں سے جناب صدیق اکبر اور جناب عمر فاروق محوِ خواب ہیں۔ دونوں کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ان کی دخترانِ نیک اختر امہات المومنین ہوئیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ تو وہ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا آدھا علم دین عائشہ ؓ کے پاس ہے اور آدھا علمائے عالم کے پاس اور ام المومنین حضرت حفصہ ؓ وہ کہ قرآن عظیم کا وہ نسخہ جسے اُم المصاحف کا درجہ حاصل ہے اور جسے خود حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنی نگرانی میں مرتب کیا تھا انہی کی تحویل

Marfat.com

میں رہا اور یہ امین المصحف قرار پائیں۔ خدایا ان ہی مقدس واسطوں سے دعا ہے کہ ہم بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو متحد کر کے راہِ ہدایت پر لا اور ہمیں اپنی رحمتوں سے نواز کہ آج ہم جس حال میں ہیں تجھ سے پوشیدہ نہیں۔

اے خاصہء خاصانِ رُسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آ کے غریب الغرباء ہے

Marfat.com

مدینہ اور جوارِ مدینہ کی زیارات

مدنیہ منورہ کا پرانا نام ''یثرب'' تھا۔ یثرب کے معنی مصیبت اور تکلیف کے ہیں یہودیوں کی ریشہ دوانیوں اور قبیلوں کی باہمی عداوتوں اور قتل وغارت سے یہاں کے باسیوں کا ہر گھر مبتلائے عذاب رہتا تھا۔ اس لیے اسے مصیبت کی بستی کہا جانے لگا قرآن حکیم میں بھی اس کا یہی پرانا نام منافقین کی زبان سے ادا ہوا۔ حضور ﷺ یہاں تشریف لائے اور یہ شہر اسلامی نظام کا مرکز بنا تو آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرما دیا اور اسکا نام مدنیۃ النبی یعنی نبی ﷺ کا شہر قرار پایا اب اسے ''یثرب کہنا گناہ ہے'' مگر افسوس ہے کہ فارسی اور اردو کے شاعروں کو علم نہیں اور وہ یہ نام بے تکلف استعمال کر دیتے ہیں۔ خدا، انہیں معاف کرے مدینہ منورہ کا ہر ذرہ یادگار ہے ہر گلی یادگار ہے، ہر گھر یادگار ہے۔ کچی دیواروں اور کھجور کے پتوں کی چھتوں والا مدینہ اب باقی نہیں رہا۔ پرانی عمارتیں ناپید ہوگئی ہیں۔ اب یہاں خوبصورت عالیشان عمارتیں ہیں۔ اور یہ شہر پیرس کا نمونہ بن گیا ہے۔ حرم مدینہ کے دس دروازے ہیں۔ مغربی جانب باب السلام، باب الصدیق، باب الرحمت اور باب السعود ہیں۔ شمالی جانب باب عمر، باب عبدالمجید، اور باب عثمان ہیں مشرقی جانب باب النساء، باب جبریل اور باب عبدالعزیز ہیں۔ جنوبی دیوار یعنی دیوار قبلہ میں کوئی دروازہ نہیں۔ چند خاص زیارات جن سے ہم بطور خاص مشرف ہوئے درج ذیل ہیں۔

ا۔ **مسجد قباء:۔** یہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر پرانے مدینہ میں واقع ہے۔ اس مسجد کے بڑے فضائل ہیں قرآن حکیم نے بھی اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ احادیث میں بھی اسکی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں جو گھر سے یعنی اپنی قیام گاہ سے وضو کر کے جائے اور مسجد قباء میں دو نفل پڑھے اُسے عمرہ کا ثواب ملتا ہے اس مسجد کے چاروں طرف ہرے بھرے باغات ہیں جن میں کھجور اور انار کے درخت بکثرت ہیں۔ مسجد کی جنوبی دیوار قبلہ سے ایک گول سوراخ ہے اسے طاق کشف کہتے ہیں روایت ہے کہ یہاں بڑا معجزہ ظہور پذیر ہوا تھا۔ مہاجرین کی بیتابی دیکھ کر یہاں آپؐ نے کشف کے طور پر انہیں مکہ میں رہ جانے والے اپنے عزیز و اقارب سے ملاقات کرادی تھی۔ بلکہ ان

Marfat.com

کی باتیں بھی کرادی تھیں نجدی حکومت نے اس طاق کو بند کرادیا ہے۔

۲۔ بیراریس:۔ اسے بیراریس بھی کہتے ہیں۔ اور بیر خاتم بھی یہ وہ کنواں ہے جس میں حضور ﷺ کی ایک انگوٹھی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ سے گر کر گم ہوگئی تھی اور پھر ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملی تھی اب یہ کنواں بند پڑا ہے۔

۳۔ ثنیۃ الوداع:۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مدینہ منورہ کی بچیوں نے حضور ﷺ کا استقبال کیا تھا اور مسرت آمیز گیت گائے تھے۔

طلع البدر علینا　　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　　اذا دعا للہ داع

(ثنیۃ الوداع سے چاند ہمارے لیے طلوع ہوا جب تک دعا کرنے والے اللہ سے دعا کرتے ہیں اس وقت تک ہم پر خدا کا شکر ادا کرنا ضروری ہوگیا)

ثنیۃ الوداع مسجد قبا کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ حضور ﷺ جب کسی کو کہیں کا حاکم مقرر کرتے تو اسے رخصت کرنے کے لیے یہاں تک تشریف لاتے۔ آپ سے پہلے بھی مدینہ کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب اپنے کسی معزز مہمان کو رخصت کرتے تو یہاں تک اسکے ساتھ آتے۔ یہاں ایک مسجد بھی ہے۔ جسے مسجد الوداع کہتے ہیں۔ یہاں اب ایک بڑی مارکیٹ بن گئی ہے۔

۴۔ خمسہ مساجد:۔ یہ پانچ مسجدیں ہیں۔ مسجد ابوبکر صدیقؓ، مسجد عمر فاروقؓ مسجد علیؓ، مسجد سلمانؓ فارسی اور مسجد النبی۔ یہ وہ مقامات ہیں جن پر غزوہ خندق کے موقع پر حضور ﷺ نے صدیقؓ، عمرؓ، علیؓ، سلمانؓ رضوان اللہ علیہم کو رات کے وقت نگرانی کے لیے مقرر کیا تا کہ کفار شب خون نہ ماردیں۔ اور آپؐ اپنی جگہ (مسجد النبی) بیٹھ کر فتح کی خوشخبری دی اس مسجد کو مسجد فتح بھی کہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا چبوترہ بھی ہے جسے مصلی فاطمہ کہتے ہیں۔

۵۔ مسجد ذو قبلتین:۔ یہ وہی مسجد ہے جہاں نماز تو حسبِ سابق بیت المقدس کے قبلہ کی طرح شروع کی گئی لیکن دورانِ نماز حکم آ گیا۔

Marfat.com

فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (اب آپ کعبہ کی طرف منہ پھیر دیجیے)

اور آپ نے نماز میں منہ کعبہ کی طرف پھیر دیا اور آپ کے پیچھے مسلمانوں نے بھی منہ پھیر دیے

۶۔ مسجد مباہلہ:۔ یہیں حضور ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو دعوت مباہلہ دی جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے عیسائی مقابلہ پر تیار ہوئے کہتے ہیں۔ اس جگہ ترکوں نے مسجد بنوائی تھی مگر نجدیوں نے گرادی آثار اب بھی موجود ہیں اہل مدینہ اسے مسجد بغلہ بھی کہتے ہیں۔۔

۷۔ مسجد غمامہ:۔ عربی میں بادلوں کو غمام کہتے ہیں۔ یہ مسجد حضور ﷺ کے زمانے میں اہل مدینہ کی عیدگاہ تھی گرمیوں میں جب آپ اس مسجد میں نماز عید کے لیے جاتے تو آپ پر بادل سایہ کیے رہتا تھا۔ اس لیے اسے مسجد غمامہ کہا جانے لگا۔ یہ بازار مناخہ کے بالکل متصل واقع ہے۔

۸۔ مسجد صدیق:۔ کہتے ہیں کہ یہ زمین خرید کر جناب صدیقؓ اکبر نے مسجد کے لیے وقف کی تھی اس لیے اسے مسجد ابوبکر صدیق کہتے ہیں۔

۹۔ مسجد فاطمہؓ:۔ یہ مسجد غمامہ کے قریب ہی ہے وجہ تسمیہ کی صحیح تحقیق نہیں ہو سکتی عام روایت ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا گھر تھا اور شادی کے بعد جناب فاطمۃ الزہراؓ اسی گھر میں لائی گئی تھی۔

۱۰۔ مسجد عمرؓ:۔ یہ مسجد فاطمہ کے قریب ہے غالباً حضرت عمر فاروقؓ کے اوقاف میں سے ہے۔

۱۱۔ مسجد علیؓ:۔ یہ مسجد عمر کے نزدیک ہے حضرت علیؓ سے منسوب ہے۔

۱۲۔ مسجد بلال:۔ یہ مسجد علی المرتضیٰ کے قریب ہے مسجد کے صحن میں کھجور کا ایک پرانا درخت ہے اور ایک بیری کا درخت بھی، معلوم نہیں ان درختوں کی زندگی کب سے ہے اور کب تک ہے۔ مسجد کے بالائی حصہ میں سرکاری دفتر ہے اور اردگرد مسافروں کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں۔

۱۳۔ روضہ حضرت مالکؓ بن سنان انصاری:۔ یہ مزار شریف باب السلام کے مغربی جانب ہے اور بہت عالیشان عمارت میں ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت مالک بن سنان جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ جنگ سے سپاہی واپس آرہے تھے جناب صدیق اکبرؓ بھی آرہے تھے حضرت مالک بن سنانؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا ''میرا بیٹا کہاں ہے'' جناب صدیقؓ اکبر نے کہہ دیا ''پیچھے آرہے ہیں'' اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ صدیقؓ کی کوئی بات جھوٹ ثابت ہو اللہ نے شہید کو عارضی زندگی

Marfat.com

دے دی اور وہ اپنی والدہ کے پاس پہنچے اور پھر وفات پائی۔

۱۴۔ **مسجد شمس:۔** یہ مسجد قبا سے دو فرلانگ کے قریب دُور ہے اب یہ شکستہ حالت میں ہے مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے اسی جگہ ڈوبا ہوا سورج واپس بلایا تھا۔ اس مسجد سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر بیر غرس ہے جواب خشک پڑا ہے اس کنویں کا پانی حضور ﷺ بہت رغبت سے پیتے تھے اور آپ کو بعد وصال اسی پانی سے غسل دیا گیا۔

Marfat.com

بدر عظیم القدر کی زیارات

میدانِ بدر تاریخ کا عظیم ترین موڑ ہے یہیں اسلام کی پہلی جنگ ہوئی وہ جنگ جس میں تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدین نے کفار کے لشکر جرار کو شکست دی۔

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسا تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

یہیں ابو جہل جیسا اسلام کا اور پیغمبر اسلام کا کمینہ دشمن دو مسلمان لڑکوں معاذ بن عفرا اور معاذ بن عمرو کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا اور اسکے ساتھ ہی چوٹی کے قریش سردار جو اسلام دشمنی میں سرخیل تھے، مارے گئے یہاں اسلام کی اس سلطنت کے ناقابل تسخیر ہونے کا اعلان ہوا جسے محدود پیمانے پر قائم ہوئے بمشکل دو سال ہوئے تھے۔

بدر شریف مکہ معظمہ کے راستے پر ہے، یہ مدینہ شریف سے ایک سو اڑتالیس کلو میٹر ہے اور مدینہ سے بدر چند منزل ہے آجکل بدر ایک بڑا اور خوبصورت شہر ہے اسکی اچھی خاصی آبادی ہے یہاں بہت سے پانی کے چشمے ہیں چشمے کیا ہیں زمین دوز نہریں ہیں جو جگہ جگہ سے کھول لی گئی ہیں۔ خود بدر میں اور بدر کے راستے پر کھجوروں کے باغات ہیں کھجور کے درختوں کے درمیان سرسبز کھیت ہیں جہاں گندم، اپنی ہریالی لہراتی دکھائی دیتی ہے پہاڑوں کے دامن میں یہ ہرے بھرے کھیت بہت ہی خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔

بدر میں حسبِ ذیل زیارات ہیں۔

مسجد عریش:۔ جہاں حضور ﷺ نے رات کے وقت آرام سے سو جانے کو کہا اور خود دعا میں مشغول ہو گئے اب اس جگہ حکومت نے ایک عظیم الشان جامع مسجد بنادی ہے دوسری جگہ وہ ہے جہاں حضور ﷺ نے آغازِ جنگ سے قبل طویل سجدہ کیا حضرت صدیق اکبر نے آپ کو سجدہ سے اٹھایا آپ نے اٹھ کر مٹھی بھر کنکر کفار کی طرف پھینکے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآنِ حکیم میں ہے

''وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى''

(یعنی اے نبیؐ وہ کنکر تو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے) یہاں بھی مسجد ہے۔

مدفن شہداء یا گنج شہیدان:۔ یہاں تیرہ شہدائے بدر دفن ہیں۔ چودھویں غازی زخموں سے چور مدینہ شریف لے جائے جا رہے تھے کہ مقام حمراء میں وصال ہو گیا اور وہیں دفن کیے گئے، گنج شہیدن ابھی بالکل ویران کر دیا گیا ہے۔ آس پاس چھوٹی سی چار دیواری ہے۔

مسجد اجابت:۔ مسجد اجابت مسجد مباہلہ کے ساتھ ہی تھی مگر اب صرف ڈھیر باقی ہیں کہتے ہیں یہاں حضور ﷺ نے اپنی امت کے لیے دعائیں مانگیں؛

۱) میری امت پر دوسری امتوں کی طرح آسمانی عذاب نہ آئے۔ انکی پردہ پوشی رہے۔

۲). آپس میں جنگ نہ ہو پہلی دو دعائیں قبول ہوئیں۔

مسجد جمعہ:۔ قریب ہی ایک اور مسجد ہے جسے مسجد جمعہ کہتے ہیں مشہور ہے کہ یہاں حضور ﷺ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا تھا۔

مسجد بنی نجار:۔ اسی جگہ بنو نجار کی لڑکیوں نے حضور ﷺ کے خیر مقدم کے گیت گائے تھے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مسلمانوں کے لیے مکہ اور مدینہ کا ایک ایک ذرہ یادگار رہے پھر پورے جزیرۂ عرب میں جہاں جہاں حضور ﷺ یا آپؐ کے صحابہ کرام کے قدوم میمنت لزوم پہنچے وہ جگہیں یادگار بنتی گئیں۔ زندہ قومیں اپنی یادگاروں کو تو بڑی بات ہے مردہ قوموں کے کھنڈروں کو تلاش کر کے محفوظ کرتی پھرتی ہیں کہ تاریخ انسانی کی ساری کڑیاں مربوط کریں مگر کتنے غلط اندیش ہیں وہ لوگ جو اپنی قومی یادگاروں کو مٹاتے پھرتے ہیں۔ انہیں کون سمجھائے کہ تم ایسا کر کے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے یہ جو تم حج کرتے ہو اور جس حج کی کمائی سے تمہاری حکومتیں دولت مند بنتی ہیں یہ حج کیا ہے کیا یہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور حضرت حاجرہ کی یادگاریں ہیں سعی بین الصفا والمروہ کیا ہے؟ مگر جب عقل ٹیڑھی ہو تو سورج بھی سیاہ گیند دکھائی دیتا ہے کاش وہ شرک کا مفہوم جانتے:۔

ان یادگاروں سے تو ایمان جوان ہوتا ہے جس قبر پر جائیں وہ عزیمت کی داستانیں سناتی اور دلوں میں ذہنوں میں اور روحوں میں روشنی پھیلاتی ہیں۔

یہ ناہموار چٹیل سلسلے کالی چٹانوں کے امانتدار ہیں گویا پرانی داستانوں کے

Marfat.com

جبل سلع:۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی مغربی جانب شہر سے متصل ہے مدینہ منورہ کے ایک طرف غیر پہاڑ ہے، دوسری طرف احد، سلع مغربی جانب ہے یہاں بھی ایک مسجد ہے جسے مسجد نبی حرام کہتے ہیں یہاں نبی کریم ﷺ نے بہت عبادت کی ہے اور بعض دفعہ امت کی بخشش کے لیے اتنا روئے ہیں کہ جانوروں نے کھانا چھوڑ دیا۔ مشہور ہے کہ بعض دفعہ خاتون جنت آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں اسکے نیچے تہ خانہ ہے اوپر مسجد ہے جوترکوں نے بطور یادگا بنائی ہے

بیر رومہ:۔ یہ وہ تاریخی کنواں ہے جو حضرت عثمان ؓ غنی نے ایک یہودی سے تین ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور یہ اسوقت ہوا جب مدینہ میں میٹھے پانی کی سخت کمی تھی اور مسلمان خاص طور پر سخت مصیبت میں تھے کیونکہ بیر رومہ کا میٹھا پانی یہودی مالک نے مسلمانوں کے لیے ممنوع قرار دے رکھا تھا جب مفسدوں نے حضرت عثمان ؓ غنی کا محاصرہ کر رکھا تھا اور آپ نے ایک روز انہیں مخاطب کر کے سمجھانے کی کوشش کی تھی تو اپنی خدمات میں اس کنوئیں کا بھی ذکر کیا تھا اور فرمایا تھا ''تمہیں یاد ہے مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں بیر رومہ تھا اور یہودی مالک نے اسے مسلمانوں پر روک رکھا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا تھا کون ہے جو یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کو پانی کی قلت کی مصیبت سے چھٹکارا دلائے تو بتاؤ وہ کون تھا جس نے یہ کنواں اپنے پیسوں سے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا'' مفسد باغیوں نے خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا'' اے عثمان وہ تم ہی تھے'' حضرت عثمان ؓ نے کہا حیف تم پر آج تم نے اس کنوئیں کا پانی مجھی پر روک رکھا ہے '' اب اس کنوئیں کو بیر عثمان کہتے ہیں اب یہاں پائیپ لگا ہے ہر طرف کھیتی ہے۔ برابر میں حوض ہے اسکا پانی بہت میٹھا اور صحت بخش ہے۔

بیر بضاعہ:۔ یہ بھی میٹھے پانی کا کنواں تھا حضور ﷺ نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے غسل بھی فرماتے رہے کتب فقہ وحدیث میں اس کنوئیں کا بکثرت ذکر آیا ہے اب اس پر پائیپ لگا ہوا ہے بہت پانی نکلتا ہے آس پاس کھیت اور باغات ہیں کھجور اور انار کے درخت ہیں۔

میدان خاک شفاء:۔ بیر عریس کے آگے وسیع میدان ہے جس کی مٹی سفید ہے، اسی سے خاکِ شفاء کی ٹکیاں بنائی جاتی ہیں اس میں ایک چبوترہ ہے لوگ یہاں سے تبرکاً مٹی لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ایک روایت مشہور ہے کہ جنگ بدر کے کچھ زخمی صحابہ اسی طرف سے لوٹ رہے تھے۔ اسی مٹی سے انہیں فوراً صحت ہوگئی اور یہ بھی مشہور ہے کہ حضورؐ نے یہاں کھڑے ہوکر دعا فرمائی تھی

مسجد امام زین العابدین:۔ مشہور ہے کہ حضور ﷺ اس جگہ اکثر تشریف لاتے یہاں کنواں تھا پانی سے وضو کرتے اور پھر بعد از عبادت آرام فرماتے جہاں آپ آرام فرماتے وہیں اب مسجد ہے مسجد ترکوں نے بنائی تھی اسکی وجہ تسمیہ سے پردہ نہیں اٹھا سکا یہاں بیریوں کے درخت ہیں بیر میٹھے اور بڑے بڑے ہیں۔

باغِ سلمانؓ فارسی:۔ مسجد زین العابدین سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلہ پر یہ باغ ہے اس میں کھجور کے دو درخت ہیں جو اور درختوں سے ممتاز ہیں شکل وصورت میں بھی اور پھل کی شیرینی و لطافت میں بھی مشہور روایت ہے کہ یہ دونوں درخت خود حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے کاشت کئے تھے اس سلسلہ میں کہ یہ درخت آپؐ نے کیوں بوئے ایک اور روایت یہاں مشہور ہے کہتے ہیں یہ باغ ایک یہودی کی ملکیت تھا حضرت سلمان فارسیؓ اس یہودی کے غلام تھے اور اسی باغ میں کام کرتے تھے انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو یہودی مالک نے کہا

"جس رسول ﷺ پر تم ایمان لائے ہو اگر وہ اس باغ میں کھجور کا بیج لگائے اور درخت ایک ہی ماہ میں مکمل ہوکر بارآور ہو جائیں تو میں بھی اسی رسول کا دین قبول کرلوں گا کہتے ہیں۔

حضور ﷺ نے یہ معجزہ دکھا دیا وہ یہودی مسلمان ہوگیا اس نے باغ حضرت سلمان فارسیؓ کو بخش دیا مشہور ہے کہ یہ تین درخت تھے جن میں سے دو ابتک موجود ہیں ان درختوں کا پھل مہنگا بکتا ہے۔

مسجد فضیخ:۔ جب شراب حرام ہوئی تو صحابہ کرام کا ایک گروہ یہاں مصروف میخواری تھا انہوں نے حرمت کا اعلان سنا تو سب کھڑے ہوگئے اور شراب کے تمام چھوٹے بڑے برتن توڑ دیے۔ حضور ﷺ نے انہیں جنت کی بشارتیں دیں۔ پہلے پہل شراب کے برتن یہیں توڑے گئے تھے جہاں اب مسجد فضیخ ہے اس مسجد کے محراب میں ایک سیاہ پتھر نصب ہے اس میں حضور ﷺ کے انگوٹھے اور انگلیوں کے نشانات ہیں کہتے ہیں حضور ﷺ نے معجزہ دکھاتے ہوئے اس پتھر کو مٹھی

میں بھر کر نچوڑا تھا اور اس سے پانی ٹپکنے لگا تھا پتھر کی شکل بالکل ایسی ہی ہے کہ ظاہر ہوتا ہے اسے مٹھی میں بھر کر نچوڑا گیا ہے۔

مسجد ام ابراہیم:۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں رحمتِ عالم ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم ایک دائی کی گود میں پرورش پا رہے تھے حضور اکثر انہیں دیکھنے یہاں تشریف لاتے یہیں حضور ﷺ کی گود میں انکا انتقال ہوا یہاں ترکوں نے ایک عالیشان مسجد بنوادی تھی۔ نجدی حکومت نے وہ مسجد گرائی تو نہیں مگر اسکے گرد دیوار کھینچوادی ہے ہم نے اس مسجد کی زیارت کی اس علاقہ کو عوالی مدینہ کہتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ بڑا سرسبز و شاداب کھیت ہیں، باغات ہیں کنوئیں ہیں، ہر منظر دل کے ساتھ آنکھ کو بھی فرحت بخشتا ہے۔

قبر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب:۔ جناب رسول ﷺ کے والد گرامی کی یہ قبر باب السلام سے غربی جانب محلہ عبداللہ میں ہے قبر بڑی عالیشان عمارت میں ہے لیکن نجدی حکومت نے دروازہ اس طرح بند کیا ہے کہ قبر کو دیکھا نہیں جاسکتا قبر جس عالیشان عمارت میں ہے اس کے دروازہ پر حضرت عبداللہ کا نام اور فارسی زبان میں قطعات کندہ ہیں فارسی قطعات کی توجیہ سمجھ نہیں آسکی۔

Marfat.com

''جنت البقیع''

جنت البقیع میں بارہ ہزار کے قریب صحابہ مدفون ہیں جن میں سے درج ذیل حضرات کے مزارات کی زیارت نصیب ہوتی ہے نجدی حکومت نے ان یادگاروں کو مٹانے کی ایسی نامراد کوششیں کی ہیں کہ خدا نکے ہم عقیدہ لوگ بھی جن کا احساس زندہ تھا روئے اور تڑپے بغیر نہ رہ سکے۔ شورش کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان تقریباً نجدیوں کا ہم عقیدہ تھا مگر اپنی کتاب ''شب جائے کہ من بودم'' میں نجدیوں کی اس حرکت پر نوحہ کناں ہے۔ بہر حال جو کچھ دیکھا جا سکتا ہے وہ یہ ہے۔

جنت البقیع سے باہر حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علیؓ اور حضرت ابو سعید خدری کے مزارات ہیں یہ دونوں قبریں حضرت حلیمہ سعدیہ کے گوشہ کی طرف قبرستان سے باہر واقع ہیں کسی قبر پر کوئی قبہ یا سائبان نہیں صرف نشان ہیں پتھر لگا کر بجری ڈال دی گئی ہے۔

جنت البقیع کے اندر حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت عباسؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام زینؓ العابدین، حضرت امام جعفرؓ صادق، حضرت امام باقرؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت کلثومؓ بنات رسول ﷺ حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ حضرت زینبؓ، حضرت حفصہؓ اور دیگر امہات المومنین، حضرت عقیلؓ بن ابی طالب، حضرت سفیانؓ بن حارث حضرت امام مالکؒ، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر، حضرت ابراہیم ابن رسول ﷺ حضرت عثمانؓ غنی، حضرت حلیمہؓ سعدیہ کی قبروں کے نشانات ملتے ہیں جنت البقیع سے متصل باہر حضور ﷺ کی پھوپھیاں حضرت عاتکہ، حضرت صفیہ، حضرت ام بنین، حضرت اسماعیل بن امام جعفر صادق بیرون بقیع جانب شہر ہیں

ترتیب یہی ہے جس طرح ہم نے تحریر کی ہے

جنت البقیع میں سارے سورج، چاند مدفون ہیں مگر افسوس ہے کہ ناشناسوں نے تاریخ کو مٹانے کی ناروا کوشش کی ہے اور سمجھا ہے کہ ہم اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔

خستہ وشکستہ حالت میں یہ سڑک سے تقریباً ایک میل جنوب کی طرف ہے

Marfat.com

بدر کی مساجد:۔ بدر میں اسوقت تین مساجد ہیں مسجد عریش، مسجد راقہ مسجد سعود جو سڑک کیساتھ

بدر کا کنواں:۔ وہ کنواں جس کی بمناسبت سے اس میدان کا نام میدان بدر پڑا تھا۔ وہ بالکل لاپتہ ہوچکا ہے

اونچی مسجد:۔ گنج شہیداں کے پاس جو اونچی مسجد شکستہ حالت میں ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے جنگ سے ایک روز پہلے مقتولین بدر کے ہلاک ہونے کی جگہیں بتادی تھیں کہ کل یہاں ابوجہل مرے گا، یہاں ابولہب وغیرہ

Marfat.com

''احد شریف''

جنگ احد کی جگہ ایک احاطہ میں سید الشہداء، حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عقیلؓ کے مزار ہیں دوسرے احاطہ میں شہدائے احد کے مزارات ہیں کچھ آگے پہاڑ کے دامن میں حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہونے کی جگہ پہاڑ کے اوپر وہ غار ہے جہاں بعد از جنگ حضور ﷺ نے آرام فرمایا مگران جگہوں پر جانے کی سخت ممانعت ہے اس جگہ پر مسجد امیر حمزہؓ بھی ہے اور نہر زرقاء کا چشمہ بھی جہاں پانی ایک حوض کی شکل میں جمع ہو کر بہتا ہے۔ سامنے ہی وہ گھاٹی ہے اور درہ بھی جہاں سرورِ کونین ﷺ نے صحابہ کو متعین کیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے تم یہاں سے نہ ہلنا مگر انہوں نے سمجھا کہ مکمل فتح ہوگئی اور جگہ چھوڑ دی اور حضرت خالد بن ولید کا دستہ آیا اور فتح مبدل بہ شکست ہوگئی۔

Marfat.com

خیبر کا سفر

آج خیبر کی زیارات دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔ ساتھیوں کے ساتھ ایک موٹر کرایہ پر لے کر روانگی ہوئی۔ احد شریف اور مدینہ منورہ کے ہوائی اڈہ کے قریب سے گزرتے ہوئے اس سڑک پر آگئے جو مکہ مکرمہ سے تبوک کو جاتی ہے سڑک پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ بالکل پتھریلا علاقہ ہے۔ ایک سو بیس کلومیٹر تک کوئی منزل یا آبادی نہیں آئی۔ ذہن آج سے صدیوں پیشتر کے سفر پر سوچنے لگا۔ اس وقت اور آج کے وقت میں کتنا تغیر آ گیا ہے۔ حضور ﷺ جب مسلمانوں کا لشکر لے کر یہاں سے گزرے ہونگے تو کن مشکلات کا سامنا کیا ہوگا۔ ہم تصور کرتے ہیں تو دل ہول کھانے لگتا ہے ایک سو بیس کلومیٹر پر ایک آبادی آئی جس کا نام ''سلسلہ'' ہے یہاں کچھ گھروں کی چھوٹی سی بستی ہے اور چائے کا ہوٹل ہے یہاں سے تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر خیبر ہے۔ یہاں پانی کا اچھا انتظام ہے پانی میٹھا ہے ایک چھوٹی سے مسجد بھی ہے یہاں سے چل کر تھوڑی دیر بعد ہم خیبر پہنچ گئے۔

آج خیبر پہاڑوں کے درمیان کھجوروں اور انار کے درختوں کے خوبصورت اور دلکش باغات میں گھری ہوئی ایک چھوٹی سی بستی ہے خیبر تو اس کا پرانا نام ہے اور ابتک اسکے ساتھ ہے اسکے دو اور نام بھی ہیں اسے قریہءِ بشر بھی کہتے ہیں اور مکیدہ بھی قریہءِ بشر اس لیے کہ یہاں ایک صحابی حضرت براء بن بشرؓ کا مزار ہے اور مکیدہ اس لیے کہ یہیں یہودیوں نے ''کید'' یعنی مکر و فریب سے کام لے کر حضور ﷺ کو زہر ملا گوشت کھلایا تھا۔ یہاں سے مدینہ منورہ ایک سو ساٹھ کلومیٹر، تبوک جانب شمال 5 سو کلومیٹر ہے۔ یہی سڑک تبوک سے عمان اور پھر بیت المقدس کو نکل جاتی ہے۔ خیبر کے متصل پہاڑوں کے دامن میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہت سے بستیاں ہیں۔ جو باغات ہی میں گھری ہوئی ہیں یہاں سات قلعے ہیں سب سے بڑا قلعہ سب سے بڑی بستی میں ہے یہی وہ قلعہ ہے جسے شیر خدا جناب علی المرتضیٰ نے فتح کیا تھا۔

خیبر میں مندرجہ ذیل زیارات ہیں۔

۱۔عین علیؓ:۔ یہ چھوٹا سا چشمہ خیبر سے مغربی جانب واقعہ واقع ہے۔مشہور ہے کہ یہاں حضرت علیؓ نے خیبر کے مشہور پہلوان مرحب پر اپنی تلوار ذوالفقار کا راس قوت سے وار کیا کہ تلوار ڈھال، خود سر، بدن اور گھوڑے کو کاٹتی ہوئی زمین کو چیر گئی اسی جگہ یہ چشمہ پھوٹ آیا جو ابتک جاری ہے۔

۲۔مسجد علیؓ:۔ عین علی کے قریب یہ مسجد ہے فتح خیبر کے بعد حضرت علیؓ نے یہاں شکرانہ کے نفل پڑھے تھے۔

۳۔قلعہ خیبر:۔ خیبر میں سات قلعے ہیں لیکن سب سے بڑا اور مشہور قلعہ یہی ہے جہاں اب سرکار دفاتر ہیں اسکے گرد خندق تھی جو ختم ہوگئی قلعہ کا دروازہ حضرت علیؓ نے اکھاڑا تھا اسکے نشان ابھی تک موجود ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے یہاں دروازہ تھا۔

۴۔گورستانِ شہیداں:۔ یہ خیبر کی مغربی جانب تبوک والی سڑک پار کر کے آتا ہے یہاں پہاڑ کے دامن میں سترہ 17 صحابہ شہید دفن ہیں۔جن میں سے صرف حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت براء بن بشر کے نام معلوم ہو سکے ہیں باقی نام ہمارا گائیڈ بھی نہ بتا سکا۔

۵۔مسجد شمس:۔ دو پہاڑوں کے دامن میں خیبر سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے جسے وادیءِ صہباء کہتے ہیں یہاں وہ جگہ ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت علی کے نماز قضا ہونے پر حضور ﷺ نے سورج لوٹایا تھا۔یہ مسجد توڑ پھوڑ کا شکار ہوگئی لوگوں نے نشان باقی رکھنے کے لیے پتھروں سے اسکی حدود کھڑی کر دی ہے اور ٹھیک اس جگہ جہاں بیٹھ کے حضور ﷺ نے معجزہ دکھایا تھا وہاں محراب بنا دی گئی ہے۔

۶۔باغ فدک:۔ یہی وہ مشہور باغ تھا۔جسکی بحثیں خوب خوب چھڑتی آتی ہیں۔شیعہ حضرات کہتے ہیں یہ حضور ﷺ نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو تحفہ کے طور پر دیا تھا جسے جناب صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے دوران چھین لیا اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ باغ خاتون جنت کو عارضی تمتع کے لیے دیا گیا تھا جو جناب صدیقؓ نے واپس لے لیا۔حکومتیں ایسے معاملات کرتی رہتی ہیں جب خاتون جنت کو ضرورت ہوگی انکی خانگی ضروریات کی کفالت کے طور پر ایسا کیا گیا جب ضرورت مٹ گئی۔حکومت نے سمجھا کہ کشائش حاصل ہوگئی بیت المال کا یہ عوامی مال واپس

لے لیا گیا۔ تاریخ میں تو یہ بحثیں بھی آتی ہیں کہ اسی باغ پر دونوں میں جھگڑے رہے اور جناب علی المرتضیٰ بھی اپنی زوجہ محترمہ کی حمایت میں جناب صدیقؓ سے ناراض رہے مگر ہم سادہ دل مسلمان تو ایسی باتوں میں نہیں پڑتے ہمارا تو اللہ کے اسی فرمان پر ایمان ہے کہ صحابہ کے کیسے جھگڑے۔

اِنَّ مُحمدً رَّ سُوْ لُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہ' اَشِدَّا ءُ عَلیَ الْکُفّا رِ رُحَما ءُ بَیْنَھُم.

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی وہ ہیں جو کفار کے لیے سخت اور آپس میں رحیم و کریم ہیں)

یہ باغ خیبر سے تیس میل کے قریب دور ہے کہا جاتا ہے کہ یہ دو مربع میل تک پھیلا ہوا تھا مگر اب وہاں باغ نہیں خالی زمین پڑی ہے

ابواء شریف میں حاضری

ابواء شریف کی حاضری کا خیال مدت سے دل میں پال رہا تھا۔ الحمداللہ کہ اب کے سفر میں وہ پورا ہو گیا ذرا اس مقام کی تاریخ بیان کر لوں کہ سعادت مندوں کے ذکر میں بھی سعادتمندی ہے اسی سے تو ذہن برکتوں سے سرشار ہوتے ہیں

حضرت عبدالمطلب کے والد محترم حضرت ہاشم نے مدینہ (قدیم یثرب) کے بنو نجار خاندان کے رئیس عمرو بن لبید کی دختر سلمٰی سے شادی کی تھی۔ اسی کے بطن سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے جنکا نام شَیبہ رکھا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ شادی کے بعد اپنے تجارتی سفر پر شام گئے واپس آنے لگے تو خیال آیا کہ کچھ روز اپنے والد کے ننھیال میں گزار لیں چنانچہ ''یثرب'' میں ٹھہر گئے۔ یہاں بیمار پڑ گئے اور یہیں انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ انکی زوجہ حضرت آمنہ حاملہ ہو چکی تھیں۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت آمنہ کا یہ قول درج کیا ہے۔

''مجھے معلوم ہی نہ ہوا کہ میں حاملہ ہو چکی ہوں، سنتی تھی کہ حمل سے بوجھ محسوس ہوتا ہے اور طبیعت نڈھال رہنے لگتی ہے لیکن میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوا بس یہ معلوم ہوا کہ ایام ماہواری بند ہو چکے ہیں ایک روز خواب اور بیداری کے بِن بِن حالت میں تھی کہ کوئی آنے والا آیا اور اسکی آواز سنائی دی اس نے کہا ''آمنہ تجھے علم ہے تو حاملہ ہے'' میں نے کہا ''نہیں میں نہیں جانتی'' اس نے کہا ''تجھے حمل ہے اور تیرے پیٹ اس قوم کا سردار خدا کا ایلچی ہے'' جس روز یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا''

الوفاء۔ ابن موزی ج اص 88

حضرت آمنہ چند روزہ رفاقت کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں مگر یہ واقعہ ہو چکا تھا کہ۔

بصد انداز یکتائی بغایت شانِ زیبائی امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

جب حضرت آمنہ کا لعل چھ سال کا ہوا آپ نے سمجھا کہ اب بچہ سفر کی صعوبتوں کو

Marfat.com

برداشت کرلے گا تو اپنی بے قراراور مدتوں مضطرب رہنے والی خواہش کا اظہار عبدالمطلب کے سامنے کیا کہ وہ اپنے سرتاج کی قبر دیکھنا چاہتی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے انکی بیقراری کو سمجھ لیا اور ایک کنیز ام ایمن کو ہمراہ کردیا اور سفر کی اجازت دے دی۔ اِم ایمن کا اصل نام برکت تھا اور یہ حبشی نسل تھیں۔ اسطرح حضرت آمنہ اپنے لخت جگر کو لے کر ام ایمن کے ہمراہ مدینہ پہنچ گئیں بنونجار کے ہاں ایک ماہ تک قیام کیا حضور ﷺ جب ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو کبھی کبھی اپنی یادیں تازہ کرتے اور اس عارضی قیام کا ذکر فرمایا کرتے اسی طرح ایک واقعہ احمد بن زینی دحلان نے لکھا ہے۔

''ایک مکان کو دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس مکان میں میں اپنی والدہ کے ساتھ ٹھہرا تھا اور میں نے بنو عدی بن نجار کے اس تالاب میں تیرا کی سیکھی تھی''

السیرۃ النبویہ ج ا ص65

واپسی کے سفر میں جب یہ مختصر قافلہ ابواء کے مقام پر پہنچا تو حضرت آمنہ کی طبعیت ناساز ہوگئی ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوہ'' میں اسماء بنت درھم کی یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتی تھیں۔ میری ماں حضرت آمنہ کی وفات کے وقت انکے پاس بیٹھی تھیں۔ حضور ﷺ کی عمر پانچ اور چھے سال کے درمیان تھی آپ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اپنی نیم بیہوش والدہ کا سر دبا رہے تھے۔ آپ کا ایک آنسو حضرت آمنہ کے رخسار پر گرا ماں کو ہوش آگیا اس نے دوپٹہ کے پلو سے آپ کی آنکھیں پونچھیں اور انکی زبان سے ارتجالاً یہ اشعار جاری ہوگئے۔

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ   فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ

(میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا اگر وہ سچ ہے تو میرے بیٹے تو لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے)

فَاللّٰہُ اَنْھَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ   وَاَلَّا تُوَالِیْھَا مَعَ الْاَقْوَامِ

(میں خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی محبت دل میں نہ پالنا)

علامہ زرقانی نے اپنی کتاب ''شرح مواہب الدینہ'' میں یہ اشعار نقل کرکے علامہ جلال الدین سیوطی'' کا حوالہ دیا ہے اور ان سے استدلال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت آمنہ موحدہ تھیں۔

Marfat.com

یہاں میں چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں علمائے اہل سنت کی تحقیق بیان کرتا چلوں

اس سلسلہ میں یہ تو متفق علیہ بات ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین نجات یافتہ ہیں اور جنتی ہیں علماء محققین کے اس بارے میں تین مسلک ہیں

مسلکِ اول

حضور ﷺ کے والدین جس زمانہ میں ہوئے اُسے زمانہء، فترت کہتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد چھ سو سال کا زمانہ فترت کا زمانہ ہے جس میں کوئی رسول نہیں آیا۔ اب لوگ کہاں سے نور ہدایت حاصل کرتے اور جب ایسا نہیں تو پھر انہیں ان کے اعمال پر عذاب میں کیوں ڈالا جائے جبکہ اللہ کا واضح ارشاد ہے۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً

(ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول مبعوث نہ فرمائیں)

علامہ برہان الدین لکھتے ہیں۔

''علامہ ابن حجر الہیتمی نے کہا ہے روزِ روشن کی طرح واضح بات جس پر کوئی شک وشبہ کا گرد وغبار نہیں یہی ہے کہ اہل فترۃ سب نجات یافتہ ہیں۔ اہلِ بنی اسرائیل کے انبیاء کو تو یہ حکم ہی نہیں تھا کہ بنی اسرائیل سے باہر کے لوگوں کو تبلیغ کریں اور اہل عرب بنی اسرائیل سے باہر تھے''

اسیرۃ الحلبیہ امام محمد ابوزہرہ ج ا ص 103

علماء کرام کے نزدیک اہل فترت تین طبقوں میں منقسم ہیں

پہلا طبقہ وہ ہے جس میں شامل لوگوں نے اپنی دانش اور اپنی بصیرت سے عقیدہءِ توحید تک رسائی حاصل کی اور شرک سے مجتنب رہے۔ جیسے قُس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور قوم تبع کے بعض بادشاہ یہ طبقہ جنتی ہے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین ابراہیمی کو بگاڑا۔ شرک کا راستہ نہ صرف خود اپنایا بلکہ دوسروں کو بھی اس راہ پر چلنے کے لیے مجبور کیا جیسے عمرو بن لحی الخزاعی لا اور اسکے ہمنوا۔ یہ طبقہ جہنمی ہے تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنی غفلت اور بے خبری کی وجہ سے کسی بھی عقیدہ سے وابستہ نہ ہوئے توحید کی راہ اپنائی نہ شرک کی اس طبقہ کو عذاب سے مستثنیٰ رکھا گیا اور آیت کریمہ۔

''وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً'' کے مصداق یہی لوگ ہیں۔

حضور ﷺ کے والدین کو بعض علماء زمانہء فترت میں ہونے کی وجہ سے نجات یافتہ بتاتے ہیں۔

Marfat.com

مسلک ثانی

علماء محققین کا دوسرا اگروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کا دامن کبھی شرکت سے آلودہ نہیں ہوا۔ وہ دین ابراہیمی پر تھے۔ توحید اور یوم حشر پر انہیں پورا یقین تھا اور وہ اخلاق عالیہ کا پیکر تھے۔ علامہ فخر الدین رازی کا یہی مسلک ہے لکھتے ہیں۔

''یقیناً انبیاء علیہم السلام کے والدین کافر نہیں ہوتے۔ آزر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں چچا تھے، دادا پر بھی اب کا اطلاق ہوتا ہے اور جہاں تک حضور ﷺ کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میری وہ ذات ہے جو آپ کو دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے رہے اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والی پیشانی سے دوسری سجدہ کرنے والی پیشانی میں منتقل ہوتا رہا اس سے واضح ہوا کہ آپؐ کے جملہ آباواجداد مسلمان تھے''

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

''ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں کئی سندوں سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے جہاں کہیں سے دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو ان دونوں میں سے بہتر تھی''

''امام ترمذی نے یہی روایت اپنی کتاب سنن ترمذی میں اور امام بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت ابن عباس سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا'' بے شک اللہ نے مجھے پیدا فرمایا تو بہترین مخلوق میں سے کیا، قبائل سے بہترین قبیلہ میں افراد میں سے بہترین بندوں سے اور بہترین خاندان سے پیدا گیا''

''طبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل نے کہا میں نے دنیا کے سارے کونے چھان مارے۔ مجھے بنو ہاشم سے افضل خاندان

اور اے رسول محترم ﷺ آپؐ سے افضل انسان نہیں دیکھا"

علامہ سیوطیؒ یہ روایات نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر کا یہ قول فیصل نقل کرتے ہیں۔

"یہ بات صریحاً" عیاں ہے کہ کسی کا بہتر ہونا، خدا کا ہر گزیدہ ہونا، کسی پسندیدہ قرار دیا جانا اور اپنی بارگاہ اور اپنی مخلوق میں افضل قرار دینا اس حال میں نہیں ہوسکتا کہ وہ مشرک ہو"

حضور ﷺ نے غزوہ حنین میں فخر سے فرمایا

انا النبی لا کذب: انا ابن عبد المطلب (میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

تو اگر عبد المطلب بھی شرک کے مرتکب ہوتے تو یہ اُس پیغمبر کے لیے کوئی قابل فخر بات نہ تھی جو پیغام توحید لے کر آیا ہو اور جسکی بعثت کا مقصد ہی شرک کو جڑ سے اکھاڑنا ہو۔

مسلک ثالث

تیسرے مسلک کے علماء کہتے ہیں کہ اللہ نے حضور ﷺ کے والدین کو پھر زندہ کیا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لے آئے اس گروہ میں "ابن شاہین، خطیب بغدادی ابولقاسم سہیلی، ابو عبداللہ القرطبی، محب طبری، علامہ ناصرالدین ابن المنیر وغیرھم"

مسالک الحنفاء صفحہ 56

دور حاضر کے عظیم محقق امام محمد ابوزہرہ نے طویل بحث کر کے فرماتے ہیں۔

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین دوزخ میں ہونگے، میں جب اسکی بات سنتا ہوں تو میرے ذہن پر ہتھوڑے برسنے لگتے ہیں اور میرے کان جلنے لگتے ہیں"

خاتم حضرت امام محمد ابوزہرہ ج اصفحہ 139

غرضیکہ حضور ﷺ کے والدین اللہ کے فضل سے صاحب ایمان تھے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام حاصل ہوگا۔

Marfat.com

حضرت ابو طالب کا ایمان

یہاں ایک اور بحث بھی سامنے آ گئی ہے اور وہ ہے حضرت ابو طالب کا ایمان ہم پیچھے کہیں حضور ﷺ کے لیے جناب ابو طالب کی قربانیاں اور ایثار کی مثالیں بیان کرتے آئے ہیں انکی ایک ایک قربانی ایسی ہے کہ حضور ﷺ سے محبت کی قابل تقلید مثال قائم ہو جاتی ہے۔ کفار کے مقابلہ میں انہوں نے ہر جگہ حضور ﷺ کی تحفظ بخش ڈھال کا کام دیا۔ شعب ابی طالب میں گزاری ہوئی ایک ایک ساعت خدا کے ہاں کتنی عظمتوں کی حامل ہو گی اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے مگر عام خیال یہی ہے انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور ایمان نہیں لائے اس لیے انکی بخشش مشکوک ہے اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''جب کفار حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو بلایا اور مشرکین آپ کی باتوں سے مایوس ہو گئے کہ کسی صورت میں مصالحت نہیں ہو سکتی تو حضرت ابو طالب نے بھتیجے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ کہا '' بھتیجے میں نے نہیں دیکھا کہ تم نے ان سے کسی غلط بات کا مطالبہ کیا ہو تو حضور ﷺ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب اگر کہا جائے تو شاید ابو طالب کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں مگر آپؐ کے کہنے پر انہوں نے کہا'' اے میرے بھتیجے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری موت کے بعد لوگ تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو طعنہ دیں گے کہ تمہارے باپ نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھتا اور صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے پڑھتا۔ جب موت کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عباس نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ ہل رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے کان لگا دیے اور سُن کر کہا'' اے بھتیجے خدا کی قسم میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے۔ جس کے پڑھنے کے لیے تم نے کہا تھا'' حضور ﷺ نے فرمایا لم اسمع میں نے نہیں سنا''

اسیرۃ النبویہ ابن کثیر ج ا ص 124 تا 123

حافظ ابن کثیر کی عبارت آپ پڑھ چکے اب یہ تفاصیل بھی دیکھیئے۔

حضرت ابو طالب کی زندگی کی شمع بجھنے والی ہے۔ قبیلہ کے سرکردہ لوگ اکٹھے ہیں اس

Marfat.com

وقت آپ وصیت کرتے ہیں۔

اے گروہِ قریش، تمہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے چن لیا ہے۔تم عرب کا دل ہو اچھی طرح جان لو کہ تم نے سب سے اچھی صفات اپنے اندر مجتمع کر لی ہیں۔شرف اور عزت کے سارے مدارج تم نے حاصل کر لیے ہیں انہی اوصاف کی بناء پر دوسری قوموں پر تمہیں برتری اور فضیلت ملی ہے۔میں تمہیں اس گھر (بیت اللہ) کی تعظیم واحترام کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں خدا کی خوشنو دی ہے اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے اور اسی سے تمہیں معاشی آسانیاں ملی ہوئی ہیں۔قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا قطع رحمی سے بچنا۔بغاوت اور سرکشی ترک کیئے رہنا کہ اسی سے قومیں برباد ہوئیں۔دعوتیں رد نہ کرنا، سائل کو خالی نہ لوٹانا، کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا یہ وہ اوصاف ہیں جو خواص میں محبوب بناتے ہیں اور عوام میں معزز۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ پورے قبائل قریش اسے امین وصادق کہتے ہیں۔جن اوصاف کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے وہ ان کا جامع ہے۔بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے کمزوروں اور دور دراز کے علاقوں کے باشندوں نے اسکی دعوت قبول کر لی ہے۔اس کے دین کی تعظیم کی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس دین کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں۔اور قریش جو سردار تھے پیچھے رہ گئے ہیں ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔عرب کے سارے باشندے اس سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے لگے ہیں۔اسکی محبت اور عقیدت میں ان کے دل ڈوب گئے ہیں انہوں نے اپنی قیادت کی باگیں اس کے ہاتھوں میں تھما دی ہیں۔

اے گروہِ قریش اپنے بھائی کے مددگار بن جاؤ۔جنگوں میں اس کے مددگار بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو اس کی راہ پر چلے گا ہدایت پائیگا اور جو اس کے دین ہدایت کو قبول کر لیگا وہ خوش بخت اور بلند اقبال ہو جائے گا اگر میری زندگی مجھے مہلت دیتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ہر میدان میں اسکے ساتھ ہوتا اور اس کا دفاع کرنا'' اس وصیت کے بعد آپ کی موت واقع ہوگئی''

سبل الہدی والرشاد ج 2 ص 565

یہ سب کچھ کیا ہے؟ اسکے ساتھ وہ قصائد بھی دیکھ لیجئے جو حضور ﷺ کی شان میں

Marfat.com

حضرت ابوطالب نے کہے تھے۔ تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوطالب صاحب ایمان نہیں تھے۔ حافظ ابن کثیر پر خدا رحم کرے انہوں نے یہ سب کچھ لکھا مگر پھر کہتے ہیں۔

''ابوطالب ان تمام امور میں یہ جانتے تھے کہ رسول ﷺ صادق ہیں، راشد ہیں لیکن اسکے باوجود آپ کا دل ایمان نہیں لایا دل کے جاننے اور ماننے میں فرق ہے''

اسیرۃ النبویہ از حافظ ابن کثیر ج 2 ص 124

اس پر شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

''گویا ابن کثیر ابوطالب کے جاننے کو یہودیوں کے جاننے سے مشابہت دے رہے ہیں جن کے متعلق قرآن نے کہا

''یعرفو نه کما یعر فون ابنأ هم'' (یہودی نبی کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے اور پہچانتے ہیں) لیکن اسکے باوجود ایمان نہیں لائے تھے۔ میں اجازت چاہونگا کہ حافظ ابن کثیر کے اس خیال کی مخالفت کروں اور جیسے انہوں نے ابوطالب کے جاننے کو یہود کے جاننے پر منطبق کیا اسکی تردید کروں۔ میں کہتا ہوں یہود کے جاننے اور حضرت ابوطالب کے جاننے میں زمین آسمان کا فرق ہے ابوطالب کا علم ایسا ہے جس کے ساتھ تصدیق اور یقین پایا جاتا ہے اور آپ کی ساری زندگی اور سارے قصیدے اسکی تائید کرتے ہیں اس لیئمیں کہتا ہوں یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت ابوطالب مشرک ہوں''

اس کے بعد شیخ ابوزہرہ حضرت ابوطالب کی خدمات گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کے شرک دشمن ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہے پھر لکھتے ہیں۔

''لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایات قابل قبول ہوں تو بھی اسے حق نہیں پہنچتا کہ حضرت ابوطالب کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہےان کی بے مثال خدمات کا صلہ ہمیں یہ نہیں دینا چاہیکہ ہم منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارا زور بیان انہیں کافر ثابت کرنے پر صرف کریں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی اور کوئی مثال نہیں''

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں

Marfat.com

''حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپ کے مسلمان ہونے کے قائل نہیں ان کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور یہ کہاں بعید ہے کہ خود سرورِ کائنات ﷺ کا دل بھی رنجیدہ ہوتا ہو''

تفسیر روح المعانی سورہ مقص آیت 55

اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت عباس نے بھی شہادت دی تھی قریش کچھ بھی ہوں جھوٹ نہیں بولتے تھے، حضرت ابو سفیانؓ کو دیکھو کہ زمانۂ کفر میں بھی نجاشی کے دربار میں حضور ﷺ کی صفات کا کس طرح برملا اعتراف کیا۔

رجوع الی الموضوع:

بات مقام ابواء کی زیارت کی ہو رہی تھی اور رہوارِ قلم دور نکل گیا۔ مگر بے لگام نہیں ہوا میں اپنے جوش عقید ت کی بناء پر یہ باتیں ضروری سمجھتا تھا بہر حال ذکر حضرت آمنہ کی وفات کا ہو رہا تھا۔ آپ کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ''ہر زندہ موت کی وادی میں اتریگا ہر نئی چیز پرانی ہوجائے گی اور ہر کمال کو زوال ہے میں تو مر رہی ہوں مگر میری یادیں اور میرے تذکرے باقی رہیں گی کہ میں نے ایک پاکباز بچے کو جنم دیا ہے۔

شرح مواہب الدینہ از علامہ زرقانی وسیرۃ دحلدن ج اص 66

حضرت آمنہؓ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ آپ کی کنیز حضرت ام، ایمن نے وہیں آپ کو دفن کر دیا اور حضور ﷺ کو ساتھ لے کر مکہ آگئیں یوں ایک سیاہ فام حبشی عورت پر اللہ کا کرم ہوا اور پیغمبر انسانیت اسکی گود میں آگیا جسے آگے چل کر انسانوں میں رنگ، نسل، وطن اور قومیت کے باطل امتیازات کو مٹا کر عالمگیر انسانی برادری قائم کرنی تھی اللہ نے آپ کو دو ماؤں کی محبت عطا فرمائی جناب آمنہؓ کے بعد حضرت ام ایمنؓ نے بھی آپ کو اپنی ماں جیسی محبت شفقت اور جاں نثاری دی اور آپ نے بھی ہمیشہ انہیں ماں ہی سمجھا۔

امام محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''ایک دفعہ آپؐ نے سنا کہ آپ کے ایک صحابی نے کسی کو عار دلاتے ہوئے کہا۔

یاابن السوداؔء (اے کالی ماں کے بچے) اس پر حضور ﷺ بول اٹھے۔

(پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا، کسی سفید رنگ والی ماں کے بیٹے کو کسی کالے رنگ والی ماں کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا معیار تقوی ہے محمد سفید رنگ والی ماں کا بیٹا ہے اُسے کالے رنگ والی ماں نے پالا، پس وہ ایک ساتھ دونوں کا بیٹا ہے)

خاتم النبیین ج ا ص 131

مدنیہ شریف سے جو سڑک مکہ جاتی ہے اس پر مدینہ شریف سے 208 میل، کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک منزل مستورہ ہے۔ وہاں سے سڑک چھوڑ کر چار کلومیٹر پیچھے۔ مدینہ کی جانب آکر ریگستان میں چلنا ہوتا ہے جو بالکل مشرق کی سمت ہے ابواؔء یہاں سے تیں کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے یہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں بالکل سامنے والی پہاڑی کی چوٹی پر حضرت آمنہؓ کا مزار ہے دس پندرہ منٹ میں آدمی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ جاتا ہے کہتے ہیں پہلے مزار شریف میں نہایت شاندار قبہ تھا سامنے مسجد بھی تھی یہ دونوں عمارتیں نجدی حکومت نے گرادیں پھر اہل مکہ نے بنادیں اور حکومت نے گرادیں اب وہاں کالے پتھروں کی ڈھیری ہے اس کے اردگرد ایسے ہی پتھروں کو جوڑ کر چار دیواری بنادی گئی ہے۔

اس علاقہ میں پانی بالکل نہیں۔ یہاں جانے والے پانی ساتھ لے کر جاتے ہیں یہاں سے تین میل کے فاصلہ پر بستی ابواء ہے یہاں بکثرت سبزیاں اور باغات ہیں یہ سبزیاں مدینہ منورہ ٹرک کے ذریعے لائی جاتی ہیں اسی بستی میں آکر حضرت آمنہؓ طاہرہ بیمار ہوئیں۔ اور تھوڑی سی علالت کے بعد فوت ہوگئیں۔

حضرت بی بی آمنہؓ کے مزار پرانوار پر بڑی تجلیات ہیں جنہیں اہل بصیرت سمیٹ سکتے ہیں یہاں ہمیں بے انتہا روحانی سکون نصیب ہوا۔

Marfat.com

سفر سے واپسی

سفرِ حج اختتام پذیر ہوا۔ اللہ کی مہربانی سے تیرہ ساتھیوں کے ساتھ بصحت و سلامتی واپسی ہوئی یہ پہلا سفرِ حج تھا یہ سفر جسمانی ہی نہیں رہا روحانی بھی رہا۔ جی بھر کے زیارت کیں اور جہاں بھی گئے ذہن پر اس مقام کی پوری تاریخ قدم قدم گزرتی رہی عالمِ خیال میں ہم صدیوں کو پھلانگ کر اسی عہد سے پہنچ جاتے تھے اسی لیئے میں نے سفرنامہ لکھا تو ساتھ پوری تاریخ بھی لکھنے کی کوشش کرتا گیا۔ اور اپنی ذہنی واردات بھی۔

سفرِ حج کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ حضور ﷺ کی پوری تبلیغی زندگی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے اور ان دماغوں کر تحریک ملتی ہے اور تحریک کے لیے رہنمائی بھی ملتی ہے جو دماغ اپنے اندر تبلیغی جوش رکھتے ہیں۔ میں بھی چونکہ اسی راہ کا راہی ہوں مجھے تو اس سفر سے نئی زندگی نصیب ہوئی۔ دل میں ولولے جوان ہوئے امنگوں میں جولانی آئی۔ حضور ﷺ کی جگر کاویوں اور جانفشانیوں کا تصور پیش نظر رہا اور روح ندامت سے کانپتی رہی کہ اس دور میں جب ہمیں ہر طرح کی آسانیاں اور سہولتیں میسر ہیں۔ مخاطب تعلیم یافتہ ہیں ان میں وہ وحشت اور بربرّیت نہیں۔ ہم لوگ فریضہءِ تبلیغ کی ادائے گی میں کتنی کوتاہی سے کام لے رہے ہیں کیا ہمیں اس کا حساب نہیں دینا پڑے گا۔ آج ذرائع رسل و رسائل ایسے ہیں کہ ایک لمحہ میں بات ساری دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور ہم دوسروں کو تو کجا اپنے آپ کو بھی مسلمان نہیں بنا سکتے۔ ہماری زندگیاں شرمندگیاں بن چکی ہیں۔ سفرِ حج سے لوٹنے والا یقیناً ایک نیا انسان بن کر لوٹتا ہے، بشرطیکہ یہ سفر اس نے دل و دماغ کی پوری بیداری کے ساتھ کیا ہو۔ میں نے سفرنامہ میں کئی مذہبی بحثیں چھیڑی ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ بحثیں غیر متعلق نہیں ہماری محفلوں میں یہ ساری بحثیں چھڑتی رہیں تمام موضوعات زیرِ گفتگو رہے ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق ان بحثوں میں حصہ لیا میں نے سب احباب کی دانشورانہ اور عالمانہ باتوں کو یکجا کر کے مقالات کی شکل دے کر سفرنامے کا حصہ بنالیا۔

سفر کوئی بھی ہو اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ نئی نئی زمینوں کے ساتھ نئے نئے

آدمیوں سے بھی تعارف ہوتا ہے نئی نئی صحبتوں کے فیضان برستے ہیں۔ ہمارے سفرِ حج میں ایسے کئی اصحاب سے ہم متعارف ہوئے جو بلا شبہ اولیاء اللہ تھے اور جن کی صحبت وہی صحبت تھی جس کے متعلق مولائے روم نے فرمایا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کئی دوستوں کی رفاقتیں حاصل ہوئیں۔ اور انکی یادیں دل و دماغ پر نقش ہوتی گئیں۔ جب تنہائی کے مہربان لمحے آئیں گے یہ یادیں گھٹا کر کے آئینگی۔ اور دل سے دور دور تک روشنیاں پھیل جائینگی۔

نمبردار دیوان علی چودھری، صدر دین چودھری، عبدالرشید آف بوڑ، چودھری ولایت علی آف رجپال، اور پیر علاؤالدین صدیقی سے جو مذہبی بحثیں رہیں وہ کون فراموش کرسکتا ہے۔ مشرقی پاکستان کے مولانا وقارالدین جو مولانا سردار احمد لائلپوری مرحوم کے ہمدرس رہے ان سے ملاقات مغتنمات میں سے ہے۔ بریڈفورڈ کے مشہور مذہبی کارکن مستری خادم حسین کو کون بھول سکتا ہے۔ پھر راولپنڈی کے مولانا محمد رضا صاحب بھی اپنی رفاقت کی ناقابل فراموش یادیں بطور امانت میرے حوالے کر گئے۔

اے خدائے بزرگ و برتر ان احباب کو عزت، صحت اور سلامتی ءِ ایمان سے نواز اور مجھ گنہگار کو توفیق دے کر تیرے حبیب ﷺ کے نقش قدم پر چل سکوں

اگر باو نرسیدی تمام بو اللہبیست

کیونکہ اے پروردگار تیرا ہی فرمان ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ

Marfat.com

دوسرا سفرِ حج

پیر صاحب کی اس سفر میں روانگی 19 دسمبر 1972 کو ہوئی اور واپسی 20 جنوری 1973 کو ہوئی۔ زیارت کے تمام مقامات پہلے سفرِ حج کے تفصیلی ذکر میں آگئے ہیں اس سفر میں بعض مقامات کی دوبارہ زیارت کی عبادات پر زیادہ زور رہا انکی کوشش رہی کہ ایسے علماءِ عالم سے ملاقاتیں ہوں جن کے دل دردمند ہوں اور اختلاف وافتراقِ امت پر خون کے آنسو روتے ہوں۔ شکر ہے کہ اس سفر میں یہ حسرت پوری ہوئی۔ ایسے احباب مل گئے جو حج کے مقصدِ خاص سے آشنا تھے جن کی روحیں بیقرار تھیں اور دل اشک بار تھے جو ملت کے سچے غمگسار تھے اور چاہتے تھے کہ امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ ہو۔ مسلمان ایک دفعہ پھر میدان میں آکر ٹھوکریں کھاتی ہوئی انسانیت کو پیغمبر رحمت کے دروازے پر لیجانے کی سبیل سوچیں کہ اس دروازے کے بغیر کوئی ایسا دروازہ نہیں جہاں انسانیت کے زخموں کا علاج ہو سکے۔

وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی　　　علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

خدا کے فضل سے بہت سے سرکردہ علماء کا اجتماع ہو گیا سب یہی کہہ رہے تھے۔

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے　　　زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

بے زری اور افلاس کیسا کہ محمد پاک ﷺ کے خدا نے جزیرۂ عرب کے صحراؤں کو سیال اور منجمد سونے سے بھر رکھا ہے اور یہاں کے لوگوں کو اتنی دولت عطا کر دی ہے کہ انہی کی دولت سے یوروپ اور امریکہ کے بینک چل رہے ہیں اور وہ مزید کرم کے بادل بھیجتا چلا جاتا ہے شرط یہ ہے کہ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اسی سفرمین ورلڈ اسلامک مشن کا قیام عمل مین آیا جو صرف حضرت معروف شاہ صاحب کی زندگی ہی نہیں پوری تاریخ دعوت وعزیمت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ورلڈ اسلامک مشن کی تفاصیل اپنے مقام پر آ رہی ہیں۔

Marfat.com

تیسرا سفرِ حج

اس سفر میں حضرت پیر صاحب 23 مارچ 1979ء کو جدہ پہنچے۔ 25 مارچ کو کچھ کتابیں خریدیں اور مدینہ منورہ چلے گئے۔ محمد یونس نوشاہی ہمراہ تھے۔ ایک ضروری چیز جس کا تذکرہ پہلے نہیں آیا یہ ہے کہ حضرت پیر صاحب جس سفر پر جہاں بھی گئے انکی توجہ کا مرکزِ خصوصی کتب خانے اور کتب فروشوں کی دکانیں رہیں۔ مدینہ منورہ پہنچے تو تین کتب خانے دیکھے۔ 23 سو ریال کی کتابیں خریدیں اور پھر احباب سے ملاقاتیں کرتے رہے پھر بعض مقاماتِ زیارت پر دوبارہ حاضری دیتے رہے۔ 3 اپریل کو پھر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ شریف سے پھر کتابوں کی خریداری ہوئی اور پانچ بنڈل بنا کر بریڈفورڈ ارسال کر دیے۔

15 اپریل بروز منگل منٰی میں خیموں میں آگ لگ گئی۔ پیر صاحب کے ساتھ طارق مجاہد نوشاہی تھے اس وقت جب مصیبت زدہ لوگ جان بچانے کی فکر میں انتہائی افراتفری کے عالم میں بھاگ رہے تھے۔ پیر صاحب اور انکے ساتھی لوگوں کا سامان اٹھاتے اور جس حد تک ممکن تھا لوگوں کی مدد کرتے رہے اپنے قافلے والوں سے بچھڑ گئے تھے رات پہاڑ پر گزاری جہاں ہر طرف ویرانی کا عالم تھا جنگلی جانوروں کا خوف تھا بھیڑیوں نے وہاں بھیڑیں وغیرہ پھاڑ رکھی تھیں طارق مجاہد نوشاہی کا بیان ہے کہ اس ویران اور خوفناک جگہ پر پیر صاحب یکسوئی سے عبادت کرتے رہے۔ ہاں اگر انہیں پریشانی تھی تو یہی کہ اگر جاں چلی گئی تو کوئی بات نہیں مگر لوگوں کی جو امانتیں انکے پاس ہیں کہیں ان کے پیچھے ان میں خیانت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حفاظت فرمائی صبح پہاڑ سے اتر کر اپنے قافلے والوں سے جا ملے وہ سب لوگ پریشان تھے کہ کہیں حضرت صاحب اور انکے ساتھی طارق صاحب شعلوں کی لپیٹ میں نہ آ گئے ہوں۔ پیر صاحب کو اور انکے ساتھی کو صحیح سلامت واپس آتے دیکھا تو سب کی پریشانی دور ہوئی۔ پیر صاحب نے انہیں واقعات سناتے ہوئی بتایا کہ بیچاری عورتیں جو اس بدحواسی اور افراتفری میں اپنے قافلوں سے بچھڑ گئی تھیں سویرے بہت پریشان تھیں ہم انہیں قافلوں تک پہنچا کر آپ لوگوں کے پاس آئے ہیں سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

Marfat.com

چوتھا سفرِ حج

16 مئی 1993 کو شروع ہوا اور بخیر و عافیت 15 جون 1993 کو اختتام پذیر ہوا۔

سفرِ عراق

اس وقت تک حضرت پیر معروف شاہ صاحب تین بار عراق جا چکے ہیں خواجہ خواجگان شیخ الکل پیر محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزار کی زیارت ایک حسرت بنکر اہل سنت کے ہر فرد کے دل میں ہمیشہ موجود رہی ہے اور پیر صاحب کا تو تعلق بھی اسی خانوادہ سے ہے جسے سلسلۂ عالیہ قادریہ کہتے ہیں۔ اس لیے انہیں تو بچپن سے یہی خواہش تڑپا رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے سامان بھی پیدا کر دیا اس لیے کشاں کشاں عراق گئے یہاں صرف شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہی مزار نہیں یہاں تو قدم قدم پر آفتاب و ماہتاب دفن ہیں اس لیے انہوں نے کوشش کی کہ تمام زیارات سے مشرّف ہوا جائے۔ پیر صاحب نے عراق کے تینوں سفر ڈائری میں قلمبند کیے ہیں ہم نے انہیں یکجا کر کے یہ باب مرتب کیا ہے اور چونکہ الفاظ زیادہ تر انہی کے ہیں۔ اس لیے انہیں خود نوشت سفرنامہ کی صورت دے دی ہے۔

خیال رہے کہ حضرت پیر صاحب کا ہر سفر محض اسلام کی خاطر رہا ہے۔ یونہی سی سیر و سیاحت مقصود نہیں تھی اس لیے انہوں نے شہروں کے دیگر تاریخی مقامات پر اعاظم و اکابر کے مقبروں کی زیارات کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے کہ یہ سفرنامے اولیاء کے مقابر کی زیارات کے لیے ایک گائیڈ بک بھی ہیں اور دنیا پر آخرت کو مقدم ٹھہرانے والے نفوس قدسیہ کے تذکارِ جلیلہ کا مرقعِ نور بھی، انہوں نے کہیں کہیں بعض مسائل پر بھی اپنے دلکش اور دلنشین انداز میں روشنی ڈالی ہے یوں ان سفر ناموں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ قاری کو بھی اس سفر میں شریک کر لیتے ہیں۔ اور اسے سمجھاتے بھی جاتے ہیں کہ اسلام کیا ہے اور وہ ہم سے کیا کیا مطالبے کرتا ہے۔ ان سفرناموں میں کہیں بھی فرقہ وارانہ تعصب کی کوئی علامت نہیں ملتی وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ کشادہ دلی اور خندہ

جبینی سے بات کرتے ہیں۔اپنی اور ہماری معلومات میں اضافہ کے لیے بڑی وسیع النظر فی سے دو سرے فرقوں کے اکابر کی تعظیم کرتے اور انکی باتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ایک سچے اور کھرے مسلمان کی طرح (خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدِرْ) ان کا اصول ہے اور یہی اصول سفرناموں میں انکے پیش نظر رہا ہے۔ان کی زبان صاف ہے اور تحریر سادہ کیونکہ انکے ذہن میں کوئی گنجلک پن نہیں کوئی گنجھل نہیں۔انہوں نے اپنے محسوسات بھی بڑی سلیس اور رواں زبان میں بیان کردیے ہیں۔ انہیں سیاست میں پڑنے کی عادت نہیں، وہ جانتے ہیں کہ سیاست انسانی حقوق کے حصول کی کوشش ہے اور جب انسان کو اپنے حقوق و فرائض کا علم حاصل ہو جائے تو سیاست خود بخود پاکیزہ راہوں پر گامزن ہو جائے گی۔اس لیے ان کا ہر سفر اور ان کا ہر سفرنامہ انکے تبلیغی مشن سے ہم آہنگ ہے اور انکا تبلیغی مشن یہی ہے کہ

دل و نگاہ مسلمان تو کچھ بھی نہیں

Marfat.com

سفر نامہ عراق

ہمارا پہلا سفرِ عراق جو رفیق محترم مولانا لیاقت حسین نوشاہی کی معیت میں ہوا۔ حکومتِ عراق کی طرف سے الاقصیٰ کانفرنس میں شرکت کی دعوت پر ہوا۔ ہم 20 جون 1987 بروز ہفتہ بغداد پہنچے وزارتِ اوقاف کی طرف سے دو آدمی ہمیں لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ منسٹری کے لوگوں نے ہمارے لیے پروگرام ترتیب دے رکھا تھا ہم نے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں تجویز کیں جو منظور کر لی گئیں۔ ہمیں زیارات پر لیجانا وزارتِ اوقاف کے لوگوں کے ذمہ تھا جنہوں نے اپنی ذمہ داری بطریقِ احسن نبھائی۔ ہم پہلے امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد کے مزارات پر گئے۔ جن لوگوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے، بخوبی جانتے ہونگے کہ سیدنا امام جعفر صادق کی ذات بابرکات اسلامی تاریخ میں خاصی اہمیت کی حامل ہے شیعہ امامیہ اثنا عشری، انہیں اپنے مذہب کا مدون خیال کرتے ہیں۔ صوفیاء ان کو مشائخ طریقت میں شیخ الشیوخ کا اعلیٰ ترین مرتبہ دیتے ہیں ان کے شاگردوں کی فہرست بڑی طویل ہے مختلف شعبہ ہائے علم کے لوگ ان سے کسب فیضِ حاصل کرتے رہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اہل سنت کے امام اعظم ابو حنیفہ اور جناب امام مالک بن انس فقہ میں انکے شاگرد تھے۔ ان کے ساتھ ہی تصوف اور علم کیمیاء کے مصروف عالم و عامل جابر بن حیان بھی انہی کے فیض یافتہ تھے۔ ان کے علاوہ کثیر مشاہیر کو ان کے تلامذہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کا نسبِ تلمذ صحیح ہو یا غلط، یہ بہر حال ثابت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق اپنے ہم عصر لوگوں پر بہت اثر انداز ہوئے۔ خواجہ فرید الدین عطار نے اپنی کتاب تذکرہ الاولیاء کا آغاز تبرکاً و تیمناً انہی کے ذکر سے کیا ہے۔ علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں ان کے کمالات اور زہد و تقویٰ کا بڑی شان سے ذکر کیا ہے۔ غرض مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ وہ زبردست شخصیت کے مالک تھے شیعہ امامیہ اپنے شرعی معاملات میں ان سے استناد کرتے ہیں۔ باطنیہ اپنے عطائبات کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ جابر بن حیان، حضرت ذوالنون مصری اور دیگر ممتاز صوفیاء انہیں اسرارِ خفی و جلی کا معلم قرار دیتے ہیں۔ دیگر علوم عجیبہ کے ساتھ قرآن حکیم کی باطنی تاویل جس کا اسمٰعیلی اور

صوفی روایات میں ذکر آتا ہے اسی طرح حروف واعداد سے مستقبل کے حالات معلوم کرنے کا وہ طریقہ جسے علم جعفر کہا جاتا ہے۔ان دونوں کا ماخذ بھی سیدنا جعفر صادق کی ذات کو ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔امام موصوف زندگی بھر فرقہ وارانہ سیاست سے بالاتر رہے ان کے دو فرزند نامور ہیں۔موسیٰ کاظم اور اسمعیل۔ثانی الذکر کی والدہ حضرت امام حسنؓ کی پوتی تھیں۔کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے پہلے اسمٰعیل کو اپنا وصی نامزد کیا تھا مگر ان سے ناخوش ہو کر جناب موسیٰ کاظم کو وصی مقرر کر دیا۔

جمہور کہتے ہیں اسمٰعیل حضرت امام جعفر صادق کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے اس لیے موسیٰ کاظم وصی اور امام ہیں۔اسمعیل مذکور سے آگے اسمٰعیلی فرقہ چلا۔

ہمیں ان بحثوں سے کوئی مطلب نہ تھا ہم امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد کے مزارات پر اپنی محبت کے تحت حاضر ہوئے۔یہ کئی کنالوں پر پھیلے ہوئے میدان میں ہیں۔چاروں طرف شاندار حویلی ہے صحن میں سفید سنگِ مرمر لگا ہوا ہے دروازوں پر گنبدوں پر سونا لگا ہوا ہے۔کئی لوگ مزار کے خادم ہیں الشیخ الفاضل علی الکلیدار، روضے کے امور کے انچارج تھے بڑے عالم آدمی تھے ان سے بڑی دیر تک گفتگو رہی۔بہت سے موضوعات زیر بحث آئے ان سے ہی معلوم ہوا کہ عباسی علوی اور فاطمی علوی کے درمیان نکاح ہوتے ہیں اور یہ سب اہل بیت نبوی شمار ہوتے ہیں ان میں باہمی تعصب یہاں بہت کم ہے۔انہوں نے ایک اور بات بتا کر ہمارے علم میں اضافہ کیا کہ علوی اور سادات موسوی سیاہ پگڑی باندھتے ہیں۔سادات حسنی و حسینی سبز اور عم رسول حضرت عباس کی اولاد سفید پگڑی استعمال کرتی ہے۔

اسکے بعد ہم حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مزار پر گئے۔یہ محلّہ باب الشیخ سے تقریباً 8 کلو میٹر دور دجلہ کے پل کے اس طرف واقع ہے۔ اس محلّہ کا نام اعظمیہ ہے اور یہاں کے لوگوں کو اعظمین کہتے ہیں۔لب سڑک کمان نما دیوار ہے تین شاندار کمانیں بنتی ہیں اندر وسیع صحن ہے جس کے کنارے پر بہت شاندر ٹاور ہے۔یہ بہت اونچا ہے اس میں چاروں طرف گھڑیال نصب ہیں جو دور سے نظر آتے ہیں دوسرے کنارے پر مینار ہے جس پر گول دائرہ کی شکل میں ٹیوبیں نصب ہیں مینار کی چوٹی پر نیلی ٹیوبوں سے بہت جلی حروف میں ''اللہ'' بنایا گیا ہے۔کئی دروازے طے کر کے

Marfat.com

امام صاحب کے مزار تک پہنچتے ہیں مزار کے گرد چاندی کا کٹہرا ہے اس میں امام اعظم کی قبر شریف ہے۔ یہ قبر ایک بڑے ہال کے کمرہ میں ہے کمرہ بھی بہت خوبصورت ہے۔ امام اعظم کی قبر شریف قبولیت دعا کے باعث مرجع خلائق ہے۔ یہاں امام شافعی بھی اپنی حاجت روائی کے لیے آتے تھے شاید ہی کسی عالم کا مزار اتنا پر شوکت ہو۔ یہاں ایک ہیبت اور دبدبہ سا ہے۔ یہ علم وحکمت کا رعب ہے جو اندر داخل ہونے والے کے دل پر طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں وہ امام سو رہا ہے جس نے حدیث میں روایت کے ساتھ درایت کا معیار بھی دیا۔ علم فقہ کی شمعیں روشن کیں اور کتاب وسنت پر مبنی قوانین ترتیب دیے۔ مزار کے ساتھ ہی عظیم الشان مسجد ہے یہاں کے انچارج امام اور خطیب کئی کتابوں کے مصنف ڈاکٹر شیخ عبدالغفار سے ملاقات ہوئی۔ بڑے ملنسار اور خوش اخلاق آدمی ہیں۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔

ساتھ ہی دجلہ کا پل ہے۔ اس پل کو جسرِ آئمہ کہتے ہیں کیونکہ یہاں کئی آئمہ کے مزار قریب قریب ہیں۔ اسی پل کے کنارہ پر حضرت امام احمد بن حنبل کا مزار بھی تھا۔ جو اب دریا برد ہو کر بہہ گیا ہے۔

ایک کنارہ پر امام اعظم دوسرے پر کنارے پر امام ابو یوسف، امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد ابن امام رضا کے مزار ہیں۔

ہم یہاں سے آگے بڑھے دجلہ کا پل پار کیا تو سامنے کاظمین شریف ہے بڑی شاندار عمارت ہے یہاں زائرین کا بے پناہ ہجوم رہتا ہے۔ اس عمارت کے چار مینار اور دو خوبصورت گنبد ہیں اندر تمام دیواروں اور چھتوں پر شیشے نصب ہیں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اندر امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد بن رضا کی قبریں ہیں۔ اس عمارت کے باہر محقق نصیر الدین طوسی کی قبر ہے یہاں سے نکلیں تو بائیں طرف امام اعظم کے مشہور شاگرد اور فقہ حنفی کے ستون امام ابو یوسف کا مزار ہے یہاں ایک شاندار مسجد ہے۔ مسجد کے بائیں جانب ابو یوسف کے مزار کا قبہ ہے۔ مسجد سے متصل ایک کتب خانہ ہے جسے مکتبہ ابو یوسف کہا جاتا ہے۔ یہاں کے امام نے بکمال نوازش ہمیں کچھ کتابیں تحفہ کے طور پر دیں۔

Marfat.com

یہاں ایک وضاحت کرتا چلوں کہ حضرت امام اعظم کے مزار سے ملحقہ مسجد میں ہم نے ظہر کی نماز ادا کی اور اذان سنی ،اذان کے بعد مؤذن نے درود شریف پڑھا اور بلند آواز سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا اس مسئلہ پر پاکستان میں اور دیگر مسلمان ممالک میں ہونے والی اختلافی معرکہ آرائیاں یاد آگئیں اور پھر سعودی عرب میں جتنی شدت ہے وہ یاد آئی عجیب بات ہے سعودی حکومت حنبلی المسلک ہے مگر میں نے ''الفقہ علی المذاہب الاربعہ'' جیسی مستند اور جدید ترین تحقیقی کتاب میں پڑھا ہے کہ باب الاذان میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی کے مسالک میں اذان کا طریقہ بتایا تو اذان کے الفاظ لکھ دیے اور بس مگر امام احمد بن حنبل کا طریقہ بتایا تو اذان کے الفاظ بتا کر لکھا ''زادالصلوٰۃ بعد الاذان'' (اذان کے بعد صلوٰۃ یعنی درود کا اضافہ کیا جائے) اور وہی حنبلی کہلانے والے اذان کے ،بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے پر مرنے مارنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو معاف فرمائے ،ہم نے اتحاد و اتفاق کی تو کوئی بات نہ سوچی اختلاف ،افتراق کی لاکھوں باتیں نکال لیں اور سر پھٹول کرنے لگے۔

برابر میں بائیں جانب ایک قبرستان ہے۔اسکے آخری کنارہ پر شیخ شبلیؒ کا مزار ہے۔ وہاں ایک خادم جس کا نام طارق تھا بہت سی قبروں سے گزار کر لے گیا۔دربار بند تھا صرف جمعرات کو کھولا جاتا تھا۔ہمارے لے کھولا گیا وہاں فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

جناب بشر حافی کے مزار پر حاضری دی۔ابوالحسن نوری کے مزار کی زیارت کی۔پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی المعروف شیخ عمر کے مزار پر گئے۔یہاں ایک عظیم الشان مسجد ہے۔مسجد کے گوشے میں حضرت شیخ کا مزار ہے۔جالیوں کے کٹہرے میں مزار شریف ہے۔یہ جگہ بغداد میں ہی ہے اور باب الشیخ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔شارع رشید کے متصل ہے۔یہاں سے رخصت ہوکر حضرت معروف کرخیؒ کے مزار پرُانوار پر حاضری دی۔یہ مزار بڑے کشادہ اور وسیع قبرستان میں ہے۔قبرستان کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس کے درمیان ایک پختہ سڑک ہے۔جس پر موٹریں چلتی ہیں اس سڑک کو پار کر کے ہم خلیفہ ہارون الرشید کی نامور نیک دل اور پاکباز ملکہ زبیدہ کے مزار پر گئے۔یہ وہی ملکہ ہے جس کا ایک بڑا اور سعادتمندانہ کارنامہ یہ ہے کہ اس

Marfat.com

نے نہر کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں پانی پہنچایا۔ یہ نہر منیٰ، مزدلفہ، عرفات ہر جگہ موجود ہے اور اسے نہر زبیدہ ہی کہا جاتا ہے۔ افسوس اب اس نہر کی قرار واقعی دیکھ بھال نہیں کی جارہی۔ ملکہ کی قبر بڑی اونچی جگہ ہے۔ برجی پر دو سرخ رنگ کے بلب روشن ہیں قبر کے اردگرد نجاست دیکھ کر ہمیں بہت افسوس ہوا جو لوگ اپنے پُرکھوں کے ساتھ یہ بے رحمی اور ناانصافی کرتے ہیں انہین کسی طرح بھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں فاتحہ پڑھی اور آگے بڑھے، قریب ہی ایک قبرستان ہے، جسے قبرستانِ شونزیہ کہتے ہیں۔ یہ پرانے شہر کی کچی آبادی کا ویران علاقہ ہے۔ راستہ بھی کچا ہے۔ ایک بڑے گیٹ سے اندر داخل ہوئے جہاں کچھ کھجور کے درخت تھے یہاں حضرت جنید بغدادی کا مزار ہے۔ مزار بڑا پروقار ہے۔ یہاں صفائی کا انتظام بہت بہتر ہے مقبرے کے باہر بورڈ لگا تھا جس پر لکھا تھا۔

''مرقد شیخ الجنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز'' زیارت اور فاتحہ خوانی سے مشرف ہوئے۔ قریب ہی سیدنا شیخ بہلول دانا کا مزار ہے۔ ساتھ ہی حضرت داوٗدالطائیؒ کا مزار ہے وہاں حاضری دی، حضرت سری سقطیؒ اور ابوالمحفوظ حضرت معروف کرخیؒ کے مزارات کی زیارت کی۔ حضرت معروف کرخیؒ کے مزار سے متصل مسجد میں داخل ہوں تو دائیں ہاتھ پر ایک قبر ہے۔ یہ قبر پنجابی کے مشہور شاعر اور داستان یوسف زلیخا کے مصنف غلام رسول کی ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب کی سفرِ حج سے واپسی کے دوران عراق میں وفات ہوئی تھی قبر دیکھی تو ذہن میں انکا ایک شعر گونجنے لگا

جیں کوں دلبر وِکدا ملے تھے قیمت ہووے پلّے اس دے جیڈ نہ طالع کوئی اس دے بخت سَول

(جس آدمی کو یہ موقع ہاتھ آئے کہ محبوب بیچا جارہا ہو اور اسکی قیمت بھی اس آدمی کے پاس ہو تو اس آدمی جیسا خوش نصیب کوئی نہیں یوں سمجھو اس کے بھاگ جاگ اٹھے ہیں) لوح مزار پر تاریخ وفات 10 رجب 1331ھ درج ہے۔ اسی دروازے کے بائیں ہاتھ پر علامہ محمود آلوسی کی قبر ہے جن کی تفسیر ''روح المعانی'' کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ ان کا سنِ وفات لوحِ مزار پر 1220 ہجری درج ہے۔ حضرت حبیب العجمی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ابوبکر شبلیؒ کی اولاد میں آخری فرد جو اس وقت بقید حیات ہیں ایک مائی صاحبہ ہیں۔ مزار کی چابیاں انہی کے پاس رہتی ہیں ان کی زیارت نصیب ہوئی۔ سید حسن بن عبداللہ بن عباس بن

Marfat.com

علی کے مزار پر حاضری دی حضرت حمزہ بن حسن بن عبداللہ بن ابوالفضل عباس بن علیؓ کے روضہ کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت سیف الدین بن سید کاظم بن امام جعفر صادقؒ، حضرت زبیر بنت الحسن بن علی، قاسم بن عیسیٰ، سید حمد بن جعفر بن الحسن بن امام موسیٰ، کاظم بن امام جعفر صادق، امام احمد الحادث بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کے مزارات پر فاتحہ خوانی کا شرف حاصل ہوا، طاہر بن امام محمد بن باقر بن علی بن امام حسن کے مزار پر حاضری دی حضور غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی کی درگاہ شریف کے سامنے جو سڑک ہے اس کے کنارہ پر کچھ ہوٹل ہیں ان سے آگے بڑھیں تو ایک قبرستان ہے۔اس قبرستان میں کھجوروں کے بہت سے درخت ہیں درمیان میں حجۃ الاسلام امام غزالی کا روضہ ہے روضہ شریف پر بوسیدگی کے آثار ہیں اکثر بند رہتا ہے زیارات کے موقع پر مجاور کھول دیتا ہے۔ ہمارے لیے بھی کھولا گیا اندر جا کر دیکھا کہ بوسیدہ ہے، صفائی کا بھی خاص انتظام نہیں ہے، پرانا پھٹا ہوا غلاف پڑا ہے بہت افسوس ہوا اسلام کی بنیادوں سے ٹکرانے والے یونانی فلسفہ کے سیل بے پناہ کا رُخ پھیر دینے والا امام اس حالت میں پڑا ہے۔لوگوں کی علم سے بے رغبتی اور عالموں کے بے وقعتی کا یہ منظر دیکھ کر دل بہت رنجیدہ اور ذہن بہت پریشان ہوا۔حضرت سید عبدالعزیز کی اولاد میں سے حضرت عبدالرحمٰن قادری اور حضرت سید الرحمٰن قادری سے ملاقات ہوئی۔بغداد شریف کا ذرہ ذرہ زیارت گاہ ہے۔اور ہم نے خوب زیارات کیں۔اسی سلسلہ میں شیخ حماد، شیخ ابراہیم خواصی، منصور حلاج، شیخ سراج الدین، شیخ صدرالدین، سید احمد، فائی، ابوشیبہ بدوی کے مزارات پر بھی حاضری دی۔

Marfat.com

دربار غوثِ صمدانی محبوب سبحانی جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

یوں تو ہم جب بھی بغداد گئے، سب سے پہلے غوث پاک کے دربار میں حاضری دی مگر ہم اسے زیارات کے آخر میں لکھ رہے ہیں اس لیے اس میں کچھ تفاصیل آجائینگی۔

غوث پاک کا مزار دریائے دجلہ سے تقریباً ایک میل دور پرانے شہر میں ہے، روضے کا کمرہ تقریباً تیس 30 فٹ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہوگا۔ قبر پانچ فٹ اونچی ہے اس پر سبز رنگ کی چادر چڑھی ہوئی ہے، اندرونی دیواروں پر شیشہ لگا ہوا ہے اور چھت پر فانوس بھی موجود ہیں۔ یہاں باقاعدہ لنگر خانہ ہے۔ جہاں غریبوں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ غوث پاک نے اپنی زندگی میں یہ لنگر جاری کیا تھا آج ایک ہزار برس سے یہ لنگر تقسیم ہوتا چلا آرہا ہے۔ طوفان ہو بارش ہو غوث پاک کے دروازے پر بھوکوں کو کھانا ضرور مل جاتا ہے۔

ہم یہاں حاضر ہوئے تو دل دماغ کی عجیب حالت تھی۔ بہت سے لوگ چیخ رہے تھے، رو رہے تھے۔ آنکھیں بہہ رہی تھیں اور کتنے آنسوؤں میں دل کے ٹکڑے بھی بہہ رہے ہونگے۔ ہم کہہ رہے تھے چوروں کو قطب بنانے والے ہم بھی چور ہیں اللہ کے حقوق رہ گئے، بندوں کے حقوق رہ گئے۔ اللہ کے چور ہیں، بندوں کے چور ہیں۔ احساس ندامت سے چُور آپ کے دروازے پر آئے ہیں۔ ڈوبی ہوئی کشتیوں کو ابھارنے اور سلامتی سے کنارے لگانے والے ہمارے بیڑے پار لگا کہ یہ بھی ڈوب رہے ہیں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں آپ ہی نے تو کہا تھا۔

قف علی با بی اذا سد کل با ب

(جب سب دروازے بند ہوجائیں تو میرے دروازے پر آجانا)

سو آگئے ہیں، اے سخی داتا۔ ابھی ہونٹوں پر اضطراب کی سسکیاں تڑپ رہی تھیں کہ ذہن کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی ریشم پیر ٹکاتا ہوا دل کے فرش پر محوِ خرام ہو، آرہا ہو، دکھ مٹانے زخموں کو مندمل کرنے روح کا قلق دھونے اور دل ہشاش بشاش ہوگیا، سکون کی چادر تن گئی، انوار و تجلیات کی وہ بارش ہوئی کہ روح میں اندھیرا نام کو نہ رہا اندر دور دور تک روشنی ہوگئی کوئی شہد بھری آواز کانوں

Marfat.com

میں رس گھولنے لگی "مُریدی لاتخف" میری برکتیں تیرے ساتھ ہیں جا خدا نے تیری ساری مشکلیں آسان کردیں۔ رحمتہ اللعالمین نے تجھے آغوش رحمت میں لے لیا۔

اللہ کے کلمہ ءِ حق کو ساری دنیا میں پھیلا دے۔ میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں سب کچھ سُن سکتا تھا۔ سُن رہا تھا بلکہ آج بھی جب تنہائی میں ہوتا ہوں، آنکھیں بند کر کے ذہن میں وہ منظر بسا لیتا ہوں تو وہی آواز بہشت گوش ہونے لگتی ہے۔ یوں اللہ والوں کی قبریں زندہ ہوتی ہیں میری طرح سینکڑوں ہزاروں صاحبان دِل کو یہ تجربات ہوئے ہونگے اور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اولیاء کی محبت عطا کرے تا کہ وہ انکی برکات سے اخذِ فیض کریں۔

روضہ شریف کے دائیں ہاتھ دو مسجدیں متصل ہیں۔ مسجد حنفی، مسجد شافعی۔ شافعی مسلک کے لوگوں کی الگ جماعت ہوتی ہے اور حنفی مسلک کے لوگوں کی الگ۔ تہجد کے لیے بھی اذان ہوتی ہے اور لوگ تہجد پڑھنے جوق در جوق آتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کے فرزند عبدالجبار اور صالح گیلانی کے مزارات کی بھی زیارتیں تھیں۔ غوث پاک کی درگاہ میں مدرسہ بھی ہے، جسے مدرسہ قادریہ کہتے ہیں، مگر اس میں تعلیم و تدریس کا کوئی معقول انتظام نہیں کوئی خاص نصاب بھی مقرر نہیں اور با قاعدہ امتحان کا نظام بھی نہیں۔

مدرسہ کے ملحق ایک کتب خانہ یا لائبریری ہے اس کا نام ہے۔ مکتبہ مدرسہ قادریہ، یہاں کئی اچھی اور نایاب کتابیں ہیں اور ہر لائبریری کی طرح یہاں بھی یہی ضابطہ ہے کہ وہیں بیٹھ کر مطالعہ کرو۔ ادھر ادھر کتب فروشوں کی دکانیں ہیں۔ اپنے فطری ذوق وشوق کی بنیاد پر ہم تقریباً ہر بڑی دکان پر گئے لیکن یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوا کہ یہاں محبوب سبحانی پیران پیر جناب شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے ذاتی احوال و کوائف پر مستند اور جامع کتابیں نہیں مل سکیں۔ ویسے بھی اس موضوع پر ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ صوفیاء اولیاء میں عام طور پر علماء کے خلاف جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ اس لیے کہ اس تعصب کی ابتداء علماء ہی کی طرف سے ہوئی جنہوں نے دین کو صرف ظواہر تک محدود کر دیا۔ صوفیاء بالعموم طریقت اور شریعت میں حدیں کھینچنے لگتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بہت بڑے عالم بھی تھے اور سرتاج الاولیاء بھی، انہوں نے یہ حدیں مٹا دیں،

Marfat.com

شریعت اور طریقت کو ملا دیا اور سمجھا دیا کہ طریقت شریعت سے الگ نہیں۔ یوں یہ حقیقت سامنے لے آئے کہ۔

خلا فِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اسی محلہ میں آگے سبزی منڈی ہے۔ اس منڈی کے درمیان میں حضرت شیخ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی مقری کا مزار ہے۔ وہ حضرت محبوب سبحانی کے استاد تھے۔

Marfat.com

سلمان پاک

بغداد شریف سے تیس میل جنوب مشرق میں ایک بستی ہے جس کا نام سلمان پاک ہے۔

یہاں حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار ہے جو معروف صحابی ہیں۔ بہت بڑی وسیع عمارت ہے بڑا خوبصورت اور عظیم الشان گیٹ ہے۔ اندر ایک کشادہ صحن ہے اور شاندار قبہ ہے جس کے اندر جالیوں میں حضرت سلمانؓ فارسی کا مزار ہے۔ اس کے بائیں طرف ایک اور مقتدر صحابی حضرت حذیفہؓ بن الیمان کا مرقد ہے، برابر میں دروازہ ہے۔ اس میں ایک اور عظیم صحابی حضرت جابر بنؓ عبداللہ انصاری اور حضرت محمد طاہر بن امام زین العابدین مدفون ہیں۔ ان دونوں حجروں کے درمیان چھوٹی سی مسجد ہے۔ یہاں کی زیاراتؒ سے فارغ ہو کر ہم ایک اور تاریخی یادگار گئے اور وہ ہے قصرِ کسریٰ، یہ کسریٰ شاہ ایران کا محل ہے جو متذکرہ بالا مزاروں سے صرف ایک فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اسی قصر میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ چودہ کنگرے اور پھٹی ہوئی دیوار کو تاریخی یادگار کے طور پر محفوظ کر لیا گیا ہے۔ یہ محل دیکھ کر بے اختیار حضور سرورِ کائنات ﷺ کا تصور اور انکی پوری زندگی ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ قصرِ کسریٰ کے چودہ کنگرے نہیں گرے تھے، ملوکیت کے تخت الٹ گئے تھے اور ملوکیت پر مہر اختتام ثبت ہو گئی تھی۔ سلطانیٔ جمہور کا آغاز ہو گیا تھا اور جس جمہوریت کے آج چرچے ہو رہے ہیں۔ اسکی خشتِ اول رکھ دی گئی تھی۔ ہوائی اڈہ کے ساتھ ہی بغداد شریف کا بڑا سٹیشن ہے جسے محبط العالمی کہتے ہیں۔ یہاں سے ریل گاڑی موصل، شام، ترکی ہوتی ہوئی اور بہت سے ملکوں سے گزرتی ہوئی سیدھی لندن پہنچتی ہے۔ راستہ میں چالیس میل سمندر پڑتا ہے یہاں ایک بڑے جہاز پر ریلوے لائن بنی ہوئی ہے۔ ٹرین اسی سے گزرتی ہے اس سے پہلے اور اس کے بعد تو سارا سفر خشکی کا ہے۔ آٹھ روز کے طویل سفر کے بعد یہ ٹرین لندن پہنچتی ہے۔ ریلوے سٹیشن بغداد شریف کا ایک قابل دید مقام بن گیا ہے۔ ٹرین کے ڈبے بھی بہت خوبصورت اور آرام دہ ہیں عراق میں قبلہ جانبِ جنوب ہے۔

Marfat.com

اے کربلا کی خاک

غریب و سادہ رنگیں ہے داستانِ حرم　　نہایت اسکی حسینؓ ابتداء ہے اسمٰعیلؑ

بغداد شریف سے کربلا کی جانب روانہ ہوئے۔ جنوب کی طرف 34 میل کے فاصلہ پر فلوح آباد ہے۔ بڑا آباد شہر ہے۔ اسکے ایک طرف دریائے فرات ہے۔ فرات کا پانی بہت گدلا ہے۔ ذائقہ میں پھیکا ہے۔ پانی اوک میں بھرلیا اور آنکھوں سے بھی پانی بہنے لگا، سوچنے لگے، اسی پانی کے لیے تاریخ کا سب سے بڑا ظلم ہوا، اور خدا کی راہ میں سب سے بڑی قربانی دی گئی کسی کا شعر یاد آ گیا ہے۔

خاک ہو جا خاک ہو کر، خاک میں مل جا فرات　　خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہل بیت

فرات پر بڑا خوبصورت پُل بنا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ہوٹل ہیں آگے ایک دوراہا آتا ہے جہاں سے ایک سڑک دمشق کو جاتی ہے، دوسری کربلائے معلیٰ کو، ہم کربلائے معلیٰ کی سڑک پر چل پڑے کچھ فاصلہ طے کیا تو ایک لق و دق ریگستان شروع ہو گیا ہر طرف ریت ہی ریت۔ فرات کے کنارے ایک معمولی سی بستی میسّب ہے۔ یہاں سے سڑک چھوڑ کر دو میل کچی سڑک پر جائیں تو امام مسلمؒ کے فرزندانِ معصوم حضرت عون اور حضرت محمد کے مزارات ہیں۔ بڑی سی عمارت ہے اس میں دو چھوٹے چھوٹے سبز گنبد ہیں جو ایک دوسرے کے سامنے ہیں۔ درگاہ کے دروازہ پر تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ حارث نے مسلم کے لعلوں کے منہ پر پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔ ایک کو ذبح کر رہا ہے، خون بہتا دکھایا گیا ہے دوسرا بندھا ہوا اپنے قتل کا انتظار کر رہا ہے۔ بڑی گریہ آور تصویریں ہیں سسکیاں نکلنے لگتی ہیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم پھر پختہ سڑک پر آ گئے۔ دور سے ہی دو سبز گنبد دکھائی دے رہے تھے۔ ایک جناب امام حسینؓ کا اور دوسرا جناب عباس علمدار کا ہے۔

کربلا بہت بڑا شہر ہے۔ بغداد شریف سے جانب جنوب ہے۔ کھجور کے باغات ہیں خوبصورت دلکش بازار ہے۔ حضرت سید الشہدا کے مزار کے گنبد پر سونے کا پترا چڑھا ہوا ہے۔ بڑی محراب پر بھی سونے کا پرت ہے۔ اس مزار کے دوسرے قبہ میں دو حصے ہیں ان میں حضرت علی

Marfat.com

اکبر اور معصوم علی اصغر کے مزار ہیں اسی عمارت میں قریب ہی سید ابراہیم حجاب بن امام موسیٰ بن جعفر کی قبر ہے۔ کچھ آگے حبیب بن مظاہر کی قبر ہے۔ ذرا آگے حضرت قاسم بن حسن کا مزار ہے۔ آگے گنجِ شہیدان ہے یعنی بہتر شہیدائے کربلا کے مزار ہیں۔ حضرت علی بن امام موسیٰ کاظم بھی اسی روضہ میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ حضرت قاسم کا جسد مبارک یہاں دفن ہے۔ انکا سر مبارک شیران تہران میں دفن بتایا جاتا ہے۔ اسی عمارت میں ایک مضبوط حجرہ بنا ہوا ہے۔ اس کے اندر گہرا تہہ خانہ غار کی طرح کا ہے۔ اس کے منہ پر مضبوط جالی لگی ہوئی ہے۔ جالی پر مضبوط دروازہ ہے۔ یہ دروازہ اٹھا کر جھانکیں تو نیچے حضرت امام حسین کی قتل گاہ ہے۔ اب زمین بہت اونچی ہوگئی ہے، اس لیے یہ جگہ بہت نیچے ہے۔ اسکی زیارت بڑے اہتمام سے کرائی جاتی ہے۔ کچھ دور جا کر حضرت عباس علمدار کی شہادت گاہ اور قبر ہے۔ اس مزار کا گنبد بہت بڑا ہے ہر روضے کے اندر شیشہ لگا ہوا ہے۔ کربلاؑ کے کنارہ پر 45 میل لمبی جھیل ہے۔ کربلائے معلیٰ سے تین میل دور کچی سڑک پر حضرت حُر بن یزید ریاحی کا مقبرہ ہے۔ اس پر بھی بہت شاندار گنبد ہے۔ مقبرہ کے دروازے پر بڑے بڑے تصویری چوکھٹے نصب ہیں ایک تصویر میں حُر حضرت امام حسین کے آگے توبہ کر رہے ہیں۔ حضرت امام کا دستِ مبارک حُر کے سر پر ہے اور وہ اسے تسلی دے رہے ہیں، دوسری تصویر میں جنگ کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ حُر حالتِ پیکار میں ہیں اور انکا گھوڑا یزیدی لاشوں کو روندرہا ہے اردگرد سر کٹے پڑے ہیں۔

ہمارے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ کربلائے معلیٰ میں سنیوں کے بھی سوڈیڑھ سو گھر ہیں۔ انکی اپنی الگ مسجد بھی ہے۔ یہ اہل سنت زیادہ تر مالکی مسلک کے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں شیعہ سنی میں کوئی کشیدگی نہیں۔ دونوں آزادی سے اپنے مذہبی کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہاں کے خربوزے بھی بڑے لذیذ ہیں مگر تربوز بہت شیریں ہوتے ہیں۔ شکل میں یہ لمبے ہوتے ہیں یہاں بازار بھی بہت ہیں، صرافہ بازار بھی الگ سے ہے۔ یہاں ریلوے سٹیشن بھی ہے چھوٹی ٹرین چلتی ہے۔ یہ ریلوے لائین خالقین یعنی سرحدِ ایران سے آتی ہے۔ بغداد، کربلا سے ہوتی ہوئی بصرہ کی طرف نکل جاتی ہے۔

Marfat.com

نجف اشرف اور کوفہ

اقبال نے کہا تھا

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

مدینہ تو مدینہ ہے کہ

گفت معشوقے با عاشق کائے فتیٰ اے کہ بہر ما تو دیدی شہر ہا

پس کدامے شہر شہراں خوشتر است گفت آں شہرے کہ دروے دلبر است

(معشوق نے عاشق سے کہا! اے جوان تو نے ہمارے لیے بہت سے شہر دیکھے۔ پس ان شہروں میں سب سے اچھا شہر کونسا پایا۔ عاشق نے کہا وہی شہر سب شہروں سے اچھا ہے جس میں دلبر رہتا ہو)

مدینہ تو مدینۃ النبی ہے۔ نجف کو شرف جناب علی المرتضیٰ نے بخشا۔ یہاں حضرت علی المرتضیٰ کا روضہ مبارکہ ہے۔ سبز گنبد دور سے نظر آتا ہے۔ یہاں بہت خوبصورت چھتا ہوا بازار ہے۔ جناب علی المرتضیٰؑ کا روضہ مبارکہ بڑا ہی مزین اور خوبصورت ہے۔ قبر شریف سبز جالیوں کے اندر ہے۔ مزار شریف پر کئی من سونا لگا ہوا ہے۔ چاندی کا تو حساب ہی نہیں۔ اسی روضہ کے باعث یہ شہر نجف آباد ہوا۔ قبرستان بہت بڑا ہے کیونکہ امیر شیعہ لوگوں کی لاشیں دوسرے ملکوں سے بھی یہاں لا کر دفن کی جاتی ہیں۔ کوفہ یہاں سے قریب ہے۔ بڑا سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ کوفہ شہر کے کنارے پر بہت بڑی مسجد ہے۔ دیوار قبلہ کے وسط میں خوبصورت محراب ہے جو سنہری جالی دار کواڑوں سے بند ہے یہی وہ جگہ ہے، جہاں اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کو شہید کیا گیا۔ یہیں شقی ازلی عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے آپ پر وار کر کے آپ کو زخمی کیا تھا۔ مسجد کا وسیع و عریض صحن ہے جس میں چار محرابیں ہیں۔ یہ چار مصلے کہلاتی ہیں۔ ۱) مصلیٰ جبریل ۲) مصلیٰ آدم ۳) مصلیٰ زین العابدین ۴) مصلیٰ خضر۔ ان کے متعلق عجیب و غریب روایات بیان کی جاتی ہیں۔ مصلیٰ جبریل کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے ہمیں بتایا گیا کہ ایک روز جناب علی المرتضیٰ یہاں تشریف فرما تھے اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ جناب باب العلم حضرت علیؑ نے فرمایا

Marfat.com

''میں یہاں بیٹھا ہوں اور عرش وفرش میری نگاہ میں ہیں۔ اور ہر چیز میرے علم کی گرفت میں ہے حاضرین میں شمرذی الجوشن بھی موجود تھا اس نے پوچھا'' ''پھر بتایئے میرے سر میں کتنے سفید بال ہیں؟'' آپؑ نے فرمایا ''اکتیس 31 ہیں اور ہر بال کے نیچے کفر ونفاق چھپا ہوا ہے'' ایک اور شخص نے پوچھا ''بتایئے اس وقت جبریل کہاں ہیں'' آپ تھوڑی دیر کے لیے مراقبہ میں چلے گئے ''فرمایا آسمان، زمین میں نہیں، اپنے آشیانے سدرہ میں بھی نہیں، کسی اور کونے میں نہیں بلکہ اسی مجمع میں ہے اور وہ تم ہی ہو اے سائل تم یہاں شکل انسانی میں بیٹھے ہو'' کہتے ہیں اسی روز سے اس جگہ کا نام مصلیٰ جبریل پڑ گیا۔

ان چار محرابوں کے علاوہ دو اور محرابیں بھی ہیں۔ ایک کا نام دار القضاء ہے یہاں بیٹھ کر امیر المؤمنین علی المرتضیٰ عدالت کرتے اور دوسرے محراب جو محکمہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں بیٹھ کر آپ احکام صادر فرماتے تھے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ جناب علی المرتضیٰ کے روضہ میں حضرت آدم اور جناب نوح علیہ السلام کے مزار بھی ہیں۔

اس صحن میں ایک وسیع گہرا غار ہے اسے آہنی جنگلے نے گھیرا رکھا ہے۔ نیچے اترنے کے لیے سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں بتایا جاتا ہے کہ یہی وہ تنور ہے جہاں سے نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی ابلنا شروع ہوا تھا جو طوفان نوحؑ کا سبب بنا تھا۔

مسجد کے گرد مشرقی دیوار میں ایک بہت وسیع کمرہ ہے اس پر بھی سبز رنگ کا گنبد ہے یہ حضرت امام مسلمؓ کی قبر شریف ہے جالی کے اندر بڑی خوبصورت قبر ہے۔ اس کے سامنے مغربی دیوار میں بھی ایک سبز گنبد والی عمارت ہے اس میں حضرت ہانی بن عروہ کی قبر ہے یہ وہی ہانی بن عروہ ہیں جنہوں نے اہل کوفہ کی بے وفائی کے بعد حضرت امام مسلم کو اپنے گھر میں جگہ دی اور آپ کی حفاظت میں خود شہید ہو گئے۔ اس حجرہ سے ملا ہوا ایک گوشے میں ایک اور حجرہ ہے اس میں مشہور تاریخی کردار مختار بن عبید کی قبر ہے۔ یہ وہی مختار بن عبید ہے جس نے واقعہ کربلا کے بعد شیعان علی کے جذبات سے فائدہ اٹھایا، انہیں ابھار کر حضرت حسین پر ظلم کا بدلہ یزیدیوں سے لیا ابنِ زیاد کو قتل کرایا مگر بعد میں مشہور روایت کے مطابق خود مدعی نبوت ہو گیا اور اموی بادشاہ عبدالملک بن عمران

Marfat.com

نے اسے قتل کر دیا اس طرح یہ مرتد ہو کر مارا گیا مگر شیعہ حضرات دشمن یزید ہونے کے باعث اسکی قبر کا احترام کرتے ہیں یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر دارالقضاء ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ابنِ زیاد کے سامنے حضرت امام حسین کا سر لایا گیا پھر اسی جگہ مختار بن عبید کے سامنے ابن زیاد کا سر لایا گیا پھر عبد الملک کے سامنے مختار بن عبید کا سر لایا گیا۔ عبدالملک نے یہاں قائم شدہ عمارت کو منحوس سمجھ کر گرا دیا تھا۔ اب وہ جگہ ویران پڑی ہے وہاں کوئی نشان موجود نہیں۔

اب کوفہ کا پرانا شہر ایک بستی کی طرح ہے۔ یہاں سے واپس بغداد دوسرے راستے سے جائیں تو لبِ دریائے فرات ایک مقام آتا ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں مچھلی نے یونس علیہ السلام کو اپنے شکم سے باہر اگل دیا تھا۔ آگے حلّہ آجاتا ہے۔ یہاں خوبصورت پل ہے، پختہ سڑک سے فاصلہ پر کچی سڑک ہے جو فرات کے کنارے کنارے جاتی ہے اس پر ذرا آگے جائیں تو فرات کے کنارے پر ایک جگہ کو مقامِ ایوبؑ کہتے ہیں۔ وہاں ایک گنبد ہے۔ اسی گنبد میں ایک کٹہرے میں گھری ہوئی حضرت ایوبؑ کی زوجہ محترمہ ''رحمت'' کی قبر ہے۔ سامنے برآمدہ ہے۔ ایک خادم بھی یہاں رہتا ہے۔ اسکے پیچھے دو چشمے ہیں جو اب کنوؤں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔

سامنے دو غسل خانے ہیں۔ ایک مردانہ ایک زنانہ، یہ حجرہ وہ ہے جس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہاں ایوب علیہ السلام نے اپنا زمانۂ علالت گزارا اور آپ کی زوجۂ محترمہ رحمت نے صبر و شکر سے آپ کی خدمت کی۔ یہ دو چشمے وہی بتائے جاتے ہیں جو آپ کی ایڑی کی رگڑ سے پیدا ہوئے۔ ان چشموں کا ذکر قرآنِ حکیم میں بھی آیا ہے ''ھٰذا مُغتسل وھذا مغتسل'' ایک چشمہ غسل کے لیے ہے اور دوسرا پینے کے لیے۔ یہاں بہت سے بیمار لوگ آتے اور لائے جاتے ہیں۔ ایک چشمے کے پانی سے نہاتے ہیں اور دوسرے کا پانی پیتے ہیں جو چشمہ پینے کے پانی کا ہے اس کا پانی شیریں اور ٹھنڈا ہے۔ انکے اردگرد کچھ کھجوروں کے درخت بھی ہیں۔ ایک کھجور کے ایک پرانے درخت کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے زمانہ کا ہے۔ لوگ اسکی چھال لے جاتے ہیں اسے گھس کر بیمار کے ضماد کرتے ہیں اور مشہور ہے کہ شفا بھی پاتے ہیں۔

حلہ شہر میں ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ یہ بغداد سے بصرہ جانے والی گاڑی کی گزرگاہ پر

Marfat.com

ہے۔ اچھا خوبصورت سٹیشن ہے۔ حلہ سے کچھ دور پکی سڑک پر شہر بابلین تھا۔ یہی نمرود کی تخت گاہ یا دار السلطنت تھا۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود نے آگ بھڑکائی تھی جو خدا نے گلزار بنادی۔ اب یہاں کوئی آبادی نہیں۔ کہیں کہیں کھنڈر ہیں جو کچھ کہانیاں سناتے ہیں۔

ایک بات اور کہ کربلائے معلیٰ سے نجف اشرف تک کوئی آبادی نہیں۔ نجف اشرف کے کنارے پر ایک پرانا وسیع قبرستان ہے جس میں پتھروں کی قبریں ہیں۔ دو قبروں پر سبز قبے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے مزار ہیں۔ اسی قبرستان میں رسول اللہ ﷺ کے مقتدر صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری کا مزار بھی ہے۔

Marfat.com

بصرہ

بصرہ بغداد شریف سے بہت دور ہے یہاں سے تقریباً دو گھنٹے کے سفر پر صفوان کی چیک پوسٹ ہے جو عراق کی آخری سرحد ہے۔ اس کے بعد کویت کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔

بصرہ ہی میں جنگ جمل پیش آئی تھی اور فتنہ پسندوں نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اور امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کے درمیان جنگ بپا کرائی تھی۔ اس لیے یہاں صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کی قبریں ہیں۔ بصرہ کے راستے میں بہت ہی ظالم اور خوفناک ریگستان ہے۔ یہاں تیل کثرت سے نکلتا ہے۔ پائپ لائنوں کے جال بچھے ہوئے ہیں یہاں دجلہ اور فرات مل کر بہتے ہیں۔ اور آگے جا کر سمندر میں گر جاتے ہیں۔ بصرہ انتہائی کارآمد اور اہم بندرگاہ ہے۔ یہاں دنیا بھر سے مال بردار جہاز آ کر ٹھہرتے ہیں۔ سامان لاتے اور لے جاتے ہیں۔ یہاں زیارت گاہیں بھی بڑی اور اہم ہیں اور ہم جیسے لوگ یہاں قدم قدم پر آنسو بہاتے اور ثواب سمیٹتے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱:۔ حضرت طلحہؓ کا مزار بصرہ سے کچھ فاصلہ پر جنوب کی سمت میں واقع ہے۔ چٹیل میدان میں ٹوٹا ہوا گنبد نظر آتا ہے اس گنبد میں حضور ﷺ کے صحابی کی قبر مبارک شکستہ حالت میں نظر آئی۔ شاید کسی نے عرصہ سے مرمت نہیں کرائی۔ قبر کے اردگرد چٹائیاں پڑی ہیں صفائی وغیرہ کا بھی کوئی انتظام نہ دیکھا۔ قبر بہت لمبی اور اُونچی ہے اسکی اتنی لمبائی حیران کن ہے۔ قبر کا رنگ بھی بہت جگہ سے اکھڑا ہوا ہے۔

۲:۔ حضرت زبیر بن عوام حضور ﷺ کے رشتہ میں بھائی ہیں۔ حضور ﷺ اور حضرت زبیرؓ دونوں ہی حضرت صدیق اکبرؓ کے داماد ہیں۔ حضرت زبیرؓ کے گھر حضرت صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماء تھیں اور حضور ﷺ کے گھر حضرت صدیقؓ کی چھوٹی صاحبزادی ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ انہی حضرت زبیرؓ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر تھے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں جنگ جمل میں شہید ہوئے۔ دونوں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

کے ساتھی تھے۔ حضرت طلحہؓ کے مزار سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک اچھا خاصا قصبہ آباد ہے، جس کا نام شیبہ ہے۔ یہاں بڑی مسجد ہے اور مسجد کے جنوب مغرب میں اندر کی طرف حضرت زبیرؓ کی قبر مبارک ہے۔ قبر پر غلاف ہے آس پاس لکڑی کی جالی ہے زائرین کے لیے قالین بچھا ہوا ہے یہاں صفائی وغیرہ کا اچھا انتظام ہے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں جنگ جمل میں شہید ہوئے اور یہ بھی بتا تا چلوں کہ دونوں اُن اصحاب کرام میں سے تھے جن کو حضور ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی اس طرح دونوں ان دس صحابہ میں شامل تھے جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔

۳:۔ اسی مسجد میں حضرت زبیرؓ العوام کے قریب ہی حضرت عقبہ بن غزوانؓ کی قبر بھی ہے۔ ایک شیشہ کی کھڑکی لگی ہے جس سے مزار صاف نظر آتا ہے۔

۴:۔ حضرت حسن بصری تابعین میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلیفہ ہیں صوفیاء کے تین سلسلے قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ انہی سے چلے ہیں۔ ولی کامل بھی تھے اور عالم باعمل بھی، آپ کا مزار جناب زبیرؓ کے قریب قبرستان میں ہے اوپر قبہ ہے، قبر کے اردگرد قالین بچھے ہیں

۵:۔ حضرت خواجہ حسن بصری کے ساتھ ہی اسی قبہ میں حضرت محمد بن سیرین کی قبر مبارک بھی ہے۔ یہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاد ہیں۔

۶:۔ حضرت رابعہ بصریہ عدویہ بصرہ کی مشہور مجذوبہ جو بہت معروف ہیں، اُن کا مزار بصرہ میں نہیں، بغداد میں ہے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ یہاں دریائے دجلہ اور دریائے فرات مل کر بہتے ہیں۔ انہی کو شط البحر بھی کہتے ہیں۔ یہاں بہت سی موٹر لانچیں کھڑی ہوتی ہیں جنہیں لوگ کرایہ پر لیتے ہیں اور شط البحر کی سیر کرتے ہیں۔

Marfat.com

سفرِ عراق کے تاثرات

ہم لکھ چکے ہیں کہ عراق کا یہ سفر الاقصیٰ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے ہوا تھا لیکن اس سفر کی ہمیں مدتوں کی حسرت تھی اور اس سے ہمارے ارمان پورے ہو گئے۔ عراق انقلاب کی سر زمین ہے یہاں کے ذرے لہو مانگتے رہتے ہیں اللہ اب اس زمین کو بچائے رکھے یہاں بڑے پاکیزہ خون بہہ چکے۔

الاقصیٰ کانفرنس میں شرکت سے بہت کچھ حاصل ہوا۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ یہاں شدت سے احساس ہوا کہ مسلمانوں کا اصل مسئلہ کم مائے گی نہیں، دوں ہمتی ہے۔ انکے مقابلہ میں اسرائیل کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں دنیا کی سپر پاورز کو یہ آج بھی سرنگوں کر سکتے ہیں۔ تیل جیسی طاقت انکے ہاتھ میں ہے دولت انکے پاس ہے افرادی قوت انکے پاس ہے اور یہ افرادی قوت ایسی نہیں کہ گنتی پوری کرنے والے کاغذی سپاہی ہیں، نہیں جوش و ولولہ سے بھرے ہوئے مسلمان جوان ہیں۔ مسلمان لاکھ بے عمل ہوں، ضعیف الاعتقاد ہوں یہ جذبہ ان میں ہمیشہ زندہ رہا ہے کہ جب اسلام کے نام پر انہیں بلایا جائے تو صف در صف آتے ہیں۔ جوق در جوق آتے ہیں اور اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر آتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ بلانے والا مخلص ہو اور اسکے جذبات سچے ہوں۔

الاقصیٰ کانفرنس نے میرے اپنے تبلیغی مشن میں بھی مجھے بڑھاوا دیا اور میرے اندر نئی روح پھونک دی یہاں اپنی ہی سوچ رکھنے والے بہت سے احباب سے ملاقاتیں ہوئیں امتِ مسلمہ کے دکھوں کی چارہ سازی مل بیٹھ کے سوچتے رہے، خاص طور پر گیلانی محمود رامز سے کئی ملاقاتیں رہیں انہوں نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی ہے بڑی صلاحیتوں کے حامل ہیں یہاں انہیں خاصی شہرت بھی حاصل ہے۔ زیارات کے ساتھ وزارتِ اوقاف کی لائبریری دیکھی۔ بڑی لائبریری ہے کئی کتابوں کے قلمی نسخے موجود ہیں قرآن حکیم کے کئی نایاب قلمی نسخے بھی اس لائبریری کی زینت ہیں۔ شام اور حلب کے مشائخ پر بھی کتابیں موجود ہیں۔ وزیر اوقاف سے ملاقات ہوئی۔ انکا اسم گرامی سید عبداللہ ہے۔ ان سے مذہب اور سیاست کے موضوعات پر

Marfat.com

گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے انہیں شیخ شبلی کے مزار اور بعض دیگر مزارات کی زبوں حالی پر بھی توجہ دلائی۔ طلبہ کے وظائف کے لیے بھی کہا۔ یہ وظائف دراصل پاکستان اور برطانیہ سے عراق کی یونیورسٹیوں میں حصول تعلیم کی خاطر آنیوالے طلبہ کے تھے۔ انہوں نے ان امور کی طرف خصوصی توجہ دینے کا وعدہ کیا۔

عراق کی عام معاشرتی زندگی میں مغربی تہذیب کے اثرات نمایاں ہونے لگے ہیں۔ سینما، کلب وغیرہ عام ہیں۔ ناچ گانے کا رواج بھی ہے اور بڑھ رہا ہے۔ علم وادب کے محاذ پر بھی اسلامی طرزِ فکر رکھنے والے لوگ مجوب سے نظر آتے ہیں۔ یہ کچھ اچھے آثار نہیں۔

ایک اور بات جو میں نے خاص طور پر نوٹ کی یہاں پاکستان کے مقابلہ میں بھارت کا پروپیگنڈا زیادہ ہے، اسکا سکہ بھی یہاں مقبول ہے، اہل پاکستان کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ یہاں بلکہ تمام عرب ممالک میں بیدار دماغ اور متحرک سفیر بھیجنے چاہییں۔

کچھ اور چیزیں جنہیں معلوم کر کے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی یہ ہیں کہ اس وقت تک شیعہ سنی تعصب زیادہ نہیں اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی مسالک کے لوگ بھی باہمی تکفیر کے تشدد پسندانہ رجحانات نہیں رکھتے۔ یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہوئی بلکہ خوشی کی انتہا نہ رہی کہ عراق میں میلادالنبی سرکاری طور پر منایا جاتا ہے اس طرح شب معراج، شبِ قدر، شبِ برات کے ایام بھی منائے جاتے ہیں۔

بزرگانِ دین کے عرس بھی مقامی طور پر سرکاری سرپرستی میں منائے جاتے ہیں اور محکمہ اوقاف خاصا سرگرم رہتا ہے۔ عراق کے بڑے شہروں میں جہاں تہاں لائبریریاں بھی ہیں، تیل والے علاقوں میں لوگ فارغ البال ہیں اور مہنگائی بھی ہے۔ بالعموم لوگوں کی معاشی حالت اچھی ہے۔ ان عرب علاقوں میں ایک اور بات دیکھنے میں آئی کہ یہاں داڑھی کا رواج کم اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسجد کے امام اور خطیب بھی بے ریش ہوتے ہیں۔ خطیب جمعہ پڑھانے آتے ہیں تو تازہ شیو کر کے آتے ہیں۔ مسجد کا احترام بھی ایسا نہیں جیسا ہم برصغیر کے مسلمانوں میں ہے۔ صحنِ مسجد میں جوتوں سمیت پھرتے ہیں جب نماز پڑھنے کے قالین کے قریب آتے ہیں تو جوتے اتارتے ہیں۔

Marfat.com

اُردن کا سفر

اردن کا سفر بھی کانفرنس کے سلسلہ میں تھا۔ 6 جنوری 1991ء کو ہم اردن پہنچے کانفرنس میں کئی ممالک کے علمائے کرام آئے ہوئے تھے۔ خوب خوب ملاقاتیں ہوئیں اجتماعات میں شرکت کی ساتھ ہی زیارات کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مقام بنی شعیب پر گئے۔ یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار دیکھا اور ذہن اُس قوم کی طرف چلا گیا۔ جو ناپ تول میں کمی کرتی تھی اور جس کا ذکر کرتے ہوئے۔ قرآن حکیم نے ''صلوٰۃ'' کا جامع مفہوم واضح کر دیا اُس قوم کے لوگ بھی یہی نظر یہ رکھتے تھے جو آج کے روشن دور کے صاحب علم و دانش کہلانے والے رکھتے ہیں کہ مذہب خدا اور بندے کا پرائیویٹ تعلق ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔

یشعیب اصلوٰ تُک تأ مُرُ کَ اَن نترُ کَ ما یعبدُ ا بَا ؤُ نا اَ و اَنُ نَّفعَلَ فی اموالنا ما نشؤُ ا ط

(اے شعیبؑ کیا تیری نماز تجھے یہ بھی حکم دیتی ہے کہ ہم انکی پرستش چھوڑ دیں جنکی پرستش ہمارے آبا وٗاجداد کرتے تھے اور ہم اپنا مال حاصل کرنے کے لیے اپنی مرضی استعمال نہ کریں)

یعنی یہ عجیب نماز ہے جو ہمیں اپنے آباء واجداد کے معبودوں سے روکتی ہے اور ہمارے ترازووں کو پکڑ لیتی ہے کہ ہم ڈنڈی نہ ماریں۔ تو اپنے انداز کی پرستش کر ہمیں اپنے انداز کی پرستش کرنے دے۔ سیکولرازم پر دونوں عمل کریں اور یہ کیا کہ تیری نماز مسجد سے نکل کر مارکیٹ میں آجاتی ہے۔ ہاں یہ اس شعیب علیہ السلام کا مزار ہے جنہیں خدا نے موسیٰ علیہ السلام جیسا داماد عطا کیا جو سالہا سال تک آپ کا شبان (گڈریا) رہا آپ کی بھیڑیں چراتا رہا اور جسے اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم بنا دیا اقبالؔ نے کہا تھا۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اردون کا پرانا شہر دیکھے رومتہ الکبر ی کے عظیم تمدن کی کھنڈر ہوتی ہوئی عمارات دیکھیں۔

''فَاعتبرُوا یَا اُولِی الا لالباب'' (عبرت حاصل کرائے آنکھو والو)

Marfat.com

اصحاب کہف کے غار دیکھے۔ وہی اصحاب کہف جو برسوں ان غاروں میں چھپے رہے اور جن کے سکے پرانے ہو گئے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ ہمیں بھی لوگ اصحاب کہف ہی خیال کرتے ہیں اور ہم پر ہنستے ہیں کہ ہم اس دور میں چودہ سو سال پرانی باتیں کرتے ہیں۔ ہم اپنے ہی معاشرے میں اجنبی ہیں۔ یہ خیال آیا تو ایک قولِ رسول ﷺ ذہن میں ابھرا اور قلب و روح شادکام ہو گئے۔

''بدءَ الا سلام غریباً سیعو دالی الغر با فطو بیٰ للغربا''

(اسلام آیا تو اُسے اجنبی سمجھا گیا وہ جلد ان لوگوں کی طرف لوٹ جائے گا جنہیں اپنے معاشرہ میں اجنبی سمجھا جائے گا پس بشارت اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جنہیں اجنبی سمجھا جائے گا)

عبداللہ الفاصل، ڈاکٹر شریف اور عدنانؒ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

اردون کا دارالخلافہ، عمان ہے۔ پہاڑوں میں گھرا ہوا خوبصورت شہر ہے۔ یہاں کے لوگ بھی بڑے خوبصورت خوش اور اخلاق و شیریں مقال ہیں۔ شہر نشیب و فراز میں ہے کچھ گھر بہت بلندی پر ہیں تو کچھ پستی میں۔ یہاں بادشاہی محل اور جامعہ حسینیہ قابل دید مقامات ہیں۔ قصرِ شاہی کو وسیع اور انتہائی خوبصورت باغ اپنی گود میں سمیٹے کھڑا ہے۔ یہ شاہ حسین کا محل ہے۔ ''جامعہ حسینیہ'' جس کا نام جناب حسینؓ کے تقدس کے ساتھ۔ شاہ حسین کے نام کی شان و شوکت بھی رکھتا ہے۔ عمان کے آخری سرے پر خوبصورت تین منزلہ عمارت ہے۔ تعمیر میں سفید اور سیاہ سنگِ مرمر استعمال ہوا ہے۔ پہلی منزل میں مدرسہ ہے اوپر کی دو منزلوں میں مسجد ہے۔ مردوں کے لیے الگ خواتین کے لیے الگ۔ اس کے بانی حسین بن طلال ہیں۔ یہاں طالب علم انگریزی لباس میں ملبوس رہتے ہیں۔ مؤذن اور امام بھی ایسے ہیں۔ بالعموم ننگے سر ہی اذان وغیرہ ہوتی ہے۔ جامعہ حسینیہ 1961ء میں مکمل ہوئی۔

عمان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے مگر یہاں عیسائی بھی ہیں۔ جامعہ حسینیہ سے کچھ فاصلہ پر عیسائیوں کا گرجا ہے۔ عمان سے بیت المقدس تک پختہ اور شاندار سڑک اردگرد سر سبز پہاڑیاں ہیں جنکے دامن میں ہرا بھرا میدانی علاقہ دور تک چلا جاتا ہے، تیس میل کے فاصلہ پر ایک بستی ناعور ہے۔ آگے نہر اردن ہے۔ اس پر خوبصورت پُل ہے، پُل کے اس طرف اردن کا علاقہ

Marfat.com

ہے اور دوسری طرف فلسطین کا۔ گویا پل پار کریں تو فلسطین آجاتا ہے جو اردن سے بھی زیادہ سرسبز و شاداب ہے۔ عمان سے 55 کلومیٹر پر بحیرہ لوط ہے۔ اسے بحیرہ المیت بھی کہتے ہیں۔ اس کا پانی انتہائی کھاری ہے، چکھیں تو جیسے زبان کٹ جاتی ہے۔ اسی پانی کو خشک کر کے نمک بنایا جاتا ہے۔ یہاں کنارے کا میدانی علاقہ گویا اسی نمک کے کھیت ہیں۔ وہاں نمک بنایا جارہا ہے۔ بحیرۂ لوط کے پانی کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہاں آدمی ڈوبتا نہیں۔ یہاں سے آگے اور بیت المقدس سے تقریباً 28 کلومیٹر پہلے موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے، جس کے دروازہ پر قرآن پاک کی یہ آیت لکھی ہے ''وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيماً'' یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہے یہودی نہیں جاسکتے۔

Marfat.com

سفرِ شام

حدودِ شام میں داخل ہوتے ہی تاحدِ نظر سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگتا ہے اور آنکھوں میں طراوت تیرنے لگتی ہے۔ جن علاقوں کو ہم نے دیکھا وہ سارے کے سارے اردن اور فلسطین سے بھی زیادہ سرسبز و شاداب تھے۔ دمشق شام کا دارالخلافہ ہے۔ یہاں فروٹ بہت عام اور سستے ہیں یہاں کا لوکاٹ اتنا میٹھا اور لذیذ ہے کہ اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں چکھا تھا، منہ میں ڈالو تو جیسے شہد کا گھونٹ پی لیا، گٹھلی فوراً الگ ہو جاتی ہے۔ سیب بھی الگ ذائقہ رکھتے ہیں۔ انکی خوشبو بھی مشامِ جاں کو معطر کر دیتی ہے۔ بڑے نرم اور انتہائی شیریں ہوتے ہیں۔ لبنان کے سیب بھی مشہور ہیں مگر یہاں کے سیب بھی، ان سے کم لذیذ نہیں۔ یہاں کا لباس عموماً انگریزی ہے مگر انگریزی زبان کا زیادہ رواج نہیں۔ کیلنڈر فرنچ کا چلتا ہے۔ پاکستان کے مقابلہ میں انڈیا کا پروپیگنڈا یہاں بھی زیادہ ہے۔ یہاں کے لوگ بڑے خوش اخلاق ہیں، لیکن دکاندار کچھ فریب کار ہیں۔ دمشق کا پرانا شہر دیکھا۔ عجیب بات ہے کہ دمشق دیکھ کر طبیعت بہت ہی منغض ہوئی۔ سبب سمجھ نہیں آیا خفقان سا ہونے لگا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔ رفیقِ سفر سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دمشق ہی یزید کا پایۂ تخت تھا۔ یہیں جناب حسینؓ کا کٹا ہوا سر مبارک اور یہیں اہل بیت اطہار کا قافلہ قیدیوں کی صورت میں لایا گیا۔ وہ بیبیاں بے پردہ لائی گئیں جنکی جھلک چشمِ فلک نے بھی نہیں دیکھی تھی۔ شاید روح پر اسی کا اثر ہوا اور ہم سمجھ گئے کہ واقعتاً یہی سبب ہوگا۔ وہ خفقان جس نے دل کو گھیر لیا تھا، وہ حضرت زینبؓ کے کھلے بالوں اور روتی آنکھوں کا دکھ تھا اور وہ اندھیرا آنکھوں پر چھا گیا تھا۔ وہ شامِ غریباں کا اندھیرا تھا۔ سارا منظر ذہن میں گھومنے لگا۔ پوری فلم باطن میں چلنے لگی اور آنکھیں بہنے لگیں۔ بہتی رہیں بہتی رہیں پھر جیسے جھڑی برس کر کھل جاتی ہے۔ اسی طرح باطن صاف ہو گیا۔ دل کو سکون سا محسوس ہوا۔ یہ آنسو شامِ غریباں کا قرض تھے، قرض ادا ہو گیا تو مقروض کی پریشانی ختم ہوئی اور دوسرے روز زیارات شروع کیں۔ محلہ صالحیہ سے نکلیں تو پہلے مولانا خالد غوث دمشقی کا مزار آتا ہے جو کرادمیں واقع ہے۔ بہت بلندی ہے اس پر جائیں تو نیچے پورا دمشق یوں نظر آتا ہے

Marfat.com

جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا ہو۔ وہ پہاڑ بھی نظر آتا ہے جہاں چالیس ابدال دفن ہیں اور جسے کوہ چیل ابدال بھی کہتے ہیں۔ خالد غوث اپنی اولاد سمیت یہاں مدفون ہیں۔ ساتھ ہی مسجد ہے اور حلقہ ذکر کی جگہ بھی جہاں ہر سوموار کو نقشبندی سلسلہ کے علماء جمع ہو کر ذکر نقشبندیہ کرتے ہیں۔

محلہ صالحیہ میں شیخ اکبرالدین ابن عربی کا مزار ہے۔ یہ وہی فصوص الحکم کے مصنف ابنِ عربی ہیں جنہیں اقبال نے ''وحدت الوجود کا انتھک مفسر'' کہا ہے اور جنکا نظریہ وحدت الوجود مشرق سے مغرب تک چھایا ہوا ہے۔ مزار مسجد میں ہے قبر کے گرد جالی والا کٹہرا ہے۔ یہ قبر نیچے تہ خانہ میں ہے۔ آگے آپؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالقادر الجزائمری کا مزار ہے۔ ان سے آگے حضرت شاہ عبدالغنی نابلسی اور ان کے فرزندِ جلیل جناب مصطفیٰ نابلسی کے مزار ہیں آگے جائیں تو محلہ برامکہ میں سلطان سلیم کا مزار ہے آگے دمشق کا پرانا قبرستان شروع ہوتا ہے۔ یہیں جنابِ حسینؓ کی تین صاحبزدیاں بی بی سکینہ، بی بی زینب اور امِ کلثوم کا مقبرہ ہے۔ یہاں حاضری دی تو حضرت سکینہ کا قید خانے میں گریہ کرنا یاد آ گیا اور ہماری آنکھیں ساون کے بادل کی طرح برسنے لگیں۔ دو رکعت نفل پڑھے، فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ اسی قبرستان میں تھوڑے فاصلہ پر مؤذنِ رسول حضرت سیدنا بلالؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے مزار ہیں۔ اسی قبرستان کے بالمقابل سڑک سے اُس پار دوسرا بڑا قبرستان ہے، جہاں بہت سے اہل بیت اطہار دفن ہیں۔ ان پر بڑا گنبد بنا ہوا ہے، وہاں حاضری دی ام المؤمنین حضرت صفیہؓ، ام المؤمنین حضرت حبیبہؓ اور ام المؤمنین حضرت سلمیٰؓ کے مزار پر گئے۔ دونوں مؤخر الذکر مزار متصل بنے ہوئے ہیں۔ حضرت امِ کلثوم بنت علیؓ، حضرت اسماء زوجہ حضرت جعفر طیار، حضرت میمونہ بنت حسن بن علی، حضرت حمیدہ بنت مسلم بن عقیل کے مزاروں پر حاضری دی گئی۔ حضرت فاطمہ دختر امام حسنؓ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ غازیٔ اسلام اور صلیبی جنگوں کے مشہور فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی کے مزار پر حاضری دی مگر شرم سے سر جھکائے ہوئے کہ جو جنگ انہوں نے بڑی شان سے جیتی تھی، اُسے بعد کی نسلیں سنبھال نہ سکیں۔

حضرت زینب بنت حضرت علی المرتضیٰؓ کا مزار دمشق سے دس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ادھر روانہ ہو گئے راستے میں ایک جگہ غوطہ ہے یہ بڑا سرسبز مقام ہے اور زیتون کے باغات سے لبریز

Marfat.com

ہے۔ حضرت زینبؓ جناب علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی وہ عظمت مآب دختر ہیں جنہوں نے میدانِ کربلا میں بڑے صبر وسکون سے اپنے شہید ہو جانے والوں کو رخصت کیا۔ جناب سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کو گھوڑے پر سوار کرایا پھر لٹے ہوئے قافلہ کو سنبھال کر لے گئیں اور یزید کو بڑی جرأت سے جواب دیئے۔ بعد میں بچے کھچے خاندان کو سنبھالے رکھا اور بڑے حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کیا۔ حضرت زینبؓ کے مزار پر بڑا وسیع اور عظیم الشان قبہ بنا ہوا ہے۔ اسی مزار کی وجہ سے یہاں اچھی خاصی آبادی ہوگئی ہے اس آبادی کا نام محلّہ سطبیہ ہے۔ شاید یہ نام سبطِ رسول کی مناسبت سے مشہور ہوا وسیع وعریض احاطہ ہے اور احاطہ کے درمیان میں یہ مزار ہے۔ دروازہ پر چاروں طرف چاندی کا مضبوط کٹہرا ہے۔ اندر بڑی خوبصورت جالی ہے۔ یہاں ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے اس قبہ کے دروازہ پر ہر طرف اہل بیت اطہار پر سلام لکھے ہیں۔ یہاں نوافل پڑھے فاتحہ پڑھی۔ خوب آنسو بہائے سسکیاں نکل رہی تھیں۔ ہچکی بندھنے لگی تھی کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے قبر سے آواز آرہی ہے "واللہ المستعانُ علی ما تصفون فصبر" جمیل" (اور اللہ ہی مددگار ہے اور صبر جمیل ہمارا سرمایہ ہے) حوصلہ آگیا دل پر کسی نے اپنا ٹھنڈا ہاتھ رکھ دیا، روح پرسکون ہوگئی پھر دمشق کی طرف واپس ہوئے۔ راستے میں حضورﷺ کے صحابہ حضرت مقدادؓ بن اسود اور حضرت ابیؓ بن کعب کے مزاروں پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کا شرف حاصل کیا۔ پھر حضرت خولہؓ بنت الازور کے مزار پر حاضری دی۔ یہ وہی خولہ بنت الازور ہیں کہ ایک غزوہ میں مجاہدین کے ساتھ کچھ خواتین بھی تھیں۔ اور خواتین ساتھ ہوا کرتی تھیں تا کہ زخمیوں کو پانی پلائیں اور سنبھالیں یہ خواتین حضورﷺ نے ایک جگہ بٹھا دیں اور شاعرِ دربارِ نبوت حضرت حسانؓ بن ثابت کو انکی حفاظت کے لیے کھڑا کر دیا۔ کچھ دشمن ادھر آنکلے حضرت حسانؓ نے کچھ کم ہمتی دکھائی۔ حضرت خولہؓ نے ایک لکڑی سے حملہ کر دیا۔ ایک کافر کا سر کھول دیا اور وہ لوگ بھاگ گئے حضور سید کائنات ﷺ نے بعد میں یہ سنا تو بہت خوش ہوئے اس بہادر خاتون کا مزار شہر کے ایک کنارہ پر ہے۔ یہاں فاتحہ پڑھی شہر میں داخل ہونے لگیں تو حضرت رقیہ بنت حسینؓ کا مزار ہے۔ چھوٹی سی قبر بڑی خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ پھر ہم شہر میں پہنچ گئے یہاں سوق حمیدیہ کے آخری کنارے پر جو مسقّف بازار ہے۔ یہاں جامع اموی ہے۔

Marfat.com

بنوامیہ کی بنائی ہوئی بہت کشادہ اور خوبصورت مسجد ہے۔ مسجد میں بڑے شاندار قالین بچھے ہیں۔ اس مسجد کے محراب کے قریب اندر خوبصورت قبہ ہے۔ جس کا گنبد مسجد کے اندر ہے۔ اس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔ یہاں نوافل ادا کئے اور فاتحہ پڑھی۔ قبر سطحِ زمین سے آٹھ فٹ اونچی ہے اوپر چادریں پڑی ہیں۔ لوحِ مزار پر سبز پگڑی ہے۔ مسجد کے مشرقی جانب سجن اہل بیت ہے یہاں اہل بیت قیدیوں کا مقدس قافلہ ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کے قریب ہی وہ جگہ ہے جہاں یزید دربار لگاتا تھا۔ یہیں جنابِ حسینؓ امام الشہداء کا سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تھا۔ اسی مسجد کے ایک حصہ میں سر مبارک دفن ہے۔

کچھ آگے جائیں تو سلطان نورالدین کا مزار ہے یہ وہی سلطان نورالدین ہیں جن کے دور میں عیسائی حضور ﷺ کے روضہءِ مبارکہ کی طرف سرنگ بنا رہے تھے کہ لحد سے حضور ﷺ کا جسدِ اطہر چرالے جائیں گے اور پھر کہیں گے، دیکھ لو اس قبر میں تو کچھ بھی نہیں۔ حضور ﷺ نے سلطان نورالدین کو خواب میں خبر دی۔ سلطان نے بڑی بیدار دماغی سے انہیں پکڑ کر پھانسی پر لٹکا دیا اور قبر انور کے اردگرد پانی تک سیسہ پگھلا کر بھروا دیا۔

اسکے بعد ہم نے جامع ابوالدرداءؓ کی زیارت کی۔ بتایا جاتا ہے کہ مشہور صحابی حضرت ابو الدرداءؓ کی قبر یہاں ہے مگر واضح نہیں۔ البتہ مسجد موجود ہے۔ دمشق میں ہی یزید کی قبر ہے۔ جہاں ایک شخص نے سیسہ پگھلانے کی بھٹی بنا رکھی ہے۔ قصر و ایوان ویران کھنڈر ہو چکے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مزار پر بھی گئے اور فاتحہ پڑھی۔ یہ مزار کچی کوٹھڑی میں ہے۔ یہ بھی دمشق میں ہے۔ ہم حمص کے شہر میں بھی گئے۔ شہر کے عین درمیان میں ایک کشادہ جگہ پر حضرت خالدؓ بن ولید کا مزار ہے۔ اس کے ساتھ مسجد ہے۔ مسجد کے کونے میں حضرت عبداللہؓ بن عمر فاروقؓ کی قبر ہے یہاں بھی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ہابیل علیہ السلام کے مزار پر بھی حاضری دی۔ یہ مزار دمشق شہر سے چالیس کلو میٹر دور ایک پہاڑی پر ہے۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر قتل ہابیل کی جگہ ہے۔ یہ پہلا انسانی قتل ہے جو اپنے بھائی قابیل کے ہاتھوں ہوا اور جس کا ذکر قرآن حکیم نے کیا ہے۔ اسی پہاڑی پر چہل ابدال

Marfat.com

کے مصلے ہیں۔ ہم حلب شہر میں بھی گئے یہاں۔ ذکریا علیہ السلام کا روضہ ہے۔ اسکی زیارت سے مشرف ہوئے اور فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

حضرت حجر بن عدی کے مزار پر حاضری دی۔ اسی طرح حضرت اویس قرنیؓ کے مزار کی بھی زیارت کی۔ درود فاتحہ کا شرف حاصل کیا۔ پیر صاحب نے عراق کا تین بار سفر کیا۔ پہلی بار جون 1987ء میں دوسری بار 1991ء جنوری میں اور تیسری بار فروری 2000ء میں، ان تینوں وقتوں کے سفر کی زیارات یکجا کردی گئی ہیں (مرتب)

''استنبول بغداد کے تیسرے سفر میں تھوڑے سے وقت کے لیے جانا ہوا مگر یہ تھوڑا سا وقت بھی بہت ثمر آور ثابت ہوا کہ ہم نے رسول ﷺ کے عظمت مآب صحابی حضرت ایوبؓ انصاری کا مزار اور انکے نام پر بنی ہوئی مسجد دیکھ لی۔

Marfat.com

اندلس کا سفر

حضرت پیر معروف شاہ صاحب کے سفر دو حصوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ایک تو خالص وہ سفر ہیں جو عبادت میں شامل ہیں یا اسلام کی عظمتِ رفتہ کے آثار و نشانات کی یادیں تازہ کرنے اور مستقبل کا لائحہء عمل طے کرنے کے سلسلہ میں کیے گئے مکہ، مدینہ، عراق و کربلا اور اندلس کے سفر اسی قبیل میں آتے ہیں دوسرے وہ سفر ہیں جو وقتاً فوقتاً تبلیغی مقاصد کے لیے کیے گئے ہم نے ثانی الذکر قسم کے سفر الگ کر دیئیہیں اور انہیں ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے قیام کے بعد لکھیں گے۔

اندلس یا سپین ایک ہی ملک کے دو نام ہیں مؤرخ اس طرف مائل ہیں کہ اس ملک کو مسلمانوں کے دور میں اندلس کہا جاتا تھا اس لیے اس عہد کی تاریخ لکھی جائے تو اسے اندلس لکھا جائے اور مسلمانوں کے بعد کے ادوار میں اسے سپین لکھا جائے۔اور یہ بات درست بھی ہے۔اسلام یورپ پر کس طرح اثر انداز ہوا؟ اس موضوع پر جب بھی لکھا جائے ایک بڑا اور ضخیم باب اندلس پر لکھا جائے گا۔اندلس یا سپین ایک داستانِ عبرت ہے ایک مسلمان جب اندلس میں قدم رکھتا ہے تو اچانک اسکی بصیرت کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اس داستانِ عبرت کا حرف حرف پڑھنے لگتا ہے۔

حضرت معروف شاہ نوشاہی قادری کے سفر نامہء سپین سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اندلس کی مختصر تاریخ لکھ دیں۔اندلس کی یہ تاریخ ہم نے فرانس کے مشہور ماہر تمدن و عمرانیات ڈاکٹر گستاولی بان کی کتاب ''تمدنِ عرب'' کی مدد سے مرتب کی ہے۔جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی نے کیا تھا اور جو پہلی مرتبہ 1936 میں شائع ہوا تھا۔یوں یہ تاریخ ایک غیر متعصب عیسائی کے بیانات پر مشتمل ہے جس پر یہ الزام کسی طرح چسپاں نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے مسلمانوں کے لیے جانبداری برتی ہے۔

Marfat.com

اندلس کا تاریخی پس منظر

اس ملک کے قدیم باشندے سلٹ قوم سے تھے اور یہ قوم فرانس سے یہاں وارد ہوئی تھی پھر یہاں آئی بیری اور لگوری آئے۔ اسکے بعد فنیقی آئے پھر یونانی، ان کے بعد قرطاجنہ اس ملک کے فاتح ہوئے۔ قرطاجنہ کی اس شاخ کا نام کارتھیجین ہوا۔

پھر پیونک جنگیں شروع ہوئیں۔ جنگیں رومیوں اور قرطاجنوں کے درمیان شروع ہوئی تھیں۔ اس سلسلہ کی پہلی جنگ 264 قبل مسیح سے 241 قبل مسیح تک جاری رہی۔ دوسری جنگ 218 قبل مسیح سے 202 قبل مسیح تک اور تیسری جنگ جس میں قرطاجنہ بالکل برباد ہو گئے۔ 149 قبل مسیح سے 146 قبل مسیح تک جاری رہی۔ اندلس دوسری پیونک جنگ میں ہی قرطاجنہ کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا اور رومیوں کے زیر تسلط آ گیا تھا۔ رومیوں نے یہاں پانچویں صدی عیسوی تک حکومت کی۔ ان کے عہد حکومت میں ملک سرسبز شہروں سے آباد ہو گیا۔ اور کئی ایسے ہیرو پیدا ہوئے جنہیں قوم کے لیے قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر 4 قبل مسیح میں پیدا ہونے والا معروف فلسفی سینکا جو شہنشاہ نیرو کا استاد تھا کثیر کتابوں کا مصنف تھا اور جو مسئلہء توحید کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یا لوشن جس نے خیالی مکالمات لکھے۔ یا مشہور شاعر مارشل، ادھر بادشاہوں میں ٹریجن، ہیڈرین مارکس، آریلیس اور تھوڈوسیس جیسے لوگ سامنے آئے جنہوں نے انتظام ملکی میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے، پھر جرمن وحشی قومیں وینڈل آلن اور سوایو نے جب فرانس کو تہ و بالا کر دیا تو اندلس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ وحشی بہت جلد ان لاطینی اقوام کے ساتھ مل گئے جو پہلے سے اندلس میں موجود تھیں۔ اب لاطینی انکی زبان ہو گئی اور انہوں نے اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اپنا لیا۔ یہی لوگ اس وقت بھی اندلس پر قابض تھے جب مسلمانوں نے اندلس پر حملہ کیا۔

711 عیسوی میں دو بڑے امرائے اندلس کونٹ جولین اور اشبیلیہ کے رئیس الاساقفہ کی حمایت پا کر عرب اندلس پر حملہ آور ہوئے۔ بارہ ہزار کے اس فوجی دستے کا قائد طارق بن زیاد تھا۔ یہ حملہ اسی مقام سے ہوا جسے آج بھی فاتح جرنیل کے نام پر جبل الطارق جبرالٹر کہا جاتا ہے یہیں وہ

تاریخی واقعہ پیش آیا جو تاریخ اسلام بلکہ مسلمانوں کے ادب کا بھی ایک جز و بن گیا۔ وہ یہ کہ بہادر جرنیل نے کشتیاں جلا دینے کا حکم دیا تا کہ سپاہیوں کی یہ امیدیں ہی ختم ہو جائیں کہ شکست کی صورت میں گھروں کو واپس ہو جائینگے۔ انہیں یقین ہو کہ انہیں مرنا ہے یا فتح حاصل کرنا ہے۔ اقبال نے بھی اِسے ایک مختصر سے واقعاتی قطعہ میں نظم کیا ہے جس کا آخری شعر کچھ یوں ہے کہ اعتراض کرنے والوں کے اعتراض پر طارق

خندید و دستِ خویش بہ خنجر زدہ و گفت　　　　ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

(ہنسا اور اپنے ہاتھ میں خنجر بلند کر کے کہا ہر ملک ہمارا ہی ملک ہے کیونکہ سب کچھ ہمارے خدا کا ہے)

افریقہ کے بربروں کو زیر تسلط لانے میں عربوں کو تقریباً پچاس سال لگ گئے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ یوروپ کے لوگوں میں بھی ویسی ہی آزادی سے محبت شجاعت ہو گی لیکن یہاں رعیت حکمرانوں سے نالاں تھی۔ اس لیے طارق کی فوج نے بآسانی میدان مار لیا اور مسلمان اندلس میں داخل ہو گئے۔ اندلس کی آب وہوا، یہاں کی زمین کی زرخیزی سب کچھ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں سے مختلف تھا۔ وہ آگے بڑھتے گئے۔ موسیٰ بن نصیر بھی بیس ہزار فوج لے کر اپنے ماتحت جرنیل طارق بن زیاد سے آملا تا کہ فتح کی تکمیل کرے فتح نہایت ہی سرعت کے ساتھ اتمام کو پہنچی قرطبہ، مالقہ، غرناطہ اور طلیطلہ اشبیلیہ جیسے بڑے شہر گویا انہوں نے بغیر مزاحمت کے لیے اس وقت بھی اندلس میں زراعت اور فلاحت بڑی حد تک عروج پر تھی یہاں کے فوجی سربراہ نے دمشق میں بیٹھے خلیفہ کو اپنے خط میں لکھا۔

"آسمان اور زمین کی خوبصورتی میں یہ ملک شام ہے۔ آب وہوا کی لطافت میں یمن، پھولوں اور عطریات میں ہند ہے۔ زرخیزی میں مصر ہے اور بیش بہا فلزات میں چین"

عربوں نے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی وہی فیاضانہ اور ہمدردانہ سلوک کیا جو اسلامی تمدن کا خاصہ رہا ہے یہاں کسی کے مذہب میں کوئی مداخلت نہ کی گئی رواداری، مساوات اور انصاف کا سلوک کیا گیا اور لوگ جلد ہی اپنے نئے حکمرانوں کے گرویدہ ہو گئے۔ اندلس کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ کا ارادہ تھا کہ فرانس اور جرمنی سے ہوتا ہوا قسطنطنیہ کو لیتا ہوا شام پہنچ جائے لیکن کوتاہ اندیش

Marfat.com

خلیفہ نے اسے واپس دمشق طلب کرلیا اور وہ اپنا ارادہ پورا نہ کر سکا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو یورپ اُس عہدِ مظلمہ (DARK AGES) سے بچ جاتا جس میں وہ عرصۂ دراز تک گرفتار رہا

اندلس پر مسلمانوں کا عہدِ حکمرانی سو برس کو محیط ہے۔ فتوحات سے فارغ ہونے کے مسلمانوں نے اندلس کو بامِ عروج پر پہنچانے کی کوشش شروع کر دیں۔ غیر مزروعہ زمینیں قابل کاشت بنائی گئیں اور زیر کاشت لائی گئیں۔ اجڑی بستیاں آباد ہوگئیں دور دور تک کے ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ دنیا بھر سے سامان تجارت اندلس میں آنے لگا۔ کاروبار بڑھے، آبادی بڑھی، عالیشان عمارات تعمیر ہونے لگیں۔ علم وادب میں بے انتہا ترقی ہوئی۔ یونانی، لاطینی اور دیگر علمی زبانوں کے تراجم ہوئے، دارالعلوم قائم ہوئے اور یہی دار العلوم عرصۂ دراز تک علم و دانش کی روشنی پھیلاتے رہے۔

مرکز میں جب خلافت امویوں کے ہاتھوں سے نکل کر عباسیوں کے ہاتھ میں آئی تو عبد الرحمٰن اول اندلس میں پہنچ کر اس کا حکمران ہوا وہ اموی تھا اس نے عباسیوں کی خلافتِ بغداد سے قطع تعلق کرلیا اور قرطبہ میں اپنی خلافت قائم کرلی۔ 756 عیسوی میں عربوں کے تمدن کا عروج شروع ہوا اور تین صدیوں تک قرطبہ علوم کے لحاظ سے تمام عالم کے شہروں کا سرتاج رہا۔ مسجدِ قرطبہ تعمیر ہوئی جو ہر لحاظ سے عجائباتِ عالم میں شمار ہوتی تھی۔ اندلس پرسکون تھا لوگ خوشحال تھے دنیا بھر سے دولت کھچی کھچی اندلس پہنچ رہی تھی زمینوں کی سرسبزی و شادابی کمال عروج پر تھی، زمین بلاشبہ سونا اگل رہی تھی۔

عبدالرحمٰن اول اور اسکے بعد آنے والے خلفاء کو جنگ میں دولت نہیں جھونکنا پڑتی تھی۔ ملک امن وامان کا گہوارہ تھا اس لیے انہوں نے تمام وسائل ملکی ترقی میں صرف کیے علوم وفنون اور ادب کو بے انتہا توجہ ملی اور انتہائی فروغ حاصل ہوا، ہندسہ، ہیئت، طبعیات کیمیا اور طب وحکمت میں قابل قدر ترقی ہوئی اور قرطبہ کی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونا ساری دنیا میں قابل فخر سمجھا جانے لگا۔

صنعت وحرفت اور تجارت میں بھی اندلس کو ممالک پر فوقیت حاصل ہوگئی۔ معدنیات کے دفائن برآمد ہوئے۔ بے انتہا مصنوعات تیار ہونے لگیں وہ سارے ذرائع آبپاشی جو اس وقت

Marfat.com

بھی کسی نہ کسی حالت میں موجود ہیں مسلمانوں ہی کی یادگار ہیں زمین سے قسم قسم کی پیداوار حاصل کی جانے لگی گنا، چاول، کپاس مختلف قسم کے پھل سب کچھ اندلس میں تھا اور فی الواقع اندلس دنیا کی بہشت تھا۔ مسلمانوں بالخصوص عربوں کی مستعدی علوم وفنون اور صنعت وحرفت کے تمام شعبوں پر چھائی ہوئی تھی ان کی تعمیرات عامہ کا بھی جواب نہ تھا سڑکیں، پل، شفاخانے، مسافر خانے، مساجد جو صرف مساجد نہیں مدارس بھی تھے ہر طرف بکثرت تھے۔

قرطبہ کا دارالخلافہ علوم وفنون کا عظیم ترین مرکز تھا تجارت کا مرکز تھا، ذہانت کا مرکز تھا۔ چند صدیوں میں عربوں نے اندلس کو علمی اور مالی ترقی میں بالکل بدل دیا اسے یورپ کا سرتاج بنادیا۔ یہ تغیر صرف علمی واقتصادی نہ تھا بلکہ اخلاقی بھی تھا۔ مروت، انسانی ہمدردی، مذہبی ونظریاتی رواداری اور کشادہ ظرفی اور دوسرے مذاہب کے لیے نرمی اور حسنِ سلوک میں وہ روشن مثالیں قائم ہوئیں جو آج تک تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ اگر مساجد بن رہی تھیں تو کلیساؤں کی تعمیر کی بھی کھلے عام اجازت تھی اور اساقفہ کو مذہبی مجالس منعقد کرنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔

تجارت عروج پر تھی تو ذرائع رسل ورسائل اور وسائل نقل وحمل کو بھی بے انتہا ترقی ہوئی۔ خشکی کے راستے بہتر ہوئے بدامنی نام ونشان کو نہ تھی۔ راستے مامون تھے۔ بحری سفر کے لیے جہاز رانی کو بے انتہا ترقی اور وسعت حاصل ہوئی۔ تمام یوروپ ایشیاء اور افریقہ کے سواحل تجارتی لحاظ سے مربوط ہوگئے تھے اور مدتِ دراز تک سارا بحرِ متوسط مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھا۔ مسلمانوں کی بلند اخلاقی کا ہی اعجاز تھا کہ بہت سے عیسائی مسلمان ہوگئے مگر یہ کام انہوں نے خوف سے نہیں کیا۔ خوف کا توان کے دور میں نام ونشان بھی نہ تھا۔ ہر ایک پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ لا اِکراہَ فی الدین جس قوم کا ماٹو (MOTTO) ہو جس کا نعرہ ہو' صرف سوچو اور سیدھی راہ کا فیصلہ کرو' 'وھدینٰہُ النجدین' ہم نے دو راہیں دکھا دی ہیں۔ ''اِمّا شاکرًا واِمّا کفورًا'' جو راستہ مرضی آئے اختیار کرلو۔ اس میں کبھی دین حق کو تلوار کے زور سے منوانے کی کوشش نہ کی گئی نہ ہی اسکی ضرورت سمجھی گئی۔ اندلس میں یہود، نصاریٰ اور مسلمان سبھی کے لیے ترقی کی راہیں یکساں کھلی تھیں چنانچہ سارے یوروپ میں اندلس ہی وہ ملک تھا جہاں یہودیوں کو امان ملی تھی اور وہ بکثرت یہاں جمع ہو

Marfat.com

گئے تھے۔

عربوں میں وحشت و بربریت کو بہادری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کا اصول تھا۔

(محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے)

اسلام نے جنگ میں بھی عدل وانصاف کی تعلیم دی تھی۔

''وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی''

(کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو عدل کرو یہی تقوای کے قریب ہے)

مسلمانوں نے بہادرانہ اخلاق کی ایک مخصوص تعریف متعین کی تھی ان کے نزدیک کوئی شخص بہادر کہلانے کا مستحق اس وقت سمجھا جاتا تھا جب اس میں یہ دس اوصاف موجود ہوتے ہیں:۔

۱) نیکی

۲) شجاعت وحوصلہ

۳) خوش اخلاقی

۴) ملکہ شاعری

۵) فصاحت

۶) قوتِ جسمانی

۷) شہسواری

۸) نیزہ بازی

۹) شمشیرزنی

۱۰) تیراندازی

اندلس کی تاریخ اس قسم کی داستانوں سے لبریز ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں میں یہ خصائص اپنی انتہائی صورت میں موجود تھے مثلاً جس وقت 1139 عیسوی میں والیء قرطبہ نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا تو وہاں ایک خاتون حکمران تھی جس کا نام بیران ثریا تھا شہزادی قلعہ

Marfat.com

بند ہوگئی اس نے قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا ''عورتوں پر حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں عرب سالار نے فوراً محاصرہ اٹھالیا۔

اندلس میں مسلمانوں کا عروج اندلس کا عروج تھا۔اندلس کے عوام کا بلا تمیز مذہب و ملت عروج تھا اور انسانیت کا عروج تھا،علم و دانش کا عروج خوشحالی و فارغ البالی کا عروج تھا، زراعت کا عروج تھا،صنعت و حرفت کا عروج تھا لیکن ان کا یہ عروج اپنی اصل حالت میں قائم نہ رہ سکا اور زوال کا شکار ہوگیا۔اس زوال کے بہت سے اسباب تھے لیکن سب سے بڑا سبب خود مسلمان قوم کے آپس کے اختلاف تھے جن کے باعث خانہ جنگیاں شروع ہوگئی تھیں۔

ان خانہ جنگیوں نے اُن عیسائیوں کو موقع دے دیا جو شمال میں جا چھپے تھے چنانچہ 1085ء میں قسطلیہ اور لیان کا بادشاہ بڑھتا چلا آیا یہاں مسلمان عربوں کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ انہوں نے مراکش کے بربریوں سے مدد مانگی۔وہ پہلے تو دوست اور مددگار بن کر آئے مگر فوراً بعد ہی دعویٰ دار حکومت ہو گئے پھر انکے مابین خانہ جنگی شروع ہوگئی اور اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا۔بہت سے بربری خاندان المرابطین اور الموحدین وغیرہ یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔عیسائی زور پکڑتے گئے اور کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قابض ہوتے گئے۔تیرھویں صدی کے آخر تک عربوں کے پاس صرف غرناطہ رہ گیا۔ارغون کے بادشاہ فرڈیننڈ نے قسطیلیہ کی خاتون حکمران ازابیلہ سے شادی کر کے دونوں ریاستوں کو ملا لیا اور 1492ء میں غرناطہ کا محاصرہ کر کے اس آخری اسلامی ریاست پر بھی قبضہ کر لیا یوں اندلس پر مسلمانوں کی حکمرانی کا عہدِ زریں ختم ہو گیا یا یوں کہیے کہ اندلس ختم ہوگیا اور سپین وجود میں آ گیا۔اب یہاں وہ تباہی کا دور شروع ہوا جس پر عربی کا شاعر ابن بدروں چیخ اُٹھا۔

''وقار خاک میں مل گئے غزتیں لُٹ گئیں۔انسانیت کو درندگی نے پھاڑ کھایا۔ایک ایسی مخلوق آ گئی جو درندوں سے بدتر تھی۔بے شرم آسمان تو ٹوٹ کر گرا کیوں نہیں۔بے رحم زمین تیرا سینہ پھٹ کیوں نہیں گیا؟''

اسی نوحہ اور اسی شہر آشوب کا ذکر کرتے ہوئے اقبالؔ نے لکھا تھا۔

آسمان نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی ابنِ بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی

فرڈنینڈ نے از روئے معاہدہ عربوں کو زبان اور مذہب کی آزادی دینے کی ضمانت دی تھی مگر 1499ء سے مظالم شروع ہو گئے اور ان مظالم کا ہدف یہ تھا کہ مسلمان کہلانے والا کوئی شخص بھی سپین میں نہ رہنے پائے۔ایک ہی صدی میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا عمل تکمیل کو پہنچا دیا گیا۔ظلم و ستم کے عجیب طریقے استعمال کئے گئے جنہیں دیکھ کر ابلیس بھی شرمندہ ہو گیا۔

پہلے مسلمانوں کو بہ جبر عیسائی بنایا گیا پھر انکوزیشن (INQUISITION) کے نام سے وہ رسوائے زمانہ عدالتیں، 1400ء میں قائم کی گئیں جب مسلمان بہ جبر عیسائی بنائے جاتے تو اس بہانے کہ وہ عیسائی ہیں۔اس ''مقدس مذہبی عدالت'' کے سامنے لائے جاتے۔اس عدالت نے انہیں جہاں تک ممکن ہوا آگ میں جھونکا۔1481 میں اس عدالت کے حکم سے تین ہزار مسلمان جلا دیے گئے۔پھر محسوس ہوا کہ یہ طریقہ سُست رفتار ہے اور ویسے بھی لاکھوں آدمیوں کو جلا دینا مشکل تھا۔انہوں نے مسلمانوں سے سپین کو پاک کرنے کی ایک اور ترکیب سوچی۔طلیطلہ کے رئیس الاساقفہ نے جو اس ''مذہبی عدالت'' کا میر مجلس تھا یہ تجویز پیش کی کہ تمام عیسائی نہ ہونے والے مسلمان قتل کر دیے جائیں۔عورتوں اور بچوں تک کو ختم کر دیا جائے۔ایک راہب بلیڈا نے کہا مسلمان اگر عیسائی ہوتے بھی ہیں تو یقین نہیں کہ وہ صدقِ دل سے عیسائی ہیں، اس لیے تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے۔قیامت کے روز خدا خود فیصلہ کریگا کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی ہے۔اگرچہ پادریوں نے اس تجویز کی بھرپور تائید کی لیکن حکومت کو خیال ہوا کہ شاید مسلمان یہ اجتماعی ظلم برداشت نہ کر سکیں، چنانچہ 1610ء میں یہ اشتہار پھیلا دیا گیا کہ تمام مسلمان سپین سے نکل جائیں۔مذکورہ صدر راہب بلیڈا نے بڑے فخر سے بیان کیا ہے کہ جن مسلمانوں کو نکال دیا گیا تھا، ان میں سے تین چوتھائی راہ میں مار دیے گئے۔ایک مہاجرت جس میں ایک لاکھ چالیس ہزار لوگ افریقہ جا رہے تھے۔ایک لاکھ راستے میں مار دیے گئے۔اکثر مؤرخین اندازہ لگاتے ہیں کہ فرڈنینڈ کی فتح سے لے کر مسلمانوں کے مکمل اخراج تک اندلس سے تیس لاکھ لوگ نکل گئے۔جو تعداد ماردی گئی وہ الگ ہے۔یہ دیس نکالا مسلمانوں کا تو تھا ہی اس سے سپین سے علم و دانش بھی جلا

Marfat.com

وطن ہو گئے۔انہی مذہبی عدالتوں نے ان تمام عیسائیوں کو بھی تہ تیغ کرادیا جنہوں نے مسلمانوں سے کچھ سیکھا تھا اور شعوری روشنی کی بات کرتے تھے۔

اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ وہ اندلس جسکی ترقی زندگی کے ہر میدان میں ستاروں کو چھو رہی تھی، جہالت کا تاریک غار بن گیا جس کا نام سپین ہوا، زمینیں ویران ہو گئیں۔شادابیاں روٹھ گئیں، منڈیاں تباہ ہو گئیں، شہروں کی آبادیاں گھٹ گئیں۔ڈاکٹر لی بان اپنے وقت کی بات لکھتا ہے کہ طلیطلہ جس کی آبادی مسلمانوں کے دور میں دو لاکھ تھی۔اب سترہ ہزار ہے۔قرطبہ جہاں دس لاکھ آدمی تھے۔اب بیالیس ہزار ہیں یہ تو بڑے شہروں کی بات ہے چھوٹے سے شہر تو اکثر نیست و نابود ہو گئے ہیں۔

فرڈیننڈ کے دور میں طلیطلہ کا رئیس الاساقفہ زمی نیز نے فتح غرناطہ کے بعد غرناطہ کی لائبریری جلادی تھی۔جس میں اسی ہزار کتب تھیں۔اس نے سمجھا تھا کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر رہا ہے لیکن وہ بدبخت سپین کی قسمت کا چراغ بجھا رہا تھا اور یہ چراغ بجھ گیا۔اندلس کی تمدنی ترقی کے بانی مسلمان تھے۔اس لیے اس ترقی کے تمام مراکز صنعت و حرفت، تجارت، جامعات غرض یہ کہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا، یہاں آنے والے عیسائیوں کو مذہبی تعصب کے ساتھ مادی محرومیوں نے بھی مسلمانوں سے نفرت پر ابھارا۔وہ جہاں بھی نظر ڈالتے مسلمان چھائے ہوئے دکھائی دیتے اس وجہ سے بھی انہوں نے عربوں کے اخراج کا جاہلانہ فیصلہ کیا وہ وسائل رزق پر خود قابض ہونا چاہتے تھے۔

مسلمانوں کے اخراج کے بعد اندلس کا تنزل فوری طور پر شروع ہو گیا علوم وفنون، زراعت، تجارت، اچانک ختم ہو جانے سے معیشت تباہ ہو گئی۔زمین میں فلاحت و زراعت ختم ہو گئی۔اس لیے زمینیں بنجر ہوئیں۔صنعت و حرفت نہ رہی تو شہر ویران ہوئے میڈرڈ کی آبادی بقول ڈاکٹر لی بان چار لاکھ سے گھٹ کر دو لاکھ پر آ گئی اشبیلیہ میں جہاں سولہ سو کارخانے تھے اور ان سے ایک لاکھ تیس ہزار افراد اپنے کنبوں کا رزق حاصل کرتے تھے، اب وہ کارخانے گھٹ کر تین سو رہ گئے۔اسی کا اثر آبادی پر پڑا جو ایک چوتھائی رہ گئی۔

طلیطلہ میں کپڑے کے پچاس کارخانوں کے بجائے تیرہ رہ گئے۔ریشمی کپڑے کے کار

Marfat.com

خانے جن میں چالیس ہزار آدمی کام کرتے تھے، بالکل بند ہو گئے۔ سارے ملک کا یہی حال ہو گیا۔ قرطبہ، سقوبیہ اور برگاس جیسے بڑے شہر بالکل ویرانے ہو گئے۔ چند حرفتیں جو مسلمانوں کے بعد باقی رہ گئیں تھیں، وہ بھی جلد تلف ہو گئیں۔ ملک کی حرفت اس قدر تباہ ہو گئی کہ اٹھارویں صدی کے اوائل میں جس وقت سقوبیہ میں کپڑے کا کارخانہ کھولا گیا تو کاری گروں کو ہالینڈ سے لانا پڑا۔ ایسا ملک کہاں چل سکتا تھا اور مذہبی جنونی اسے کہاں چلا سکتے تھے کہ وہ تو تباہی و بربادی کے شیطان تھے آبادی کیا جانتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک دوسروں کے حوالہ کرنا پڑا۔ بادشاہی، نظام ملکی، صنعت و حرفت، تجارت، فرانسیسیوں، اطالویوں، جرمنوں کے ہاتھ آ گئی ایک دو دفعہ اہل علم اور اہل فن باہر سے لاکر ملک میں عارضی چہل پہل کر لی گئی۔ مردوں کا یوں زندہ کر لینا کب ممکن ہوا ہے جو سپین ایک دفعہ پھر اندلس ہو سکتا۔ اندلس میں باشندے تو رہ گئے تھے لیکن ان میں ایک بھی انسان نہ تھا۔ علم نام کو نہ تھا صرف مذہبی کتابیں رہ گئی تھیں۔ بڑی سی بڑی کوششیں بھی اس بدبخت ملک کو آج تک اسکی بربادشدہ جوانی واپس نہیں دے سکیں۔ سپین کی حالت پر مشہور انگریز مؤرخ بکل Buckle نے کیا سچی باتیں لکھی ہیں۔

''سپین کا ملک زمانہ سے بے خبر غفلت کی بے ہوشی میں ڈوبا ہوا پڑا ہے نہ اس پر دنیا کا کچھ اثر پڑتا ہے اور نہ یہ خود دنیا کو دیکھ سکتا ہے یہ ملک یوروپ کی پیٹھ پر ایک بہت بڑا بے حس و حرکت اور بے معنی پشتارہ ہے جو اپنے خیالات اور امنگوں کے لحاظ سے زمانہ متوسط (Middle Ages) کا قائم مقام ہے اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ یہ ملک اپنی اسی حالت پر قانع بھی ہے۔ اس ملک کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جہل مرکب میں مبتلا ہے یورپ کی تمام قوموں میں یہ قوم سب سے پیچھے ہے مگر خود فریبی کی انتہا یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو سب سے آگے سمجھتی ہے جن چیزوں پر اسے شرمانہ چاہیے یہ ملک ان پر ناز کر رہا ہے اسے اپنے بوسیدہ خیالات، مذہبی تعصب، اعتقادات کے استحکام پر اپنی طفلانہ سریع الاعتقادی پر اپنی مذہبی اور اخلاقی نفرت پر، غیر مذہب کے لوگوں کی عداوت پر فخر ہے''

تمدن عرب صفحہ ۵۳۰

Marfat.com

غرضیکہ اندلس ایک مرثیہ ہے اس مسلمان قوم کا بھی جس نے یہاں اپنے عروج وزوال کی کہانی لکھی اپنے زوال کے اسباب لکھے اور بتایا کہ مسلمان کیا تھے اور کیا ہو گئے؟ حضرت پیر عارف شاہ صاحب نے سپین کے سفر میں یہی کہانی اپنی آنکھوں سے اسی سرزمین کے صفحہ سے حرف حرف، لفظ لفظ اور ورق ورق پڑھنے کے لیے یہ سفر اختیار کیا ان کے سفرنامہءِ سپین سے معلوم ہوتا ہے کہ میں، آپ اور ہم سب اس سفر میں انکے ساتھ ہیں۔

Marfat.com

اقبال اور مسجدِ قرطبہ

بالِ جبریل میں علامہ اقبال کی ایک شاہکار نظم مسجد قرطبہ ہے اسکی بحر ہی ایسی ہے کہ پڑھو تو صوتی طور پر وہی پر درد اور مقدس فضا موجود ہو جاتی ہے پھر لفظ لفظ میں پورا ماحول بولتا محسوس ہوتا ہے ترکیبیں، بندش، ردھم، ہر اعتبار سے نظم بے مثال ہے۔ نہ معلوم کن لمحوں میں یہ نظم تخلیق ہوئی کہ دعوی سے کہا جاسکتا ہے اقبال دوبارہ خود بھی ایسی کوئی نظم نہیں کہہ پاتے۔ غالباً میری یہ بات بڑی حد تک درست ہے کہ ہم برصغیر کے لوگوں کو اندلس سے شناسائی اور اسکی تاریخ تک رسائی بھی اسی نظم کے توسط سے ملی اور اندلس کی تاریخ پر جتنی کتابیں بھی اردو میں لکھی گئیں۔ اس نظم کے بعد ہی لکھی گئیں۔ میں نے پیر صاحب کا سفرِ سپین پڑھا تو مجھے جگہ جگہ اقبال ان کا ہمسفر نظر آیا۔ اس لیے مجھے خیال آیا کہ ان کے سفرنامہ کا دیباچہ اقبال اور مسجدِ قرطبہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہی دیباچہ ضبطِ تحریر میں لے آؤں تو آئندہ کے صفحات میں آنے والا سفرنامہ بھی مکمل ہو جائیگا اور کچھ ایسی باتیں بھی سامنے آجائینگی جو اقبال پر لکھنے والوں نے زیبِ داستان کے طور پر شامل کر دی ہیں یوں اقبال پر ایک نیا موضوع بھی پیدا ہو جائے گا۔

اقبال غالباً 5 یا 6 جنوری 1933ء کو پیرس سے میڈرڈ پہنچے۔ میڈرڈ میں اقبال کے میزبان پروفیسر آسین پیلا کیوس تھے جنہوں نے ڈانٹے کی مشہور کتاب ''طربیہ خداوندی'' (DIVINA COMMEDIA) اور اسلام پر ایک کتاب لکھی تھی اور بتایا تھا کہ اس کتاب پر واقعۂ معراج اور شیخ محی الدین ابن عربی کے کیا اثرات ہیں انہوں نے اقبال کو دعوت دی تھی کہ وہ میڈرڈ آکر یونیورسٹی میں کچھ لیکچر دیں۔ اقبال پہلے ہی سے اس سفر کے لیے تیار تھے کیونکہ وہ تو لاہور سے یہی تہیہ کر کے چلے تھے کہ اس دفعہ سپین ضرور جائینگے۔

پروفیسر مذکور کی دعوت نے اس شوق کو مزید مہمیز کیا ہوگا میڈرڈ پہنچتے ہی اقبال کی ملاقات سپین کے وزیرِ تعلیم سے ہوئی۔ میڈرڈ ہی میں انکی ملاقات مشہور محقق محمود خضیری سے ہوئی جو ان دنوں فقۂ اسلامی پر ریسرچ کر رہے تھے۔ 4 جنوری 1933 کو اقبال نے ''سپین اور فلسفۂ

Marfat.com

اسلام'' کے موضوع پر میڈرڈ یونیورسٹی کی نئی عمارت میں لیکچر دیا۔ اجلاس کی صدارت پروفیسر آسین پیلا کیوس نے ہی کی تھی۔

''اقبال نے سپین میں اپنے تین ہفتوں کے ٹوئر (Tour) میں قرطبہ، غرناطہ اشبیلیہ، طلیطلہ وغیرہ کی سیر کی اور سب کچھ دیکھا جسے دیکھنے وہ گئے تھے لیکن جو عمارت ان کے دل، دماغ اور باطن کی گہرائیوں میں اتر گئی وہ مسجد قرطبہ تھی اقبال پر لکھنے والوں نے جیسے دیگر موضوعات پر طرح طرح کی کہانیاں لکھ ماری ہیں اور انہیں اقبال سے منسوب کر کے اقبالیات کا حصہ بنا دیا ہے اسی طرح اس موضوع پر بھی افسانوں کے طور مار کھڑے کر رکھے ہیں۔ اقبال نے مسجد قرطبہ میں ''تحیۃ المسجد'' کے معمول کے نوافل ادا کیے اس نماز کے متعلق بھی بڑی کہانیاں بنی ہوئی ہیں۔ سید امجد علی دعوی کرتے ہیں کہ اقبال نے اس نماز سے پہلے اذان بھی کہی تھی۔

سرگزشتِ اقبال از عبدالسلام خورشید صفحہ 419

عبدالمجید سالک کہتے ہیں ''اقبال مسجد کی شان و شوکت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کا دل بے اختیار نماز پڑھنے کو چاہا چنانچہ انہوں نے گائیڈ سے پوچھا وہ کہنے لگا میں بڑے پادری سے پوچھ کر آتا ہوں ادھر وہ پوچھنے گیا ادھر اقبال نے نیت باندھ لی اور اس کے واپس آنے سے پیشتر ادائے نماز سے فارغ ہو گئے'' (ذکر اقبال صفحہ 182) فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں ''اقبال نے سات سو سال بعد پہلی بار مسجد قرطبہ میں اذان دی اور نماز پڑھی'' (روزگارِ فقیر ج ا صفحہ 148)

سر مالکم ڈارلنگ بیان کرتے ہیں۔

''اقبال نے مجھے اپنے قیام سپین کی بڑی خوبصورت کہانی سنائی انہوں نے بتایا کہ وہ قرطبہ کی عظیم الشان مسجد دیکھنے گئے تھے انہوں نے گائیڈ سے اس جگہ نماز ادا کرنے کی اجازت طلب کی کیونکہ یہ کسی زمانہ میں مسجد رہ چکی تھی اور اب کلیسا میں تبدیل ہو چکی ہے گائیڈ نے کہا کلیسا کے راہب اس پر خوش نہ ہونگے لیکن انہوں نے اسکی پروانہ کی اور مصلّٰے بچھا دیا۔ اتنے میں ایک پادری احتجاج کے لیے وہاں آ نکلا اقبال نے کہا گائیڈ سے کہا کہہ دو کہ ایک بار مدینہ میں عیسائیوں کا ایک وفد کچھ مطالبات لے کر رسول پاک ﷺ سے ملنے آیا حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں انہیں

ٹھہرایا جب عبادت کا وقت آیا تو عیسائی متردد تھے کہ آیا وہ مسجد کے اندر اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کر سکیں گے جب سرورِ کائنات کو اس کا علم ہوا تو آپ نے انہیں بخوشی عبادت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

"جب ہمارے نبی نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں عبادت کی اجازت دے دی تھی تو میں اس جگہ جو کسی وقت مسجد ہی تھی کیا نماز ادا نہیں کر سکتا۔ پادری سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا اور اقبال نے نماز شروع کر دی۔ جب اقبال نے نماز ختم کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کلیسا کے تمام پادری اس منظر کو دیکھنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں بلکہ ان میں سے ایک نے تو اس منظر کی تصویر بھی لے لی۔ اسکے بعد اقبال نے کہا غالباً میں واحد مسلمان تھا جس نے گذشتہ چار سو سال میں یہاں پہلی بار نماز ادا کی تھی"

بحوالہ نوائے وقت 10 مئی 1959 مضمون: لندن میں یوم اقبال

اسی سلسلہ میں ایک مضمون کسی محمود الرحمٰن صاحب نے روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ 21 اپریل 1974 میں شائع کرایا تھا اس میں محمود الرحمٰن صاحب بحوالہ امتیاز محمد خان لکھتے ہیں۔

"قیام لندن سے ہی اقبال کا ارادہ مسجد قرطبہ کی زیارت اور کسی نہ کسی طرح وہاں نماز ادا کرنے کا تھا مگر مسجد گرجا بنائی جا چکی تھی اور وہاں اذان و نماز دونوں کی ممانعت تھی اس لیے انہوں نے اپنے استاد پروفیسر آرنلڈ کی طرف رجوع کیا اور پروفیسر آرنلڈ کی کوشش سے انہیں مسجد قرطبہ میں نماز ادا کرنے کی اجازت اس شرط پر ملی کہ جب وہ مسجد کے اندر داخل ہو جائیں تو دروازہ بند کر دیا جائے اور اس پر قفل لگا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اقبال حسبِ قرارداد مسجد میں داخل ہوئے آپ نے آواز کی پوری شدت سے اذان دی۔ کہتے ہیں میں اس جذبے، سرور اور کیفیت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جو اس وقت مجھ پر طاری تھی۔ 4 سو سال کے بعد مسجد کے اندر پہلی مرتبہ اللہ اکبر کی آواز محراب و منبر سے ٹکرا ٹکرا کر گونج رہی تھی اذان سے فارغ ہونے کے بعد اقبال نے مصلّٰے بچھایا اور نماز ادا کرنے لگے دورانِ نماز ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ سجدے میں گرتے ہی بے ہوش ہو گئے اس دوران عالمِ رویا میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھے مخاطب کر کے

Marfat.com

کہہ رہے ہیں اقبال تم نے میری مثنوی کا بغور مطالعہ نہیں کیا اسے مسلسل پڑھتے رہو اور میرا پیغام دوسروں تک پہنچاؤ اور جب اقبال ہوش میں آئے تو دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہو چکا تھا"

اقبال ریویو جولائی۔اکتوبر 1977 نیز "اوراق گم گشتہ" از رحیم بخش شاہین صفحہ 332

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اب افسانے میں پر اسرار رنگ آگیا ہے اور وہ جاسوسی افسانوں کی طرح مزید دلچسپ ہو گیا ہے، مگر انکی افسانویت عیاں ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ اقبال کو اس مسجد میں جانے کی خصوصی اجازت اُنکے معروف استاد پروفیسر آرنلڈ نے دلائی تھی، مگر محمود الرحمٰن کو کون بتاتا کہ کہانی میں ایک بڑا جھول آگیا ہے کیونکہ اقبال کا سفر سپین 1933 میں ہے مگر اقبال کے وہ شفیق استاد پروفیسر آرنلڈ صاحب اس سے قبل 1930 میں فوت ہو چکے تھے۔کہانی کا آخری حصہ دیکھئے اقبال کو بے ہوشی میں جو مردِ بزرگ ملتے ہیں ہم سمجھ رہے تھے وہ جناب سرور عالم ﷺ ہونگے مگر وہ مولانا روم نکلے۔نامعلوم مسجدِ قرطبہ میں وہ کیا کرنے گئے تھے؟ یہی بتانے کہ "اے اقبال تو نے میری مثنوی کا بغور مطالعہ نہیں کیا" اگر اقبال نے مثنوی کا بغور مطالعہ نہیں کیا تھا تو پھر کس نے کیا ہوگا۔خود اقبال نے سیاحتِ اسپین کے واقعات بیان کرتے ہوئے مسجد قرطبہ کے سلسلے میں جو کچھ بتایا وہ بقول محمد عبداللہ قریشی یہ کچھ تھا۔

"میری رائے میں اس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار مسجد روئے زمین پر تعمیر نہیں ہوئی عیسائیوں نے بعد فتح قرطبہ اس مسجد میں جا بجا چھوٹے گرجے بنا دیے تھے جنہیں اب صاف کر کے مسجد کو اصل حالت میں لانے کی تجویز کی جارہی ہے۔میں نے ناظم آثارِ قدیمہ کی معیت میں جا کر بہ اجازت خاص اس مسجد میں نماز ادا کی۔قرطبہ پر عیسائیوں کے تسلط کے بعد جسے کم و بیش ساڑھے چار سو برس گزر چکے ہیں اس اسلامی عبادت گاہ میں یہ پہلی اسلامی نماز تھی"

آئینہءِ اقبال مرتبہ عبداللہ قریشی صفحہ 19-18

عبدالرشید طارق کی روایت کے مطابق اقبال نے کہا!

"میں نے ہسپانیہ میں مسلمانوں کے تاریخی مقامات کا معائنہ کیا، مسجد قرطبہ میں جس کی فضا صدیوں سے بے اذان پڑی ہے، حکام کی اجازت لے کر نماز ادا کی سجدے میں گر کر خدا کے

Marfat.com

حضور گڑ گڑایا کہ "اللہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں مسلمانوں نے سینکڑوں برس حکومت کی یونیورسٹیاں قائم کیں اور یورپ کو علم و فضل سکھایا جن کے دبدبے سے شیروں کے دل دہلتے تھے اور جن کے احسان کے نیچے آج تمام فرنگستان دبا ہوا ہے۔ آج میں اسی قوم کا ایک فرد انہی کی تعمیر کردہ مسجد میں اغیار کی اجازت لے کر نماز پڑھ رہا ہوں"

ملفوظاتِ اقبال مرتبہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ 274

اقبال کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر جاوید اقبال نے انتہائی حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے۔

"اقبال حکومتِ ہسپانیہ کی اجازت خاص کے تحت، ناظم آثارِ قدیمہ کی معیت میں نماز ادا کرنے کی خاطر گئے تھے۔ اس لیے مصلّٰی ساتھ لے کر گئے اور عین ممکن ہے کہ یہ انتظام (اجازت وغیرہ حاصل کرنے کا) انہوں نے قیام میڈرڈ کے دوران پروفیسر آسین پیلاکوس یا وزیر تعلیم حکومت ہسپانیہ کے ذریعہ کرایا ہو ان کے ہمراہ فوٹو گرافر بھی تھے جنہوں نے نماز کی ادائیگی کے دوران اور بعد میں انکی کئی تصویریں مسجد کے اندر کھینچیں جو کئی بار اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور خاصی مقبول ہیں"

زندہ رود ج 3 صفحہ 218

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ وہ حضرت پیر معروف شاہ صاحب کے سفر نامۂ سپین کا ایک طرح کا آغاز یہ تھا اب اس کے بعد ان کا سفر نامہ شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ سفر نامۂ حجاز اور سفر نامۂ عراق کے سلسلہ میں ہم وضاحت کرتے آرہے ہیں یہاں بھی یہ وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے یہ سفر نامے ہم نے انکی ڈائریوں سے ترتیب دیے ہیں، یوں الفاظ ان کے اپنے ہیں تحریر انکی اپنی ہے واقعات کے سلسلہ میں یا بعض مقامات کی زیارات کے سلسلہ میں کہیں تقدیم و تاخیر کردی گئی ہے اور یہ تقدیم و تاخیر خود حضرت صاحب کے ایماء پر کی گئی ہے۔

جہاں ہم نے وضاحت کی ضرورت محسوس کی ہے وہاں اپنی طرف سے اگر کچھ اضافہ کیا ہے تو اسکی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ کہیں اگر کسی کتاب کا اقتباس اصل صورت میں دیا گیا تھا مگر پورا حوالہ درج نہیں تھا تو کتاب کا مکمل حوالہ بھی تحریر کر دیا گیا ہے، تاکہ سفر نامہ میں کسی بات کی تشنگی محسوس

Marfat.com

نہ ہو۔اب آیئے حضرت پیر صاحب کے سفر نامہ   سپین میں انکی رفاقت کا شرف حاصل کیجیے۔

قلم ہے سر بسجدہ لکھ رہا ہوں

مطالعہ اقبال میں جب بال جبریل کی نظم ''مسجدِ قرطبہ'' تک پہنچا تھا اور اسے قلب و ذہن میں اتارا تھا تو دل نے تڑپ کر دعا کی تھی ''اے اللہ اس عاجز طالب علم کو بھی یہ سعادت عطا فرما کہ وہ تیرا کعبہ، تیرے نبی کا مدینہ اور شوکت اسلام کا یہ مزار جسے مسجد قرطبہ کہا جاتا ہے دیکھ سکے اور اپنی روح شاد کام کر سکے'' اللہ تعالیٰ نے یہ دعا پوری کی پوری منظور فرمائی حرمین شریفین کا دیدار کئی بار کیا۔ 1982 میں سپین جانے کی حسرت بھی پوری ہوئی۔

27 دسمبر 1982 کو سفرِ سپین کا آغاز ہوا۔ مدتِ مدید سے یہ بے تاب کن تمنا حرزِ جان بنی ہوئی تھی کہ مسجد قرطبہ کو دیکھا جائے اور وہاں بیٹھ کر اقبال نے جو کچھ محسوس کیا تھا وہ اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کی جائے۔ خیال تھا کہ اُسکی نظم وہیں بیٹھ کر پڑھی جائے ممکن ہے وہ روحانی واردات مجھے بھی نصیب ہو جائیں جنہوں نے اقبال کو سراپا جذب وسوز بنا دیا تھا اور وہ چاہنے لگے تھے کہ ہر صاحبِ دل اس مسجد کی زیارت کرے چنانچہ انہوں نے مولانا غلام رسول مہر کو لکھا تھا۔

''مرنے سے پہلے قرطبہ ضرور دیکھو''

گفتارِ اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل صفحہ 165

انہوں نے اپنے بیٹے کو قرطبہ سے تصویری کارڈ ارسال کیا تھا اور لکھا تھا۔

''میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس مسجد کو دیکھنے تک زندہ رہا۔ یہ مسجد تمام دنیا کی مساجد سے بہتر ہے خدا کرے تم جوان ہو کر اس عمارت کے انوار سے اپنی آنکھیں روشن کرو''

خطوطِ اقبال مرتبہ رفیع الدین ہاشمی صفحہ 223

سپین کے سفر میں ہماری اصل خواہش یہی تھی کہ مسجد قرطبہ کو دل کی آنکھوں سے دیکھا جائے اور اسکی دیواروں میں بسی ہوئی وہ آوازیں گوشِ نصیحت ہوش سے سُنی جائیں جو صدیوں پہلے کی مقدس امانتیں ہیں اور جنہیں ان دیواروں نے اپنی چھاتی سے لگایا ہوا ہے۔

مسجد قرطبہ کو خلیفہ عبدالرحمٰن نے 780ء میں شروع کیا تھا۔ یہ عمارت حرمین شریفین کے

بعد معزز و محترم گنی جانے والی چند مساجد میں سے ایک ہے۔ خلیفہ نے اسکی تعمیر کا سنگِ بنیاد اس عزم سے رکھا تھا کہ اسکی تعمیر میں دنیا بھر کا حسن جمع کر دے۔ یہ رومی، ایرانی، گاتھک، دمشق و بغداد اور دیگر تمام تعمیری صنعتوں کا مرقع ہو۔ اس میں وہ گلکاریاں دکھائی جائیں کہ ہیکل سلیمانی کی داستانیں فراموش کر دی جائیں اور فی الواقع دنیا بھر کا تعمیری حسن اس میں جمع ہو گیا تھا۔ اس کا مینار زمین سے اکہتر ۷۱ گز بلند تھا اس کے گنبد کے نیچے ترشی ہوئی لکڑی کا منطقہ تھا، چھت مختلف رنگوں کے سنگِ مرمر کے ایک ہزار ترانوے ستونوں پر قائم تھی۔ یہ ستون شطرنج کی بساط جیسے مربعوں میں نصب تھے اور ایک مربع میں پانچ ستون آتے تھے۔ ان ستونوں سے طول میں انیس ۱۹ گلیاں اور عرض میں پہلی گلیوں کو قطع کرتی ہوئی اڑتیس ۳۸ گلیاں بن گئی تھیں۔ مسجد کا جنوبی حصہ مشہور دریا کا ڈل کوئیدر یعنی رود الکبیر کی جانب واقع تھا۔ یہ وہی الکبیر ہے جس کا ذکر اقبال کی نظم میں یوں آیا ہے۔

آبِ روانِ کبیر تیرے کنارے کوئی　　دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کے خواب

اس جنوبی دیوار میں انیس دروازے تھے جن پر نہایت باریک کام کی ہوئی، کانسی کی پتریاں چڑھی ہوئی تھیں لیکن درمیانی دروازے پر کانسی کی بجائے، سونے کی پتریاں تھیں۔ مشرق اور مغرب کی دیواروں میں بھی اسی طرح کے نو نو دروازے تھے۔

مسجد کی چھت ستونوں پر قائم تھی اور ان کی ترتیب اس انداز سے ہوئی تھی کہ دونوں طرف متوازی راستے بنتے گئے تھے اِن ستونوں پر منقش نعل ایسی محرابیں قائم تھیں چھت زمین سے تیس ۳۰ فٹ بلند تھی اس لیے قدیم گاتھک کلیساؤں کی سی تاریکی اس مسجد میں نہیں تھی۔ غرضیکہ اس کی تعمیری خوبصورتی نے اسے اپنے دور کی عمارتوں میں ممیز کر دیا تھا اور بڑی جدت عطا کر دی تھی مسجد قرطبہ فی الواقع اُن عجائبات میں سے ہے جن پر انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔

جب عیسائی اندلس پر قابض ہوئے تو مسجد قرطبہ بھی ان کی دسترس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ مسجد کے اندر اس کے لاتعداد ستونوں کے درمیان جگہ گھیر گھیر کر بیسیوں چھوٹے گرجے بنائے گئے جو دنیا بھر کے احتجاج کے باوجود پوری طرح صاف نہیں کئے گئے البتہ مسجد کا حسین ترین حصہ محراب والا حصہ ہے جس پر ستونوں سمیت سونے کے جڑاؤ کا کام کیا گیا ہے۔ اور خوش قسمتی سے

Marfat.com

وہ ابتک اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے۔

مسجد کے باہر اسکے عالیشان اکلوتے مینار پر جو اذان کے لیے مخصوص تھا اب گھنٹہ آویزاں ہے۔ اسے رومن کیتھولک عقیدہ کے مطابق دن میں خاص خاص اوقات پر بجایا جاتا ہے۔ مسجد قرطبہ مسلمانوں کی دیگر مساجد کی طرح روشن اور تابندہ رکھی جاتی تھی۔ چراغ جلانے کے لیے تیل کا سالانہ خرچ 314 من اور موم بتیاں جلانے کے لیے 1/2 3 من موم اور 34 سیر سوت ہر سال صرف ہوتا تھا۔ لیکن اب عیسائیوں کی عبادتگاہوں کی طرح اسکی فضائیں تاریک ہیں اور اس کے اندر سے ابھرتی ہوئی بھاری آرگن کی کرخت موسیقی کے پس منظر میں اسکی ویرانی اور بیکسی سے خوف آتا ہے۔ رات کو اسے دیکھیے اور اسکے اندر سے گھنٹے کی آواز سنیئے تو پوری عمارت آسیب زدہ محسوس ہوتی ہے۔

مسجد قرطبہ تقریباً 24 بیگھہ (96 کنال) زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔

یہ تو وہ تفاصیل ہیں جو مختلف کتب تاریخ میں ملتی ہیں اور ان میں سے کچھ اُن آنکھوں سے بھی دیکھی جاسکتی ہیں جو آدمی کی پیشانی کے نیچے چسپاں ہیں۔ سیاح انہی کو دیکھتے ہیں تو بے کسی و کسمپرسی کی حالت میں روتی ہوئی، ایک عمارت انہیں دکھائی دیتی ہے۔

جن لوگوں نے کچھ تاریخ کا مطالعہ بھی کیا ہے وہ اس پر دو چار آنسو بھی بہادیتے ہیں کچھ آہیں بھی بھر لیتے ہیں۔ اور پھر آگے چل پڑتے ہیں تا کہ اس گمشدہ تہذیب کے کچھ اور کھنڈر دیکھ لیں کچھ اور آنسو بہالیں کچھ اور سسکیاں بھر لیں۔

مگر ایک اور مسجد قرطبہ بھی ہے جو اس کی فضاؤں میں اب تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور جو بصیرت کی آنکھوں سے دیکھنے والوں کے دل میں اتر جاتی ہے۔ وہ اقبال کی وہی نظم ہے جو بالِ جبریل کے صفحات پر سُلگ رہی ہے اور ہم نے مسجد قرطبہ ہی کے فرش پر بیٹھ کر بال جبریل کے وہ صفحات کھول لیے اور پڑھنے لگے، آپ بھی ہمارے ساتھ پڑھیں۔

مسجدِ قرطبہ

(ہسپانیہ کی سرزمین بالخصوص قرطبہ میں لکھی گئی)

سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات
سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات

سلسلۂ روز و شب، تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

سلسلۂ روز و شب سازِ ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر و بمِ ممکنات

تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب، صَیرفیِ کائنات

تو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات، موت ہے میری برات

تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا!
ایک زمانے کی رَو، جس میں نہ دن ہے نہ رات

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر!
کارِ جہاں بے ثبات! کارِ جہاں بے ثبات

اول و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا!

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ!
عشق ہے اصلِ حیات، موت ہے اس پر حرام

تُند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رَو!
عشق خود اک سیل ہے، سیل کو لیتا ہے تھام

عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفیٰ!
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

عشق کی مستی سے ہے پیکرِ گِل تابناک
عشق ہے صہبائے خام، عشق ہے کاس الکرام

عشق فقیہِ حرم، عشق امیرِ جنود!
عشق ہے ابن السبیل، اس کے ہزاروں مقام

عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات
عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات

اے حرمِ قرطبہ! عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام، جس میں نہیں رفت و بود

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود!

قطرۂ خونِ جگر، سِل کو بناتا ہے دل
خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

Marfat.com

تیری فضا دل فروز میری نوا سینہ سوز
تجھ سے دلوں کا حضور، مجھ سے دلوں کی کشود

عرشِ معلّٰی سے کم سینۂ آدم نہیں
گرچہ کفِ خاک کی حد ہے شہر کبود !

پیکرِ نُوری کو ہے سجدہ میسر تو کیا
اس کو میسر نہیں سوز و گداز سُجود

کافر ہندی ہوں میں، دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود

شوق مری لے میں ہے، شوق مری نے میں ہے
نغمۂ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے

تیرا جلال و جمال، مردِ خدا کی دلیل !
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل !

تیری بنا پایدار، تیرے سُتوں بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ نخیل !

تیرے در و بام پر وادیِ ایمن کا نُور
تیرا منارِ بلند جلوہ گہِ جبرئیل

مٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلماں، کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سرِ کلیمؑ و خلیلؑ

اس کی زمیں بے حدود، اس کا اُفق بے ثغور
اس کے سمندر کی موج، دجلہ و دنیوب و نیل

اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب
عہدِ کُہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل!

ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق !
بادہ ہے اس کا رحیق تیغ ہے اس کی اصیل

مردِ سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لا الٰہ
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لا الٰہ

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز !
اس کے دنوں کی تپش، اس کی شبوں کا گداز

اس کا مقام بلند، اس کا خیال عظیم
اس کا سرور اس کا شوق، اس کا نیاز، اس کا ناز

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ !
غالب و کار آفریں، کار کُشا، کارساز

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو !
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز !

نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں گرمیِ محفل ہے وہ

کعبۂ اربابِ فن! سطوتِ دینِ مبیں
تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمیں

Marfat.com

ہے تہ گردوں اگر حسن میں تیری نظیر! قلبِ مسلماں میں ہے اور نہیں ہے کہیں
آہ وہ مردانِ حق! وہ عربی شہسوار! حاملِ ''خلقِ عظیم'' صاحب صدق و یقیں
جنکی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب سلطنتِ اہل دل فقر ہے' شاہی نہیں!
جنکی نگاہوں نے کی تربیت شرق و غرب ظلمتِ یورپ میں تھی جنکی خرد راہ بیں
جن کے لہو کے طفیل آج بھی ہیں اندلسی خوش دل و گرم اختلاط' سادہ و روشن جبیں!
آج بھی اس دیس میں عام ہے چشم غزال اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے
دیدہء انجم میں ہے تیری زمیں آسماں! آہ! کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذاں
کون سی وادی میں ہے' کون سی منزل میں ہے عشقِ بلاخیز کا قافلہء سخت جاں!
دیکھ چکا المنیٰ' شورشِ اصلاح دیں جس نے نہ چھوڑے کہیں نقشِ کہن کے نشاں!
حرفِ غلط بن گئی عصمتِ پیرِ کنشت اور ہوئی فکر کی کشتیء نازک رواں
چشمِ فرانسیس بھی دیکھ چکی انقلاب جس سے دِگر گوں ہوا مغربیوں کا جہاں
ملت رومی نژاد کہنہ پرستی سے پیر لذتِ تجدید وہ بھی ہوئی پھر جواں
روحِ مسلماں میں ہے آج وہی اضطراب رازِ خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں
دیکھیے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا! گنبدِ نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا!
وادیِ کہسار میں غرقِ شفق ہے سحاب لعلِ بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب
سادہ و پُرسوز ہے دخترِ دہقاں کا گیت کشتی دل کے لیے سیل ہے عہدِ شباب
آبِ روانِ کبیر! تیرے کنارے کوئی! دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب!
عالمِ نوّ ہے ابھی پردہ تقدیر میں! میری نگاہوں میں ہے اسکی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرہ افکار سے! لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب
جس میں نہ ہو انقلاب' موت ہے وہ زندگی روحِ اُمَم کی حیات کشمکشِ انقلاب
صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر! نغمہ ہے سودائے خام، خون جگر کے بغیر!

ہم دیر تک وہاں بیٹھے رہے اور اقبال کی نظم کا ایک ایک مصرع ہم سے محوِ گفتگو رہا۔ مسجد کے انچارج بڑے متعصب لوگ تھے وہ بار بار چکر لگاتے اور ہمیں ایسی کھا جانے والی نظروں سے گھورتے جیسے ہم غیر محسوس طریقے سے ان ہواؤں کو مسموم کر رہے تھے۔ جن میں سانسیں لیتے تھے اور اُن فضاؤں میں شعلے گھول رہے تھے جن میں ان کے آرگن اور انکے گھنٹے وحشیانہ قہقہے بکھیرتے تھے۔

آخر ہم یہاں سے دلگیر و افسردہ اُٹھ کر آئے یہیں ہمیں ایک نومسلم عبدالمالک مل گیا بڑا پیارا، محبت کرنے والا دلآویز و دلبر با آدمی تھا وہ اس بات پر نازاں تھا کہ اللہ نے اُسے قبول کر لیا تھا اور وہ دینِ حق و صداقت میں داخل ہو گیا تھا۔ بھائی عبدالمالک ہمیں سعودی عرب کے خرچ پر چلنے والے ایک سنٹر میں لے گیا۔ یہاں ایک پاکستانی بھائی گلنار علی اور اُسکے دو عزیزوں سے ملاقات ہوئی ان عزیزوں کے نام ذہن سے اتر گئے ہیں۔

سپین کی حکومت کو اب ان یادگاروں کی اہمیت کا کچھ خیال آ رہا ہے اور اب یہ اتوار کو ٹکٹ کے بغیر مگر دوسرے دنوں میں ٹکٹ پر دکھائی جاتی ہے۔ سعودی عرب کی حکومت نے سنٹر کے ساتھ مسجد کے لیے زمین لے رکھی ہے لیکن ابھی مسجد کی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا۔

قرطبہ میں ایک دو مسجدیں احمدیوں نے بھی بنا رکھی ہیں۔

ہم نے رات اسی سنٹر میں گزاری مسجد کے لیے جو زمین لی جا چکی ہے۔ اس سے مسجد کا کام لیا جا رہا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اس مسجد کے امام غبن کے کیس میں ملوث ہو کر جیل پہنچ چکے ہیں اب جو صاحب امامت کے فرائض پر متعین تھے وہ نمازوں کے پوری طرح پابند نہیں۔ آج بھی فجر کی نماز میں وہ غیر حاضر تھے۔ اسلامک سنٹر میں کچھ تبلیغی جماعت والوں سے بھی ملاقات ہوئی۔

یہاں ایک چھوٹی سی لائبریری بھی ہے مگر وہ ''وہابیت'' کی کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔

دوسرے روز ہم گلنار علی صاحب کے ساتھ پھر مسجد قرطبہ کی زیارت کو گئے اور انہی کرب خیز اور درد انگیز کیفیات سے دوچار ہوئے جو کل ہم پر طاری ہوئی تھیں۔

ادھر ادھر پھر کر قرطبہ شہر کی ویرانیاں دیکھیں دل کو تھوڑا سکون بھی ہوا کہ بے شک قسمت

Marfat.com

نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری بدنصیبی نے ہمیں طرح طرح کے مصائب کا شکار بنایا لیکن اندلس کی سرزمین بھی رو رہی ہوگی اور رو رہی ہے کہ اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ آنے والے سیاح بھی یہی تاثر لے کر جاتے ہیں کہ اندلس مسلمانوں سے محروم ہو کر اپنے بخت سے محروم ہو گیا اور اپنی سعادتمندیوں سے بےنصیب ہو گیا۔

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی اہل دنیا پر
مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا

قصر زہرا

پھر ہم قصر زہرا گئے جو قرطبہ سے چند ہی میل دور ہے

عبدالرحمٰن کے اس قصرِ عظمت نشان کے اب صرف کھنڈر رہ گئے ہیں مگر ۔

ذرّوں پہ ثبت عظمتِ جاہ و جلال تھی   کھنڈر بتا رہے تھے عمارت کمال تھی

یہ طلسمی قصر زہرا کیا تھا؟ اسکی تفاصیل تاریخ میں ملتی ہیں ۔مسٹر جیرارڈ (.M GIRARD) کی ''تاریخ اندلس'' سے ترتیب دیئے ہوئے درج ذیل اشارات شاید اسکی عظمتوں کا پرتو سامنے لاسکیں ۔اس عمارت میں چار ہزار تین سو ستون قیمتی سنگ مرمر کے تھے انکی تراش بھی غضب کی تھی ۔قصر کے دالانوں میں سنگ مرمر کا مربع فرش تھا جس میں ہزار قسم کی گلکاریاں تھیں دیواروں پر بھی سنگ مرمر کی دست کاری تھی جس پر مختلف رنگوں کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے ۔ چھتوں میں بیچ در بیچ سنہری اور زنگاری رنگ آمیزیاں تھیں ۔چھت کے تختے اور شہتیر صنوبر کی لکڑی کے تھے ۔جن پر مہارت سے پھول بنائے گئے تھے ۔ادھر ادھر خوش نما فوارے چھوٹ رہے تھے ۔ انکی پھواریں رنگوں میں نہا کر حوضوں میں گرتی تھیں جس دالان کا نام قصر الخلیفہ تھا ایک سنگ یشب کا حوض تھا جس کے اوپر قسطنطنیہ کی بے مثال دستکاری کا شاہکار سونے کا بگلا بیٹھا تھا القصر کے سامنے بڑے دلکشا اور دلربا باغات تھے ۔جن میں قسم قسم کے پھلدار درخت تھے بڑے باغ کے وسط میں خلیفہ کا کوشک بلندی پر بنا ہوا تھا اور اس کے ستون سفید سنگ مرمر کے تھے جن کا اوپر کا حصہ مطلا تھا ۔کوشک کے وسط میں سنگ سماق کا مشہور حوض تھا جس میں پانی کی جگہ پارہ بھرا ہوا تھا ایک خاص انداز سے اس میں سورج کی کرنیں بڑا خوبصورت منظر پیش کرتے ہوئے منعکس ہوتی تھیں ۔ان ہی باغات میں شاہی حمام تھے جن میں ہر طرح کے خوبصورت قالین بچھے رہتے تھے ۔ان پر پھول اور پرندے اس مہارت سے بنے ہوئے تھے کہ اصل کا گمان ہوتا تھا۔

سفید سنگ مرمر المریہ سے آیا تھا اور گلابی اور سبز مرمر قرطاجنہ اور تیونس سے ،طلا کار شام سے آیا تھا ۔اس فوارہ پر انسانی تصویریں بنی ہوئی تھیں جنہیں احمد یونانی جیسے معروف نقاش نے بنایا

تھا۔قصر الخلیفہ کے ہر طرف آٹھ آٹھ در تھے جنکی محرابیں ہاتھی دانت اور آبنوس کی بنی ہوئی تھیں اور سونے جواہرات سے مرصع تھیں ان محرابوں کے ستون مختلف الالوان سنگ مرمر اور بلور کے تھے۔

ابنِ حیان نے بھی قصر زہرا کی ایسی ہی تفاصیل بیان کی ہیں مگر اب تو صرف کھنڈرات ہیں۔حکومت نے ان کو دیکھنے کے لیے ٹکٹ لگا رکھا ہے۔یہاں کی انچارج ایک عورت تھی جس نے بہت سے کتے رکھے ہوئے تھے یہ مختلف نسلوں کے تھے اور یہ کھنڈر انکی آرام گاہیں بن گئے تھے۔

خدا کی شان ہے جن ایوانوں میں کبھی سورج کی شعاعیں بھی احترام سے داخل ہوتی تھیں اور ہواؤں کو بھی بہ احتیاط قدم دھرنا ہوتا تھا کہ دیکھو شور نہ ہو کسی حسین کا خواب نازنیں ٹوٹ نہ جائے، آج وہاں ویرانیوں کے ڈیرے ہیں، انہی کھنڈروں میں خدا کی ابدیت کا جلال بھی جیسے قدم قدم پر ہمارے ذہن پر اپنی ہیبت طاری کر رہا تھا ہم نے وہیں نماز ادا کی۔وہاں اور بھی کئی سیاح پھر رہے تھے۔وہ رک کر تعجب سے ہماری نماز دیکھ رہے تھے ہم نے سلام پھیر کر کہا جن آباؤ اجداد کی اولادیں بدگیر ہوں انکے وارثوں اور انکی چھوڑی ہوئی جائیدادوں کا یہی حال ہوتا ہے ہمیں کیا دیکھتے ہو ہم اپنے عظمت مآب اسلاف کے ناخلف فرزند ہیں۔اپنے بزرگوں کے ترکے دیکھتے پھرتے ہیں۔آنسو بہاتے اور آہوں سے طوفان اٹھاتے پھرتے ہیں۔

Marfat.com

گرالڈااور اشبیلیہ کا قصر

طلیطلہ میں بھی گئے ،طلیطلہ کے گرد مسلمانوں کی بنائی ہوئی فصیل اور بُرج اب تک موجود ہیں شہر کے دروازوں میں بسکرہ اور باب الشمس اب تک موجود ہیں یہ بالترتیب نویں اور دسویں صدی عیسوی کی یادگاریں ہیں۔

اشبیلیہ کی سب سے قدیم عربی عمارت ایک برج ہے جسے ,گرالڈا کہتے ہیں یہ سرخ اینٹوں کی بنی ہوئی ایک خوبصورت مکعب شکل کی عمارت ہے یہ اور ونس کے برج سینٹ مارک سے کچھ مشابہت رکھتی ہے۔اسے ایک الگ عمارت نہیں سمجھنا چاہیے۔اصل میں یہ اس مسجد کا مینار ہے جسے خلیفہ المنصور نے 1195ء سے تعمیر کرایا تھا۔گرالڈا کے باہر کی جانب پتھر کی تراشی ہوئی جالیاں اور جابجا کھڑکیاں ہیں ،جن میں سے بعض کی محرابیں پھیلی ہوئی ہیں اور بعض پھولدار نکیلی ہیں۔

اشبیلیہ میں القصر بھی مسلمانوں کی ایک عظیم یادگار ہے۔اصل عمارت گیارھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی لیکن اس کا بہت بڑا حصہ تیرھویں صدی عیسوی میں مکمل ہوا۔اس میں عیسائی بادشاہ بھی آکر رہے۔اس لیے انہوں نے بھی اسکی تکمیل میں حصہ لیا لیکن ان کے دور کی بھی کاری گری غمازی کررہی ہے کہ یہاں اصل عمارت کو بگاڑ کر وحشی ہاتھوں نے اپنی کارگزاری دکھائی ہے۔
اس وقت اندلس کے شہروں میں اشبیلیہ ہی زندہ اور کسی حد تک مہذب شہر ہے۔ہم ان علاقوں سے سرسری گزر گئے۔اور غرناطہ کی طرف پلٹ آئے کیونکہ یہاں ہمیں ابھی ''الحمراء'' کا قصر دیکھنا تھا جسے مسلمان ''قلعہ الحمراء'' بھی کہتے تھے۔

Marfat.com

الحمراء

یہ قصر شہر کے کنارے ایک ٹیلہ پر واقع ہے جو سیرا نواڈا کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کے نیچے اور بہترین جائے وقوع پر تعمیر ہوا ہے۔ ٹیلے کے نیچے سے الحمراء کے مربع شکل کے سرخ برجوں کی چوٹیاں نیلگوں آسمانی زمین پر نظر آتی ہیں۔ ان کا نیچے کے حصہ سبزہ زار میں چھپا ہوا ہے اگر ہم اسکے پرانے درختوں کی قطاروں میں چلیں جن پر قسم قسم کے پرندے چہچہا رہے ہیں اور جنکی دونوں جانب چشمے رواں ہیں تو ہم تھوڑی ہی دیر میں اس قصرِ عظیم کے دروازہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ اسکی ثنا خوانیوں میں بہت سے شعراء رطب اللسان رہے ہیں۔ سید علی بلگرامی کا انگریزی زبان سے کیا ہوا منظوم ترجمہ دیکھیے۔

کیا جنات نے آراستہ جس قصر شاہی کو بنایا جس کو گھر ہر رنگ کی نغمہ سرائی کا
نظر آتا ہے عالم خواب کا سارا طلسماتی وہ الحمراء ہے الحمراء نہیں جس کا کوئی ہمتا
ہزار افسوس تیری بیکسی اور زار حالت پر کہ تو اب منہدم ہونے لگا ہے حسرتا دردا
ترا وہ قلعہ اور کنگورے دار اسکی وہ دیواریں جواب گرنے لگی ہیں ہے سماں جن میں تنزل کا
جہاں کانوں میں جادو کی صدائیں شب کو آتی ہیں جہاں شاید ہے تیری عظمت وشوکت کا ہر ذرا
جہاں چاند اپنی نورانی شعاعوں سے بصد خوبی ترے دیوار و در کو عمدگی سے آ کے ہے دھوتا
سماں وہ بھی ہے تیرا دیکھنے کے لائق وقابل نہیں الفاظ میں جس کا بیان لطف آ سکتا

الحمراء کے حسن اور اسکی شان وشوکت پر ہر زبان میں بڑا لٹریچر موجود ہے میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کر سکتا اور اسے دہرانا تحصیل حاصل سمجھتا ہوں اس لیے انیس کے ہمزباں ہوکر کہے دیتا ہوں۔

بھلا تر در بیجا سے ان میں کیا حاصل اٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو

دنیا کے اس دولھا کے ساتھ وحشی عیسائیوں نے کیا کیا؟ اس کا جواب درج ذیل تفاصیل میں ملے گا۔ جو ہم نے نہیں ایک منصف مزاج عیسائی نے لکھی ہیں۔ ڈاکٹر گستاولی بان لکھتے ہیں۔

”کل صناع اور اہل کمال جنہوں نے الحمراء کو دیکھا ہے، اندلس کے نصاریٰ کی اس

Marfat.com

عجیب وغریب وحشیانہ حرکت کو افسوس کے ساتھ بیان کرتے ہیں جوان سے اس قصر کو برباد کرنے میں سرزد ہوئی ہیں۔ چارلس پنجم نے تو اس کا ایک حصہ اس غرض سے توڑ ہی ڈالا تھا کہ اس کے مسالہ سے ایک دوسری بے ڈھنگی عمارت بنائے لیکن اور حکومتوں نے بھی اس کو محض ایک ویرانہ سمجھ لیا جس کی اشیاء دوسرے کاموں میں مستعمل کی جاسکیں''

''تمدن عرب'' اردو ترجمہ از سید علی بلگرامی ص 271

مؤرخ اندلس ڈیوی لائنزز اپنی کتاب ''اندلس'' میں لکھتے ہیں۔

''وہ خوبصورت چینی کی تختیاں جو قصر کے دالانوں مین نصب تھیں۔ چند سال قبل پیس کر چونا بنانے کی غرض سے فروخت کردی گئیں۔ مسجد کا کانسی کا دروازہ پرانے تانبے کے نام سے بکا اور وہ لکڑی کے کندہ کئے ہوئے بیش بہا دروازے جو دار بنی سراج میں لگے ہوئے تھے۔ ایندھن کے طور پر کام میں لائے گئے جو چیزیں اس قصر میں سے بک سکتی تھیں۔ بیچ دی گئیں اور پھر یہ محل بڑی جیل کے طور پر کام میں لایا گیا پھر اس میں فوجی رسد کا کارخانہ بنایا گیا صفائی کی آسانی کی غرض سے تمام نقشی آرائشیں اور گلکاریاں اس طرح مٹائی گئیں کہ ان پر چونے کا پلستر کردیا گیا''

بحوالہ تمدنِ عرب صفحہ 272

ایک مدت تک سیاح شاعر اور دوسرے دلدادگانِ فنون لطیفہ اس کاروائی پر روتے رہے اور عیسائی حکمرانوں اور عوام کے کان پر جوں تک نہ رینگی لیکن پھر آہستہ آہستہ احساس ہوگیا کہ وہ قیمتی ہیروں کو گیند بنا کر ہاکی کھیلتے رہے تھے انہوں نے ادھر ادھر سے کاریگر اور ماہرین بلا کر اپنی برباد کردہ اشیاء کی مرمت کا کام شروع کیا بہرحال جو لشتم پشتم آگے بڑھ رہا ہے مگر ویسے شاہکار اب کہاں تشکیل جدید حاصل کر کے اصل بن سکتے ہیں۔ الحمرا کی مسجد اب چرچ آف سینٹا ماریا (SANTA MARIA) ہے۔

بہرحال ہم نے قصر الحمراء دیکھا آنسو بہائے اپنے مسلمان بھائیوں کی بدعملی پر افسوس کیا اور ان عیسائیوں پر بہت زیادہ افسوس ہوا جو اپنے آپ کو ترقی، روشن خیالی اور بے تعصبی کا مرقع سمجھتے ہیں مگر عملاً وحشیوں اور جاہلوں سے بہت پیچھے ہیں۔

Marfat.com

خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی جو تھوڑی بہت آبادی اس وقت موجود ہے کچھ ان سے ملا ملایا جائے اور حالات معلوم کئے جائیں۔ اسی سلسلہ میں PALSA COLON نامی ایک کار پارک میں گئے یہاں مراکش کے ایک مسلمان جنرل نے انچاس سال قبل ایک چھوٹی سے مسجد بنوائی تھی۔ جس کی چابی ایک پاکستانی بھائی جان محمد کے پاس رہتی تھی معلوم ہوا کہ وہ اکثر مسجد مقفل رکھتا ہے۔ وہاں سے ہم شیخ عبدالقادر کے زاویہ میں گئے۔ شیخ صاحب کے نومسلم مرید عبدالبصیر سے ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب سپین ہی کے رہنے والے ہیں اور یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ یہی ان دنوں زاویہ کے انچارج بھی ہیں۔ سلمان اور ابو ہریرہ سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نوجوانوں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ سپین میں سات سال قبل جناب شیخ عبدالقادر نے تبلیغی کام کی بنیاد رکھی اور کام کا آغاز کیا۔ انکی مساعی سے اب تک بائیس آدمی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سنٹر یا زاویہ انہوں نے تین سال قبل قائم کیا تھا یہاں مسجد و مدرسہ میں بھی باقاعدہ عربی کلاسیں ہوتی ہیں۔ ایک نومسلم عزیز نے بتایا کہ اس شہر میں دو سو مساجد تھیں جو سب کی سب گرجوں میں بدل دی گئی ہیں۔ ایک قرطبی مسلمان سے ملاقات ہوئی جو حسرت سے کہہ رہا تھا اس ملک میں ساری مسجدیں گرجے بنا دی گئیں۔ اس سفر میں حاجی عدالت خان نوشاہی، محمد شریف نوشاہی، محمد رشید نوشاہی اور محمد صدیق نوشاہی ساتھ رہے۔ جنوری ۸۳ء میں واپسی ہوئی۔

Marfat.com

سفرناموں کی خصوصیت

قارئین نے ان سفرناموں میں ایک خاص بات محسوس کی ہوگی ہم بھی اس کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں۔ وہ خاص بات یہ ہے کہ یہ سفرنامے دوسرے سفرناموں سے مختلف ہیں۔ سفر نامہ نگار جس شہر میں جاتے ہیں وہاں کی موجود معاشرت اور ماحول تک ہی اپنے قلم کو محدود کیے رکھتے ہیں۔ ان سفرناموں میں یہ باتیں بہت کم کی گئی ہیں ''زیارات'' کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ سفرنامہ نگار ''گھر سے گھر تک'' کا مسافر نہیں وہ ''گھر سے بالاتر تک'' جاتا ہے۔ اسے نقوشِ پا اکٹھے کرنے ہیں، ایسے نقوش پا جو سیدھے مدنی کے در تک جاتے ہیں اور وہاں سے عرش تو بس دو قدم ہے۔ وہ ان تمام مسافروں کے نشانات پا کھوجتا پھرتا ہے جو اس سے پہلے ان راہوں پر چلے ہیں یوں یہ سفرنامے ایک قسم کے ''روحانی سفرنامے'' ہیں۔ ان سفرناموں میں آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سفرنامہ نگار ایک عارفِ راہ سلوک ہی نہیں۔ ایک متبحر عالم شریعت بھی ہے اور طریقت کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ عارفِ شیراز حافظ شیرازی نے شاید اسی کے لیے یہ بہت بڑا شعر کہا تھا۔

در کفے جامِ شریعت' در کفے سندانِ عشق　　　ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

آپ محسوس کرینگے کہ حضرت پیر صاحب کی نرم وگرم انگلیاں آپ کی نبضوں پر ہیں۔ وہ جہاں کہیں کوئی اعتراض، کوئی سوال دھڑکتا محسوس کرتے ہیں آپ کے پوچھے بغیر اس کا جواب حاضر کر دیتے ہیں۔

اس طرح یہ سفرنامے دوسرے سفرناموں سے خاصے مختلف ہیں جن لوگوں نے ''سفرنامہ ابن بطوطہ'' پڑھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس سفرنامہ کا پہلا حصہ بھی محض خانقاہوں کی زیارت تک محدود ہے۔ اس طرح حضرت پیر صاحب کے سفرنامے ''سفرنامہ ابن بطوطہ'' کے حصہ اول سے ہم آہنگ بھی ہیں مگر مختلف بھی کیونکہ ''ابن بطوطہ'' خانقاہ میں اپنا قیام بتاتا ہے۔ اپنے محسوسات نہیں بتاتا یا شاید بتا ہی نہیں سکتا اور شاید اس کا دل خانقاہوں کے کیف زاروں اور نشاط

Marfat.com

کدروں کے انوار میں پہنچ ہی نہیں پاتا تھا مگر پیر صاحب اس میدان کے بھی شہسوار ہیں اس لیے وہ یہاں بھی اپنی انفرادیت دکھا جاتے ہیں۔

اولیاء کے مزاروں کے ساتھ خانقاہیں کیوں ہوتی ہیں اور یہ خانقاہیں کیا تھیں؟ اگلے صفحات میں ہم اس کی مختصر وضاحت سامنے لا رہے ہیں۔

Marfat.com

خانقاہیں

صوفیاء کا ذکر ہوا ہے اور صوفیاء کے ساتھ خانقاہوں کا قریبی تعلق ہے۔اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ خانقاہوں کا مختصراً تذکرہ کر دیا جائے۔

اصل لفظ ''خانگاہ'' ہے، جب اسے عربی ٹچ (TOUCH) دیا گیا تو خانقاہ بنا دیا گیا کیونکہ '' گاف کا حرف عرب میں نہیں تھا۔خانگاہ میں لفظ ''خان'' کے ساتھ گاہ لاحقہ ہے جیسے ''عیدگاہ'' میں ہے۔خان کا لفظ تاتاری سے ترکی میں آیا۔اسکے لغوی معانی ''سہارا'' ہیں۔خاندان میں بھی اور خانوادہ میں بھی ''دان'' اور ''وادہ'' لاحقے ہیں اسی ''سہارا'' کا مفہوم باقی رکھتے ہوئے قبیلہ کے سردار پھر بڑے سردار کے لیے ''خان'' کا لفظ استعمال ہونے لگا ''خاندان'' کا مطلب ہے ایک ایسا انسانی اجتماع جس میں لوگ ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔خانگاہ کا مطلب ہے، ایسا گھر جس میں لوگ ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں اور جہاں سے لوگوں کو سہارا ملتا ہے۔

مساجد میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضورﷺ کی مسجد نبوی وسیع المقاصد تھی۔خلفائے راشدین کے دور میں بھی مساجد کی یہی حیثیت باقی رہی لیکن ملوکیت کے دور میں اختلاف وافتراق نمودار ہوا۔مساجد میں تبرا اور لعنت شروع ہوئی۔مسجدیں سیاسی اکھاڑے بننے لگیں اور وہی صورت حال پیدا ہونے لگی جو ''مسجد ضرار'' کی تھی جس کی تفاصیل قران حکیم نے بیان کر کے تعمیر مساجد کا مقصد اولی بھی بیان کر دیا۔قرآن حکیم میں ہے۔

''وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡ مَسۡجِداً ضِرَارًا وَّ کُفۡرًا وَّ تَفۡرِیۡقًا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ۝ لَا تَقُمۡ فِیۡہِ اَبَدًا''

(جن لوگوں نے اس غرض سے مسجد تعمیر کرائی کہ اس سے ملت اسلامیہ اور خود دین کو نقصان پہنچایا جائے اور کفر کی حمایت کی جائے یا کفر کی روش اختیار کی جائے اور اس غرض سے کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے (یہ مسجد نہیں) بلکہ یہ وہ کمین گاہ ہے جس میں بیٹھ کر وہ شخص جو اس سے پہلے ہی

Marfat.com

اللہ اور رسول کا دشمن تھا۔ اپنی سرگرمیاں جاری رکھے۔ یہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اس مسجد کی تعمیر سے ہمارا ارادہ بجز بھلائی کے اور کچھ نہیں (آپ انکی باتوں میں نہ آجانا) خدا گواہ ہے کہ یہ یکسر جھوٹے ہیں، آپ اس نام نہاد مسجد میں کبھی قدم بھی نہ رکھیں)

9/ 107-108

آگے فرمایا کہ ایسی عمارتیں مساجد کہاں ہیں۔ یہ عمارتیں تو دوزخ کے کنارے پر کھڑی ہیں جس نے انہیں بنایا اور جو ان میں داخل ہوئے۔ وہ ان سب کو لے کر جہنم کے عمیق گڑھوں میں جا گریں گی (9/109) حضور ﷺ نے مسجد ضرار کو منہدم کرادیا تھا۔ بہرحال جب مساجد میں یہ صورت حال پیدا ہوگئی تو اس وقت کے علماء نے ضروری سمجھا کہ مساجد سے سیاست اور باہمی اختلاف وافتراق کی باتوں کو الگ رکھا جائے اور یہاں صرف عبادت کی جائے اور بس، اس طرح وہ تمام مقاصد جو مساجد سے حاصل تھے۔ بند ہو گئے اس وقت صوفیاء آگے بڑھے اور انہوں نے خانقاہیں قائم کیں اور وسیع اغراض ومقاصد ان سے وابستہ ہوئے۔ یہ مسلمانوں کا مکمل سہارا بن گئیں، خانقاہوں میں عبادت کے لیے مسجد بھی ہوتی تھی۔ ولی اللہ لوگوں کے دکھ درد سُنتے دعائیں کرتے، انکی چارہ جوئی کرتے، ان خانقاہوں میں مدارس بھی ہوتے، جہاں شریعت کی تعلیم و تدریس ہوتی، ساتھ ہی روحانی تربیت ہوتی۔ یہاں درویش ہوتے جو طریقت اور روحانیت کے مدارج اپنے مرشد کی نگرانی میں طے کرتے، یہاں لنگر خانے ہوتے جہاں غریب نادار لوگ اور مسافر مفت قیام وطعام کرتے۔ درویش مفت انکی خدمات سرانجام دیتے اور یہ سارا نظام بلاتمیز کافر و مومن چلتا اور لوگوں کے مالی تعاون سے چلتا۔ اس طرح خانقاہیں وسیع المقاصد ادارے بن گئیں اور لوگ انہیں ملجاء وماؤی سمجھنے لگے۔ یہ تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ بن گئیں اور ان پر حاجتمندوں اور اللہ والوں کا ہجوم رہنے لگا۔ یوں اولیاء اللہ دلوں پر حکمرانی کرنے لگے اور وہ صورت حال ہوگئی کہ۔

ہے دل کی سلطنت پہ تسلط فقیر کا ۔۔۔ اجسام ناتواں پہ فرمانروا ہے میر

خانقاہوں کی یہ حیثیت کم ظرف سلاطین وملوک کو کھٹکنے لگی اور کئی المناک حادثات رونماء ہوئے۔ تصادم ہوتا رہا حتیٰ کہ خواجہ نظام الدین محبوب الاولیاء جیسی ہستی سے بھی شاہانِ وقت

Marfat.com

ٹکراتے رہے۔ سلاطین و اولیاء کے اس تصادم میں درباری علماء سلاطین کے ہتھیار بنے ہیں۔ اولیاء پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور کئی قلندر و مجذوب شہید کئے گئے۔

خانقاہ کے ساتھ ہی پیر کی تشریح ضروری ہے کیونکہ یہ لازم و ملزوم ہیں۔ پیر فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی بوڑھا آدمی ہے یہ عربی لفظ ''شیخ'' کا لفظی ترجمہ ہے۔ عربی میں شیخ بھی بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں۔

جب زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کو فرشتہ آکر بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں فرزند عطا کریگا تو وہ بڑھاپے کے باعث حیران ہو کر کہتی ہیں کیا اس عمر میں میرا بیٹا پیدا ہوگا؟ جبکہ ''اَنَا عُجُوْز'' وَهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخا'' (میں سالخوردہ بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے)

خاندان میں بوڑھا آدمی چونکہ بزرگی کی بناء پر قابل احترام سمجھا جاتا ہے اور اسکی باتوں کو تجربات کا نچوڑ اور انتہائی دانشمندانہ سمجھا جاتا ہے۔ خاندان میں اسی کا احترام ہوتا ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے اس لیے شیخ کا لفظ ہادی اور رہنما کے لیے استعمال ہونے لگا۔ استاذ اور مرشد کے لیے بھی یہی لفظ شیخ استعمال ہوتا ہے عجم میں اس کی جگہ پیر کا لفظ استعمال کرلیا گیا۔

Marfat.com

ورلڈ اسلامک مشن

یہ مدینہ منورہ کی ایک برکتوں بھری رات کا قصہ ہے۔ پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی حرم نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یادِ الٰہی کی پاکیزہ ساعتیں تھیں رات کا آخر پہر تھا کہ ان کے دماغ میں امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا خیال لہرا گیا اور اس کے اسباب سوچنے لگے۔ فکر و نظر کا مرکزی نقطہ یہ بن گیا کہ مسلمان دنیا میں ناکام مرادکیوں ہیں۔ (بقول محمد اشفاق چغتائی مرحوم)

وہ دن بھی تھے کہ جہاں میں تھی سر برآوردہ ایک قوم جو عصر کہن میں رہتی تھی
خوشا وہ دور کہ عشق رسول کی قوت ہمارے بازوئے باطل شکن میں رہتی تھی
یہ شرق و غرب تھے میراث میرے آباء کی کہ کائنات کی تسخیر من میں رہتی تھی
وہ دن تھے زیرِ فلک سر اٹھا کے جیتے تھے رگوں میں برق، تب و تاب تن میں رہتی تھی
تھی ایک جسم کی صورت یہ ملتِ مرحوم جہاں میں ایک بڑے بانکپن میں رہتی تھی
سجی ہوئی تھی جو بس نام سے محمد ﷺ کے ہر ایک شمع اسی انجمن میں رہتی تھی
وہ وقت تھا کہ قیامت کی کوئی حرکت سی ہمارے عشق کی مستی بدن میں رہتی تھی
ہزار حیف کہ ہم سے اب آشنا ہی نہیں کبھی جو صبح دل آرا چمن میں رہتی تھی
سسک رہی ہے وہ بستر پہ موت کے ڈر سے جو سرفروش تھی ملت، کفن میں رہتی تھی
وطن پرستی کے جادو سے ہوگئی تقسیم نبیؐ کی قوم کبھی اک وطن میں رہتی تھی

اور ان کے اندر سے یہ صدائے صدق خیز بلند ہوئی کہ اگر کوشش کی جائے تو ملت اسلامیہ پھر ایک ہوسکتی اور اس مقصد کے لیے علمائے امت کو ایک مرکز پر جمع کر کے اس کام کو شروع کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کا آغاز یہی ہونا تھا کہ دربارِ مصطفویؐ پر حاضری کے دوران لبوں پر یہ التجا ہوتی تھی۔

حضور پاؤں میں رکھ لیجئے خیال و خواب بھٹکتے پھرتے ہیں قلبِ و نگاہ امت کے

دعا کو قبولیت کا شرف ملا اور انہوں نے اس مقصد پر ثواب کے لیے ارادہ باندھ لیا اور یہ خواہش ان کی نگاہِ پر اعتماد میں تھی۔

سلسلہ تقسیم در تقسیم کا تبدیل ہو   عالم اسلام کا جغرافیہ تبدیل ہو
ایک ہوں اشفاق ہم اسم محمدؐ کے طفیل   اب یہ مٹی بانٹنے کا سلسلہ تبدیل ہو

اور پھر انہوں نے (ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے) کی صدائے بازگشت اپنے اندر سنی اور علمائے کرام سے رابطے کرنے شروع کر دیئے۔ حج کے دوران مکہ مکرمہ میں علمائے امت اور پیرانِ عظام سے ملاقاتیں کیں۔ انہیں اس مقصدِ عظیم کی طرف متوجہ کیا۔ اس سلسلہ میں پہلی میٹنگ منیٰ میں رکھی گئی مگر اس میں شریک ہونے والے علمائے کرام کی تعداد کچھ کم تھی سو دوسری مجلس کا پروگرام ترتیب دیا گیا۔ دوسری مجلس بھی منیٰ میں ہی بلائی گئی اور اس میں بھی علمائے کرام کی شرکت بھرپور انداز میں نہ ہوسکی مگر پیر صاحب نے ہمت نہ ہاری اور تیسری میٹنگ کے لیے کوشش کی اس مرتبہ پیر صاحب نے علمائے کرام کو اپنی رہائش گاہ پر بلایا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

ہفتہ 20 جنوری 1973 کی رات کا آغاز تھا۔ عشاء کی نماز ہو چکی تھی۔ سید معروف حسین شاہ کی رہائش گاہ نیکیوں کی روشنی سے منور تھی دنیا کے مختلف گوشوں سے مکہ مکرمہ آئے ہوئے علمائے کرام اور مشائخ کی ایک عالمی تنظیم پر غور ہوتا رہا اور وہ تنظیم وجود میں آئی جسے دنیا ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے جانتی ہے۔

اس مجلس میں ہندوستان، پاکستان، برطانیہ، اور آزاد کشمیر کے علاوہ بہت سے ممالک کے علماو مشائخ نے شرکت کی جن میں اہم ترین شخصیات کے اسم گرامی یہ ہیں ''پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی۔ محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھا شریف۔ علامہ مصطفیٰ الاہزی۔ مولانا عبدالستار خان نیازی۔ حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن مولانا محمد اقتداء احمد نعیمی۔ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی۔ شاہ اسرالحق فقیر محمد عظیم فیضی۔ محمد اسماعیل رضوی، علامہ ارشد القادری، علامہ عبدالباری، الحاج طالب حسین، صوفی محمد الیاس۔ علامہ اسماعیل عرجی۔ پیر سید محمد نورانی، علامہ عبدالباقی اشرفی اس اجلاس کی کاروائی جو علامہ ارشد القادری نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائی تھی۔ جس پر تمام علماء مشائخ کے دستخط موجود ہیں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفتہ:۔

آج بتاریخ 17 ذی الحجہ 92ھ بعد مغرب بمقام مسفلہ مکہ معظمہ، مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج کرام وعلماء مشائخ کی ایک مجلس منعقد ہوئی، جسکی صدارت کے فرائض حضرت مجاھد ملت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے سرانجام دیئے۔ آج کی مجلس میں مندرجہ ذیل افراد شریک ہوئے۔

۱:۔ معروف حسین

۲:۔ محمد مدنی اشرفی جیلانی، کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد، یوپی انڈیا۔

۳:۔ الازہری (عبدالمصطفیٰ الذہری) دالعلوم امجدیہ کراچی نمبر 3 پاکستان۔

۴:۔ عبدالستار خان نیازی، نزد میکلوڈ روڈ لکشمی چوک لاہور پاکستان۔

۵:۔ محمد حبیب الرحمٰن قادری، ڈاکخانہ دھانگر ضلع مابعد ہند

۶:۔ محمد اقتدار احمد خان نعیمی گجرات، مغربی پاکستان

۷:۔ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد یو۔ پی۔ ہندوستان۔

۸:۔ سید شاہ اسرار الحق صدر آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، کوٹہ KOTA راجستھان (انڈیا)

۹:۔ فقیر محمد اعظم فیض شاہ جمالی مہتمم دارالعلوم عربیہ گلزاریہ شاہ جمال بڈی شریف ضلع ڈیرہ غازی خان۔

۱۰:۔ محمد اسماعیل رضوی، خادم دارالعلوم امجدیہ کراچی نمبر 5۔

۱۱:۔ ارشد القادری، مدرسہ فیض العلوم، جمشد پور بہار ہندستان۔

۱۲:۔ عبدالباری بشودیور بازار جمشید پور انڈیا۔

۱۳:۔ اسماعیل عرجی محلہ پٹیل زنگار ضلع بھردنج ہند۔

۱۴:۔ عبدالباقی الشرقی کڑی پختہ آنولہ ضلع بریلی یوپی ہندوستان۔

۱۴:۔ عبدالباری، بشودیور بازار جمشید پور انڈیا۔

Marfat.com

۱۵:۔ پیر سید محمد نورانی حیدر علی بھردنج گجرات ہندوستان۔

آج کی مجلس میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئے اور طے پائے۔

۱:۔ مولانا ارشد القادری نے مجلس کے انعقاد کے اغراض پر روشنی ڈالتے ہوئے سب سے پہلے حضرت مولانا پیر سید معروف حسین صاحب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے کئی دن کی لگا تار جدو جہد کے بعد مختلف مقامات پر ٹھہرے ہوئے علمائے اہل سنت کو ایک جگہ مجتمع کیا، اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ آج کی مجلس کے انعقاد کے دو اہم مقاصد ہیں۔ پہلا مقصد تو یہ ہے کہ اکثر افراد اسلامی اور مختلف ملکوں میں مسلک و اعتقاد کے لحاظ سے بھاری اکثریت میں ہونے کے باوجود ہمارا اپنے ہم مسلک بھائیوں سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اس لیے شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ دینی و تبلیغی سطح پر اہل سنت کی کوئی ایسی عالمی تنظیم بروئے کار لائی جائے جس کے ذریعے مختلف ملکوں میں رہنے والے سنی بھائیوں سے ہم رابطہ قائم کر سکیں۔ اور اپنے مسلک و اعتقاد کے تحفظ و استحکام کے لیے ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی راہ ہموار کریں، جملہ شرکائے مجلس نے اہل سنت کی اس مذہبی ضرورت کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ تجویز منظور کی کہ عالمی سطح پر ایک ایسی تنظیم ضرور عمل میں لائی جائے، جس کا دائرۂ عمل مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت تک محدود ہو۔

۲:۔ تنظیم کے نام کے سلسلے میں کافی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد حضرت مولانا، عبد الستار خان نیازی کا پیش کردہ نام آل ورلڈ اسلامک مشن منظور کر لیا گیا۔

۳:۔ مولانا عبد الستار خان نیازی نے تنظیم کے رکن کی حیثیت سے حضرت مولانا پیر معروف حسین صاحب کا نام پیش کیا جسے، اتفاق آراء جملہ شرکاء مجلس نے منظور کیا

۴:۔ تنظیم کے لیے مرکزی دفتر کے قیام کے سوال پر متعدد ملکوں کے نام پیش کئے گئے لیکن حضرت مولانا عبد المصطفیٰ الازہری کی یہ رائے سب نے پسند فرمائی کہ تنظیم کا مرکزی دفتر وہیں ہونا چاہیے جہاں کنوینئر سکونت پذیر ہو، لہذا اس بنیادی دفتر کے قیام کے لیے بریڈفورڈ انگلینڈ کا نام منظور کیا گیا۔

۵:۔ مولانا عبد الستار خان نیازی کی تجویز کے مطابق حضرت مولانا پیر سید معروف حسین

Marfat.com

صاحب کو خاص طور پر اس تنظیم کا کنوینئر منتخب کیا گیا اور انہیں اختیار دیا گیا کہ وہ مسلم آبادی والے ملکوں سے رابطہ قائم کرنے کے لیے وہاں کے باشندوں میں سے کسی مناسب شخص یا اشخاص کو کنوینئر نامزد کر کے وہاں تنظیم کی شاخ قائم کروائیں اور تنظیم کے کام کو آگے بڑھائیں۔

۶:۔ جناب پیر سید معروف حسین صاحب کو اس بات کا بھی اختیار دیا گیا کہ وہ عصر حاضر کی مذہبی ضروریات اور بین الاسلامی اقدار کو سامنے رکھ کر تنظیم کے لیے ایک جچا تلا اور جامع دستور مرتب کرنے کے لیے جدوجہد کریں، پہلے مقصد پر گفتگو تمام ہو جانے کے بعد مولانا نے دوسرے مقصد کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ موسم حج میں اہل سنت کی یکجا رہائش کے لیے اگر کوئی رباط تعمیر کی جائے تو مختلف حیثیت سے وہ ہماری جماعتی تنظیم اور مسلک واعتقاد کے استحکام کا ذریعہ بنے گی اس موضوع پر کافی دیر تک بحث وتمحیص کے بعد حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی کی یہ تجویز منظور کی گئی کہ چونکہ ابھی ہم کسی عمارت کی تعمیر کی پوزیشن میں نہیں ہیں اس لیے منتقلی رباط تعمیر کرنے کی بجائے موسم حج میں وسیع زمین کرایہ پر حاصل کر کے اس پر شامیانے لگا دیے جائیں، یہ خدمت بھی آل ورلڈ اسلامک مشن کے سپرد کی گئی، تقریباً 12 بجے شب کو یہ نورانی مجلس دعاؤں پر تمام ہوئی۔

''ارشد القادری''

اس اجلاس کی ایک اور رپورٹ جو الحاج محمد الیاس ناظم اشاعت مکہ مکرمہ نے لکھی۔ انہوں نے رپورٹ میں لکھا ہے۔

''۸۶/۹۲ ھ''

مکہ مکرمہ میں حج کے مبارک موقع پر آل ورلڈ اسلامک مشن کا قیام

20 جنوری 1973 بروز ہفتہ بعد نماز عشاء پیر سید عارف نوشاہی کی رہائش گاہ محلّہ مسفلہ مکہ مکرمہ سعودی عرب میں دنیا کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے، علما ومشائخ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، شرکاء حافظ نور محمد موسیٰ، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری مولانا عبدالستار خان نیازی، مفتی اقتدار احمد، سید محمد مدنی کھوچھوی، مولانا ارشد القادری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن، سید ہاشمی کچھوچھوی، پیر سید عارف نوشاہی، مولانا شاہ اسرار الحق، الحاج طالب حسین اور صوفی محمد الیاس کے

Marfat.com

اسماء قابل ذکر ہیں، تمام دنیا کے مسلمانوں میں اسلامی عملی رجحان پیدا کرنے اور غیر مسلموں میں منظم طور پر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینے کے لیے اجلاس میں مسلمانوں کی ایک فعال عالمی تنظیم کے قیام کے بارے میں غور کیا گیا، مولانا عبدالستار خان نیازی نے تنظیم کا نام آل ورلڈ اسلامک مشن تجویز کیا جو متفقہ طور پر منظور ہوا۔

اجلاس نے تنظیم کے متحرک پیر عارف نوشاہی کو آل ورلڈ اسلامک مشن کا کنوینئر مقرر کیا ،اور انکے ذمہ آئین بنانے اور دنیائے اسلام کے علماء مشائخ سے روابط قائم کر کے تنظیمی کام کو آگے بڑھانے کے فرائض سپرد کئے گئے۔

آل ورلڈ اسلامک مشن کا صدر دفتر 68/69 SOUTHFIELD SQUARE BRADFORD

میں مقرر کیا گیا دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے دلچسپی رکھنے والے عامیت المسلمین اور علماء و مشائخ سے تنظیم کے کنوینئر سے مکمل تعاون کرنے کی درخواست کی گئی۔ مولانا ارشد القادری نے ابتداء میں آل ورلڈ اسلامک مشن کی ضرورت و اہمیت پر مفصل سے روشنی ڈالی اجلاس کی صدارت سید عارف نوشاہی نے کی اجلاس کی کاروائی اڑھائی گھنٹے بعد دعائے خیر کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

سعودی عرب

ان دونوں رپوٹوں میں اختلافی بات صرف اتنی ہے کہ اس اجلاس کی صدارت علامہ ارشد القادری کے الفاظ میں مجاہد ملت حبیب الرحمٰن نے کی اور الحاج محمد الیاس کی رپورٹ کے مطابق پیر سید عارف نوشاہی قادری نے فرمائی۔ اس سلسلے میں جب پیر معروف حسین شاہ عارف نوشاہی سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا، میں نے اس اجلاس کی صدارت کے لیے مجاھد ملت حضرت حبیب الرحمٰن سے درخواست کی تھی مگر انہوں نے کہا تھا کہ نہیں چونکہ اس مجلس کا انعقاد آپ نے کرایا ہے۔ اس لیے آپ ہی اسکی صدارت کریں، میرے پر زور انکار کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا مجھے اس مجلس کی صدارت کرنے کا حق نہیں پہنچتا، چونکہ ہم نے سب سے آخر میں مجاہد ملت حضرت حبیب الرحمٰن سے اس مجلس میں گفتگو سمیٹنے کی درخواست کی تھی، اس لیے علامہ ارشد القادری نے اپنی رپورٹ میں مجلس کے صدر کے طور پر ان کا نام لکھا ہے، میرا بھی ذاتی طور پر یہی خیال ہے کہ اس مجلس کی صدارت مجاہد ملت حضرت حبیب الرحمٰن نے فرمائی تھی مگر چونکہ الحاج محمد الیاس صاحب بھی مجلس میں موجود تھے، اس لیے انکی بات کو بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ دونوں رپورٹوں میں یہ اختلاف دراصل ایک دوسرے کی تکریم کی وجہ سے سامنے آرہا ہے، اور یہ کوئی ایسی اہم بات بھی نہیں، میرے لیے مجاہد ملت حضرت حبیب الرحمٰن کی ذات گرامی نہایت ہی واجب احترام ہے، پیر حضرت سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی نے بریڈفورڈ پہنچتے ہی ورلڈ اسلامک مشن کا کام شروع کر دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے علامہ ارشد القادری کو انگلستان بلایا تا کہ وہ ان کے معاون کنوینئر کے طور پر ان کے ساتھ کام کر سکیں، اس سلسلہ میں انہوں نے جمعیت تبلیغ الاسلام کے پیڈ پر جو پریس ریلیز جاری فرمائی اس پریس ریلز میں لکھا گیا تھا۔

”مکہ معظّمہ میں ایک عالمگیر دینی تحریک کا قیام

گذشتہ سال حج کے موقع پر مکہ معظّمہ میں مختلف ملکوں کے علماء مشائخ کا ایک اجتماع ہوا تھا، جس میں ”آل ورلڈ اسلامک مشن (الادارالاسلامیۃ العالمیہ) کے نام سے ایک عالمگیر دینی

Marfat.com

تحریک کا قیام عمل میں آیا، مختلف سہولتوں کے پیش نظر اس تحریک کا مرکز بریڈفورڈ انگلستان نامزد کیا گیا، اہل اسلام کی عام فلاح و بہبود کے سوال پر داخلی اور خارجی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے تحریک تو مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کے ساتھ مربوط کیا گیا۔

۱۔ مسلمانوں میں دینی زندگی کی لگن اور عشق رسول کا جذبہ پیدا کرنا۔

۲۔ عیسائیت اور دوسری ملحدانہ تحریکوں کے اثر سے اسلامی نسل کو محفوظ رکھنا۔

۳۔ غیر مسلموں کو اسلام سے متعارف کرانا اور انہیں کلمہ حق کی دعوت دینا۔

۴۔ روئے زمین کے جملہ مسلمانوں کے درمیان اخوت اسلامی کے جذبے کو فروغ دینا۔

۵۔ مادیت پرستی کے خلاف مسلمانوں میں روحانی زندگی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے اسلامی تصوف کو رواج دینا۔

اس دینی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہندوستان کے مشہور فاضل علامہ ارشد القادری صاحب جو 3 دسمبر کو انگلستان تشریف لا چکے ہیں اور تحریک کے ابتدائی تعارف کے لیے برطانیہ کے اسلامی حلقوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس دینی تحریک کی منصوبہ بندی کے لیے مولانا موصوف جنوری کے آخری ہفتے میں ایک عظیم اسلامی کانفرنس کے انعقاد کی تیاری کر رہے ہیں، کانفرنس کے ایجنڈے اور مقام و تاریخ کا اعلان جلد ہی کیا جائے گا،

پیر سید معروف حسین (کنوینر)

اس سلسلہ میں پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی نے پہلی ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس کا انعقاد کرایا، یہ کانفرنس 21 اپریل 1974 کو ہوئی یہ کانفرنس پیر صاحب نے بریڈفورڈ سب سے بڑا ہال سینٹ جارج ہال میں منعقد کرائی جہاں اٹھارہ سو سے زائد افراد آسکتے ہیں۔

دی ورلڈ اسلامک مشن

جنوری 1973 میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں مختلف ممالک کے مذہبی رہنماؤں کا ایک اجلاس ہوا، جس میں لادینیت کی یلغار کو روکنے اور مسلمانوں میں دین کا احترام اور اسلامی زندگی کا جذبہ بیدار کرنے پر کئی دن تک گفت و شنید ہوتی رہی۔ اس اجلاس کے انعقاد میں کچھ اور اہم

Marfat.com

مذہبی شخصیات کا کردار بھی ہے مگر پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی نے اس سلسلے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہوئے تمام علمائے کرام کو ورلڈ اسلامک مشن کے قیام پر متفق کیا۔ اس تنظیم کا عربی زبان میں نام الادعوۃ اسلامیہ العالمہ رکھا گیا اور انگریزی زبان میں دی ورلڈ اسلامک مشن تجویز رکھا گیا۔ پیر سید معروف حسین شاہ نے اس تنظیم کے پہلے کنونشن کی ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان کیا، سو اس مجلس میں یہ بات طے پائی کہ پہلا کنونشن بریڈفورڈ میں کیا جائے گا اور چونکہ بنیادی کردار پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کا تھا اور انہوں نے آگے چل کر بھی ورلڈ اسلامک مشن کیلئے بہت کچھ کرنا تھا، اسی لیے ورلڈ اسلامک مشن کا مرکز انہی کے شہر بریڈفورڈ کو بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کو ورلڈ اسلامک مشن کا کنوینئر بنایا گیا، بریڈفورڈ میں 21 اپریل 1974 کو پیر صاحب نے ورلڈ اسلامک مشن کا پہلا کنونشن منعقد کرایا، جس میں پاکستان ہندوستان، عراق، یمن، برطانیہ، افریقہ، یورپ اور دیگر اسلامی ممالک سے تقریباً پانچ ہزار مندوبین شریک ہوئے، ورلڈ اسلامک مشن کا صدر شاہ احمد نورانی کو بنایا گیا، پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی نائب صدر چنے گئے اور علامہ ارشد القادری جنرل سیکرٹیری نامزد کیے گئے۔ پیر صاحب نے مولانا نورانی اور علامہ ارشد قادری کو نامزد کیا اور انہوں نے پیر صاحب کو نامزد کیا، اغراض و مقاصد یہ طے پائے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق مسلم معاشرہ میں دینی زندگی کی ترویج، غیر مسلم اقدام میں اسلام کا مؤثر اور دل نشیں تعارف، مسلمانان عالم کے درمیان رابطہ، اخوت اسلامی کا استحکام، گمراہ کن افکار و تحریکات سے نسل اسلامی کا تحفظ مختلف زبانوں میں اسلام کا تبلیغی لٹریچر تیار کرانے کے لیے دارالمصنفین اور پریس کا قیام، اسلامی آثار اور مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لیے مؤثر جدوجہد تبلیغ و ارشاد کی قائدانہ صلاحتیں پیدا کرنے کے لیے تربیتی مراکز کا قیام، موجودہ دور کے لیے مسائل پر اسلام کا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے ایک ادارہ تحقیقات کا قیام، پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی کوششوں سے ورلڈ اسلامک مشن کی جو بنیاد پڑی۔ اس پر ایک عظیم الشان عمارت بہت ہی کم وقت میں کھڑی ہوگئی اور دنیا بھر میں ورلڈ اسلامک مشن پھیلتا چلا گیا۔ بریڈفورڈ سے پیر صاحب کی زیر نگرانی اسلامک مشنری کالج کا قیام عمل میں آیا،، تبلیغی لٹریچر کی اشاعت شروع ہوئی، الدعوۃ

Marfat.com

الاسلامیہ کے نام سے ماہنامہ میگزین نکالا گیا، تبلیغی دوروں کا اہتمام کیا گیا، دینی تربیتی کیمپ لگائے گئے، عالمی دارالافتا کا قیام عمل میں آیا، پیر صاحب نے ورلڈ اسلامک مشن کے پہلے کنوئیر کے طور پر پہلے کنونشن کا جو دعوت نامہ جاری کیا اس میں لکھا گیا تھا،

''یہ خبر آپ کے لیے باعث مسرت ہوگی کہ گذشتہ سال حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں ورلڈ اسلامک مشن (الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ) کے نام سے جس تبلیغی ادارے کی بنیاد رکھی گئی تھی اس کا عالمی مرکز 12 دسمبر 1973 کو انگلستان کے مشہور شہر بریڈفورڈ میں قائم کر دیا گیا اب عالمی سطح پر اس کے اصول وضوابط اور طریقہ کار کی منصوبہ بندی کے لیے 21 اپریل 1974 کو بروز اتوار 10 بجے دن بمقام سینٹ جارج ہال بریڈفورڈ میں اسکی پہلی تنظیمی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جس میں مشرق وسطی، افریقہ امریکہ، پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے علمی و مذہبی مفکرین کو مدعو کیا گیا ہے، اس دعوت نامے پر کنوینئر کے طور پر پر سید معروف حسین نوشاہی کا نام درج ہے یہ دعوت نامہ انگریز عربی، ہندی اور اردو زبان میں شائع شدہ ہے۔

پیر صاحب نے ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ایک جو بہت اہم کام پایہ تکمیل تک پہنچایا وہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے ترجمۃ القران کنز الایمان کا انگریزی میں ترجمہ ہے۔ اُن کی کوششوں سے کنز الایمان کا انگریزی زبان کا ترجمہ اس وقت برطانیہ میں عام دستیاب ہے۔ قرآن حکیم کے یوں تو بے شمار تراجم موجود ہیں مگر اعلیٰ حضرت امام رضا خان نے قرآن حکیم کا جو اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے اس کے بارے میں تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن حکیم کا اس سے بہتر اردو زبان میں اور کوئی ترجمہ نہیں اور انگریزی زبان میں قران حکیم کے زیادہ تر تراجم ایسے ہیں جو اردو یا فارسی زبان سے انگریزی میں ترجمہ ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ بڑا ضروری امر تھا کہ وہ بچے جو اردو زبان پڑھنا نہیں جانتے یا وہ لوگ جنہیں حرف انگریزی زبان آتی ہے انکے لیے قران حکیم کا انگریزی میں ایسے ترجمہ ہونا چاہیے جس سے انہیں قران حکیم کے حقیقی معنوں تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہو اس لیے کنز الایمان کا ترجمہ پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

ڈاکٹر فاطمی پیر معروف صاحب کے مرید تھے۔ انہوں نے یہ ترجمہ کیا ہے انہوں نے

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کی کتاب الدولۃ المکیہ کا ترجمہ بھی انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پیر صاحب نے جرمنی میں بھی ورلڈ اسلامک مشن کے سلسلہ میں کام کیا وہاں باقاعدہ تنظیم وجود میں آئی۔ پیر صاحب نے 1979 میں برانچ قائم کی اس وقت ورلڈ اسلامک مشن کا مرکزی آفس بریڈفورڈ سات میں تھا۔ جرمنی کی برانچ کے ممبر شب کارڈ میں بریڈفورڈ کا پتہ درج ہے، اس سے پہلے ورلڈ اسلامک مشن کا مرکزی دفتر ساوتھ فیلڈ سکوائر میں ہی ہوتا تھا۔

کارڈ کا عکس

ورلڈ اسلامک مشن کے پیڈ کا عکس

ورلڈ اسلامک مشن کی جرمنی کی شاخ کا زیادہ تر کام جرمنی زبان میں ہوتا تھا، وہاں چونکہ ضرورت اس امر کی تھی، کہ جرمن لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے جرمن زبان میں اسلام کو منتقل کیا جائے اس لیے اس شاخ نے اشاعت کے میدان میں اردو کے ساتھ ساتھ جرمن زبان میں بھی کام کیا اسلامی کیلنڈر تک جرمن زبان میں شائع کرائے،

جرمن زبان میں کیلنڈر کا عکس

جرمن، ہالینڈ اور فرانس میں باقاعدہ رجسٹریشن ہوئی۔ برطانیہ کے چپے چپے میں کام ہوا لیکن دنیا کے باقی ممالک میں اس تنظیم کے پھیلانے کا کام، مولانا نورانی۔ مولانا عبدالستار نیازی اور ارشد القادری نے اپنے اپنے انداز میں آگے بڑھایا۔ جرمن زبان کے علاوہ انگریزی، ڈچ اور فرنچ زبان جاننے والوں کے لیے بھی اسلامی کیلنڈر تیار کیے گئے، ورلڈ اسلامک مشن کی ہالینڈ اور فرانس کی برانچوں نے یہ کیلنڈر شائع کرائے تھے، ان کیلنڈروں سے ایک اور بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ جمیعت تبلیغ اسلام اور ورلڈ اسلامک مشن کا آپس میں بہت گہرا رابطہ رہا ہے کیونکہ ان اسلامی کیلنڈروں کے اوپر جمیعت تبلیغ الاسلام کی زیر تعمیر جامع مسجد کا نقشہ پرنٹ ہوا ہوا ہے۔

انگریزی، ڈچ اور فرنچ زبان میں شائع شدہ اسلامی کیلنڈروں کے عکس

Marfat.com

خشت اوّل

کہنے والے نے بڑی سچی بات کہی تھی۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثر یا می رود دیوار کج

(معمار اگر پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ بیٹھے تو پوری دیوار ٹیڑھی چلی جاتی ہے چاہے اسے ثریا تک اٹھادو)

ورلڈ اسلامک مشن بلاشبہ ایک کثیر المقاصد ادارہ ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ایک کثیر المقاصد تحریک ہے ادارے تو روز بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں لیکن تحریکیں کبھی کبھی بپا ہوتی ہیں اور ہر لمحہ اپنے اثرات ادھر ادھر منتقل کرتی رہتی ہیں۔ ''روشنی'' بلاشبہ ایک ادارہ ہے لیکن سورج ایک تحریک ہے۔ ادارہ کو وجود میں لانے کے لیے دماغ کی ضرورت ہے۔ تخیل کی زرخیزی کی ضرورت ہے لیکن تحریک کو ایک پورا جسم اور پورا زندہ وجود درکار ہے جس میں دماغ بھی ہے اور قوت عمل بھی یہاں سوچ اور عمل ہم آہنگ ہو کر چلتے ہیں، طویل پتہ ماری، مسلسل مشقت، متواتر جدوجہد، شب و روز کی بے قرار محنت۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی ایک نورانی تحریک ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ اپنے اوپر طاری کیجئے تو تحریک کے سارے مفاہیم اجاگر ہو جائینگے اسی لیے تو حکم ہوا تھا کہ زندگی گزارو تو ویسے جیسے ہمارے محبوب ﷺ نے گزاری کہ

''لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃ''

یَا یُّھا الْمُزَّمِّلُ ''اے رفقائے انقلاب تیار کرنے والے زمیل اس ساتھ کو بھی کہا جاتا تھا جو کجاوہ میں وزن برابر رکھنے کے لیے دوسرے پلڑے میں بٹھایا جاتا تھا آج کی جدید عربی میں بھی کلاس فیلو کو ''زمیل'' کہا جاتا ہے تو اے مزمل یعنی اے رفقائے انقلاب کی تربیت کرنے والے قُمِ اللَّیل (رات کا قیام اپنی عادت بنالے) اِلّا قلیل (تھوڑی دیر کا قیام)

''نصفَهُ اَوِ انقُص مِنهُ قلیلاً اَو زِد عَلَیهِ وَرَتِّلِ الْقُرآنَ تَرتِیلاً''

(یہی کوئی آدھی رات یا اس میں کچھ کمی بیشی کر لے اور قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا سمجھا کر ساتھیوں کے ذہن نشین کرا)

Marfat.com

''اِنَّ لَکَ فِی النَّھارِ سَبْحاً طَوِیلاً'' (ویسے دن کو تو تیرے سامنے فرائض کی طویل فہرست پڑی)

یعنی سب سے پہلا کام رفقائے انقلاب کی تیاری ہے اور یہ تیاری ''صلوٰۃ'' سے ہوگی پھر صلوٰۃ کے لیے ایک مرکز چاہیے جہاں ساتھی مقرر وقت پر جمع ہو جائیں اس جگہ کو ''مسجد'' کہا گیا۔

سو تبلیغ واشاعتِ اسلام کے لیے خشتِ اول مسجد ہے۔ یہ تحریک کا مرکز ہے اور یہیں سے سب کچھ شروع ہوتا ہے اور یہیں پر ختم ہوتا ہے۔

حضرت پیر معروف شاہ کے شانوں پر جب ورلڈ اسلامک مشن کی ذمہ داریاں ڈالی گئیں تو انتخاب کرنے والی نگاہوں نے کوئی غلط فیصلہ نہیں کیا تھا کیونکہ ورلڈ اسلامک مشن انہی کی سوچ کا نتیجہ تھا اور وہی اس سلسلہ میں مستعد ذہن اور فعال قوتِ عمل رکھتے تھے۔ تحریکیں بپا کرنے والے لوگ سوچ کے ساتھ لگن، ولولوں اور امنگوں کا خزینہ بھی ہوتے ہیں، انہیں اپنے کام سے جنون کی حد تک عشق ہوتا ہے اور وہ اس جنوں میں سب کچھ قربان کر دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق عقل ہے محوِ تماشا لبِ بام ابھی

حضرت پیر معروف شاہ صاحب انگلینڈ میں ایک غریب مل مزدور کی حیثیت سے وارد ہوئے تھے۔ رات کی شفٹ میں کام کرنے کو ترجیح دی۔ رات کی شفٹ میں کام کرنے والے دن کو سوتے ہیں تاکہ صحت برقرار رہے مگر یہ مزدور عجیب تھا کہ رات کو روزی کمانے کے لیے بے خوابی کی اذیت برداشت کرتا تھا اور دن کو ان لکَ فی النَّھارِ سَبْحاً طَوِیلاً ہ کے فرائض نبھانے کے لیے تگ وتاز شروع کر دیتا تھا۔ ایک سے دو اور دو سے چار کرنے کے لیے ساتھی تلاش کرنے اور ان میں انقلاب کی روحِ عمل بیدار کرنے کے لیے۔

لوگوں نے کہا ''صحت تباہ ہو جائے گی'' کہا ''جس کا کام کر رہا ہوں صحت اسی کے ہاتھ میں ہے کہ واذا مرضت فھو یشفین اور شافیِ مطلق اور محافظ جسم وجاں نے اپنی ضمانت ادا کرنے میں کمی کہاں چھوڑی؟ اس طرح یہ دیوانۂ مصطفیٰ شب وروز مشقت کرتا رہا۔ کس کے لیے؟ خدا کے لیے، مصطفیٰ کے لیے۔

Marfat.com

واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا　　　　تنہا نہیں لوٹی کبھی آواز جرس کی

خیریتِ جان، راحت تن، صحتِ داماں　　　　سب بھول گئیں مصلحتیں اہل ہوس کی

تا آنکہ ورلڈ اسلامک مشن وجود میں آ گیا۔ مِل کا ایک مزدور اور ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی گرانبار ذمہ داریاں۔ مگر یہ سب کچھ تو ہونا تھا کیونکہ سب سے بڑے منصوبہ ساز کی سکیم ہی کچھ ایسی تھی۔ وہ پلاننگ کرنے والا جس نے موسیٰؑ کو صندوق میں بند کرا کے نیل کی موجوں کے سپرد کیا پھر اس صندوق کو فرعون کے محل میں پہنچایا۔ اس کے قصر میں پروان چڑھایا پھر کنعان کے بوڑھے کے پاس بھیج دیا کہ تربیت نبوت بھی حاصل کرے پھر مصر پہنچایا اور فرعون کو نیل کی موجوں میں غرق کیا، وہی منصوبہ ساز اس غریب اور جوانسال و ناتجربہ کار مزدور کو ایک گاؤں سے اٹھا کر دور دراز کے ایک چکا چوند ملک میں پہنچا رہا تھا اور اس کے شعور میں مدوجزر پیدا کر رہا تھا۔ بہر حال حضرت پیر معروف شاہ صاحب نے پیغمبروں جیسی جگر کاوی اور مشقت سے کام شروع کیا اور خشتِ اول کے طور پر سوچا کہ مساجد کا قیام کیا جائے۔ ''مساجد'' کیا ہیں اور کس طرح ایک مسجد بنا کر بہت سے مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں اس کے لیے ہم ذرا تفصیل میں جا رہے ہیں

Marfat.com

مساجد

معبد کا ہر قوم اور ہر مذہب میں مرکزی مقام ہوتا ہے۔ اسلام نے اپنی عبادتگاہ کو مسجد کا نام دیا ہے۔ یہ بڑا وسیع المفہوم لفظ ہے سجدہ مکمل انقیاد اور پوری طرح' من کل الوجوہ اطاعت کو کہتے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اطاعتِ خداوندی میں سرگرم عمل ہے۔ اللہ ہی کے قوانین کے تحت ذروں کے اتصال سے پتھر بنتے ہیں پتھروں میں کوئی لعل و زمرد اور ہیرے موتی بنتے ہیں کچھ اور صورتوں میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ذروں ہی کے اتصال سے زمین بنی زمین میں قوت نمو آئی پودے بنے، پیڑ بنے، پتے اُگے، پھل پھول آئے اور خدا کا قانون ربوبیت اپنی بے مثال قوت سے نافذ العمل رہا، سورج، چاند، ستارے سب ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ سب کے راستے مقرر ہیں اور گردش انتہائی محتاط ہے کوئی چیز اگر اپنے راستے سے ایک انچ بھی سرک جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ کتنا طاقتور ہے وہ ہاتھ جس کے جبروت وجلال نے سب کو تھام رکھا ہے۔ جمادات و نباتات کے بعد حیوانات کی دنیا میں بھی اس کا قانون پورے جلال کے ساتھ برسر عمل ہے اور ہر جاندار ایک مقرر اور لگے بندھے نظام کے تحت پیدا ہو رہا ہے۔ گردشِ حیات مکمل کر رہا ہے اور پھر اپنی عمر کو پہنچ کر فنا ہو رہا ہے پھر اگلی نسل پیدا ہو جاتی ہے اور زندگی آگے بڑھنے لگتی ہے، انہی راستوں پر جو فطرت نے اس کے لیے مقرر کر رکھے ہیں۔ اس عظیم نظام تخلیق و ربوبیت کی پابندی کو لفظ ''سجدہ'' میں سمیٹ دیا گیا۔

''وَ لِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ''

(اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کے آگے سربسجود ہے)

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اختیار و ارادہ سے نوازا ہے پھر انبیاء و رسل کے ذریعے اسے رہنمائی فراہم کی ہے کہ زندگی کیسے گزاری جائے۔ اطاعت کی زندگی کامرانی و فیروزمندی ہے اور نافرمانی کی زندگی خود انسان کے حق میں ہلاکت خیز ہے۔ ہر دین کی پکار یہی تھی کہ

''اے خداوند تیری مرضی جس طرح آسمانوں میں پوری ہو رہی ہے اسی طرح زمینوں

Marfat.com

میں بھی پوری ہو''

اسی اعلان کے لیے تمام معابد وجود میں آئے لیکن انسانوں نے خدا سے نافرمانی کی اور اپنی زندگی کا بٹوارہ کرلیا۔عبادت کو پوجا پاٹ بنالیا۔دن میں کچھ وقت پوجا پاٹ کے لیے مخصوص کیا گیااور باقی سارا وقت اپنی مرضی پوری کرنے کے لیے اپنے زیرِتصرف رکھا۔اسلام نے کہانہیں اللہ سجدہ مانگتا ہے۔اپنی مرضی سے اللہ کی مکمل غلامی مانگتا ہے۔اپنی خوشی اور رضا سے اپنی محبت اور اپنے شوق سے اُسی کے آگے سرخم کیے رہواور پوری زندگی اسی کے حوالے کیے رکھو۔سر جھکے تو اس سے پہلے دل جھک جائے۔اسلام نے اطاعت کا مطالعہ کیا۔اطاعت کا لفظ ''طوع'' سے بنا ہے جس کے معنی اپنی خوشی اور رضا کے ہیں۔اس میں صرف سر نہیں جھکتے دل بھی جھکتے ہیں۔غلامی محض نہیں محبت اور عشق وشوق کی سپردگی ہے۔

مقامِ بندگی دیگر' مقامِ عاشقی دیگر　　ز نُوری سجدہ می خواہی ز خاکی بیش ازیں خواہی

اسلام سجدہ مانگتا ہے، زندگی مانگتا ہے، پوری کی پوری زندگی۔زندگی کو تقسیم نہیں کرتا کہ اتنا حصہ خدا کے لیے باقی اپنی ذات کے لیے،نہیں ہر معاملہ میں اور ہر عمل میں خدا کے احکام پر عمل کیا جائے۔یہ ہے اسلام کا مطالبہ اور اسی کو ''سجدہ'' کہتے ہیں مسجد جائے سجدہ ہے۔یہ وہ مرکزی مقام ہے جہاں مسلمان ایک ہی دن کے مختلف حصوں میں آکر اس اقرار کی تائیداور تجدید کرتا ہے کہ'' اے اللہ ہمارے دل تیرے آگے جُھکے ہوئے ہیں۔ہم حساب دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ اس مختصر وقفہ میں جس میں ہم ''مسجد'' سے باہر رہے ہم نے جتنے بھی کام کیے، تیری محبت کی سرشاری میں کیے۔ایک عمل میں بھی تیر فرمانبرداری میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ہم نے حلال کمایا حلال پر خرچ کیا ،ہم نے اپنے فرض میں کوئی کوتاہی نہیں کی،ہم نے لین دین میں ایمانداری برتی،ہم نے کسی چیز پر ناجائز نفع نہیں کمایا ہم نے ناپ تول میں کوئی کمی نہیں کی ہماری زبان کُھلی تو سچ کے لیے کھلی ہم نے کسی معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا،ہم نے حاجتمندوں کی بقدرِ استطاعت حاجت پوری کی، کسی نے راستہ پوچھا تو ہم نے اُسے منزل تک پہنچنے میں پوری پوری مدد فراہم کی،ہم نے کسی بھی راستے پر کوئی ایسی چیز نہیں پھینکی جو دوسروں کے لیے اذیت کا باعث ہو۔ہم نے جہاں سڑک پر اذیت کا

باعث بننے والی کوئی چیز دیکھی۔ اُسے راستے سے ہٹا دیا، ہم نے ذمہ دار شہری کی طرح اپنے سارے فرائض سرانجام دیے، ہم نے اپنی بیوی اور بچوں کے حقوق میں کوتاہی نہیں ہم نے انسانوں کے حقوق کی ادائے گی میں کوئی کمی نہیں آنے دی اور یوں وہ اپنی صلوٰۃ میں پچھلے وقت کا حساب دے کر آگے کے لیے عہد کرتا ہے کہ وہ اسی طرح اطاعت کرتا رہے گا۔ اس طرح مسجد اس بڑے بادشاہ کا دربار ہے جہاں مسلمان کو احتساب اور تجدید عہد کے لیے دن میں پانچ مرتبہ آنا ہوتا ہے۔

مسجد میں آکر اس کے اس نظریہ کی تجدید بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک اجتماعیت کا ملت کا ایک حصہ ہے۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں   موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اور جب ایسا ہے تو افرادِ ملت کا فریضہ ہے کہ وہ دکھ سکھ میں خوشی غمی میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے رہیں۔ ایک کا دکھ سب کا دُکھ ہو۔ مسجد ہی اس سبق کی تجدید کا باعث بنتی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا،

"تمام مسلمان ایک ملت ہیں ایک جسم ہیں اور ایک جسم کے اعضاء ہیں جس طرح جسم میں کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے اور بے خوابی و بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی مصیبت تمام ملت کو تڑپا دیتی ہے"

بنی آدم اعضائے یک دیگراند   کہ در آفرینش زیک جو ہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار   دگر عضو ہارا نماند قرار

مسجد تعلیم دیتی ہے کہ اس امت کے سب افراد برابر ہیں۔ اس میں مساوات ہے کوئی بڑا چھوٹا نہیں کوئی امیر غریب نہیں کوئی تمیز شاہ وگدا نہیں

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز   نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج وغنی ایک ہوئے   تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

ٹھیک ہے ایک شخص صفوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے اور اسے امام کہتے ہیں مگر وہ حقوق کے لحاظ سے بڑا نہیں فرائض کے لحاظ سے بڑا ہے اس پر ذمہ داریاں بڑی ہیں مسجد ہی یہ تصور دیتی ہے کہ

Marfat.com

مسلمانوں کی قوم اپنی ہیئت ترکیبی میں بالکل عجیب ہے یہاں حقوق کے لحاظ سے تو سب یکساں ہیں مگر فرائض اُسکے زیادہ گرانبار ہیں جس کا منصب بڑا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

سید القوم خادمھم (قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے)

افرادِ ملت تو میٹھی نیند سو رہے ہیں مگر عمر فاروق گلیوں میں پھر رہا ہے کہ کہیں کسی گھر میں کوئی تکلیف تو نہیں وہ ساری رات گلی کوچوں میں پھر پھر کر فجر کی نماز مسجد میں آ کر ادا کرتا ہے سب لوگ تو احتساب میں گویا یہ کہہ رہے ہوتے ہیں اے اللہ ہم نے عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی اور پھر مزے سے سوئے رہے اور امیر المؤمنین کہہ رہا ہوتا ہے۔

''میرے مولا میں حاضر ہوں ساری رات دوڑتا بھاگتا رہا ہوں میرے مالک تیرے نبی ﷺ کی بستی میں رات کو کوئی بھوکا نہیں سویا، کوئی مریض بے دوا نہیں رہا''

جناب فاروق کا ہی فرمان ہے۔

''القائدون کالعیونا لباکیہ'' (قوم کے سردار و رہنما رونے والی آنکھیں ہیں)

اور آنکھ کیا ہوتی ہے یہ اقبال سے پوچھیئے وہ آپ کو بتائیگا۔

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

مسجد اسلامی حکومت میں بڑی اہمیت کی حامل رہی۔ حضور ﷺ نے اسی لیے ہجرتِ مقدسہ کے بعد مدینۂ مطہرہ میں جو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجدِ نبوی کی تعمیر تھی اس لیے کہ مسلمانوں کی الگ اجتماعیت قائم ہوگئی تو مرکز اجتماعیت کو ہونا ضروری تھا۔

مسجد نبوی بہت سے مقاصد کی جامع تھی۔ یہ صلوٰۃ عبادات کا مرکز بھی تھی، عدالت گاہ بھی تھی، دارالشوریٰ یا پارلیمنٹ ہاؤس بھی تھی، ایوان صدر بھی تھی باہر سے آنے والے وفود یہیں آتے تھے، دربار نبوی بھی تھی، اور پھر یہ کہ مسجد نبوی اللہ کی عبادت کا وہ گھر تھی جسے صرف مسلمانوں کیلئے مخصوص نہیں کیا گیا تھا آپ کی اجازت سے یہاں دیگر مذاہب کے لوگ اپنی عبادت بھی اپنے طریقہ پر کر سکتے تھے نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو حضور ﷺ نے اُسے مسجد نبوی میں ہی ٹھہرایا اور نہ صرف ٹھہرایا بلکہ انہوں نے اپنی عبادت کے لیے اجازت طلب کی تو آپؐ نے انہیں یہ اجازت

بھی مرحمت فرمادی کہ اپنے طریقہ کے مطابق عبادت کریں۔

بخاری و مسلم کی ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والی روایت میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی میں حبشیوں کا ایک طائفہ اپنے کرتب دکھا رہا تھا اور حضور ﷺ کے کہنے پر آپؓ نے وہ کرتب اسطرح دیکھے کہ آپؓ کی ٹھوڑی حضور ﷺ کے کندھے پر تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی کا صحن کلچرل سنٹر کے طور پر بھی استعمال ہوا۔

پھر قرآنِ حکیم کی تعلیم و تدریس کا بڑا مرکز بھی مسجد نبوی ہی تھی۔ اصحابِ صفہ کا قیام بھی مسجدِ نبوی کے حجروں میں ہی تھا۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد جیسے وسیع المقاصد مرکز کا قیام خدا کے نزدیک کتنا قابلِ قدر ہو گا۔ کعبۂ مکرمہ کو بھی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اور مسجد کو بھی۔ پس کتنے سعد تمند ہیں۔ وہ ہاتھ جو خدا کا گھر تعمیر کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں اور اس شخص کی خوش نصیبیوں کا تو ذکر ہی کیا جو تعمیر مساجد کے لیے زندگیاں وقف کر دیتا ہے ڈاکٹر گستاولی بان نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ "مسجد ایک خاموش مبلغ ہے۔ جو ہر لمحہ جاگتا اور تبلیغ کرتا رہتا ہے"۔ دوسرے مذہب کے معابد میں اور اسلام کی مسجد میں ایک اور واضح فرق ہے ان میں اکثر شرک کے سائے تھرتھراتے رہتے ہیں مگر اسلام کی مسجد صرف اور صرف اللہ کی وحدنیت کا شاہکار ہے۔

تمام معابد خالق و مالک کی محبت اور عشق میں تعمیر ہوتے ہیں اس لیے انسان ان میں انتہائی حسن اور رعنائی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر ہر نقش اور تعمیر و ساخت کی ہر ہر اینٹ میں اپنی عقیدتوں کے شاہکار سموتے ہیں۔ تمام قوموں نے اپنے اپنے انداز کے مطابق اپنے معابد کو تعمیر کا شاہکار بنانے کی کوشش کی۔ اسلام چونکہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں جدید ترین ہے اس لیے اس نے تعمیرات کے تمام محاسن منتخب کر کے مساجد کو بے مثال حسن عطا کیا۔

ماہرین تمدن و عمرانیات کہتے ہیں کہ عمارات اور ادب کسی زمانہ کی پوری تاریخ سمیٹ کر بیان کر دیتے ہیں۔ قوموں کے ایک خاص دور میں خیالات اور مذاق کی پوری نشاندہی عمارات میں بھی ہو جاتی ہے اور عبادت گاہوں میں تو اور زیادہ ہوتی ہے مسلمانوں نے قوتِ متخیلہ، روشنی، صفائی،

Marfat.com

آرائش اور باریک سے باریک کام میں خوش سلیقگی کا مظاہرہ کر کے مساجد کی شکل میں بے انتہا شاہکار نظیریں چھوڑی ہیں آج بھی حضرت عمر کے فرمان پر بنائی ہوئی مسجد اقصیٰ، عمرو بن العاص کی تعمیر کرائی ہوئی۔ مساجد قاہرہ، مسجد طولون، مسجد ازہر، مسجد حسن، مسجد المویدِ، مسجد اباصوفیہ، مسجد قرطبہ، شاہی مسجد، آج بھی فنِ تعمیر کا اعجاز سمجھی جاتی ہیں مسلمانوں نے مسجدیں تعمیر کر کے ہر جگہ لاکھوں خاموش اور دوامی مبلغ چھوڑے ہیں شہروں، قصبوں، گاؤں بلکہ شاہراہوں اور عام گزرگاہوں پر بھی یہ مبلغ مسلسل تبلیغ میں مصروف ہیں۔

Marfat.com

تحریک تبلیغ الاسلام

جن لوگوں نے برطانیہ میں اسلام کو ایک اخوت و مساوات کی تحریک کی حیثیت سے متعارف کرایا ان میں حضرت پیر صاحب کو امتیازی مقام حاصل ہے وہ نصف صدی سے بیدار دماغ اور مستعد قوتِ عمل سے شب و روز تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں برطانیہ کے غیر متعصب اور انصاف پسند انگریز صحافیوں نے ہمیشہ انہیں اپنے قلم سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ورلڈ اسلامک مشن بھی انہی کی سوچ کا عملی اظہار ہے لیکن بحیثیت ایک تنظیم بہت بعد میں وجود پذیر ہوئی پیر صاحب کا کام تو اس روز شروع ہو گیا جس روز انہوں نے برطانیہ کی سرزمین پر اپنا پہلا قدم رکھا۔

حضرت پیر معروف شاہ صاحب کا اپنا تعلیمی پس منظر یہ ہے کہ انہوں نے پاکستان میں میٹرک پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے مراحل مختلف مدارس سے حاصل کی دستارِ فضیلت اور سندِ فراغ حاصل کرنے کے بعد وہ درس نظامی پر ایک اتھارٹی کی حیثیت حاصل کر گئے تصوف تو انکی گھٹی میں پڑا تھا کہ وہ حضرت نوشہ گنج بخش کے خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خانوادہ شریعت و طریقت میں ہمیشہ سے قیادت و سیارت کے منصب پر فائز چلا آ تا تھا۔

وہ 20 اپریل 1961 کے روز برطانیہ میں بظاہر تلاش رِزق میں آئے انکا قیام اپنے دوست اور خانوادہءِ نوشاہی کے دیرینہ عقیدت مند چودھری فرمان علی کے ہاں ہوا انہوں نے فیکٹری مزدور کے طور پر روزگار کے حصول کا سفر شروع کیا۔ رات کی شفٹوں کو ترجیح دی دن کو انہوں نے ساتھ کے گھروں کے مسلمان بچوں کو اپنی قیام گاہ پر واقع بریڈفورڈ میں ناظرہ قران حکیم پڑھانے اور ابتدائی اسلامی باتیں تعلیم کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو یہ کام بہت پسند آیا انہوں نے پیر صاحب سے تعاون شروع کر دیا اور کام کی رفتار تیز ہو گئی۔

جب لوگ زیادہ قریب آئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کا عزائم بہت بلند ہیں اور اُن میں اللہ تعالیٰ نے وہ اوصاف بدرجہءِ اتم ودیعت کئے ہیں جو اوصاف ایک پیر طریقت اور رہبر شریعت کے لیے ضروری ہیں تو وہ معاون کی حیثیت سے بڑھ کر عقیدتمندوں کی صف میں

داخل ہو گئے اس طرح ساٹھ عقید تمندوں کیساتھ جمعیت تبلیغ الاسلام کے بنیاد رکھ دی گئی۔

برطانیہ کے لوگوں کا بلکہ یورپ میں تمام مسلمان باشندوں کا مسئلہ یہ ہے کہ انکی اولادیں سیکولر سکولوں میں تعلیم حاصل کرتی ہیں معاشرہ سیکولر ہے اور خاص طور پر اسلامی اقدار سے بیگانہ ہے وہ اسی سوسائٹی میں جوان ہو کر اپنا دینی وابستگی کا اثاثہ کھو بیٹھتی ہیں پیر صاحب نے اپنے مقدس کام سے ان کے مسئلہ کے حل کی طرف انکی رہنمائی کردی تھی۔ اس لیے وہ چاہنے لگے کہ پیر صاحب کے کام میں توسیعی صورت اختیار کی جائے۔ ضروری سمجھا گیا کہ ایک سنٹر قائم کیا جائے جہاں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی جائے ایسے سنٹر کو ہی اسلام نے ''مسجد کے پاکیزہ لفظ سے تعبیر کیا ہے چنانچہ پیر صاحب کی تحریک پر سب لوگوں نے مل کر پیر صاحب کی قیامگاہ کے عین سامنے دو پرانے خرید لیے۔ 1967 میں پلاننگ پرمشن PLANNING PERMISSION حاصل کر لی گئی اس طرح 69-68 ساؤتھ فیلڈ سکوائر جمعیت تبلیغ الاسلام کی مرکزی مسجد بن گئی یہاں سے کام کا آغاز ہوا جو اللہ کے فضل سے پھیلتا چلا گیا۔

986ء میں ''برطانیہ اور اسلام'' پر جو تحقیقی مقالے انگریز صحافیوں کی طرف سے سامنے آئے ان میں وضاحت کی گئی تھی کہ برطانیہ میں اسلام کے تمام فرقوں کے لوگ موجود ہیں انہوں نے اپنی اپنی مساجد بھی بنا رکھی ہیں۔ ان فرقوں میں اہل حدیث، شیعہ، وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت۔ جماعت اسلامی۔ بریلوی اور احمدی (جنہیں اب اسلامی فرقہ نہیں شمار کیا جاتا) سب شامل ہیں خیال رہے کہ مقالہ نگاروں نے وہابیوں کی دو قسمیں کی ہیں ایک اہل حدیث دوسرے دیوبندی پھر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کو دیوبندی کی ہی ذیلی شاخیں شمار کیا گیا ہے۔ بریلویوں میں جمعیت تبلیغ الاسلام کی نمایاں کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ سب سے زیادہ مساجد انہی کی ہیں جمعیتہ تبلیغ الاسلام کی اس وقت گیارہ مساجد تھیں جنکی تفصیل یہ دی گئی ہے۔

ا۔ راکسی بلڈنگ۔ بارک رینڈ روڈ۔ بریڈفورڈ 3

تفصیل میں بتایا گیا ہے۔ کہ یہ مسجد لمبے عرصے تک تلخ تنازعات کی آماجگاہ رہی اور کئی دفعہ پولیس کو بلانا پڑا۔ اسے جمعیت تبلیغ الاسلام نے 1981 میں خریدا اور اسکی پوری قیمت 33 ہزار پونڈ ادا کردی گئی اپنے فلور سپیس (FLOOR SPACE) کے اعتبار سے یہ شہر کی سب

Marfat.com

سے بڑی مسجد ہے۔ یہ نچلی منزل پہلے ایک سینا ہال کی تھی اس لیے فرش ڈھلوانی صورت (SLOPING FLOOR) میں ہے اس لیے یہاں نماز نہیں پڑھی جاتی تاہم اسے کبھی کبھی جنازہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اب انتظامیہ یہی سوچ رہی ہے کہ فرش کو صحیح کر دیا جائے۔

مسجد کے جو حصے اس وقت زیادہ تر زیر استعمال رہتے ہیں وہ یہ ہیں۔ بڑا دروازہ جو پرانے سینا ہال میں کھلتا ہے بند رہتا ہے اور عام طور پر استعمال نہیں کیا جاتا داخلہ پیچھے کی طرف واقع چھوٹے دروازے سے ہوتا ہے دو چھوٹے سائیڈ روم میں جہاں امام اور مدرس رہائش رکھتے ہیں پچھلے چھوٹے دروازے کے ساتھ ایک چھوٹا سا ہال ہے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں۔

سٹیج کی طرف سے آتے ہوئے پرانے سیناہال سے گزر کر آئیں تو دو کمرے ہیں یہ نماز کی ادائے گی کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ جگہ ہے جو وضو کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پرانے سیناہال کی نسبت نماز کے کمرے زیادہ روشن، سجے ہوئے اور گرم ہیں ان میں قالین بچھے ہیں ایک پرانا سرخ دروازہ محراب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ نماز کے کمرے دوسری مساجد کے برعکس بڑے سجے ہوئے ہیں قمقمے اور جھنڈیاں لگی ہیں دیواروں پر مقدس مقامات کی تصویریں بڑے سلیقہ سے آراستہ ہیں نماز کے کمروں میں سے ایک اصل کمرہ ہے جو نیچے ہے دوسرا اوپر، اسکے لیے لکڑی کی سیڑھی لگی ہوئی ہے یہاں محراب نہیں دو لاؤڈ سپیکر ہیں جن سے امام کی آواز یہاں پہنچتی ہے۔

اس مسجد میں بڑا مدرسہ ہے جو پورا ہفتہ بغیر کسی روز کی چھٹی کے روزانہ شام کو 1/2 4 بجے سے 7 سات بجے تک کام کرتا ہے۔ جو طالب علم حفظِ قران کی کلاس میں ہیں وہ روزانہ صبح 6 چھ بجے سے 8 آٹھ بجے تک حاضر رہتے ہیں۔

۲۔ دوسری مسجد 21 ایبرڈین پلیس بریڈفورڈ۔7 میں ہے۔

۳۔ تیسری مسجد 13 جیسمنڈ ایوینیو بریڈفورڈ۔9 میں ہے۔

۴۔ چوتھی مسجد وہی ہے جسے مرکزی مسجد کہا جاتا ہے اور وہ 68/69 ساؤتھ فیلڈ سکوائر بریڈ فورڈ 8 میں ہے۔

۵۔ اس سلسلہ کی پانچویں مسجد 3-1 برنٹ پلیس میں ہے۔

Marfat.com

۶۔ چھٹی مسجد 84 ہیمز لے روڈ شپلے میں ہے۔

۷۔ ساتویں مسجد 2۔ بروننگ سٹریٹ بریڈفورڈ۔3 میں ہے۔

۸۔ شیئر برج بریڈفورڈ میں جمعیۃ تبلیغ الاسلام کا ''اسلامک مشنری کالج'' ہے۔

یہ کثیر المقاصد جگہ ہے جہاں مسجد بھی ہے اور کامیاب طلبہ کی دستار بندی کے اجلاس بھی یہیں ہوتے ہیں۔ یہاں باقاعدہ طالب علموں کے ساتھ تعلیم بالغاں کی کلاسز بھی ہوتی ہیں۔

۹۔ اس سلسلہ کی نویں مسجد 89-87 ریان سٹریٹ میں ہے۔

۱۰۔ دسویں مسجد A-564 تھارنٹن روڈ بریڈفورڈ 8 میں ہے۔

۱۱۔ گیارھویں مسجد سینٹ لیوکس چرچ ہال بریڈفورڈ 9 میں ہے۔

1986 تک کی سروے رپورٹ میں یہ صورت حال تھی اسکے بعد کام مسلسل آگے بڑھ رہا ہے 90-1989 تک یہ تعداد 15 تک پہنچ گئی مساجد کے ساتھ تعلیم و تدریس کا انتظام بھی ہے اور لائبریری کا بھی۔ دو بڑے مراکز پاکستان میں ہیں چک سواری میں 11 کنال رقبہ پر پھیلی ہوئی مسجد اور دار العلوم ہے۔

حضرت پیر معروف شاہ صاحب کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ تبلیغ کو فرض کے ساتھ عبادت سمجھ کر ادا کرتے ہیں اس لیے اپنے کام سے کبھی تھکتے نہیں اور نہ کبھی مطمئن ہوتے ہیں کہ اب فرائض کی تکمیل ہو چکی کام پورا ہو گیا ہم بتا چکے ہیں کہ انہیں اس کام سے عشق ہے اور عشق کی انتہا ہوتی ہی نہیں عشق کی انتہا چاہنا تو حماقت ہے۔

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں ۔۔۔ میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

یہاں توکل جتنا آگے بڑھتا ہے اسی رفتار سے منزل بھی آگے بھاگتی ہے غالبؔ نے کیا خوبصورت بات کہی تھی۔

ہر قدم دُوریٔ منزل ہے نمایاں مجھ سے ۔۔۔ تیری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی سرگرمِ عمل رہتا ہے اور تبلیغی مقاصد بطریق احسن پورے ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

جامع حیثیات شخصیت

حضرت پیر معروف شاہ صاحب ایک وسیع الجہات شخصیت کے مالک ہیں اور اپنی شخصیت کی ہر جہت کے متعلق انہوں نے میدانِ عمل منتخب کر رکھا ہے اور ہر میدان میں ہمہ وقت سر گرم عمل نظر آتے ہیں۔

وہ بہت بڑے عالم دین ہیں اور اپنے اس علم کا اظہار زبان وقلم سے کرتے رہتے ہیں انکی تقریریں سنیں تو آپ سمجھیں گے کہ علم کا سمندر بادل بن کر برس رہا ہے۔ ہر موضوع پر مشرق و مغرب کی مختلف زبانوں میں اظہارِ خیال کر سکتے ہیں۔اور کرتے رہتے ہیں۔قلم میں قوت بھی ہے اور روانی بھی، جہاں ضرورت ہوتی ہے قلم کو حرکت میں لاتے ہیں اور حکمت و دانش کے ساتھ وسعتِ مطالعہ کی دھاک بٹھاتے چلے جاتے ہیں۔ان کا علم کبھی باسی نہیں ہوتا کیونکہ وہ اسے ہر وقت تازہ اور اپ ڈیٹ رکھنے کی دُھن میں رہتے ہیں۔عربی، فارسی، اردو، انگریزی وغیرہ زبانوں میں جو کتاب تازہ مارکیٹ میں آتی ہے، اُسے اپنی لائبریری کی زینت بنانے میں مستعدی دکھاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی لائبریری بہت بڑی ہے۔ پھر یہ کہ وہ ہر موضوع پر مطالعہ کرتے ہیں علم وادب، تاریخ، ثقافت، سائنس غرضیکہ مختلف شعبہ ہائے علوم میں سے ہر شعبہ پر انکی گرفت رہتی ہے۔ دینی علوم میں بھی ہر شعبہ انکی دسترس میں ہے تفسیر، حدیث، فقہ اسماء الرجال کوئی جہت ایسی نہیں جو انکی بالغ نظری کہ شہادت فراہم نہ کرے پیر صاحب ایک عالمِ باعمل کے ساتھ پیر و مرشد اور ہادیٔ راہِ سلوک بھی ہیں وہ اپنے مریدوں کی روحانی تربیت کرتے ہیں۔تصوف، متصوفین، صوفیاء و اولیاء کے سوانح وغیرہ علوم پر بھی انکی لائبریری ہر سالکِ راہِ طریقت کی علمی تشنگی بجھاتی ہے اور انکی ذاتی رہنمائی بروقت ہدایت فراہم کرتی ہے جسمانی کے ساتھ روحانی علاج بھی تعویذ و اوراد وغیرہ سے کرتے رہتے ہیں۔اس طرح بھی ان کا آستانہ دکھیاروں کی امید گاہ ہے۔

وقتاً فوقتاً محافلِ ذکر بھی برپا رہتی ہیں، وہ ایک بہت بڑے مبلغ بھی ہیں انہیں دیگر مذاہب پر پورا پورا عبور ہے اور ادیانِ عالم کے تقابلی مطالعہ (COMPARATIVR

Marfat.com

(STUDY OF RELIGIONS) پر انتھک بول اور لکھ سکتے ہیں ان میں ایک صحیح اور سچے مبلغ کے اوصاف موجود ہے انکی تبلیغی تقریریں ہیں۔

''اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ''

(اللہ کے راستے کی طرف حکمت ودانش اور خوبصورت نصیحت وموعظمت سے بلایا کرو)

کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔ اوروہ میدان تبلیغ کے بھی شہسوار ہیں۔

وہ ایک مصلحِ قوم اور ریفارمر بھی ہیں وہ ہر وقت انسان کی بھلائی سوچتے اور استطاعت کے مطابق کرتے رہتے ہیں۔ یورپ میں مسلمانوں کو جب بھی کسی مشکل کا سامنا ہو پیر صاحب ہی آگے بڑھ کر اُسے آسان کرنے کی کوشش کرتے ہیں انفرادی طور پر بھی وہ لوگوں کی حتی الامکان مدد اور رہنمائی فرماتے ہیں وہ سیاسی طور پر بھی مسلمانوں کے حقوق کے لیے ہمہ وقت آمادۂ جہاد رہتے ہیں۔

وہ اس قدر وسیع الجہات اور جامع حیثیات شخص ہیں کہ ان کے کسی ایک پہلو اور ایک ہی جہت کا احاطہ کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کجا کہ انکی ساری حیثیات زیر قلم لائی جاسکیں۔

پیر صاحب اس وقت بھی مختلف تنظیمیں چلا رہے ہیں۔ تبلیغ الاسلام، ورلڈ اسلامک مشن، بزمِ نوشاہی مسلمانان کشمیر کا اتحاد مسلمانانِ اہل سُنت کا اتحاد (فیڈریشن آف مسلمز اہل سنہ) بریلوی مسلک کے علماء کا اتحاد، پھر ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ تمام کام صرف برطانیہ میں نہیں ساتھ ساتھ اپنے ملک پاکستان میں بھی وہ اسی طرح سرگرم عملِ ہیں اور وقتاً فوقتاً پاکستان جاتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

''بریلویت''

''بریلوی'' اور ''دیوبندی'' برصغیر میں اصطلاحات کی شکل اختیار کر چکے ہیں اور انہیں مسلمانوں کے فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ''بریلی'' اور ''دیوبند'' برصغیر کے دو شہر ہیں دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مولانا قاسم نانوتوی نے مدرسہ قائم کیا جو دیوبند شہر میں تھا۔ اسکا نام ''دارالعلوم'' دیوبند رکھا گیا۔ بریلی سے ایک بڑے عالم دین امام احمد رضا خان کا تعلق ہے آپ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں سے تعلیم وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔

ہم تصوف کی تاریخ کے سلسلہ میں بڑی وضاحت سے بتا چکے ہیں کہ کچھ علماء شریعت کے ظاہر پر زور دیتے تھے اور کچھ کہتے کہ حکم کی ظاہری صورت نہ دیکھو اسکی علت دیکھو یعنی اگر حدیث میں دانتوں پر مسواک کرنے کا حکم آیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ہم درخت ''جال'' کی وہی جڑ دانتوں کی صفائی کے لیے استعمال کریں جو حضور ﷺ کرتے تھے ہمیں حکم کی علت کو دیکھنا چاہیے اور وہ ہے دانتوں کی صفائی بس دانت جس چیز سے بھی صاف کیے جائیں گے۔ سنت کا تقاضا پورا ہو جائے گا ہاں اگر میڈیکل سائنس ثابت کر دیتی ہے کہ وہی روایتی مسواک ہی بہتر ہے تو اچھا ہے کہ وہی استعمال کیا جائے لیکن ضروری نہیں مطلب دانت صاف کرنے سے ہے، دوسرا گروہ ظاہر پرست تھا۔ اُس نے اسی پر زور دیا کہ وہی مسواک ضروری ہے غرضیکہ اس طرح کا اختلاف پیدا ہوا جو آگے چل کر شریعت اور طریقت کے دو باہم گر مخالف طبقات پیدا کر گیا۔ وقت بدلتا ہے حالات بدلتے ہیں علم کی دنیا میں نت نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ معاشرہ میں تغیر آتا ہے نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں اگر ہم ظاہر کو پکڑ کر بیٹھ جائیں تو شریعت ایک جامد چیز بن جاتی ہے جس کا زمانہ کے ساتھ ہر قدم پر تصادم ہوتا ہے اگر ہم علتِ حکم کو دیکھ کر چلیں تو کوئی تصادم نہیں وقت اور اسکے پیدا کردہ مسائل کو اسلام کی اصل بنیاد اور احکام شرع کی علت کو مدنظر رکھ کر ان مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے اسی کو تفقہ فی الدین کہا جاتا ہے اور اسی کو علم فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں سے دو گروہ پیدا ہوئے جن میں سے ایک گروہ فقہ کا قائل تھا اور دوسرا گروہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے لگا پھر اول الذکر اپنے

Marfat.com

آپ کو اہل سنت کہنے لگے۔ اہل سنت مقلد بھی کہلائے کہ وہ فقہ کے ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبل میں سے کسی ایک کی فقہ کی تقلید کرنے لگے اس طرح حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فرقے پیدا ہو گئے۔ بریلوی اور دیوبندی دونوں اپنے آپ کو اہل سنت بھی کہتے ہیں اور حنفی بھی صوفیاء و اولیاء میں سے اکثر کسی نہ کسی فقہی مسلک سے وابستہ تھے کچھ آزاد خیال بھی تھے۔

صوفیاء اور اولیاء کا سلسلہ مقدسہ ساری دنیا میں اشاعتِ اسلام کا باعث بنا۔ انہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور شیریں بیانی سے لوگوں کو رام کیا اور اسلام کا مطیع بنایا۔ انہوں نے مقامی لوگوں کے تمدن کو زیادہ نہ چھیڑا، صرف ان رسوم بد کا استیصال کیا جو شرک کی طرف لے جاتی تھیں۔ اس طرح وہ عوام الناس میں مقبول ہوتے گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی سیرت اپناتے ہوئے اس قول پر عمل کیا کہ مریض سے نفرت نہ کرو، مرض سے نفرت کرو۔ کافر سے نفرت نہ کرو، اسکے فعل کفر سے نفرت کرو۔ انہوں نے انسان سے پیار کیا اور کوشش کی، پیار اور محبت سے اُسے سمجھایا جائے کہ وہ گمراہی چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آ جائے۔ یوں میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے کہنے والے یہ محبت بھرے لوگ مقبول سے مقبول تر ہوتے چلے گئے۔ اسلام پھیلتا چلا گیا اور اولیاء کا حلقۂ اثر وسیع تر ہوتا گیا۔ آج سب دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ سلطان محمودؒ غزنوی کے سترہ حملوں کے مقابلہ میں داتا گنج بخشؒ کے سترہ دنوں نے اسلام کی زیادہ اشاعت کی۔ جب عوام الناس میں ہر جگہ اولیاء زیادہ مقبول ہونے لگے، تو خود مسلمان بادشاہ کھٹک گئے۔ انہیں احساس ہوا کہ ان کے حکم سے زیادہ لوگ گدڑی پوش فقیر کا حکم مانتے ہیں۔ لوگ انہی فرقہ پوشوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انکے اشاروں پر سر کٹانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

ہے دل کی سلطنت پر تسلط فقیر کا　　　اجسامِ ناتواں پہ ہے فرماں روا، امیر

بادشاہوں کے پاس دولت کے انبار تھے۔ ان کے آگے جھکنے والوں پر انعام و اکرام کی بارش ہو جاتی تھی مگر لوگ کھچے کھچے فقیروں کے پاس جاتے تھے کیونکہ کوئی ان کے گوش دل میں یہ سرگوشی پھونک رہا تھا۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی　　　نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

Marfat.com

نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی عداوت ہو دیکھ ان کو ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور لوگ اسی صدا پر لبیک کہتے ہوئے قصرِ شاہی کی بجائے فقرِ خانقاہی کی طرف رجوع کرتے اور کشاں کشاں فقیر کی بارگاہ میں پہنچتے جہاں کوئی حاجب و دربان نہیں تھا۔ امیر فقیر سب برابر تھے۔ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا اور دعاؤں کا ابرِ کرم سب پر برستا مادی طور پر دکھوں کا مداوا ممکن ہوتا تو وہ بھی کر دیا جاتا اور روحانی برکات کی شعاعیں بھی ہر ایک پر جلوہ فگن رہتیں۔ بادشاہوں کو فقیروں کی یا بات بھی نیزے کی طرح چبھتی رہتی کہ یہ فقیر لوگ اپنے زاویوں میں قطب کی طرح جمے رہتے ہیں۔ کبھی اپنی احتیاجات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بادشاہ کے دروازے پر نہیں آتے۔ ان کے پاس خراج اور محاصل لادے اونٹ نہیں آتے مگر رات دن، ان کے لنگر چلتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں بادشاہوں کو ستاتی تھیں۔ انہیں کیا خبر کہ لوگوں کے دماغوں میں تو یہ معیار مبنی برصداقت ہے کہ

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

بادشاہ اپنے مقابلہ میں اپنی ہی سلطنت کے اندر دوسرے بادشاہ کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ درویشوں پر عرصۂ تنگ کرنا چاہتے تھے مگر اس کے لیے انہیں کسی نہ کسی جواز کی تلاش ہوتی۔ یہ جواز اُن علمائے ظاہر سے مل سکتا تھا جو وابستگانِ دربار ہو کرتے تھے چنانچہ ان کے فتووں سے اولیاء مستحق دار ٹھہرے۔ کسی کو پھانسی دی گئی کسی کی کھال کھچوائی گئی۔ صوفیاء کا قتلِ عام ہوتا رہا مگر راہِ سلوک ویران نہ ہوئی۔ اس پر چلنے والوں کی بھیڑ لگی رہی اور انکے پروانوں کے ہجوم بھی بڑھتے گئے۔ وہ مر گئے تو انکے مزار مرجعِ عوام بن گئے۔

علمائے ظاہر بھی یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکے اور ان اولیاء کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ شرک و بدعت کے معانی میں ناروا توسیع کی گئی۔ مزاروں پر جانے والوں کو قبر پرست، مشرک، بدعتی مرتد اور واجب القتل گردانا گیا۔ لحہ بہ لحہ اس مخالفت میں مخاصمت کی شدت آتی گئی۔ اہل حدیث اور حنبلی مسلک کے ابن تیمیہ جیسے متشدد لوگ جوشِ غیظ و غضب سے تمتماتے اور فتووں کے انبار لگاتے گئے۔ آخر نجد میں محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا جس نے ''کتاب التوحید'' میں ہر طرف سے توجہ ہٹا کر ان ہی لوگوں کو ہدفِ ملامت و تکفیر بنایا جنہیں اولیاء سے محبت تھی۔ انکے مزاروں کو

Marfat.com

سجاتے، انکے عرس مناتے اور انکے جانشینوں کا احترام کرتے تھے۔ اس نجد میں سلطان سعود پیدا ہوا جس نے اسی مسلک کو آگے بڑھایا "عبدالوہاب" کے اس مسلک کے لیے اسی زمانہ میں "وہابیت" کی اصطلاح وضع ہوئی۔ حجاز مقدس پر ترکوں کی حکومت تھی اور ترکوں نے ہی شریفِ مکہ کو حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ سلطان سعود نے اُسے شکست دی۔ آل سعود عرب پر قابض ہوئی جس نے عرب کو "سعودی عرب" کا نام دے دیا۔ وہی لوگ ابھی تک قابض چلے آتے ہیں۔

ان لوگوں نے صحابہ کرام کی قبریں بے نشان کیں۔ ہر جگہ قبے گرائے۔ مزاروں کی توہین کی۔ انتہائی شدت سے اپنے مسلک کو رواج دینے کی کوشش کی مگر دنیا جانتی ہے کہ اکثریت کدھر ہے۔ اب انکی شدت پسندی میں کچھ کمی آ گئی ہے۔ روضۂ رسول کی جالیوں کو بوسہ دینے والوں پر کوڑے برسانے والے اب کچھ نرم پڑنے لگے ہیں۔

بہرحال محمد بن عبدالوہاب کی وہابیت کو برصغیر میں بھی اپنایا گیا۔ سید احمد بریلوی نے یہی مسلک اپنایا۔ شاہ اسمٰعیل انکے مرید ہوئے یہاں کے اہلحدیث میں بھی چند نے ساتھ دیا۔ آخر سکھوں کے خلاف ہر کام جنگ لڑ کر کام آئے۔ شاہ اسمٰعیل نے "کتاب التوحید" کی اتباع کرتے ہوئے "تقویۃ الایمان" نام کی کتاب لکھی اور تکفیر کی رہی مہم چلائی۔ اہلحدیث حضرات لفظ وہابی کہلانے سے بدکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریز گورنر سے نوٹیفیکیشن جاری کرایا کہ اہل حدیث کو وہابی نہ کہا جائے۔ یہاں تک تو چلو ٹھیک ہے لیکن یہاں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جسے آج وہابی اور دیوبندی کہا جاتا ہے۔ دیوبند کے دارالعلوم کی بنیاد مولانا قاسم نانوتوی نے رکھی اور ظاہر یہی کہا گیا کہ اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب کے تحفظ کے لیے یہ مدرسہ قائم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ سب طرح کے لوگوں نے اس میں داخلہ لیا بعد میں اس دارالعلوم کے اربابِ کار نے پر پرزے نکالے اور وہابیت کے عقائد کی تبلیغ شروع ہوگئی۔ اس پر امام احمد رضا خان بریلوی نے انکی تحریروں پر گرفت کی اور بتایا کہ انکی تحریریں اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہیں۔ اس پر "بریلویت" اور "دیوبندیت" کی اصطلاحیں وجود میں آئیں پہلے بعض علمائے دیوبند نے شدت اختیار کی۔ اُن کے ذہنوں پر شاہ اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان چھائی ہوئی تھی۔ دونوں طرف سے علماء نے اس جنگ

میں حصہ لیا۔ گرما گرم لٹریچر تیار ہو۔ اامام احمد رضا خان بریلوی نے ان علمائے دیوبند کی تحریریں جمع کیں اور حرمین شریفین کے علمائے کرام کو بصورت استفتاء بھیجیں وہاں سے فتویٰ آ گیا کہ ان تحریروں میں بیان کردہ عقائد کفریہ ہیں۔ ان سے توبہ کرنی چاہیے۔ یہ فتویٰ جو پوری ایک کتاب ہے ''حسام الحرمین'' کے نام سے امام احمد رضا خان نے شائع کرا دیا جو بار بار شائع ہوا اور ابتک شائع ہوتا چلا آ رہا ہے، اس کتاب کا خاطر خواہ اثر ہوا اکابر دیوبند نے اُن عقائد سے برأت کا اظہار کیا اور ''مہند'' کے نام سے کتاب شائع ہوئی جس میں کہا گیا علمائے ہند کے عقائد وہ نہیں جو حسام الحرمین میں ہدف تنقید بنائے گئے ہیں۔ ''مہند'' میں ''بریلویت'' اور ''دیوبندیت'' ہر دو مسلک کے عقائد قرار دیے گئے۔ علمائے دیوبند جو ذہنی طور پر وہابیت سے قریب ہیں، عجیب مخمصے کا شکار رہے ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں، کرتے نہیں اور جو کرتے ہیں کہتے نہیں، اب ہم اُن چند عقائد کا ذکر کرتے ہیں جو مابہ النزاع سمجھے گئے۔

۱۔ حیات النبی ﷺ:۔ بریلوی اور دیوبند دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ رسول ﷺ ظاہری موت کے بعد بھی زندہ ہیں۔ دیوبندی کہتے ہیں زندہ ہیں مگر اپنی قبر میں زندہ ہیں وہاں اگر درود شریف پڑھا جائے تو وہ سنتے ہیں۔ بریلوی حضرات کہتے ہیں آپ ہر جگہ سے درود شریف سُنتے ہیں۔ ورنہ ہمیں یہ حکم نہ ہوتا کہ ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے۔ یہیں سے حاضر ناظر کا مسئلہ پیدا ہوا۔ بریلوی حضرات کے نزدیک حضور ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور ہمارے اعمال دیکھ رہے ہیں۔ وہ قرآن حکیم کی اس آیت سے استدلال واستشہاد کرتے ہیں۔

وکذلک جعلنا کم أُمَّةً وَّ سَطاً لِتَکُونُوا شُھَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْداً''

(تم اعتدال پسند امت ہو (اور ایسا تمہیں اس لیے بنایا گیا ہے کہ) تم نسل انسانی کے اعمال و کردار کے نگران رہو اور رسول تمہارے اعمال و کردار کا نگران ہو)

آج کے دیوبندی اس کے خلاف ہیں۔ درود، سلام اور یا رسول اللہ کہنے پر بھی اسی لیے جھگڑا کرتے ہیں یعنی جو چیز نماز میں پڑھتے ہیں ویسے پڑھ دیں تو شرک ہو جاتا ہے۔ استغفر اللہ۔

Marfat.com

۲۔استمداد لغیر اللہ:۔ اب دیو بندی حضرات کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مافوق الاسباب طلب کرنا شرک ہے جبکہ بریلوی ایسا عمل جائز سمجھتے ہیں بلکہ اکابر دیو بند بھی اسے جائز سمجھتے اور ایسا کرتے تھے۔صوفی امداد اللہ مہاجر مکی کی نعتیں پڑھ لیجئے۔اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ خود مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیو بند لکھتے ہیں۔

مدد اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامیءِ کار

اس شعر میں مولانا قاسم نانوتوی نے حضور ﷺ کو حاظر ناظر جان کر مخاطب بھی کیا ہے اور اُن سے مدد بھی مانگی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا بھی فیض جاری ہے اور وہ بے کسوں کی پکار سُن کر انکی مدد فرماتے ہیں۔

۳۔سماع موتیٰ:۔ سماع موتیٰ یا مُردوں کا سننا ایک اور اختلافی مسئلہ ہے۔اکابر دیو بند سماع موتی کے قائل ہیں، کیونکہ بکثرت روایات سے سماع موتیٰ ثابت ہوتا ہے ''المہند'' میں بھی تصریح کی گئی ہے کہ علمائے دیو بند سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔آج کے دیو بند حضرات کہتے ہیں کہ اولیاء قبروں میں سنتے تو ہیں مگر کچھ کر نہیں سکتے۔بریلوی حضرات کہتے ہیں یہ تو اور بھی عجیب بات ہے، وہ کر کچھ نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ کا انہیں سنانے کا فعل عبث ٹھہرتا ہے جو شانِ خداوندی کے خلاف ہے۔اگر ایک ولی کا بیٹا اسے اپنا دکھڑا سنا رہا ہے۔ولی قبر میں سب کچھ سُنتا ہے مگر کچھ مداوا نہیں کر سکتا تو اس دُکھ سے وہ بھی دکھی ہوتا رہے گا۔یہ عجیب معاملہ ہوا کہ ایک نیک آدمی قبر میں جا کر اپنے بچوں کو دکھ سُن کر مبتلائے اذیت رہے۔اصل میں میرے (راقم منصوآفاق نے) ضلع میانوالی میں ایک قصبہ واں بھچراں ہے۔وہاں ایک عالم مولانا حسین علی صاحب پیدا ہوئے۔وہ کہلاتے تو اپنے آپ کو دیو بندی تھے مگر ان کے عقائد زیادہ تر کتاب التوحید والے محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ملتے تھے۔مولانا غلام اللہ خان ادارہ تعلیم القرآن راولپنڈی والے اور دیگر کئی حضرات اُن کے شاگرد تھے۔مولانا حسین علی صاحب نے اس وقت کے علمائے بریلی اور علمائے دیو بند سے اختلاف کرتے ہوئے، سماع موتیٰ کا انکار کیا۔اچھی اردو نہیں لکھ سکتے تھے، پنجابی ملی گلابی اردو لکھتے تھے۔انہوں نے عجیب اردو میں ''بلغتہ الحیران'' کے نام سے ایک تفسیر قران بھی لکھی تھی۔انہوں نے سماع

موتی' اور نبی کے علمِ غیب کے انکار پر اپنی اسی گلابی اردو میں ایک مختصر سا رسالہ چھپوایا تھا۔ سکی تردید میں میرے ضلع کے ہی ایک عالم دین مولانا حکیم محمد امیر علی شاہ نے ایک ضخیم کتاب ''تحقیق لاریب فی اثبات علم غیب''، لکھی اس کتاب میں بڑی تحقیق سے پہلی دفعہ ان ستر صحابہ ؓ کے اسمائے گرامی کہ فہرست دی تھی جو سماعِ موتی' کے قائل تھے۔ بہر حال بتانا مقصود تھا کہ بکثرت صحابہ سے سماع موتی' کا اقرار ثابت ہے۔ اس لیے علمائے دیوبند سماع موتی' کے قائل تھے۔ مولانا حسین علی اور ان کے متوسلین مولانا غلام اللہ خان، قاضی شمس الدین وغیرہ نے شدومد سے اس کا انکار کیا۔ یہ حضرات بھی اس وقت دیوبندی کہلواتے تھے۔ اس لیے ایسا مرحلہ آیا کہ ان کی آپس میں جنگ چھڑ گئی، بالآخر فیصلہ ہوا کہ یہ حضرات دیوبندیت سے خارج ہیں۔ اب یہ گروپ یعنی حسین علی صاحب والا گروپ اپنے آپ کو موحد کہتا ہے اور انہوں نے ''اشاعتِ توحید وسنت'' کے نام سے اپنا الگ گروپ قائم کر سکا ہے۔

حضور ﷺ کی میلاد پر اور اولیاء کے عرس پر بھی اختلاف کرتے ہیں، اور دیوبندی حضرات متشدد ہو جاتے ہیں۔ بریلوی یا اہل سنت حضرات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محبت رسولؐ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے   اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

امام احمد رضا بریلوی محبت رسول ؐ کو ہی اصل عبادت سمجھتے تھے اور یہی چیز مخالف فریق کے نزدیک شرک قرار پائی۔ مسلمان چاہے دنیا کے کسی کونے میں ہوں اکثریت محبت رسول میں وہی مسلک رکھتی ہے، جسے برصغیر میں مسلک بریلویت کہا گیا۔

اللہ کے رسول، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی محبت بریلویت سمجھی گئی اور مسلمانوں کی اکثریت اسی سے وابستہ ہے لیکن انکی کمزوری یہ ہے کہ ان میں یکجہتی نہیں تنظیم واتحاد نہیں۔ کچھ مذہبی سیاسی لیڈروں نے بھی انہیں تقسیم کر رکھا ہے۔ ورلڈ اسلامک مشن میں بھی یہ طے ہوا تھا کہ مسلک اہل سنت کے مسلمانوں کو وحدت میں پرو دیا جائے اور اس تنظیم کے قیام سے پیشتر بھی جناب پیر معروف شاہ صاحب نے اسی کو مطمح نظر بنا رکھا تھا۔ وہ شب وروز اسی اتحاد کو شاں ہیں۔ بریلویت یا

مسلکِ اہل سنت سے وابستہ مسلمان چونکہ سراپا محبت ہوتے ہیں، اس لیے یہ کہیں بھی ہوں فتنہ پسند نہیں ہوتے۔ یہ اولیاء کے عقید تمندوں کا گروہ ہے اس لیے ان میں غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کے اوصاف نمایاں ہوتے ہیں کسی فتنہ اور شر و فساد میں اس مسلک کا آدمی کبھی ملوث نہیں ہوا۔ لاٹھی کی بجائے منطق ان کا ہتھیار ہے پیر صاحب کا یہ نصب العین بھی ہے کہ غیر مسلموں پر واضح کر دیں کہ جب وہ مسلمانوں کے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنے لگیں تو اس اکثریتی فرقہ کے خصائص ضرور مدنظر رکھیں۔

Marfat.com

معاشرہ کو درپیش مسائل

اقبال جس تصوف اور خانقاہیت کے مخالف ہے وہ تصوف میں ایسا نقطۂ فکر و عمل اپنانا ہے جو تصوف کو رہبانیت کے قریب لے جاتا ہے۔ دنیا سے لاتعلق ہو جاؤ سارے فرائض حیات کو پس پشت ڈال کر غاروں اور جنگلوں میں چھپ کر اللہ اللہ کرتے رہنا اور دنیا کے ابلیس اور چیلوں کے حوالے کر دینا صحیح اسلامی تصوف نہیں، رہبانیت ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا۔

''وَ رَهبانِيَّةَنِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا''

(رہی رہبانیت تو وہ انہوں نے خود گھڑی ان پر ہم نے نہیں ڈالی تھی)

اللہ کے پاک رسول ﷺ نے معاشرہ سے فرار اختیار نہیں کیا اسی معاشرہ میں رہے۔ شادیاں' کیں بچے پیدا ہوئے گھر والوں کے حقوق نبھائے پڑوسیوں کے حقوق پورے کیے۔ جنگیں لڑیں معاشرہ کی ارتقائی جدوجہد میں شامل رہے اور آخر معاشرہ کو بدل کر رکھ دیا۔

اس پہ کیا فخر کہ بدلا ہے، زمانہ نے تمہیں　　　مرد وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں

حضرت پیر معروف شاہ نوشاہی سیرت نبوی پر عمل کرتے ہوئے معاشرہ میں جاندار کردار ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ میں مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل میں حالات کا رُخ بدلنے کے لیے بھرپور کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کو منظم کیا۔ ان کے مسائل سمجھے اور اربابِ کار کو سمجھائے۔ انہوں نے ہمیشہ مسائل کے حل کے لیے امن پسندی اور افہام و تفہیم کا راستہ اختیار کیا اور آخر مسئلہ حل کر لیا۔ اگلے صفحات میں ہم ان کے کردار کی اسی جہت پر ایک دو مثالیں پیش کرینگے۔

Marfat.com

برطانیہ میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم

یہ شاید 1974 کے قریب کی بات ہے، برطانیہ کے محکمہ تعلیم نے لڑکیوں کے علیحدہ سکولوں کا سسٹم ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور مخلوط طریقہ تعلیم تو رائج کر دیا۔ پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی نگاہِ دوررس کو فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ صورت احوال مسلمان بچیوں کی تعلیم کے لیے قطعاً درست نہیں۔ انہیں سخت تشویش لاحق ہوئی، انہوں نے جمعیت تبلیغ الاسلام کے پلیٹ فارم پر اس سلسلہ میں جدوجہد کا آغاز کیا، برطانیہ کے مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلایا کہ حکومت برطانیہ کا یہ فیصلہ درست نہیں، کئی میٹنگز ہوئیں، عقل اور حقیقت کی روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیا گیا اور پھر حکومت برطانیہ کو مسلمانوں کی بے چینی کی معقول وجہ بتانے کے لیے چند تجاویز دی گئیں۔ اس سلسلہ میں مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام نے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں لکھا گیا۔

''اپنی جگہ پر یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر قوم اپنی جداگانہ تہذیب اپنے مخصوص ضابطۂ اخلاق اور اپنی مذہبی روایات کے بل پر دنیا کی دوسری قوموں کے درمیاں اپنی انفرادیت برقرار رکھتی ہے چنانچہ مسلمان قوم بھی کسی خاص گھرانے یا قبیلے میں پیدا ہونے والے افراد کا نام نہیں ہے بلکہ اس قوم کا نام ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ایک جداگانہ تہذیب، ایک مخصوص ضابطہ اخلاق اور ایک منفرد طریقہ زندگی اپنا لینے کے بعد تشکیل پاتی ہے،

اسلام نے جہاں ایک جداگانہ طریق عبادت کی تعلیم دی ہے، وہاں اس نے ہمیں مخصوص نظام معاشرت بھی عطا کیا ہے جس کے ذریعہ ہم زندگی گزارنے کے طریقے، انفرادی سیرت و کردار کے آداب، سوسائٹی کے حقوق، خاندانی زندگی کے ضابطے، مرد و زن کے تعلقات اور اہل و عیال کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داریوں سے واقف ہوتے ہیں۔

نامحرم مردوں سے نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کا پردہ بھی اسی نظام معاشرت کا ایک قانون ہے جو اسلام نے ہم پر نافذ کیا ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر اسکی پابندی ناگزیر ہے اور مذہبی کمزوریوں کے باوجود آج بھی دوسری قوموں کے درمیان پردے کا یہ سسٹم مسلم

Marfat.com

معاشرے کی ایک واضح علامت سمجھا جاتا ہے۔ یگانہ مرد وزن کی مخلوط سوسائٹی کو وہ اسلام کیونکر برداشت کرے گا جو خاندان کے ان ممبروں سے بھی اپنی عورتوں کا پردہ کراتا ہے جو رشتہ کے اعتبار سے محرم نہیں ہیں۔ جذباتی کمزوریوں کی آرائش سے معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے کے لیے اسلام کا یہ قانون فطرت انسانی کے گہرے مطالعہ کا آئینہ دار ہے، اس سے برطانیہ کے مسلمانوں میں مخلوط تعلیم کے خلاف اگر بے چینی ہے تو بجا طور پر انہیں اپنی بے چینی کا حق پہنچتا ہے کہ بیگانہ لڑکوں کے ساتھ وہ اپنی لڑکیوں کا اختلاط اپنی قومی تہذیب اور اپنے مذہب کی ہدایات کے خلاف سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اخلاقی نقطۂ نظر سے بھی اگر ہم مخلوط تعلیم کے نتائج کا جائزہ لیں تو واقعات کی روشنی میں یہ مخلوط تعلیم گاہوں کی جنسی بے راہ روی، شہوانی تحریکات اور آزادانہ معاشقے کے لیے ایک سازگار ماحول کتنا زیادہ پسند کریں گے۔ اس لیے کہ دیا جائے کہ مخلوط تعلیم کے ذریعے انسانی ذات کو حیوانوں کی سرشت اختیار کرنے پر مجبور کرنا انسانیت کی کھلی توہین ہے۔ اس مسئلہ میں دوسری قوموں کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن ایک غیرت مند مسلمان کبھی ایسے گوارا نہیں کر سکتا کہ اسکی بچی کو ایک حیا سوز ماحول میں چند لمحوں کے لیے بھی داخل کیا جائے۔ غالباً اسی غیرت قومی کا ثبوت دیا ہے، اس مردِ مومن نے جس نے صرف اس لیے برطانیہ کو خیر آباد کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی بچی کو شرم وحیا کے مقتل میں بھیج کر زندہ درگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے مثالی کردار کے ذریعہ یہاں کے مسلمانوں کے لیے جو نقش چھوڑ گیا ہے، ہمیں امید ہے کہ وہ ہماری قومی غیرت کو ضرور بیدار کرے گا۔ آخر میں حکومت برطانیہ کے دانشوروں کی توجہ ہم اس نکتہ کی طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں کہ پاک وہند کے مسلمانوں کا قومی اور مذہبی مزاج اُن سے مخفی نہیں ہے۔ ایک طویل عرصہ تک انہیں ہمارے قریب رہ کر ہمیں سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ اپنے دیرینہ تجربات کی روشنی میں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے یہاں لڑکیوں کی تربیت اور ان کے رہن سہن کا مسئلہ کیا ہے۔

اس لیے اپنے ملک میں ایک معزز شہری کی حیثیت سے انہوں نے جن مسلمانوں کو رہنے کی اجازت دی ہے ہمیں امید ہے کہ وہ ان پر کوئی ایسی شرط مسلط نہیں کریں گے جس سے ان کے قومی اور مذہبی جذبہ کو ٹھیس پہنچے اور وہ مجبور ہو کر یہاں سے فرار کا راستہ اختیار کریں، پاک وہند

Marfat.com

میں آج بھی انگلستان کے جو شہر آباد ہیں، انہیں جبری قانون کے ذریعہ اس کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنی قومی تہذیب اور اپنی مذہبی روایات سے دستبردار ہو جائیں۔ اس پہ ہم امید کرتے ہیں کہ برطانیہ کے وسیع فرماں روا مخلوط تعلیم کے مسئلہ کا اس رخ سے اگر جائزہ لیں کہ اسے نافذ کرنے سے ایک قوم کی تہذیبی روایت مجروح ہوتی ہے تو ہمیں یقین ہے کہ ہماری دشواریوں کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکل آئے گا۔ آخر آج سے چند سال قبل سکھوں کی پگڑی کے خلاف حکومتِ برطانیہ نے جو سرکلر جاری کیا تھا، وہ صرف اس بنیاد پر واپس لیا گیا کہ اس سے ایک قوم کے مذہبی جذبہ کو ٹھیس لگتی تھی، مخلوط تعلیم کے سوال پر برطانیہ کے مسلمانوں کی بے چینیوں کے ازالے کے لیے چند تجاویز مرکزی جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ کی طرف سے پیش کی جا رہی ہیں اگر ان میں سے کوئی قابل قبول ہو تو ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ اس پر غور کیا جائے۔

تجاویز:۔

۱۔ مخلوط تعلیم کے بجائے لڑکیوں کی جداگانہ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے جیسا کہ عہد قدیم سے آج تک کا سسٹم چلا آ رہا ہے۔

۲۔ اگر یہ تجویز قابلِ قبول نہ ہو تو مسلمانوں کو اپنی لڑکیوں کا علیحدہ سکول کھولنے کے لیے معقول گرانٹ دی جائے۔

پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی کے زیر سرپرستی پیش کی جانے والی دوسری تجویز کو حکومت برطانیہ نے اخلاقی طور پر تسلیم کر لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ برطانیہ میں مسلمان لڑکیوں کے علیحدہ سکول کے بننے کا عمل اس تجویز کے بہت دیر بعد سامنے آیا، لیکن الحمدللہ اس وقت برطانیہ میں مسلمان لڑکیوں کے لیے علیحدہ سکول موجود ہے۔

Marfat.com

اسلامک مشنری کالج کا قیام

پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی نے برطانیہ کے قیام کے دوران ایک بات کو خاص طور پر محسوس کیا کہ ہمارے پاس تبلیغ اسلام کا وہ نظام موجود نہیں جو غیر مسلموں میں اسلام پھیلانے کے لیے مفید ثابت ہو سکے، کیونکہ عربی درسگاہوں سے عام طور پر جو علمائے کرام فارغ ہوتے ہیں انہیں دنیا کی دوسری زبانیں نہیں آتیں کہ وہ دوسروں قوم کے ساتھ افہام و تفہیم کا رابطہ قائم کر سکیں، اور انگریزی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ افراد، اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری زبانوں پر بھرپور قدرت رکھتے ہیں مگر ان کے پاس دین کا اتنا علم نہیں ہوتا کہ وہ اسکی صحیح انداز میں وکالت کر سکیں، سو پیر صاحب نے محسوس کیا کہ ایک ایسے ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں علمائے اسلام کو بین الاقوامی زبانوں میں سے کسی ایک زبان میں لسانی تربیت دی جائے اور اس قابل بنایا کہ وہ غیر مسلم اقوام میں دین اسلام کے فروغ کیلئے کام کر سکیں۔ اس مقصد کیلئے ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام اسلامک مشنری کالج کا قیام پیر صاحب کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ 14 اگست 1974 اس کالج کا افتتاح ہوا، کویت کے الشیخ محمد سلیمان نے اس کا افتتاح کیا۔ اس سے پہلے کہیں بھی اس طرح کا کوئی ادارہ اور پھر خاص طور پر یورپ میں ایسے کسی ادارے کے قیام کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن پیر صاحب کی کوشش اور بے پناہ جدوجہد نے اس مشکل ترین کام کو ممکن بنا دیا۔ اس مقصد کے لیے بریڈفورڈ میں بریڈفورڈ یونیورسٹی کے بالکل سامنے، پتھر کی ایک عمارت چالیس ہزار پونڈ میں خرید لی گئی، جس میں اٹھارہ چھوٹے بڑے کمروں کے علاوہ دو وسیع ترین ہال بھی موجود ہیں، اور اس میں داخل ہونے والے طالب علموں کے متعلق یہ طے کیا گیا کہ دنیا کے کسی بھی خطے سے صرف وہی مسلم طلبہ کالج میں داخل کیے جائیں گے جو صحت، ذہانت، دیانتداری، طبعی اوصاف، اخلاقی محاسن اور عمل و تقوی کے اعتبار سے کالج کے مطلوبہ معیار پر پورے اترتے ہوں، کالج کی طرف سے طلبہ کو رہائش، علاج، اور درسی کتب کی سہولتوں کے علاوہ حسب استطاعت وظائف دینے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

Marfat.com

اسلامک مشنری کالج کے اغراض ومقاصد میں دو بنیادی باتیں رکھی گئیں، ایک یہ کہ جدید عربی، انگریزی، فرنچ، ، ڈچ اور دنیا کی دوسری لٹریری زبانوں میں علمائے اسلام کو تحریر و تقریر کی تربیت دینا اور انہیں دعوت وتبلیغ کے فکری اور عملی وسائل سے مسلح کر کے اس قابل بنانا کہ وہ غیر مسلم اقوام میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے سکیں اور دوسری بات یہ رکھی گئی کہ افریقہ، یورپ اور امریکہ کی مسلم آبادیوں میں دینی تعلیم کے مراکز قائم کرنا اور ماحول کی ضرورت کے مطابق ہر ملک کے لیے دینی تعلیم کا ایسا نصاب تیار کرنا جو وہاں کے مسلمان بچوں اور نوجوانوں کو اسلام سے مربوط رکھ سکے۔

تعلیمی نظام میں دو طرح کے نصاب پڑھائے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلا نصاب تعلیم ان ملکوں میں رہنے والے مسلمان بچوں کے لیے تھا، جہاں پانچ سال سے لے کر سولہ سال کی عمر تک جبری تعلیم کا قانون نافذ ہے۔ یہ یومیہ دو گھنٹے کا پارٹ ٹائم کورس ہوگا، جو مختلف مراحل سے گزرتا ہوا، دس سال میں مکمل ہوگا۔ دوسرا نصاب تعلیم جسے کالج لیول کا نصاب کہا جائے گا، ان علماء کے لیے ہوگا جو کسی بھی مستند عربی دار العلوم سے درجہ فضلیت پاس کر چکے ہوں گے، اس کورس کو مرحلہ تحقیق (ڈاکٹریٹ آف فلاسفی) کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کا کورس عربی، انگریزی، فرنچ سواجسلی اور ڈچ زبان سے کسی ایک زبان میں تین سال کے اندر مکمل کیا جا سکے گا۔ یہ کورس پانچ فیکلٹیز پر مشتمل ہوگا، فیکلٹی آف اسلامک مشنری لٹریچر، فیکلٹی آف اسلامک مشنری آرٹ، فیکلٹی آف اسلامک مشنری سائنس، فیکلٹی آف اسلامک مشنری فلاسفی، فیکلٹی آف اسلامک مشنری ایڈمنسٹریشن۔ ہر فیکلٹی کے طالب علم کے لیے اختیاری مضامین کے علاوہ نو عدد لازمی مضامین بھی ہونگے۔

۱۔ لندن یونیورسٹی کا او لیول اور اے لیول کورس

۲۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں کتابوں اور مضامین کے ترجمے

۳۔ مختلف موضوعات پر انشا پردازی و مضمون نگاری

۴۔ مختلف عنوانات پر برجستہ تقریروں کی مشق

۵۔ زندگی میں پیش آنے والے مسائل پر بحث و مذاکرہ

Marfat.com

۶۔ دنیا کے مختلف ادیان و تحریکات کا تقابلی مطالعہ،

۷۔ تبلیغی، تنظیمی اور انتظامی امور کی عمل مشق

۸۔ تربیتی سفر اور نئے ماحول کو متاثر کرنے کا تجربہ

۹۔ معلومات عامہ اور مشاہدہ۔

اس کالج کی انتظامیہ مغربی اور مشرقی علوم کے ماہرین پر مشتمل دو مجالس کی صورت میں بنائی گئی۔ ایک گورننگ باڈی اور دوسری اکیڈمک بورڈ، اکیڈمک بورڈ میں دنیا بھر کے مختلف حصوں سے قدیم و جدید علوم کے نناوے، دانشوروں کا انتخاب کیا گیا اور گورننگ باڈی میں پیر سید معروف شاہ عارف نوشاہی کے ساتھ درج ذیل شخصیات شامل تھیں۔

۱۔ ڈاکٹر حنیف اختر کاظمی، پی ایچ ڈی (لندن) ڈی آئی سی بیرسٹر، ایم آئی ای الیف (انسٹ) پی سی (رنگ)

بی ای (وزٹنگ پروفیسر کویت یونیورسٹی)

۲۔ علامہ الحاج ارشد القادری (فاصل درس نظامیہ مبارک بورڈ)

۳۔ الحاج راجہ محمد عارف

۴۔ الحاج غلام السیدیں (ایم اے چارٹرڈ اکاونٹنٹ (لندن))

۵۔ علامہ قمر الزمان اعظمی مصباحی (فاصل علوم)

۶۔ الاکتور محمد عونی الطائی البغدادی (ڈی آرک لندن)

۷۔ علامہ ابوالمحمود (نشتر) ایم اے فاضل عربی

اسلامک مشنری کالج کے زیر اہتمام ہر سال ایک تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا جاتا تھا جس میں طالب علموں کو اسناد عطا کی جاتی تھیں۔ اسلامک مشنری کالج مین جو اساتذہ کرام اس وقت پڑھاتے ہیں، ان کے نام درج ہیں۔

۱ حضرت علامہ محمد سعید احمد سعیدی،

۲ حضرت علامہ حافظ محمد اسلم

Marfat.com

۳ حضرت مفتی عبداللہ قادری

۴ حضرت علامہ علی اکبر سجاد

5 حضرت علامہ منصور احمد میر پوری

۶ حضرت علامہ عبدالطیب کاشمیری

۷ حضرت مولانا محمد بوستان ناصر

8 مولانا مسعود احمد میر پوری

9 مولانا گل نواز چشتی

۱۰ سید ظہور الحسن شاہ

۱۱ علامہ محمد حنیف قمر

۱۲ ڈاکٹر علی عراقی

اسلامک مشنری کالج کی چھٹی سالانہ تعلیمی کانفرنس جو پیر سید معروف حسین شاہ عارف نوشاہی کی زیر نگرانی ہوئی، اس کے اشتہار سے پتہ چلتا ہے کہ اس موقع پر قرآن مجید حفظ کرنے والے پندرہ طلباء کی دستار بندی کی گئی۔

اسلامک مشنری کالج کے زیر اہتمام دینی تربیتی کیمپ بھی لگاتے جاتے تھے، اس سلسلہ میں پیر صاحب نے بریڈفورڈ میں چالیس روزہ دینی تربیتی کیمپ کا اہتمام کرایا، ان تربیتی کیمپوں کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ یورپ کے جن ممالک میں مسلمان رہتے ہیں، وہاں کی سوسائٹی مسلمان بچوں اور نوجوانوں کے لیے بہت تباہ کن ہے، سو اس بات کی ضرورت تھی کہ نئی نسل کو فکری اور اخلاقی طور پر اسلام کے ساتھ مربوط رکھا جائے۔ اس لیے انہوں نے چالیس روزہ دینی تربیتی کیمپ کا اہتمام کیا کہ نوجوان چالیس دن ایسی روحانی اور فکری تربیت گاہ میں گزاریں، جہاں باہر کی دنیا سے انکا کوئی تعلق نہ ہوتا کہ وہ خالص دینی ماحول کا اثر آسانی سے قبول کر لیں، ان چالیس دنوں میں علمی اور عملی طریقوں سے انہیں دینی زندگی سے اس قدر مانوس کر دیا جائے کہ وہ ناسازگار ماحول میں بھی اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکیں اس سلسلے میں جو کورس ترتیب دیا گیا تھا، وہ اسلامی انداز کی

Marfat.com

شخصیت کی تعمیر کیلئے بہت جامع اور بنیادی تھا۔

اشتہار

جلسہ دستار بندی،

اسلامک مشنری کالج چار طالب علموں کے حفظ کرنے پر اشتہار

19 اگست 1981

تقریباً وہی اساتذہ ہیں

علمائے کرام میں مفکر اسلام پر سید عبدالقادر شاہ صاحب گیلانی،

حضرت پیر زاہد حسین صاحب رضوی

صاحبزادہ محمد امداد حسین چشتی

زیر سرپرستی، پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی

چھٹی سالانہ کانفرنس کے (اشتہار) کی تفصیلات

اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ 26 اکتوبر 1986

چھٹی سالانہ تعلیمی کانفرنس

زیر صدارت، ڈاکٹر سید حنیف اختر کاظمی

چیئرمین اسلامک مشنری کا بریڈفورڈ

زیر نگرانی سید پیر معروف حسین شاہ نوشاہی

بانی دی ورلڈ اسلامک مشن

مرکزی جمعیت تبلیغ اسلام،

وائس چیئرمین۔ اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ۔

مہمان علمائے کرام / حضرت علامہ قمر الزمان صاحب اعظمی، مفتی غلام رسول صاحب شیخ (الحدیث) ، سید محمد مظہر شاہ لاہوری، مولانا غلام رسول خطیب چکسورای، مولانا حافظ محمد فاروق چشتی، علامہ خالد

Marfat.com

حسین نوشاہی، علامہ غلام مرتضٰی صابر نوشاہی، مولانا قاری غلام یٰسین صاحب، حضرت مولانا قاری محمد اقبال نوشاہی، علامہ محمد بشیر صاحب سیالوی، مولانا سید کوثر حسین شاہ نوشاہی، مولانا سید طاہر شاہ ابرار، صاحبزادہ سید قطب شاہ ابدال۔

درس نظامی کی تعلیم دینے والے اساتذہ

۱۔ علامہ محمد سعید احمد صاحب سعیدی

۲۔ حضرت علامہ حافظ محمد اسلم صاحب

۳۔ حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب قادری

۴۔ حضرت علامہ علی اکبر سجاد

۵۔ علامہ مقصود احمد میر پوری

۶۔ علامہ عبداللطیف کاشمیری

۷۔ مولانا محمد بوستان ناصر

۸۔ مولانا مسعود احمد میر پوری

۹۔ مولانا گل نواز چشتی

۱۰۔ سید ظہور الحسن شاہ

۱۱۔ علامہ محمد حنیف قمر ایم اے

۱۲۔ ڈاکٹر علی عراقی

اشتہار

اسلامک مشنری کالج

13 طالب علم کے حفظ کرنے پر انکی دستار بندی کا جلسہ

زیر صدارت:۔ صاحبزادہ سلطان پیر فیاض الحسن، زیب آستانہ عالیہ، سلطانیہ قادریہ جھنگ

مہمان خصوصی:۔ پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی، سجادہ نشین، آستانہ عالیہ، نوشاہیہ قادریہ گجرات

Marfat.com

17 اگست 1983 بروز اتوار

علمائے کرام:۔ استاز العلماء حضرت علامہ مفتی گل رحمان برمنگھم

مولانا حافظ محمد عظیم نوشاہی، مولانا غلام مرتضیٰ صابر نوشاہی، مولانا حافظ محمد فاروق، حضرت مولانا محمد طفیل اظہر، نازش خطابت، مولانا غلام رسول خطیب چکسواری، حضرت مولانا قاری محمد ابراہیم، مولانا پیر سید کوثر حسین شاہ، مولانا محمد وزیر احمد خان، نوشاہی۔ (اساتذہ کرام کے وہی نام ہیں جو پہلے اشتہار میں درج ہیں۔

کنز الایمان

کسی ایک زبان کی عبارت کو دوسری زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل کام ہے اور اگر یہ عبارت شعری وادبی انداز کی ہو تو یہ مشکل اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔ مترجم لاکھ کوشش کرے، اصل عبارت کی فصاحت وبلاغت پوری طرح دوسری زبان میں منتقل نہیں کر سکتا ترجمہ میں اول تو وہ حسن برقرار نہیں رکھا جاسکتا جو اصل میں تھا۔ پھر یہ کہ دوسری زبان میں اصل زبان کے الفاظ کا صحیح بدل اور متبادل تلاش کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ مشکل مزید کئی گنا بڑھ جاتی ہے، جب اصل عبارت ایک انتہائی وسیع زبان میں ہو اور جس زبان میں ترجمہ کرنا ہے، وہ محدود ہو۔

ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ عربی زبان انتہائی وسیع زبان ہے۔ اس میں ایک چیز کے لیے بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً علامہ حمزہ نے مصیبت (دَاهِيَة) کے لیے عربی میں استعمال ہونے والے الفاظ جمع کرنے کی کوشش کی تو وہ چار سو الفاظ تک پہنچ کر تھک گیا۔ اس کے لیے اتنے الفاظ آئے کہ ماہرین لغت نے استقصاء کی کوشش کی تو تھک کر کہہ دیا ''مصیبت کے لیے آنے والے الفاظ نے تو ہمیں مصیبت میں ڈال دیا (فجر الاسلام صفحہ 162) ایک ہی زبان میں اتنے سارے الفاظ کو لوگ عام طور پر مترادفات کہہ دیتے ہیں یعنی ہم معنی الفاظ ہیں لیکن ایک زبان میں جب پہلے سے ہی کوئی لفظ موجود تھا تو کسی کو کیا پڑی تھی کہ وہ دوسرا لفظ اُسی زبان میں وضع کرنے کا تردد کرے، نہیں ان تمام الفاظ میں تھوڑا تھوڑا فرق ضرور ہوتا ہے۔ عرب بدو جنگی ساری زندگی زیادہ تر مصائب میں بسر ہوتی تھی، انہوں نے مصائب اور اس کی بہت سی قسموں کے لیے الگ الگ الفاظ وضع کیے۔ ظاہر ہے مصائب کئی قسم کے ہیں مثلاً ذہنی صدمہ ہے، جسمانی صدمہ ہے پھر انہوں نے ذہنی صدموں کی ہر قسم کے لیے الفاظ وضع کیے۔ محبوبہ کی طرف سے بیوفائی کا صدمہ، بھائیوں کی طرف سے بیوفائی کا صدمہ۔ اولاد کی طرف بیوفائی کا صدمہ، جسمانی صدمے ہزار قسم کے ہیں۔ موسم کی مصیبت، باد سموم چل پڑی، بارش زیادہ ہوئی اور خیمے بیکار ہو گئے، بارش نہ ہوئی اور جانوروں کی گھاس ختم ہو گئی گھر اکھاڑنا پڑا، بجلی گر گئی، ژالہ باری سے نخلستانوں کو نقصان ہوا، جسم

Marfat.com

کے صدموں میں زخم ہیں، چوٹ لگی، چوٹ سے زخم آیا، یا جسم پر ہی نیل پڑ گیا، ہڈی ٹوٹ گئی، تلوار کا زخم، نیزے کا زخم کلہاڑی بھالے کا زخم غرضیکہ ایسے تمام حالات اور تمام کیفیات جن کیلئے ہم ایک پورے جملہ میں مفہوم ادا کر پاتے ہیں، عرب ایک لفظ استعمال کرتے ہیں (ONE WORD)۔ اور اسی چیز کو وسعت زبان کہتے ہیں۔

عربی زبان میں ایک چیز ہے "باب" اسکے بدل جانے سے معانی میں تھوڑا فرق آجاتا ہے۔ باب اٹھارہ ہیں اور ہر باب ایک ہی لفظ سے مشتق الفاظ کے معانی کو دور تک لے جاتا ہے۔ قرآن کے مترجم بالعموم اس کا خیال نہیں رکھتے پھر عربی میں ایک اور چیز ہے جسے لغتِ اضداد کہتے ہیں یعنی بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انکے دو معنیٰ ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے متناقض اور متضاد، جیسے "اشتریٰ" کا لفظ ہے کہ اس کے معنیٰ خریدنا اور بیچنا بھی ہیں۔ لفظ اپنے محلِ استعمال سے اپنے معانی واضح کرتا جاتا ہے۔ قرآن کا ترجمہ کرنے والے کو اس کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔

پھر ایک ہی لفظ ہے جو عرب کے مختلف علاقوں میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا تھا جیسے "لبن" کا لفظ حجاز میں دودھ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا اور اس سے مختلف ابواب کے تحت مختلف الفاظ وضع ہوئے تھے۔

"لبین"، "لبانہ"، "لبنی" وغیرہ اور سب میں بنیادی لفظ لبن کے معنی یعنی "دودھ" موجود تھا۔ نجد میں دودھ کے لیے حلیب کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اور پتلے دہی (جو لسی کی حالت کے قریب ہو) کے لیے لبن کا لفظ بولا جاتا تھا۔ آج جب نجدیوں کی حکومت عرب پر آئی تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے اپنے علاقہ کی زبان کو عربی پر حاوی کرنے کی مہم شروع کر دی۔ یوں عربیٔ مبین کو فنا کیا جا رہا ہے۔ اب وہ "حلیب" اور "لبن" کو اپنے معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح وہ عربی کے بہت سے الفاظ کو بے معنی کر رہے ہیں۔ مثلاً "لبینہ" زیادہ دودھ والی بکری کو کہتے تھے تو کیا آج اس کے معنی زیادہ لسی یا دہی دینے والی بکری کے معنی لیے جائیں گے خیر یہ الگ بحث اور بہت بڑا موضوع ہے۔

قرآن حکیم عربیٔ مبین میں نازل ہوا۔ قرآن حکیم کا ترجمہ کرتے ہوئے اس بات کو بھی

Marfat.com

دیکھا جانا چاہیے کہ نزول قرآن کے وقت عربی مبین میں اسکے کیا معنی تھے۔

ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک ہی لفظ کے ساتھ حرفِ جار (Proposition) آ کر لفظ کے معنی بدل دیتا ہے۔ مثلاً "ضرب" کے ساتھ "ب" کا حرف جار آئے تو اسکے معنی کسی چیز کے توسط سے کسی چیز کو مارنے کے

(To Strike With) یا (To Be At With)

ضرب کے ساتھ "ل" آئے تو اسکے معنی بیان کرنے کے ہیں یعنی ضرب لھم (اس نے انکو بتایا) ضرب کے بعد فی آ گیا تو ضرب فی الارض کے معنی ہو گئے۔ وہ سفر کے لیے نکلا۔ اسی طرح ضرب علی کے معنی بند کر دینے کے ہیں۔ حروف جار بدلنے سے لفظ کا اصل مفہوم بدل جاتا ہے۔ یہ بات صرف عربی یا انگریزی زبان میں ہے۔ انگریزی میں بھی MAKE UP کے معنی ہیں کمی پوری کرنا MAKE OUT کے معنی ہیں سمجھ لینا GET UP کے معنی اٹھنا، جاگ اٹھنا GET AT رسائی حاصل کرنا GET OUT کوئی جگہ چھوڑ کر نکل جانا GET ON سوار ہونا وغیرہ ہیں۔

اس موضوع پر ایک انتہائی جانفشانی سے مرتب کی جانے والی کتاب "معنی اللبیت" ہے۔ قرآن کے مترجم کو اس پر بھی عبور ہونا چاہیے۔ عربی کے بعض الفاظ کثیر المعانی ہیں۔ محل استعمال کو دیکھ کر معانی کا تعین ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم کے ترجمہ میں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ زندہ زبانوں کا ایک خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے الفاظ ہضم کرتی جاتی ہیں اور اپنی لغت میں وسعت پیدا کر لیتی ہیں، مثال کے طور پر "سجیل" کا لفظ قرآن پاک میں استعمال ہوا مگر یہ عربی لفظ نہیں جو الفاظ عربی نے دوسری زبانوں سے لیے ہیں اور تھوڑی تبدیلی سے اپنا لیے ہیں انہیں معرب کہتے ہیں "سجیل" بھی معرب ہے۔ یہ فارسی لفظ "سنگِ گل" مٹی سے بنا ہوا پتھر (یا سنگریزہ) سے معرب کرایا گیا ہے۔ قرآن کے مترجم کو ایسے الفاظ کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لفظ اپنی اصل زبان میں کن معنوں میں مستعمل تھا۔

بعض ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو ایک زبان سے دوسری زبان میں مِن وعَن اپنی اصل

Marfat.com

صورت میں چلے جاتے ہیں مگر ان کا مفہوم ساتھ نہیں جاتا بلکہ کسی اور مفہوم میں استعمال ہونے لگتے ہیں۔اب اگر مترجم اس لفظ کو دیکھے اور یہ سمجھے کہ میری زبان میں بھی لفظ موجود ہے اور وہی لفظ استعمال کرتے تو بھی مفہوم پر بہت اثر پڑتا ہے مثال کے طور پر ''رَقیب'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''نگران کار'' ہیں یہ لفظ اللہ کے صفاتی نام کے طور پر قرآن حکیم میں بھی استعمال ہوا فارسی اور اردو میں یہ لفظ اپنی اصل حالت میں موجود ہے مگر اس کے معنی کچھ اور ہو گئے ہیں۔ایک محبوب کے دو چاہنے والے ایک دوسرے کے رقیب کہلاتے ہیں۔انہیں ایک دوسرے کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔فارسی اور اردو شاعری کا بڑا حصہ رقیب روسیاہ کو گالیاں دینے پر مشتمل ہے۔اگر ہم ترجمۂ قرآن میں بھی اسی طرح یہ لفظ استعمال کر دیں تو مفہوم اور کا اور ہو جاتا ہے۔

یا مثلاً ''مکر'' کا لفظ یا ''کید'' کا لفظ عربی میں خفیہ تدبیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اردو میں مکر کا لفظ موجود ہے مگر یہ انتہائی مکروہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ادھر قرآن حکیم نے یہ لفظ خدا کے لیے استعمال کیا ہے اور ترجمہ کرنے والوں نے یہاں احتیاط ملحوظ نہیں رکھی۔فصیح و بلیغ زبانوں میں ''محاورات'' استعمال ہوتے ہیں اور انکا استعمال حسن بیان سمجھا جاتا ہے۔محاورہ میں الفاظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوی میں استعمال ہوتے ہیں، اس لیے انکا لفظی ترجمہ بہت بڑی حماقت ہے کیونکہ اس سے مطلب ''غتر بود'' ہو جاتا ہے مثال کے طور پر ''باغ باغ ہونا'' اردو زبان کا محاورہ ہے جس کے معنی بہت خوش ہونا ہیں۔اب اگر ایک آدمی ''وہ باغ باغ ہو گیا'' کا فارسی زبان میں یوں ترجمہ کرے ''او گلزار گلزار شد'' یا انگریزی زبان میں یہ ترجمہ کرے کہ He became Garden Garden تو کیا آپ کو اس کے پاگل پن کا یقین نہیں ہو جائے گا۔عربی بڑی فصیح و بلیغ زبان ہے، اس میں ہزاروں لاکھوں محاورات موجود ہیں۔قرآنِ حکیم نے انہیں استعمال کیا کیونکہ یہ تو فصیح ترین کلام ہے مگر مترجمین قرآن نے بالعموم اس کا خیال نہیں رکھا اور وہی صورتِ حال پیدا کر دی۔

ایک اور بات جس کا مترجم قرآن کو خیال رکھنا چاہیے۔وہ ایک زبان کا اندازِ بیان ہے۔ظاہر ہے ہر زبان میں بیان کا انداز اور پیرایہ دوسری سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ترجمہ نگار کو اس

بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اسے اصل زبان کے اندازِ بیان اور جس زبان میں وہ بات کو منتقل کر رہا ہے اس کے اندازِ بیان میں پوری مہارت ہو مثال کے طور پر قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ دیکھئے۔

''اِنَّا نَحنُ نَزَّ لنَا الذِ کرَ اِنَّا لَہُ لَحا فِظُو ن''

اس آیت میں ''ہم'' کا لفظ چار دفعہ استعمال ہوا ہے اور صرف اس لیے کہ کلام میں زور پیدا کیا جائے۔ اب اگر ترجمہ کرنے والا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے یوں لکھ دیتا ہے ''بے شک ''ہم'' نے ''ہم نے'' ''ہم نے'' نازل کیا قرآن کو اور اس کی حفاظت کرتے ہیں تو متکلم کے کلام میں وضاحت معلوم نہیں ہو گی۔

قرآن حکیم میں ضرب الامثال تلمیحات اور اصطلاحات بھی ہیں اور جب تک انکی تشریح نہ ہو لفظی ترجمہ سے بات سمجھائی نہیں جا سکتی۔ اس لیے علمائے اسلام اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن حکیم کا لفظی ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اسکی ترجمانی کی جائے اور تفسیری نکات کو سمیٹ کر اس ترجمانی میں ضم کیا جائے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے قرآن حکیم کا لفظی ترجمہ تفہیم قران میں مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔

یہ تھیں وہ مشکلات جن کے پیش نظر عرصہ دراز تک علماء اس امر پر مصر رہے کہ کسی دوسری زبان میں قرآنِ حکیم کا ترجمہ کیا جائے۔ قرآن فہمی کا طالب عربی زبان میں مہارت حاصل کرے اور پھر قرآن پر غور و فکر شروع کرے۔ لوگ اس پابندی کو آج اُن علماء کی تنگ نظری اور علم دشمنی خیال کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک ان لوگوں کا اپنے دور کے مطابق یہ فیصلہ درست تھا بلکہ آج بھی بڑی حد تک درست ہے جب تک مترجم کو ان تمام امور میں مہارت نہ ہو جو ہم نے بیان کئے ہیں اسوقت تک وہ ترجمہ قرآن کے کام میں ہاتھ نہ ڈالے۔

قرآن حکیم کا سب سے پہلا ترجمہ فارسی زبان میں شیخ سعدی شیرازی نے کیا اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر پھر فارسی میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے ترجمہ کیا۔ اسکے بعد اردو میں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجمے آئے پھر مختلف لوگوں نے تراجم کئے۔ ان تراجم کی خامیوں کو دیکھ کر امام

Marfat.com

احمد رضا خان کو تحریک ہوئی اور انہوں نے کنز الایمان کے نام سے قرآن حکیم کا ترجمہ کیا جو ایک طرح کی ترجمانی ہے کہ اس میں تفسیر کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

امام احمد رضا خان کی ولادت بریلی شریف کے محلّہ جسولی میں 10 شوال 1272ھ ہجری بمطابق 14 جون 1856ء ہوئی آپ کا سن ولادت قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ سے نکالا گیا۔

''اُو لٰئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡ بِھِمُ الایمَانَ وَ اَیَّدَ ھُمۡ بِرُوۡ حٍ مِّنۡہُ''

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان رکھ دیا اور اپنی طرف کی روحانیت سے ان کی مدد کی)

آپ کے والد بزرگوار کا نام مولانا محمد نقی علی خان تھا۔ آپ نے تقریباً تمام کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ عربی ادب، تفسیر، حدیث، فقہ اور اپنے زمانہ کے دیگر علوم میں مہارت تامہ حاصل کی اور مسند افتخار پر فائز ہوئے آپ نے تقریباً ہر دینی موضوع پر بے شمار کتب تصنیف کیں اور بہت سے مسائل میں جامع و مفصل فتوے دیئے۔

آپ کے بے پناہ دینی کام کی تفاصیل اس وقت ہمارا موضوع نہیں اس وقت ہمارا موضوع کنز الایمان ہے۔ ''کنز الایمان'' اور دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ بہت بڑا موضوع ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا اور لکھا جائے گا۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتا صرف چند اشارات پر اکتفاء کرتا ہوں

ہمیں قرآن حکیم کھولتے ہی چند مقامات پر رُکنا پڑتا ہے۔ سورہ فاتحہ ایک دعا ہے اور اس دعا کا جواب پورا قرآن حکیم ہے۔ دعا میں دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں خبر نہیں دی جاتی مگر یہ کیا اللہ کی تعریف سے بات شروع کی گئی مالک یوم الدین تک تعریف ہوئی آگے یہ کلمہ آیا۔

''اِیَّا کَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّا کَ نَسۡتَعِیۡن''

اب اسکے تراجم دیکھیئے۔

ترا می پرستیم واز تو مدد می طلبیم (شاہ ولی اللہ)

(یعنی ہم تجھے پوجتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) اس ترجمہ میں ایک تو وہ حصر اور تخصیص نہیں جو لفظ اِیَّا کَ میں ہے، دوسرے خبر ہے دعا نہیں اب اور تراجم دیکھیئے۔

''تجھ ہی کو عبادت کرتے ہیں ہم اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ہم (شاہ رفیع الدین صاحب)

''ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے درخواست اعانت کرتے ہیں'
' (اشرف علی تھانوی صاحب)

ان تراجم میں ''تجھ ہی'' اور ''آپ ہی'' کے الفاظ سے حصر اور تخصیص آ گئی ہے اور وہ ایک اعتراض دور کر دیا گیا ہے جو ہم نے شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ میں اٹھایا تھا مگر دوسرا اعتراض اسی طرح باقی ہے یعنی یہ تو خبر دی گئی ہے کہ ''ہم تجھی کو پوجتے ہیں اور تجھی سے طلبگارِ اعانت ہوتے ہیں'' یہ دعا کے الفاظ نہیں پھر جب کہنے والے عبادت بھی خدا کی ہی کر رہے ہیں اور مدد بھی اسی سے مانگنے کے عادی ہیں تو یہی تو صراطِ مستقیم ہے پھر وہ آگے صراطِ مستقیم کونسا مانگتے ہیں وہ تو پہلے ہی صراطِ مستقیم پر ہیں۔ ان اعتراضات کو ذہن میں رکھیئے اور اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھیے۔

''ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں'' (کنزالایمان)

سوچیے تو اب دونوں اعتراض دور ہو گئے ''تجھی'' میں حصر اور تخصیص بھی آ گئی اور الفاظ بھی دیا کے ہیں اس سے اگلی آیت دیکھیئے۔

''اِھْدِ نَا الصِّرا طَ الْمُسْتَقِيمَ''

(بنما مارا راہِ راست) (شاہ ولی اللہ صاحب)

دکھا ہم کو راہ سیدھی (شاہ رفیع الدین صاحب)

بتلا دیجیے ہم کو راستہ سیدھا (اشرف علی تھانوی صاحب)

لفظ تھوڑے بدل گئے ہیں مگر ترجمہ ایک ہی ہے۔ اسی ترجمہ پر ہمیں ایک تو وہی اعتراض ہے جو پچھلی آیت کے ترجمہ سے منسلک ہے کہ جب قائل عبادت اور دعا صرف اللہ سے مخصوص کرتا ہے وہ مشرک سے ہٹ گیا اور یہی صراطِ مستقیم ہے پھر وہ کونسا صراطِ مستقیم دیکھنا چاہتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ سیدھا راستہ دیکھنے کی تمنا اور التجا ایک غیر مسلم تو کر سکتا ہے مگر ایک مسلمان ہر نماز میں یہ کیوں پڑھتا ہے ''دکھا ہم کو سیدھی راہ'' اولیاءؒ وصحابہؓ بلکہ خود حضور ﷺ

بھی یہی کہتے رہے اور زندگی کی آخری سانس تک کہتے رہے "دکھا ہم کو سیدھی راہ" تو کیا معاذ اللہ حضور بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (جملہ آپ سمجھ گئے ہم لکھنے کی گستاخی نہیں کر سکتے)

ان کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

"چلا" اور "دکھا" میں جو نازک فرق ہے، اسے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں مگر ہم بھی کچھ وضاحت کیے دیتے ہیں اِھد فعل امر ہے جو التجا اور درخواست کے لیے بھی آتا ہے اور حکم کے لیے بھی، ظاہر ہے یہاں التجا کے لیے ہے۔ امر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وقتی اور ہنگامی، دوسرے دوامی اور استمراری جیسے اُدْعُ (بلا اور بلاتا رہ یا بلاتا چلا جا) دونوں معنی دے گا۔ "دکھا" کا مفہوم ہنگامی اور وقتی ہے "دکھا ہم کو سیدھی راہ" کہنے والے نے کہا مجھے فلاں کے گھر جانا ہے، راستہ دکھائیں آپ نے اسے دکھا دیا کہ یہ سڑک چلے جاؤ پھر وہاں تک جاؤ اور اتنے نمبر پر فلاں ہاتھ پر اسکا گھر آجائے گا بس آپ فارغ ہو گئے۔ لیکن "چلا" میں استمرار اور دوام آجاتا ہے کہ "اے خدا ہمیں صراطِ مستقیم پر ہی چلاتا جا"

ہدایت کے تین درجے ہیں پہلا درجہ ہے صرف رہنمائی یعنی رستہ دکھا دینا "اِنَّا هَدَیْنٰهُ النجدین" "ہم نے دو راستے دکھا دیے۔ دوسرا درجہ ہے "راہبری" کس نے آپ سے کسی کے گھر کا راستہ پوچھا آپ اسکے ساتھ چل پڑے اور اسے مطلوبہ گھر تک پہنچا دیا۔ یھدی بہ کثیرا (بہت سے لوگوں کو اللہ اس قرآن کے ذریعہ سے منزل پر پہنچا دیتا ہے) اور ہدایت کا تیسرا درجہ ہے۔ انعامات کی بارش کرنا۔

"والی لَغفّار" لِمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی"

(یقیناً میں بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہوں اسکی جس نے توبہ کی پھر ایمان لایا پھر اعمال صالحہ کی پھر ہدایت پائی)

ظاہر ہے کہ توبہ کے بعد ایمان لاکر اعمال صالحہ کرتے رہنے کے بعد "ہدایت" حاصل ہونے کے معنی ہیں۔ انعامات کی بارش ہدایت کے ان تین درجوں کے لیے اعاظم مفسرین یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ اراۃ الطریق (راستہ دکھا دینا)

۲۔ ایصال الی المطلوب (مطلوب تک پہنچا دینا)

۳۔ اتمامِ نعمت (نعمت کی تکمیل، انعامات کی بارش)

قرآن حکیم ھُدًی لِلنَّاس بھی ہے۔ یہ ہدایت پہلے درجہ میں ہے۔ ھُدَی اللہ الَّذِیْنَ اُمْتُولہ، یہ دوسرے درجہ کی ہدایت ہے اور ھُدًی لِّلْمُتَّقِین تیسرے درجہ کی ہدایت ہے۔ ''ہم کو سیدھا راستہ چلا'' میں چلا کا لفظ یہ تمام مفہوم سمیٹے ہوئے ہے۔

ایک اور آیت یونہی اوراق الٹنے پر سامنے آ گئی۔ آپ بھی دیکھئے۔

''وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ'' (آل عمران 142)

(وہنوز تمیز نساختہ رست خدا آنرکہ جہاد کردہ اندر از شما (شاہ ولی اللہ)

ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑے ہیں۔ (شاہ عبدالقادر)

اور حالانکہ نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرتے ہیں تم میں سے (شاہ رفیع الدین)

ان تراجم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ ابھی تک یہ نہیں جان سکا کہ مسلمانوں میں سے کون جہاد کرینگے۔ یہاں سے اللہ کے علم کا کم ہونا ثابت ہوتا تھا۔ ترجموں کی اس کمزوری کو بعد کے مترجمین نے محسوس کیا اور اسے دور کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے اور اپنی طرف سے بریکٹیں ڈال کر معاذ اللہ خدا کی بات کا نقص دور کرنے کی کوشش کی۔ ذرا یہ ناکام کوششیں بھی دیکھئے۔

''حالانکہ اللہ نے (ظاہری طور پر) اُن لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں'' (عبدالماجد دریا آبادی گویا بعض چیزیں باطن میں اللہ جانتا ہے۔ ظاہر طور پر نہیں جانتا نعوذ باللہ۔ ظاہری طور پر والا بریکٹی نکتہ عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے اپنے مرشد اشرف علی تھانوی صاحب سے اُڑایا اب انکا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ انہوں نے ''یعلم'' کو ''دیکھا'' سے بدل کر اللہ کو (نعوذ باللہ) بات کرنے کا طریقہ سکھایا تھا۔

''حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے ایسے موقعوں پر جہاد کیا'' (اشرف علی تھانوی) یہ ''دیکھا'' والا نکتہ، تھانوی صاحب نے

Marfat.com

مترجم قرآن ڈپٹی نذیر احمد دہلوی سے اڑایا۔ڈپٹی صاحب قرآن حکیم کے ترجمہ میں خواہ مخواہ اردو کے محاورے ٹھونسنے کی کوشش کیا کرتے ہیں ؏ انکا ترجمہ دیکھئے۔

''اور ابھی اللہ نے ان لوگوں کو ٹھونک بجا کر دیکھا تک نہیں جو تم میں سے جہاد کرتے''

(ڈپٹی نذیر احمد دہلوی) لیکن اس قدر ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود کچھ نہیں بن سکا تھا۔''اللہ علم نہیں رکھتا'' یا اللہ کسی ایک چیز کو دیکھ نہیں پایا۔گردن کے پیچھے سے ہاتھ گھما کر ناک کو پکڑنے والی بات تھی اعتراض اسی طرح اپنی جگہ پر تھا۔اس لیے محمود الحسن دیوبندی نے ''یعلم'' کو نئے معنی پہنانے کے بجائے پھر بات وہیں پہنچادی جہاں سے چلی تھی۔اس نے پہلے مترجمین جیسا ترجمہ لکھ دیا یعنی۔

''اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں'' (محمود الحسن دیوبندی)

یعنی باقی لوگوں کی طرح اللہ کو بھی یہ بات تب معلوم ہوگی جب تم لڑو گے۔

اصل میں یہ سارا مغالطہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بیچارے مترجمین ''علم'' کے صرف ایک معنی جانتے ہیں یعنی ''جاننا'' حالانکہ علم کے معنی جاننا بھی ہیں اور ظاہر کرنا بھی۔اب امام احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

''ابھی اللہ نے پہچان نہیں کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے'' (کنزالایمان)

لیجئے مترجم چونکہ لغت پر عبور رکھتے تھے،اس لیے موقع محل کے مطابق معنی لکھ کر سارے اعتراضات دور کردیے اور ہمیں اللہ کے حضور گستاخی کرنے یا گستاخانہ سوچنے سے چھٹکارا دلا دیا ایک اور چھوٹی سی مثال درج کرتے ہیں اور وہ بھی قرآن حکیم کی ابتدائی آیات سے۔

''ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ''

اس کتاب میں کچھ شک نہیں	(شاہ عبدالقادر)
یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے	(شاہ رفیع الدین)
یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں	(اشرف علی تھانوی)

اب اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھیے۔

''وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں'' (کنزالایمان)

Marfat.com

اب ذرا ترجموں میں فرق دیکھیے عربی کا ابتدائی طالب بھی جانتا ہے کہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید ہے اس کے معنی ''وہ'' ہیں ''یہ'' نہیں مگر مترجمین کو معلوم نہیں کیا مجبوری ہے کہ بالاتفاق یہ لکھ دیتے ہیں۔ بیچاروں پر یہ مجبوری سوار ہے کہ کتاب تو ہاتھوں میں ہے، اس کے لیے اسم اشارہ قریب آنا چاہیے۔ وہ خدا کو تو صاف طور پر کہہ نہیں سکتے تھے کہ ''اللہ میاں کم از کم اسم اشارہ بعید اور اسم اشارہ میں فرق تو کیا کریں''

ہاں ہولے سے اردو جاننے والے قارئین کو بتا دیا یہاں اللہ میاں ''ذٰلِک اور تِلک'' میں فرق نہ کر سکے اس لیے ''ذٰلِکَ'' کے معنی ''یہ'' سمجھ لیجیے۔ اگر ان حضرات نے گرائمر کو غور سے پڑھا ہوتا اور اگر پڑھا تھا تو اسے ترجمہ قرآن میں پیش نظر رکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اہل عرب جب قریب کی چیز کی عظمت اور شان بیان کرنا چاہیں تو اس کے لیے اسم اشارہ بعید استعمال کرتے ہیں اسی لیے اعلیٰ حضرت نے یہاں ذٰلکَ کے معنی کیے ہیں ''وہ بلند رتبہ'' گویا اللہ بتاتا ہے کہ تم نے ہدایت طلب کی (اھدنا الصراط المستقیم) جواب آیا ''شک کا مقام ہی نہیں وہ بلند مرتبہ اور پر عظمت کتاب یہی تو ہے جو تقویٰ اختیار کرنے والوں پر انعامات کی بارش برسا دیتی ہے''۔

یہ تو ہم نے ابتداء سے ہی ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر کچھ الفاظ لے لیے ہیں۔ پورا ترجمہِ قرآن مترجم کی عربی لغت اور عربی گرائمر پر گرفت کے ساتھ احترام خداوندی اور احترام پیغمبر انسانیت ﷺ واضح کرنے کا حسین ترین شاہکار ہے۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ ہمارے مترجمین شاہ ولی اللہ سے لیکر عبدالماجد دریا آبادی تک معاذ اللہ اللہ کو اسکی اپنی آیات کے ترجمہ سے ہی بتا رہے تھے کہ وہ عالمِ الغیب بعض باتوں کو جانتا نہیں۔ مَا قَدَرُوا اللہَ حَقَّ قَدْرِہٖ'' یہ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں بریلوی اللہ کی عظمت کا خیال نہیں رکھتے۔ رسول اللہ ﷺ کی شان بڑھا دیتے ہیں۔

خدا کے متعلق ہی دیکھ لیجئے انہوں نے کیا ترجمہ لکھ کر اسکی شان میں گستاخی کر دی۔ یہ لوگ تو ''امکان کذبِ باری'' کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں ''خدا جھوٹ بول سکتا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں تو انکے ہاں بہت ہوئی ہیں اور محض اس ضد میں کہ بریلوی کو بحث میں شکست دے دیں خیر اس موضوع کو جانے دیجیے۔ سر دست انکی بے علمی کی ایک مثال اور دیکھ

Marfat.com

لیجئے اللہ جناب رحمتِ عالم ﷺ پر اپنے احسانات گِناتے ہوئے فرماتا ہے۔

''روز روشن اور شب تاریک گواہ ہیں کہ اللہ نے کبھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑا اور بے شک آپ کی زندگی کا ہر اگلا لمحہ پچھلے لمحہ سے بہتر رہا اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا کچھ عطا کریگا کہ آپ راضی ہو جائینگے۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو یتیم پایا تو اپنی پناہ میں لے لیا''

اس میں بات صاف ہے کہ اللہ نے اپنی نگرانی اور نگہبانی میں ہمیشہ آپ کو رکھا۔ کسی لمحہ بھی یہ نگہبانی ٹوٹی نہیں۔ اس کے بعد یہ آیت آتی ہے، اسے دیکھئے اور مختلف متراجم بھی دیکھتے جایئے۔

''وَ وَجَدَکَ ضَآلاً فَھَدٰی''

''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی''

(شاہ عبدالقادر)

''اور پایا تجھ کو بھولا ہوا پس راہ دکھائی''

(شاہ رفیع الدین)

''ویافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود''

(شاہ ولی اللہ)

''اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا رستہ بتلا دیا'' (اشرف تھانوی) ''ضالا'' کے معنیٰ ''راہ گم کردہ'' بھی ہیں۔

''بھول جانے والا'' بھی ہیں۔ ''تلاش حقیقت میں گم ہو جانے والا'' بھی ہیں اور محبت میں ''خود رفتہ'' و ''وارفتہ'' بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے حضور ﷺ کے شایان شان ترجمہ کیا ہے۔

''آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' (کنز الایمان) اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ ہم نے ''کنز الایمان'' کا ہلکا سا تعارف اس لیے ضروری سمجھا کہ ''کنز الایمان'' کی اشاعت میں حضرت پیر معروف شاہ نے بے پناہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ سعودی عرب میں اور اس کی دیکھا دیکھی، ایک آدھ اور عرب ریاست میں جناب احمد رضا خان صاحب کے سلسلہ میں ایسا تعصب حکومت سعودیہ کے ذہن میں پہنچایا گیا کہ حکومت نے ترجمۂ

Marfat.com

قرآن ''کنزالایمان'' پر بھی پابندی لگادی۔ ایک حکومت کی طرف سے اس قسم کا اقدام فی الواقع قابلِ مذمت تھا۔ حضرت پیر صاحب نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور حکومت تک بریلوی مسلمانوں کے جذبات پہنچانے کے سلسلہ میں سعی بلیغ کی۔ بار بار مراسلات بھیجے گئے۔ علماء سے رابطے کئے گئے۔ علمائے کرام اور مشائخ عِظام نے پیر صاحب سے تعاون کیا۔ تب کہیں جا کر سعودیہ حکومت کی متشددانہ پالیسی میں نرمی آئی۔

پیر صاحب نے برمنگھم میں ایک بہت بڑی تقریب کی۔ جس میں مقتدر علماء مشائخ نے شرکت کی اس کانفرنس کا نام ہی ''کنزالایمان کانفرنس'' تھا۔ اس میں ''کنزالایمان'' کو فوکس کیا گیا اور مقررین نے سامعین کو اس ترجمۂ قرآن کے گوناگوں اوصاف سے متعارف کرایا۔

پیر صاحب ورلڈ اسلامک مشن کے بانی ہیں۔ اس مشن کے اغراض و مقاصد میں ایک بڑا مقصد امام احمد رضا خان کی تعلیمات کی وسیع پیمانے پر اشاعت، بریلوی مکتبِ فکر کے مسلمانوں کا اتحاد اور کنزالایمان کو گھر گھر پہنچانا تھا۔ پیر صاحب نے انہی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں ضروری سمجھا کہ ''کنزالایمان'' کا انگریزی میں ترجمہ کرایا جائے۔ اس مقصد کے تحت انہوں نے اپنے ساتھی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سے وابستہ ایک سکالر پروفیسر سید محمد حنیف اختر فاطمی قادری نوشاہی کو آمادہ کیا کہ وہ یہ تاریخ ساز کام سرانجام دیں۔ حنیف قادری صاحب کا مختصر تعارف یہ ہے۔ سید محمد حنیف قادری 1933 میں یوپی (بھارت) کو مقام ''باری'' میں پیدا ہوئے وہ شاہ فضلِ رحمان گنج مرادآبادی کے خاندان سے ہیں جو حضرت امام احمد خان کے مداحِ خاص تھے۔ سید محمد حنیف نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندانی مدرسہ میں حاصل کی پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالب علم رہے۔ انہوں نے قانون کی تعلیم اِنز آف کورٹ سکول آف لاء سے حاصل کی۔ سائنس اور ریاضی کی تعلیم امپیریل کالج لندن سے حاصل کی۔ بار میں پریکٹس کے علاوہ وہ ملتان، کراچی، کویت، ریاض، سندھ اور لندن کی یونیورسٹیوں میں پڑھاتے رہے۔ اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ کی روحِ رواں وہی ہیں۔ جمعیت تبلیغ الاسلام کی تحریک میں بھی سرگرم کارکن ہیں اور بریڈفورڈ کی بڑی اور عظیم الشان سنی مسجد کے قیام میں ان کا بھرپور تعاون شامل رہا۔ یہ وہی بڑی مسجد ہے جس کے ساتھ کمیونٹی

Marfat.com

سنٹراور اسلامک سکول بھی ہے۔

انہوں نے ''کنز الایمان'' کے انگریزی ترجمہ کا آغاز 1975ء میں کیا جو دو سال کی شب و روز محنت کے بعد بفضل خداوندی 1977ء میں مکہ مکرمہ میں اختتام کو پہنچا۔ یہ ترجمہ پیر صاحب کے لیے اور سید محمد حنیف قادری کے لیے فی الواقع توشۂ آخرت ہے۔ پیر صاحب کی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی سے محبت کے وسیلے پر مجھ پر ایک اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی منقبت وارد ہوئی۔ درج کر رہا ہوں

دشتِ کُن میں چشمۂ حمد و ثنا احمد رضا
صبح دم شہرِ مدینہ کی ہوا احمد رضا

حمد کی بہتی کرن وہ نعت کی اجلی شعاع
مدحتوں کے باغ کی بادِ صبا احمد رضا

زندہ و جاوید رکھتا ہے انہیں عشقِ رسول
عشق کی بابت فنا نا آشنا احمد رضا

یہ سرِ فہرست عشاقِ محمد میں ہے کون ؟
پوچھنے والے نے پھر خود ہی کہا احمد رضا

خانۂ تاریک میں بھر دے اجالے لفظ سے
فیض کا سر چشمۂ صدق و صفا احمد رضا

کنزالایماں سے منور صحنِ اردو ہو گیا
آیتوں کا اختتامِ ترجمہ احمد رضا

روک دیتے ہیں بہارِ حکمت و عرفان سے
بد عقیدہ موسموں کا سلسلہ احمد رضا

آسماں کی بے کراں چھاتی پہ روزِ حشر تک
صبح نے کرنوں سے اپنی، لکھ دیا، احمد رضا

جل اٹھے ان سے سبھی علمِ عقائد کے چراغ
راستی کا روشنی کا راستہ احمد رضا

صاحبِ علم الکلام و حاملِ علمِ شعور
حاصلِ عہدِ علوم ِ فلسفہ احمد رضا

عالمِ علمِ لدنی ، عاملِ تسخیرِ ذات
روح و جاں میں قربِ احساسِ خدا احمد رضا

وہ صفاتِ حرف کی رو سے مخارج کے امیں
محرمِ احکامِ تجوید و نوا احمد رضا

بابتِ تفسیرِ قرآں جانتے تھے ایک ایک
معنی و تفہیمِ الہامِ الٰہ احمد رضا

وہ روایت اور درایت آشنا شیخ الحدیث
علمِ احوالِ نبی کے نابغہ احمد رضا

مالکی وشافعی ہوں یا کہ حنفی حنبلی
فقہ اربعہ پہ حرف انتہا احمد رضا

علمِ استخراجیہ ہو یا کہ استقرائیہ
دیدۂ منطق میں ہے چہرہ نما احمد رضا

علم ہندسہ و ریاضی کے نئے ادوار میں
موئے اقلیدس کی اشکال و ادا احمد رضا

علم جامع و جفر کی ہر ریاضت گاہ میں
جو ہرِ اعداد کی صوت و صدا احمد رضا

وہ بروج فلکیہ میں انتقال شمس ہیں
صاحب علم نجوم و زائچہ احمد رضا

وقت کی تاریخ ان کے ہاتھ پر تحریر ہے
جانتے ہیں سرگزشتِ ماجرا احمد رضا

روشنی علمِ تصوف کی انہی کی ذات سے
کثرتِ جاں میں لبِ وحدت سرا احمد رضا

حرفِ آخر تھے وہی عربی ادب پر ہند میں
والیٔ تختِ علوم عربیہ احمد رضا

علمِ جاں، علمِ فضائل علمِ لغت، علم سیر
در علوم خیز تجسیم ضیا احمد رضا

آسمانِ معرفت، علم سلوک و کشف میں
منظرِ بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ احمد رضا

صبحِ عرفانِ الٰہی، عابد شب زندہ دار
مسجدِ یاد خدا و مصطفیٰ احمد رضا

عجز کا پندار ہے میرے قلم کی آنکھ میں
جو کچھ لکھا میں نے، کہیں اُس سے سوا احمد رضا

ٹوٹے پھوٹے لفظ تیری بارگاہ میں پیش ہیں
گر قبول افتد زہے عز و عطا احمد رضا

اعلیٰ حضرت اہلِ سنت کے امام و پیشوا
اک نگہ مجھ پہ کرم کی اک نگہ احمد رضا

Marfat.com

بزمِ نوشاہی

اگر چہ پیر صاحب اپنے برادر بزرگ جناب ابوالکمال برق نوشاہی کی وفات کے بعد 1985ء میں سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے شیخ طریقت کی حیثیت سے سجادہ نشین ہوئے لیکن انہوں نے برطانیہ وارد ہوتے ہی 1961ء میں بزمِ نوشاہی قائم کردی تھی۔ یہ بزم پیر صاحب متصوفانہ زندگی کی نقیب ہے۔ پیر صاحب تصوف کے اس خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جو شریعت کو الگ نہیں سمجھتے اور یہی پیغمبرانہ شیوہ کی تقلید ہے۔ طریقت کو شریعت سے الگ سمجھنے والے صوفی دنیا سے لاتعلق ہوکر رہبانیت کے قریب پہنچ جاتے ہیں وہ انفرادی اشتغال میں ڈوب جاتے ہیں

علامہ اقبال نے اپنا ایک خطبہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"محمد عربی فلک الافلاک تک پہنچ کر واپس آگئے بخدا اگر میں وہاں تک پہنچ جاؤں تو کبھی واپس نہ آؤں، یہ الفاظ ایک مشہور صوفی بزرگ عبدالقدوس گنگوہی کے ہیں۔ ایک صوفی اور نبی میں یہی فرق ہے۔ صوفی کچھ انوار و تجلیات میں گم ہوکر اپنے آپ کو کھو دیتا ہے جبکہ ایک نبی حقیقت کو بچشم خویش دیکھتا ہے اور دنیا کی طرف پلٹتا ہے تاکہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ کچھ اوروں کو بھی دکھلا دے"

RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS)

THOUGHTS IN ISLAM) شریعت اور طریقت کو ہم آہنگ سمجھنے والے صوفیاء بھی ہر دم اپنے آپ کو حکم دیتے ہیں۔ دیکھا ہے جو کچھ تو نے اوروں کو بھی دکھلا دے۔ یہی وہ چیز ہے جسے کہتے ہیں۔ پیمبری کردو پیمبر نتواں گفت یعنی اس نے پیغمبری کی لیکن اُسے پیغمبر نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ پیغمبری تو جناب سرورِ کائنات ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ یہ لوگ ہمہ وقت انفرادی اصلاح کے ساتھ اجتماعی اصلاح میں بھی منہمک رہتے ہیں۔ منبر دعوت و تبلیغ بھی سنبھالتے ہیں اور مسند ارشاد بھی۔ انکی خلوتیں بھی منور ہوتی ہیں اور جلوتیں بھی سورج بدست، اور جب وہ اس طرح اپنی ذات کو اللہ کے کام میں کھو دیتے ہیں تو قدسی صفات ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

اسی حدیث قدسی کے عین مطابق جس میں کہا گیا ہے کہ

''بندہ نوافل کے ذریعے یعنی اپنی خوشی سے کی جانے والی عبادت کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے حتیٰ کہ میرے پاؤں اس کے پاؤں ہو جاتے ہیں، میری آنکھیں اسکی آنکھیں ہو جاتی ہیں، میرے کان اسکے کے کان ہو جاتے ہیں، میرے ہاتھ اس کے ہاتھ ہو جاتے ہیں''
صحیح بخاری

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں کارکشا و کارساز

ہم آپ سوچتے ذہن شل کر بیٹھتے ہیں کہ ایک آدمی اتنی ڈھیر ساری ذمہ داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔ یہ کیسے ہے کہ وہ ایک زندگی کو کئی زندگیوں میں ڈھال دیتا ہے۔ ہم سے اپنے فرائض پورے نہیں کیے جاتے اور وہ دنیا جہان کے فرائض اپنے سر لیے پھرتا ہے

جو بھی وعدے تھے کسی کے سب وفا میں نے کیے قرض تھے اوروں کے لیکن وہ ادا میں نے کیے

پیر صاحب کے ایسے ہی فرائض میں بزمِ نوشاہی بھی ہے۔ اسلامی تصوف عشقِ الٰہی کے لیے وہ تڑپ ہے جس میں بندہ معرفت ذات حاصل کرتا ہے اور جب معرفت ذات حاصل ہو جائے تو پھر معرفتِ رب بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ '' من عرف نفسه عرف ربه''معرفت حاصل کرنے کے لیے اہلِ تصوف نے تربیتِ ذات کے مختلف مراحل مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ تربیت صوفیاء کے سلسلہ میں اپنے اپنے انداز سے کرتے ہیں۔

چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ کا اپنا اپنا انداز ہے۔ راستہ کوئی بھی ہو مقصد معرفتِ رب کی منزل پر لیکن اس میں بنیادی چیز پیر و مرشد کی نگرانی اور رہنمائی ہے۔ رہبر کے بغیر راستے طے نہیں ہوتے اور منزلیں نہیں ملتیں۔ ایک مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے۔ بیعت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرید نے اپنے آپ کو پیر کے حوالے کر دیا ہے۔ اب وہ اس کے احکام کی اطاعت کرتا جائے گا۔ اور جس راہ پر وہ چلائیگا اس پر چلتا جائے گا۔ اس راہ میں سب سے بڑا زادِ سفر اخلاص ہے۔ ہر پیر طریقت کسی کا خلیفہ مجاز ہوتا ہے اور پیری مریدی سلسلہ بہ سلسلہ چلتی ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا جاتا ہے

Marfat.com

حضرت پیر معروف شاہ صاحب اپنے برادرِ بزرگ کے خلیفۂ مجاز تھے ''بزمِ نوشاہی'' کی بنیادیں پڑ گئیں۔ بعد میں وہ خود زیبِ سجادہ ہوئے۔ بزم نوشاہی کا سلسلہ آج بھی چل رہا ہے اور ترقی پذیر ہے۔ بزمِ نوشاہی کے قیام کے اغراض و مقاصد میں اصل مقصد تو ایک ہی ہے کہ بندے کا اللہ سے تعلق قائم کیا جائے۔ آج کا انسان مادی لحاظ سے انتہائی عروج پر پہنچ چکا ہے، مگر اسکی محرومی پھر بھی ختم نہیں ہوئی۔ وہ بے چین ہے، بے قرار ہے، بے سکون ہے، سائنسدان نے اُسے بے پناہ قوت فراہم کردی۔ بے شمار آسائشات اور تعیّشات دے دیے مگر پھر بھی دنیا کے ہر انسان کا مسئلہ ڈپیریشن ہے، ذہنی بے سکونی نے اعصاب تباہ کر دیے ہیں۔ اقبال نے پون صدی پہلے کہا تھا ۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

اقبال اور اقبال جیسے بہت سے دانشوروں نے حکمت شناسانِ مغرب کو اس حقیقت کی طرف بار بار متوجہ کیا۔ دانایانِ مغرب نے اور زیادہ زور لگایا بہت سی نئی آسائشات ایجاد کرلیں مگر اصل مسئلہ حل نہ ہوا اور ہر آدمی کی بے سکونی بڑھتی گئی آج بمشکل ایک دو فیصد آدمی ہونگے جو کہہ سکیں کہ انہیں کوئی ڈپیریشن نہیں اور وہ ایک دو فیصد بھی کون ہونگے۔ پاگل یا بچے وگرنہ ہر آدمی بے سکون ہے۔ ایک آدمی ڈھیروں دولت کا مالک ہے۔ ہر طرح کی آسائشیں گھر میں موجود ہیں مگر نیند کیوں رات بھر نہیں آتی۔ خواب آور گولیاں نگلتا ہے تو سو سکتا ہے نہیں تو مخمل و ریشم کا بستر کانٹوں کا بستر بنا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ آخر کمی کیا ہے؟ کیا چیز ہے جو اسے میسر نہیں۔ اسے اطمینانِ قلب کیوں نہیں حاصل ہوتا۔ قرآن کہتا ہے اطمینان قلب تو صرف ایک چیز سے نصیب ہوتا ہے اور وہ کیا ہے ''ذکر الٰہی''

''اَلاَ بِذِکرِ اللّٰہِ تَطمَئِنُّ القُلُوب'' (قلوب صرف ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں)

بزمِ نوشاہی محافل ذکر کا اہتمام کرتی ہے۔ یہ محافل ذکر ہفتہ وار اور مہینہ وار مختلف مقامات پر ہوتی ہیں۔ تبلیغ الاسلام کی مساجد میں انکا اہتمام ہوتا ہے۔ اب تو بفضل خداوندی ہالینڈ

اور فرانس میں بھی ذکر سرکل قائم ہو چکے ہیں، یوں چک سواری کا یہ سیدزادہ یورپ کی اضطراب گاہوں میں سکونِ قلب کی دولت نایاب بانٹتا پھرتا ہے مگر نصیبوں والے ہی یہ دولت پاتے ہیں۔

O YOU, O THE PEOPLE, O, MAN KIND, I HAVE BROUGHT THE SUN BUT YOU ARE BLIND.

(لوگو! میں تو سورج لے آیا ہوں مگر تمہارے اندھے پن کا کیا علاج)

مرکزی بزمِ نوشاہی کا ایک اور بڑا کام، محافل میلاد النبی اور اولیاء کے عرسوں کا انعقاد ہے۔ میلاد النبی بڑی شان وشوکت سے منائی جاتی ہے۔ جلسہ کے ساتھ جلوس بھی نکالا جاتا ہے۔

حضرت پیر صاحب کی مصروفیات میں ایک اور مصروفیت لوگوں کی روحانی مدد ہے۔ مختلف روحانی اور جسمانی مصائب میں گھرے ہوئے لوگ پیر صاحب کی ذات کو مرجع امید سمجھتے ہیں اور انکے دروازے پر آتے ہیں۔

''توسّل الی اللہ'' یعنی اللہ سے اپنی دعا منظور کرانے کے لیے اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑنا۔ ایک ایسا عمل ہے جو تقریباً دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہے۔ اسلام میں بھی یہ عمل موجود ہے۔ لوگ اپنی تکالیف میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر طالب دعا ہوتے۔ اسی طرح لوگ اولیاء واصفیاء کی بارگاہ میں آ کر التجا کرتے کہ اللہ سے انکی مصیبت دور کرنے کی دعا کریں۔ بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ وفات کے بعد بھی اولیاء کے مزار پر حاضر ہو کر انکے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنا کر اپنی حاجات اللہ کے حضور پیش کی جائیں تو اللہ صاحب مزار کے اعمال حسنہ کے واسطہ سے دعا منظور فرماتا ہے۔ دیوبندی حضرات تیتر ہیں نہ بٹیر۔ انہوں نے بھی اپنے پیر و مرشد بنا رکھے ہیں۔ اشرف علی تھانوی صاحب اور حسین احمد مدنی صاحب وغیرہ باقاعدہ مریدوں سے بیعت لیتے رہے اور انکا بھی بریلویوں کی طرح پورا نظام چلتا ہے۔ صاحب قبر کے سلسلہ میں بھی وہ کہتے ہیں کہ لوگ قبروں پر جا کر کہتے ہیں ''کُھن کُکڑ تے ڈے پتر'' (یعنی اے صاحب قبر مرغا لے اور لڑکا دے) یا کہتے ہیں ''کُھن بکرا تے ڈے بچڑا'' (یعنی بکرا لے اور فرزند دے) اس طرح وہ گویا صاحب قبر ہی کو حاجت روا اور مشکل کشا بنا لیتے ہیں اور یہ شرک ہے۔ اگر وہ کہیں ''اے فلاں میرے لیے اللہ سے

Marfat.com

دعا کر'' تو ان کے نزدیک جائز ہے۔ وہابی اسکے بھی خلاف ہیں کیونکہ وہ سماع موتی کے قائل نہیں۔

حاجتمند لوگ دن رات حضرت پیر صاحب کے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں کسی کا کوئی کام رُکا ہوا ہے اور کسی طرح پورا نہیں ہو رہا ایسے لوگ حضرت صاحب کو پاس دعا کرانے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ پیر صاحب دعا کرتے ہیں۔ حل مشکلات کا کوئی وظیفہ بتاتے ہیں یا کوئی تعویز دیتے ہیں، اسی طرح مختلف بیماریوں میں بھی لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دم کراتے یا تعویز لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی مشکلات دور کرتا ہے۔ اس لیے وہ بار بار انکے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔ یہ ایک اور مستقل مصروفیت ہے جو پیر صاحب کا بہت سا وقت لے لیتی ہے۔ اولیاء اللہ کی یہ مشغولیت اللہ کے بندوں کی مخلصانہ خدمت ہے۔ فیض جاریہ ہے پیر صاحب بے لوث و بے غرض یہ خدمات سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ لاکھ مخالفتوں کے باوجود لوگ اولیاء کے دروازے پر حاضر ہوتے اور مرادیں پاتے رہتے ہیں۔ بے اولادوں کو اولادیں ملتی ہیں، بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے اور طرح طرح کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔

ان خدمات کے ساتھ اولیاء وصوفیاء کے معمول کے مطابق اور درود وظائف میں بھی بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ پیر صاحب اپنے یہ معمولات بھی بطریق احسن سرانجام دیتے ہیں۔ اوراد و ظائف اور نوافل کے سلسلہ میں بعض افراد بڑی سخت محنت کرتے ہیں۔ پیر معروف شاہ صاحب کے پاس جب ان کے بھائی اور مرشد پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی آئے تو انہوں بھی برطانیہ بلکہ یورپ بھر کو اپنی روشنی سے منور کیا۔ وہ حضرت پیر معروف شاہ صاحب کی طرح کثیر المصر وفیات نہیں تھے۔ اس لیے اپنا سارا وقت ریاضت میں صرف کرتے ہیں اور اسی حالت میں سوتے ہیں، بہت کم کھاتے ہیں اور سارا وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے ہیں اور اسی حالت میں شب زندہ داری کرتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر مہلک بیماریوں کا جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے کی صداقت ودیعت کی ہوئی ہے۔ حضرت پیر معروف صاحب کے پاس بعض ایسی ہی بیماریوں کے مریض آتے ہیں تو وہ انہیں اپنے اس بھائی کی طرف بھیج دیتے ہیں۔

Marfat.com

اسلامی تصوف کے میدان میں جو بھی قدم رکھتا ہے۔ بنیادی طور پر اس پر دو شرائط عائد ہو جاتی ہیں

۱۔ صدق مقال یعنی جو بات بھی سچ بولے۔

۲۔ اکلِ حلال یعنی حلال کی روزی کھائے

جب وہ یہ شرائط پوری کرتا ہے اور ان پر مواظبت کرتا ہے تو اس پر اگلی راہیں کھل جاتی ہیں۔ پیر صاحب کی ہدایت اور نگہبانی میں بہت سے لوگ تصوف کی منازل طے کر چکے اور بہت سے طے کر رہے ہیں غرضیکہ حضرت پیر صاحب جامع الصفات ہیں اور انکی ایک حیثیت یہ بھی ہے کہ علوم دین کی طرح وہ راہِ سلوک میں بھی منبع رشد و ہدایت ہیں۔

Marfat.com

تنظیمی و تبلیغی سفر پاکستان میں

پاکستان حضرت پیر معروف شاہ صاحب کا وطن مالوف موجود ہے اور اس میں وہ آتے رہتے ہیں۔ایک پردیسی کا وطن آنا بظاہر ایسی کوئی بڑی بات نہیں کہ اسے کسی کتاب کا جزو بنایا جائے لیکن جن لوگوں نے اپنی زندگی اللہ کیلئے وقف کر رکھی ہو۔انکا ہر لمحہ ایک امانت بن جاتا ہے۔اس لیے جہاں تک ممکن ہو،اس امانت کو محفوظ کر لینے کی کوشش کی جانی چاہیے۔میں نے کوشش کی ہے کہ پاکستان کے سفر میں جو چیزیں انہوں نے قابل اعتنا سمجھ کر ڈائری میں درج کیں انہیں کتاب میں شامل کرلوں۔

پہلا سفر پاکستان 18 مارچ 1968 سے یکم جون 1968 تک رہا۔آپ ادائیگی حج کے بعد تشریف لا رہے تھے۔آپ کو لالہ موسیٰ سے ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں معروف منزل دربار نوشاہی تک لایا گیا۔سلیم صاحب اور حاجی محمد حنیف ہمراہ تھے۔

قیام پاکستان کے دوران لاہور گئے ''حزب الاحناف'' اہل سنت کا مشہور تعلیمی ادارہ ہے جو عرصہ دراز سے مولانا ابوالحسنات اور مولانا ابو برکات کی سرپرستی میں دینی تدریس کی خدمات سر انجام دے رہا ہے اور درس نظامی کے فاضل تیار کر رہا ہے۔پیر صاحب وقتاً فوقتاً اس کی مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔اسوقت مولانا ابوالبرکات صاحب فراش تھے اور انکے فرزند علامہ محمود احمد رضوی یہ ادارہ چلا رہے تھے۔پچھلے سال جو مالی مدد بھیجی گئی تھی،رضوی صاحب کی طرف سے اسکی رسید نہ بھیجی جا سکی۔استفسار پر انہوں نے بتایا کہ اپنے والد بزرگوار کی مسلسل علالت کے باعث وہ پریشان رہے اور یہ سستی ہوگئی۔لاہور میں قیام کے دوران مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سے بھی ملاقات کی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔

جامعہ تبلیغ الاسلام (گجرات) کے قیام کے سلسلہ میں گجرات کے مشہور عالم دین مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی سے مولانا محمد اسلم نقشبندی چک سواری کے معزز احباب اور دولت نگر گجرات کے سرکردہ احباب سے ملاقاتیں رہیں۔ 2 فروری 1973 کو دوسرا سفر پاکستان پیش آیا۔

Marfat.com

لاہور میں جامعہ نعیمیہ میں مفتی محمد حسین نعیمی سے ملے پھر پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں قاضی عبدالنبی کوکب گجراتی سے ملاقات کی۔ لائبریری میں شامل علمی کتب کی فہرست دیکھی۔ گھر پہنچے تو مولانا بوستان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ پاسپورٹ بنوالیا ہے۔

اس سفر کا اہم واقعہ یہ ہے کہ "جامعہ تبلیغ الاسلام" کے لیے زمین خریدی اور ابتدائی تعمیری معاملات پر احباب سے مشورے کیے۔

15 8/76 ۔ تیسرے سفر پاکستان کے سلسلہ میں آمد ہوئی۔ وزیر آباد میں اہل سنت کے معروف حق پرست عالم دین علامہ عبدلغفور ہزاروی کے زیر تعمیر روضہ کا جائزہ لیا۔

علامہ ابوالمحمود نشتر کی معیت میں حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دی۔ عشاء کی نماز وہیں ادا کی پھر مولانا عبدالستار خان نیازی سے ملاقات کی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری سے ملے۔ مجلس رضا کے معاملات ان سے ڈسکس کیے اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی مستند سوانح عمری کسی ثقہ عالم اور صاحبِ قلم عالم سے لکھوائیں۔

ورلڈ اسلامک مشن کے سلسلہ میں بھی احباب سے گفتگو ہوتی رہی آزاد کشمیر میں ورلڈ اسلامک مشن کے کنویئر تنویر سے ملاقات کی۔ تنظیمی امور کے سلسلہ میں انکی رہنمائی فرمائی۔ اسی سلسلہ میں چک سواری میں ایک میٹنگ ترتیب دی گئی اور پیر صاحب نے جمعہ کے موقع پر خطاب کیا۔ خطاب کا موضوع "مسلمانوں کا اجتماعی زوال تھا"

پیر صاحب نے بڑی جامعیت سے مسلمانوں کے کل اور آج کا موازنہ کیا۔ بتایا کہ کل ساری دنیا ان کے قدموں میں تھی اور آج وہ دنیا کے قدموں میں ہیں۔ اندازِ بیاں اتنا اثر انگیز تھا۔ کہ سامعین کی سسکیاں نکلتی رہیں۔

پاکستان کا چوتھا سفر 16 مارچ 1981ء کو پیش آیا۔ اس میں صرف جامعہ تبلیغ الاسلام کے تعمیری مراحل دیکھے۔ خاندانی مصروفیات رہیں اور کوئی قابل ذِکر واقعات پیش نہیں آئے۔

16 مارچ 1981ء سے 13 اپریل 1986ء تک اگلا سفر درپیش ہوا۔ یہ سفر حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی قادری کے پہلے سالانہ عرس کی تقریبات منعقد کرانے کے لیے تھا۔ اہلخانہ

Marfat.com

کے علاوہ حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی کے صاحبزادے سید تصور حسین شاہ نوشاہی اور بارہ سالہ بچہ وقار رحمٰن بھی ساتھ تھا۔ بہت سے احباب استقبال کے لیے آئے تھے۔

سید عباس علی شاہ کا کتب خانہ دیکھا اور بہت خوش ہوئے اور قدیم شجرہءِ طریقت بھی نظر سے گزرا، پھر گجرات سے نوشہ گنج لاہور پہنچے۔ صاحبزادہ فضل الرحمٰن نوشاہی سے ملاقات ہوئی۔ 23 مارچ کو حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی کا امانتاً دفن شدہ تابوت 18 سال کے بعد نکالا گیا اور مدفن جدید کو بھجوایا گیا۔

صدر مدرس جامعہ نعیمیہ سے طویل ملاقات ہوئی۔ ''ختم نبوت اکیڈیمی'' کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ نیلسن ہوٹل لاہور میں پیر صاحب کو استقبالیہ دیا گیا تھا۔ اس تقریب میں شیخ روحیل اصغر ایم پی اے اور ایک دوسرے رکن قومی اسمبلی بھی شریک ہوئے۔ پیر صاحب کا موضوع تھا۔ ''برطانیہ میں مسلمانوں کے مذہبی حالات'' پیر صاحب نے کھل کر بات کی برطانیہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی سرگرمیوں سے حاضرین کو متعارف کرایا۔ اسی سلسلہ میں ''تبلیغ الاسلام'' کا بھی ذکر آیا۔ انہوں نے کھل کر اپنی تنظیم کا کردار بیان کیا اور بتایا کہ کن نامناسب حالات میں کام کا آغاز کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم جناب رسالت مآب ﷺ کی تائید رحمت اور بزرگوں کی نظرِ کرم سے ساتھی ملتے گئے کارواں بنتا گیا اور کام پھیلتا گیا۔ کفرزاروں میں کلمہءِ حق و صداقت بلند ہوا تو جیسے پیاسی زمین پر رحمت کے بادل برس گئے مسلمان اور بالخصوص اہل سنت بھائی جوش وخروش سے کام میں ہاتھ بٹانے لگے اور واقعی اقبال نے صحیح کہا تھا

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے　　　ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

جمعیت تبلیغ الاسلام کی تحریک قیام مساجد کے نتائج سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ یوں یہ پر نور خطاب جس میں تحریکی زندگی کی روح رہی تھی۔ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا پاکستانی مسلمانوں کے چہرے امید کی روشنی سے تمتمار ہے تھے۔ اور ہر زبان پر یہی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ پیر صاحب کی عمر دراز کرے کہ وہ تادیر اسلام کی خدمت کرتے رہیں۔

بعد میں حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی کے شاگرد رشید قاری محمد یونس کے مدرسہ کا افتتاح کیا۔ بدھ 2 اپریل 1986 کو حضرت سید ابوالکمال کا عرس مبارک شروع ہوا۔ علمائے کرام

Marfat.com

نے مرحوم کی زندگی پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی۔

3 اپریل جمعرات کو عشاء کی نماز کے بعد نوشہ پیر کا ختم شریف پڑھا گیا۔ 14 اپریل کو اہم الحسنات فاطمہ کا ختم شریف ہوا۔ اسی روز دن کو درسگاہ میں جامع مسجد نوشاہیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 6 اپریل کو نوشہ پیر کے دربار عالیہ کی طرف روانگی ہوئی۔ بڑی دیر تک دربار میں حاضری رہی پھر مزار کے ساتھ کی مسجد کے امام وخطیب سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے فارغ ہوئے تو حسب عادت مختلف کتب خانوں پر جا کر بڑی تعداد میں کتابیں خریدیں۔ 8 اپریل بروز منگل چک سواری میں نوشہ گنج بخش قادریؒ کے عرس کی تقریبات کا آغاز ہوا۔ صاحبزادہ سید تنویر حسین شاہ نوشاہی ابن حضرت چن پیر شاہ نوشاہی سے ملاقات ہوئی اور بھی علمائے کرام سے ملاقات ہوئی۔

مختلف علمائے کرام نے تقاریر کیں، حضرت پیر صاحب نے بھی عرس کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ خطاب بڑا دلنشیں تھا۔ بات یہاں سے شروع کی گئی کہ ''ہمارے دوست اپنے لواحقین کی سالگرہیں، برتھ ڈے مناتے ہیں، بڑی دھوم دھام کرتے ہیں۔ کیک تیار کرائے جاتے ہیں نام لکھایا جاتا ہے۔ کارڈ چھپوائے جاتے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ دور نزدیک سے اَحباء، اعزہ واقرباء آتے ہیں اور رنگوں کی برسات میں ہپی برتھ ڈے ٹو یو گایا جاتا ہے، سالگرہوں کی یہ تقریبات صرف مسٹروں کے گھروں میں نہیں، مولاناؤں کے گھروں میں بھی ہوتی ہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جہاں ہپی برتھ ڈے ٹو یو نہ گایا جاتا ہو۔ یہ سب کچھ جائز ہے کسی ماتھے پر شکن نہیں پڑتی۔ کسی فتوٰی باز کی زبانِ طعن دراز نہیں ہوتی لیکن یہ کیا ہے کہ جب ہم فخر موجودات، آقائے کائنات سرورِ عالم ﷺ کا میلاد مناتے ہیں تو اچانک پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں اور جو لوگ خدا کے محبوب کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں، وہی شور مچا دیتے ہیں۔ شرک ہو گیا۔ دین خطرے میں پڑ گیا۔ بالکل اسی طرح یہ لوگ اپنے عزیزوں کی برسیاں مناتے ہیں مگر جب ہم عرس مناتے ہیں تو ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں'' غرضیکہ بڑا پرلطف اور حکیمانہ خطاب تھا۔ اہل دل کا ایمان تازہ ہو گیا۔

پاکستان کا ساتواں سفر 4 جنوری 1989 کو شروع ہوا اور 13 اپریل 1989 کو واپسی ہوئی۔ پہلے عبدالرحمٰن پاک نوشاہی موضوع تھا فرمایا'' مکہ کی گلیوں میں اسلام قبول کرنے

Marfat.com

والوں پر ظلم ہو رہے تھے۔ کسی کو کانٹوں میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ کسی کو تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا اور سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا خود حضور سرورِ عالم ﷺ پر تشدد کی انتہا ہوتی رہی۔ مسلمانوں پر سختی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے کہا مصائب برداشت کئے جاؤ اور صبر وسکون سے نماز پڑھتے جاؤ۔
استعنیو ابا لصبر و الصلو ۃ چنانچہ مسلمان اپنا یہی کام کرتے رہے اور

''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ ورَ اَیتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِی دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً''

(اور جب آگئی اللہ کی مدد اور فتح نصیب ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو گئے)

اور حکم ہوا اب بھی نماز پڑھے جاؤ۔ پہلے اللہ سے مدد مانگنے کے لیے پڑھتے تھے۔ اب اللہ کی مدد آجانے پر شکر ادا کرنے کے لیے پڑھو یہی نماز ہی نسخۂ کیمیا یہی سب بیماریوں کا علاج ہے بے سروسامانوں کا سامان ہے اور کمزوروں کی قوت آج مسلمان کمزور ہیں ہر جگہ شکست اور ظلم سے دوچار ہیں کہیں کشمیر رو رہا ہے کہیں فلسطین، علاج ایک ہی ہے ''اِسْتَعِیْنُوْا بِا لصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ''

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

منگلا میں پیر صاحب کو ایک استقبالیہ دیا گیا وہاں آپ نے اپنے خطبہ میں مسلمانوں کو'' واپس قرآن کی طرف''(BACK TO QURAN) کے موضوع پر خطاب کیا اور فرمایا مسلمان دنیا پر غالب آئے، جہاں بھی گئے فتح ونصرت انکی رکابیں تھام کر چلی۔ اب ادبار اور زوال کی گھٹاؤں نے تمام آفاق انکے لیے اندھیرے کر رکھے ہیں۔ تاریکیاں انکا مقدر بن رہی ہیں۔ ذلت اور پسماندگی انکے ماتھے پر لکھی ہوئی ہے۔ ایسی بلندی اور پھر ایسی پستی اتنا تفاوت، اتنا فرق کیوں؟ صرف ایک وجہ سے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قراں ہو کر

شیخوپورہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں عقیدتمندوں نے جامع مسجد میں گیارھویں شریف کی تقریب میں شرکت کی دعوت دے رکھی تھی اور خطاب کا پروگرام بھی رکھا ہوا تھا۔ محبوب سبحانی پیر عبدالقادر جیلانی کی برکات موضوع بحث ہوں اور حضرت پیر معروف شاہ کی زبان۔

Marfat.com

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیٔ گفتار رکھ دے کوئی پیانۂ صہبا مرے آگے

سٹیج پر آئے تو تقریر کی ابتداء میں یہ اشعار پڑھے۔

اندھیرے چھار ہے شرق کے ہر ایک ایواں پر چمک اٹھ مہر جیلاں غرب سے اس محشرستاں پر

"مُرِیدِی لَاتَخَفْ" وہ کہ گئے ہیں خواب میں آکر مرا دل خندہ ہونے لگا ہر ایک طوفاں پر

پھر جناب غوث حمدانی کی کچھ کرامات بیان کر کے وضاحت کی کہ گیارھویں شریف جس مقصد کے تحت منائی جاتی ہے، وہ بڑا پاکیزہ ہے ہم اولیاء اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ انکی پناہ میں آتے ہیں۔ ہم بہانے ڈھونڈتے ہیں کہ کوئی موقع ہاتھ آئے کہ ہم خدا کے پیاروں کا ذکر کریں۔ کسی کے پیارے کا ذکر کیا جائے۔ اسکی تعریف کی جائے تو سُننے والا خوش ہوتا ہے کہ اسکے پیارے کی تعریف ہو رہی ہے۔ جب ہم رب کے پیاروں کی تعریف کرتے ہیں تو ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔ ان ہی کے متعلق تو خدا کہتا ہے۔

"اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْ ف" عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَ نُوْ ن"

(آگاہ رہو کہ اللہ کے پیاروں کو کسی طرح کا خوف وحزن نہیں)

اور ہمارا پیر گیارھویں والا اپنی مشہور نظم میں ہمیں کہتا ہے مُرِیدِی لاتخف (میرے مرید ڈر نہیں) خدا اسے اپنی پناہ میں رکھتا ہے اور خوف سے مامون کر دیتا ہے۔ وہ ہمیں اپنی پناہ میں لیتا ہے اور خوف سے مامون کر دیتا ہے" اسی سفر میں اُچ شریف" جانا ہوا۔ ہم اسی کتاب میں لکھ آئے ہیں کہ" اُچ شریف کسی زمانہ میں اولیاء اللہ کا مرکز رہا ہے۔ سلسلۂ قادریہ کے اولیاء وہاں مدفون ہیں۔ وہاں ایک محلّہ قادریہ کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں قدم قدم پر اولیاء اللہ دفن ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے

حضرت پیر صاحب مزارات کی زیارت کرتے رہے اور اخذِ فیض کرتے رہے پھر سلسلۂ قادریہ کے موجودہ سجادہ نشین سے ملاقات کی اور تادیر اہل اللہ کا ذکر ہوتا رہا۔

اسی سفر میں غلام شاہ صاحب سچیار نوشاہی کے مزار پر بھی فاتحہ خوانی کی۔ دامن کوہ ٹلہ میں مولانا محمد شفیع اختر چشتی سے ملاقات کی۔ انکی لائبریری دیکھی بعض نادر و نایاب کتابوں کے قلمی

Marfat.com

نسخے دیکھے۔ انہیں کہا کہ وہ کسی طرح ان کی نقول فراہم کریں۔

روہتاس میں شاہ محمد شہید روہتاسی کے مزار انوار پر بھی تشریف لے گئے۔ اگلے سال پھر پاکستان کا سفر درپیش تھا۔ پاکستان میں 6 نومبر تا 2 دسمبر قیام رہا۔ ۹ نومبر ۱۹۹۰ء بروز جمعہ بعد از نمازِ فجر محمد منشاء خان ولد بشیر آف 42 سیکٹر E-3 میر پور آزاد کشمیر نے بیعت کی اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

۱۱ نومبر ۱۹۹۰ء اتوار کا دن تھا۔ حلقۂ ارادتمندان میں بیٹھے تھے۔ ذکر اتوار کا چل پڑا فرمانے لگے اہل یونان ہر دن کو ایک خاص ستارے کے تابع سمجھتے تھے۔ انہوں نے ہفتے کے دنوں کے نام انہی ستاروں کے نام پر رکھے تھے اتوار کو وہ سورج کے تابع سمجھتے تھے اس لیے اس کا نام SUNDAY تھا۔ سوموار چاند کے تابع سمجھا جاتا تھا۔ اسے MOONDAY کہتے تھے جو MONDAY ہو گیا۔ اسی طرح باقی ستاروں کے نام بھی دنوں کے نام میں شامل ہیں۔ انگریزی میں یہ تمام نام منتقل نہیں ہوئے۔ انہوں نے باقی ستاروں کے نام لاطینی سے لیے۔ دنوں کے نام وہی رہ گئے۔ یہودیوں کے ہاں یوم سبت یعنی سینچر کا دن خدا کا دن سمجھا جاتا تھا اس میں وہ عبادت کرتے اور کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اللہ نے بھی اسے انکی چھٹی کا دن قرار دیا تھا۔ عیسائیوں کے لیے اتوار کے دن چھٹی کا اور عبادت کے لیے مخصوص ہوا مسلمانوں کی پوری زندگی عبادت ہے۔ اس لیے ان پر چھٹی کا کوئی خاص دن مقرر نہیں کیا ہاں جمعہ کو برکت زیادہ دی گئی لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس روز کام بند کر دیا جائے قرآنِ حکیم میں جہاں جمعہ کی نماز میں شمولیت کا حکم دیا گیا فرمایا گیا۔

''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ'' (جمعہ)

یعنی جب جمعہ کی اذان سُنو تو نماز کے لیے فوراً حاضر ہو جاؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو مطلب یہ کہ پہلے خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ صرف نماز کے وقت کیلئے حاضر ہو کر یہ کاروبار اتنی دیر کے لیے چھوڑنا ہے۔ اسکے بعد بتایا گیا ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے کام پر نکل جاؤ۔

اسی روز عتیق الرحمٰن ولد ڈاکٹر محمد اکرم آف الگڑہ رویوال ضلع گجرات مرید ہوئے۔ اسی طرح کشمیر کالونی کے سید خادم حسین شاہ بخاری اور سید سہیل محمد شہزاد نے بھی بیعت

Marfat.com

کی۔۱۲نومبر ۱۹۹۰ء بروز سوموار چودھری محمد دین نوشاہی اور محمد حنیف صاحب محیاں ضلع جہلم ملاقات کے لیے آئے۔میرپور کے مولانا افتخار علی نقشبندی بھی ملاقات کو آئے۔۱۳نومبر ۱۹۹۰ء پنڈوری ضلع جہلم میں محمد یونس نوشاہی کی صاحبزادی کی شادی میں شرکت کی۔۱۴نومبر ۱۹۹۰ء مولانا محمد ایوب ہزاروی صاحب اور قاری علاؤالدین صاحب ملاقات کے لیے آئے۔۱۵نومبر ۱۹۹۰ء میرپور کے محمد شوکت حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

۲۸نومبر ۱۹۹۰ء مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی ملاقات کے لیے آئے۔راولپنڈی میں محلہ نصیر آباد میں ایک مذہبی تقریب میں خطاب فرمایا۔دعا کے بعد 24افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

۲۹نومبر ۱۹۹۰ء جامعہ تبلیغ الاسلام ڈوگر شریف میں جلسہ دستار بندی میں صدارت فرمائی اور حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کرنے والوں کی دستار بندی فرمائی۔ان خوش نصیب افراد کے نام یہ ہیں۔حافظ محمد شفیع نوشاہی، حافظ افتخار احمد نوشاہی، حافظ محمد اقتدار نوشاہی، جلسہ میں اردگرد کے دیہات کے لوگ بکثرت حاضر تھے۔فضائل قرآن پر گفتگو فرمائی۔بعد میں 4افراد سلسلہ نوشاہی میں شامل ہوئے۔

۳۰نومبر ۱۹۹۰ء محمد عبدالرشید نوشاہی کے گھر دعوت تھی۔دوخواتین نے بیعت کی۔۲دسمبر ۱۹۹۰ء مولانا عبدلقدوس صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ کے دست حق پر بیعت کی واپسی پر وزیر آباد میں دوآدمیوں نے بیعت کی۔

۵دسمبر ۱۹۹۰ء کل ۶دسمبر ۱۹۹۰ء حسب اعلان عرس غوث الاعظم دن کے بارہ بجے شروع ہونا تھا۔مہمانوں کو دوپہر کا کھانا کھلانا تھا۔ اس کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ گوشت روٹی اور چاول دیے جائیں گے، چنانچہ درویشوں اور وابستگان دربار کو تمام باتیں سمجھادیں اور ہر ایک کی ڈیوٹی لگا دی کہ کون کیا کام کریگا۔حضرت پیر معروف شاہ صاحب میں اور اوصاف کے علاوہ انتظامی خوبیاں بھی بدرجہا پائی جاتی ہیں۔ہر معاملہ میں آپ کو بہترین منتظم پایا گیا۔آپ کی اپنی زندگی بھی پوری منظم ہے اور دوسروں کو بھی آپ اسی طرح بنادیتے ہیں۔

Marfat.com

۱۸ دسمبر ۱۹۹۰ء میر محمد چتر پڑی کے ایک ساتھی حلقہ ءِ بیعت میں آئے۔ مولانا محمد اور رنگ زیب جہلمی تشریف لائے اور حضرت پیر صاحب کی ہدایات کی مطابق عرس غوث الاعظم کا اشتہار ترتیب دیا۔ دسمبر ۱۹۹۰ء عرس غوث الاعظم کے موقع پر جلسہ ءِ عام ہوا۔ قاری عبد القیوم الفت نوشاہی، قاری عابد حسین نوشاہی اور قاری محمد رفیق نوشاہی نے تلاوت کلام مجید کا شرف حاصل کیا۔ کئی نعت خوان سٹیج پر آتے اور حضور سرور عالم ﷺ کے حضور ہدیہ ءِ عقیدت پیش کرتے رہے۔ مولانا محمد طفیل اظہر، مولانا عبد الخالق، مولانا محمد ایوب ہزاروی اور مولانا عبد القدوس نوشاہی نے خطاب کیا۔ مولانا محمد صدیق مفتی سلیمان اور دیگر کئی علمائے کرام نے شرکت کی۔ بہت بڑا جلسہ تھا لوگ بھاری تعداد میں حاضر ہوئے۔ حضرت غوث الاعظم کی ذات پر حضرت پیر معروف شاہ جب بھی بولتے ہیں والہانہ عقیدت سے بولتے ہیں۔ آپ نے آخر میں چند جملے کہے مگر لفظ نہیں تھے ہونٹوں سے لعل و گہر جھڑ رہے تھے۔ اس جلسہ کے بعد دو افراد نے بیعت کی اور سلسلہ ءِ اقدس میں داخل ہوئے۔

۸ دسمبر ۱۹۹۰ء میر پور اور دینہ میں پروگرام ہوئے۔ ایک آدمی حلقہ ءِ ارادت میں داخل ہوا۔ ۸ دسمبر ۱۹۹۰ء برصغیر کے علماء میں علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی بہت بڑی شخصیت تھے۔ جب ذرائع رسل و رسائل ناپید تھے اسووقت بھی آپ کی شہرت پورے عالم اسلام میں پہنچ چکی تھی۔ منطق، فلسفہ اور علمِ کلام میں آپ کی تصانیف بہت بڑا سرمایہ خیال کی جاتی تھیں اور درس نظامی میں داخل رہیں۔ آپ نے فلسفہ و کلام کی جن کتابوں کی شروح لکھیں ان میں مقلدانہ نہیں مجتہدنہ شان ہے۔ اس طرح وہ شروح نہیں اپنی تخلیق بن گئی ہیں۔ آج حضرت پیر صاحب کو خیال آیا اور سیالکوٹ پہنچ کر علامہ عبد الحکیم کے مزار پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی اور قبر کے پاس دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے۔

۱۰ دسمبر ۱۹۹۰ء راولپنڈی میں محلہ قاسم آباد میں علامہ محمد اورنگ زیب قادری کی مسجد میں عظیم الشان جلسہ ءِ عام سے خطاب کیا۔ موضوع تھا ''فضائل صدیق اکبرؓ'' تاجدارِ جناب صدیق اکبرؓ کی زندگی پر بڑے منفرد انداز میں روشنی ڈالی۔ بعثت سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ وابستگی و پیوستگی پر بولتے رہے۔ وضاحت سے بتایا کہ کس طرح غلام مسلمانوں کو خرید کر آزاد کرتے

Marfat.com

اور انہیں کفار کے مصائب سے نجات دلاتے رہے پھر ہجرت کا سفر ''ثانی ءِ غار و بدر و قبر'' کی زندگی کے ہر بابرکت لمحہ کو اپنی تقریر میں سمولیا مجمع مسحور ہو کر سنتا رہا۔

جلسہ کے موقع پر دو افراد حلقہ ءِ ارادت میں داخل ہوئے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۹۰ء کو پاکستان سے انگلینڈ واپسی ہوئی۔

اس سال کی ابتداء میں بھی آپ پاکستان تشریف لائے تھے۔ نوشہ پور میں جلسہ معراج النبی ﷺ سے خطاب فرمایا تھا۔

اس سفر میں سرگودھا اور اسکے گرد و نواح کے علاقوں میں تبلیغی دورہ بھی ہوا جس میں الحاج عدالت خان نوشاہی اور دیگر کئی عقیدت مند ہمسفر رہے۔ چک نمبر 116 شمالی میں کئی افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

دار العلوم جامعہ اسلامیہ چک سوار کے انتظامی اور تعلیمی معاملات کو درست اور معیاری سطح پر لانے کے سلسلہ میں کئی بار چک سواری تشریف لے گئے۔ مختلف دینی اجتماعات کی صدارت فرمائی۔ لاہور سے نئی اور پرانی کتابیں مختلف موضوعات پر برابر خریدتے رہے۔ حافظ محمد عابد نوشاہی کو اپنے اخراجات پر حصول علم دین کے لیے مامور کیا۔ لاہور، راولپنڈی اور قرب و جوار سے کئی نامور علماء ملاقات کے لیے آتے رہے۔ دربار نوشاہی کا کام تیزی سے تکمیلی مراحل کی طرف بڑھ رہا تھا اور آپ اس کی نگرانی میں ہمہ جہت مصروف تھے۔ لیکن ان مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی دھیان دیتے رہے۔ آپ کے پنجابی اشعار کا مجموعہ زارستان نوشاہی مرتب ہوا اسکی کتابت اور پروف ریڈنگ ہوئی پرنٹ کرائی، اسی طرح ملک مرو الدین اور خضر نوشاہی کی پرنٹنگ بھی کرائی اور یہ کتابیں علمائے کرام اپنے متوسلین و مریدین میں مفت تقسیم کیں۔ اس سفر کے دوران بیسیوں بیماروں اور حاجتمندوں کو اپنی طرف سے مالی معاونت بھی کرتے رہے۔ کئی علمائے کرام کو جمعیت الاسلام کے خرچ پر برطانیہ آنے کا بندوبست کیا جن میں مولانا طفیل اظہر لاہور، مولانا منیر صاحب آف کنارہ سرائے عالمگیر وغیرہ شامل ہیں بہت سے لوگ بیعت سے مشرف بھی ہوئے۔

Marfat.com

۲۸ نومبر ۱۹۹۱ء کو پھر پاکستان جانا ہوا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۹۱ء تک قیام رہا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ سیدہ ام الرضا نوشاہی، حافظ وزیر نوشاہی اور محمد ہارون نوشاہی تھے۔ دربار نوشاہی کا تعمیری کام ہو رہا تھا۔ اس لیے زیادہ تر قیام دربار نوشاہی نوشہ پور شریف کشمیر کالونی جہلم میں رہا اور چک سواری شریف مزار اقدس پر بھی حاضری ہوتی رہی۔ چند جگہوں پر جانا ہوا مگر بہت قلیل۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ زیارت کیلئے اور اپنے مسائل کے حل کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ دربار نوشاہی پر علمائے کرام اور قاریان عظام بکثرت حاضر ہوتے رہے۔ انہی میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم صاحب رضوی بھی تھے۔ میر پور سے کئی علماء حلقہءِ ارادت میں داخل ہوئے۔ حافظ محمد بشیر ساگری والے، حافظ محمد فاضل نوشاہی اور دیگر حفاظ اکثر حاضری میں رہے۔

پاکستان سے واپس آتے ہوئے حضرت صاحب فیصل مسجد بھی تشریف لے گئے۔ دربار کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری تھا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر واپسی کا سفر اختیار کیا۔ یہ تو ایک لحاظ سے آپ کا معمول کا سالانہ سفر تھا۔ اس سے پیشتر ۲۴ جون ۱۹۹۱ء کو بھی پاکستان کا ہنگامی سفر اختیار کرنا پڑا۔

آپ کے برادرِ بزرگ حضرت سید عالم شاہ نوشاہی کی شدید بیماری کی اطلاع پا کر آپ پاکستان آئے اور کشاں کشاں بھائی صاحب کے پاس پہنچے۔ زیارت سے شاد کام ہوئے۔ اس وقت پیر سید عالم شاہ کی حالت کچھ سنبھلی ہوئی دکھائی دی، فرمایا ''اللہ کے فضل و کرم سے اب تو آپ کو صحتمند دیکھتا ہوں'' بھائی صاحب مسکرائے اور بولے وہ تمہارے اردو والے شاعر نے کیا کہا تھا۔

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق   وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

کچھ روز دونوں بھائیوں میں راز نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ بیماری شدت اختیار کرتی گئی۔ نقاہت غالب آتی گئی مگر اس حال میں بھی انہوں نے نماز اور اپنے اد و وظائف کا سلسلہ نہ چھوڑا۔ جب ہوش میں آتے کلمہءِ شہادت اور درود شریف پڑھنے لگتے جس روز وفات ہوئی۔ طبعیت خاصی سنبھلی ہوئی نظر آتی تھی۔ حضرت پیر معروف شاہ صاحب کو پاس بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر کے قریب آنکھوں کے سامنے آکر بیٹھ گئے۔ کمزور اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا ''مسافر

Marfat.com

اپنے وطن کو واپس جا رہا ہے۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے سارے پیارے میرے پاس ہیں جو نہیں وہ ابھی ابھی نیند میں مجھے مل کر گئے ہیں۔ کچھ بلانے آئے تھے'' پیر معروف شاہ صاحب نے کہا'' بھائی مایوسی کی باتیں نہ کیجئے'' فرمایا'' مایوسی کیسی؟ یہ تو حقیقت کا اظہار ہے'' پھر کلمہء شہادت پڑھا۔ درود شریف پڑھنے لگے۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے کسی کو پاس بلا رہے ہوں'' پیر صاحب کہتے ہیں میری چھٹی حس نے کہا، بھائی صاحب فرشتہ ءِ اجل کو بلا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔ یہی کیفیت تو مولانا رومی پر طاری ہوئی تھی جب فرشتہ ءِ اجل کو دیکھ کر کہا تھا۔

پیشتر آ، پیشتر آ، جانِ من   پیکِ بابِ حضرت سلطانِ من

(اے میرے بادشاہ کی طرف سے آنے والے پیارے آجا، قریب تر آجا اور مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چل)

بھائی صاحب نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ آخری لمحہ آیا اور چھپا کے سے گزر گیا۔ مسافر چلا گیا۔ اس کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا تھا جیسے درود شریف کا ایک ایک لفظ تبسم کی کرنوں میں منجمد ہو کر لبوں پر ٹھہر گیا۔ مجھے اقبال کا شعر بیساختہ یاد آ گیا ہے۔

نشانِ مردِ مومن باتو گو یم   چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

جنازہ میں پورا علاقہ اور اسکے قرب وجوار کے لوگ شریک ہوئے، جہاں جہاں خبر پہنچی لوگوں نے پہنچنے کی کوشش کی۔ نامور مذہبی وسیاسی شخصیات اور عوام الناس نے جنازہ میں شمولیت کی بہت بڑا جنازہ تھا۔ پھر پاکستان کے طول وعرض سے لوگ تعزیت کے لیے آنے لگے۔ صاحبزادہ پیر عتیق الرحمٰن آف ڈھالگری شریف، علامہ محمد بشیر مصطفوی آف میر پور، چودھری محمد شریف اور لاہور اور اسلام آباد اور کئی اضلاع سے عقیدتمندوں کے ہجوم آتے رہے۔ فاتحہ خوانی ہوتی رہی جو دور دراز تھے اور نہیں آسکتے تھے انہوں نے خطوط کے ذریعے تعزیت کی۔ اس طرح کافی دن حضرت صاحب اسی جگہ مقیم رہے۔ قرآن پاک کے کئی ختم ہوئے۔ درود شریف بکثرت پڑھا گیا اور ایصال ثواب ہوتا رہا۔

آنے والوں میں ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے پہلے بیعت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا انہوں نے بیعت کی۔ اس طرح سلسلہ میں کئی نئے لوگ داخل ہوئے۔

۱۷ فروری ۲۰۰۱ء سے ۲۵ مارچ ۲۰۰۱ء تک بھی پاکستان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ پرویز اقبال ڈویال حاجی محمد اقبال جہلمی اور انکی اہلیہ اور شمشیر جنگ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ سب سلسلہ عالیہ نوشاہیہ سے وابستہ حضرات تھے۔

دیگر ممالک کے سفر کی طرح پاکستان کے سفر میں بھی آپ کا سب سے بڑا کام کتابوں کی خریداری ہوا کرتا ہے بلکہ پاکستان میں یہ کام کچھ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں اللہ کے فضل سے اسلام اور اسلامی موضوعات پر اردو اور انگریزی میں لکھنے والے بکثرت ہیں نیز یہ کہ پاکستان میں ابھی کتاب کی محبت باقی ہے۔ دیگر ممالک میں عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ میں جو کتب ان موضوعات پر سامنے آتی ہیں، پاکستان کے کتب فروش منگا لیتے ہیں۔ اس طرح پاکستان میں آپ کا جس شہر میں جانا ہو کتابوں کی دکانیں ضرور دیکھ لیتے ہیں۔ پاکستان کے زیرِ نظر سفر میں یہ کچھ زیادہ ہوا کیونکہ جامعہ نوشاہیہ کی لائبریری کو شاداب اور زرخیز، کونا، مطلوب تھا۔ چنانچہ ۱۹ فروری ۲۰۰۱ء ایک کار اور ایک ویگن ساتھ لی اور اکوڑہ خٹک اور پشاور روانہ ہوئے۔ اکوڑہ خٹک پشتو کے مشہور شاعر خوشحال خان خٹک کا شہر ہے اور علم کے شوق سے لبریز ہے۔ 60 ہزار کی کتابیں اکوڑہ خٹک سے خریدیں اور تقریباً 90 ہزار کی کتابیں پشاور سے خریدیں۔ ان علاقوں میں چونکہ عربی مدارس بکثرت ہیں۔ اس لیے عربی کی کتابیں بکثرت ملتی ہیں۔ صوبہ سرحد میں دیوبندی خیال کی جمعیت العلمائے اسلام کا کافی اثر ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ یہ ''کھٹ مٹھے'' مولوی ہیں۔ آدھا تیتر آدھا بیٹر والے بریلویوں کے پیروں کے مخالف ہیں۔ اپنے پیر ڈھال اور پال رکھے ہیں۔ ان پیروں کے معاملہ میں وہ سب کچھ کر لیتے ہیں جو بریلوی حضرات کرتے ہیں تو انہیں شرک لگتا ہے۔ عقائد میں کہیں اہلحدیث کی طرف جھک جاتے ہیں کہیں بریلویوں کی طرف علمائے اہل سنت کو اس علاقہ کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے اور انکی دوغلی پالیسیوں سے پردہ اٹھانا چاہیئے۔ عوام الناس مذہب سے بہت لگاؤ رکھتے ہیں۔ مزارات کا احترام کرتے ہیں۔ منت مانتے ہیں۔ نذر نیاز دیتے ہیں۔ جمعیت العلمائے

Marfat.com

اسلام کا سیاسی حربہ یہ ہے کہ یہ مساجد پر قابو پالیتے ہیں، اپنے مسلک کا مولوی بٹھا دیتے ہیں۔ یہ عوام کے عقائد میں زیادہ دخل نہیں دیتے، اس طرح مذہب پرست لوگوں کا معتمد بنے رہتے ہیں اور وہ لوگ اسی کے کہنے پر ووٹ دیتے ہیں۔ یہ ہے سیاست یعنی مسجد پر قبضہ کرلو تو عوام تمہیں مقتدائے مذہب سمجھنے لگیں گے۔ اس کے بعد انکے جذبات سے کھیلتے رہو۔

25 فروری کو جامعہ نوشاہیہ کے سلسلہ میں علمائے کرام کا مشاورتی اجلاس طلب کیا گیا اس اجلاس میں 20 سے زائد علماء نے شرکت کی مفتی محمد یونس چک سواری شریف، مولانا منیر احمد نوشاہی، مولانا انوار الاسلام، مولانا خادم حسین نوشاہی، سید محمد شاہ نوشاہی حافظ محمد اسلم آف دھتیالہ، مولانا عبداللطیف قادری اور دیگر علماء نے شمولیت کی۔ کئی امور زیر بحث آئے، جامعہ کی نگرانی کون کریگا یعنی ایڈمنسٹریشن کس کے ہاتھ میں ہوگی۔ ابتدائی طالب علموں کی تعلیم وتدریس میں پڑھنے کے ساتھ لکھنا سکھانے کی طرف خصوصی توجہ دینے کے لیے پیر صاحب نے خاص طور پر متوجہ کیا۔ آپ نے فرمایا علمائے اہل سنت کی ایک کمزوری یہ رہ گئی ہے کہ انہوں نے علم وفضل تو حاصل کرلیا ۔تقریر میں بھی مہارت رکھتے تھے لیکن تحریر کی طرف بہت کم توجہ دی گئی حالانکہ تقریر ہنگامی اور وقتی چیز ہے اور تحریر ہمیشہ رہ جانے والی چیز ہے، اس میدان پر دیوبندیوں اور جماعت مودودی نے قبضہ کرلیا جس موضوع پر دیکھو یہی لوگ چھائے ہوئے ہیں۔

طالب علم انہی کی کتابیں پڑھتے ہیں اور انہی کو عینِ اسلام سمجھ لیتے ہیں۔ جامعہ نوشاہیہ کو یہ چیز خاص طور پر مدنظر رکھنی چاہیے کہ اسے صرف مقرر ہی نہیں۔ ادیب وانشاء پرواز بھی پیدا کرنے ہیں۔ جو آگے جاکر، صحافت اور نثر نگاری میں مہارت رکھنے کی وجہ سے ذرائع ابلاغ سنبھال سکیں۔ آپ نے یہ بھی وضاحت کی کہ جن علوم کو زمانہ مردہ قرار دے چکا مثلاً یونانی منطق وغیرہ۔ انہیں نئے نصاب سے خارج کردینا چاہیے اور جدید علوم کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ آج زندگی اور اس کے مسائل بہت پیچیدہ ہوگئے ہیں۔ ان مسائل کے حل ''ایسا غوجی اور ملا حسن'' جیسی یونانی منطق کی کتابوں میں نہیں، جدید علوم میں ہے۔ معاشرت، تمدن عمرانیات معاشیات، جدید فلسفہ، سائنسی علوم کی تمام شاخیں غرضیکہ کیا کیا کچھ علوم پیدا ہو چکے ہیں۔ پس جامعہ نوشاہیہ کے لیے، وہ

Marfat.com

نصاب ہو جو ان علوم پر حاوی ہو اور چونکہ یہ سارے علوم انگریزی زبان میں ہیں۔ اس لیے انگریزی زبان پر خصوصی طور پر عبور حاصل کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کا یہ قول بہت بڑی راہ متعین کرتا ہے کہ "حکمت اور دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے، پس وہ جہاں بھی ملے، اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنا لے"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ زبان جو بھی پڑھائی جائے۔ اس طرح پڑھائی جائے کہ لکھنے اور بولنے میں مہارت حاصل ہو جائے۔ ہمارے کتنے ہی علماء ہیں جو فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں۔ درس نظامی سے سند فراغ حاصل کرتے اور دستارِ فضیلت سر پر سجا لیتے ہیں لیکن عربی زبان میں ایک مختصر خط نہیں لکھ سکتے۔ عربی میں گفتگو نہیں کر سکتے۔ جامعہ میں اردو، عربی انگریزی کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ تمام زبانوں میں تحریر و تکلم کی مہارت پیدا ہو جائے۔ جامعہ میں عربی علوم کے ساتھ سکولوں، کالجوں کے درسی مضامین بھی پڑھائے جائیں اور طلبہ کو امتحانات میں بٹھایا جائے تاکہ وہ دینی اور دینوی دونوں طرح کی اسناد لے کر میدانِ حیات میں اتریں۔

اس مجلس مشاورت میں علماء کے ساتھ جدید علوم کے ماہرین بھی شامل تھے۔ چنانچہ راجہ طاہر محمود خان ایڈووکیٹ جہلم، حافظ نیاز احمد اے سی ضلع جھنگ اور حافظ ابوسفیان بھی شریک ہوئے۔ اکوڑہ خٹک اور پشاور سے کتابیں خریدی گئی تھیں مگر حضرت پیر صاحب مطمئن نہیں تھے اور تشنگی محسوس کر رہے تھے، چنانچہ مختلف کتب خانوں کی مطلوبہ فہرستیں دیکھیں۔ کتابیں نشان زد کیں۔ چودھری نثار احمد نوشاہی، قاری منور حسین نوشاہی، مولانا امیر بخش سیالوی، مولانا منیر احمد نوشاہی اور چند دیگر ساتھیوں کو لاہور بھیجا کہ وہ نشان زدہ کتابیں اور اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب سمجھیں خرید لائیں۔ اس طرح پونے دو لاکھ روپے کی مزید کتابیں خرید کر لائی گئیں۔

یہاں ہم پاکستان کے سفر کا باب ختم کرتے ہیں۔ یہ باب ڈائریوں سے ترتیب دیا گیا ہے اور کہیں کہیں جو تفاصیل دی گئی ہیں وہ پیر صاحب سے زبانی طور پر حاصل ہوئیں۔

Marfat.com

یورپ میں تبلیغ سفر فرانس

(فرانس اور اسلام، تاریخی پس منظر)

فرانسیسی ماہر تمدن و عمرانیات ڈاکٹر گستاولی بان کا خیال ہے کہ عرب ممالک کو فتح کرتے تو دیکھتے ہیں انکی آب و ہوا اور جغرافیائی ماحول کیسا ہے پھر وہ فیصلہ کرتے کہ یہ ملک انکے رہنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر وہ اسے مسلمانوں کی رہائش کے قابل سمجھتے تو وہاں اپنا مستقل تسلط قائم کرتے اور وہاں کے تمدن پر اپنے اثرات چھوڑتے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''اندلس کو فتح کرنے کے بعد عربوں نے فرانس پر کئی حملے کئے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے کبھی اس ملک میں اقامت کا قصد کیا ہو۔ ظاہراً اس ملک کی سرد اور نم آلود آب و ہوا انہیں اقامت سے مانع ہوئی۔ عرب یورپ کے جنوبی حصوں میں ہی نشو و نما پا سکتے تھے کیونکہ ان کی آب و ہوا معتدل تھی۔ فرانس کے جن حصوں میں وہ زیادہ عرصہ رہے وہ وہی تھی جنکی آب و ہوا گرم تھی''

تمدن عرب صفحہ 285

اب ہم تاریخی پس منظر ڈاکٹر گستاولی بان کی تفاصیل سے اخذ کرتے ہیں اور وہ اس لیے ایک تو وہ فرانسیسی ہیں، دوسرے ان میں اتنا تعصب نہیں جتنا دیگر ابتدائی مستشرقین میں ہے۔

آٹھویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے فرانس پر حملہ کیا تو فرانس پر ان بادشاہوں کی حکومت تھی جنہیں مورخین IDLE KINGS یعنی سلاطین کاہل الوجود کہتے ہیں۔ جاگیرداروں اور امراء کے مظالم اور سلب و نہب سے ملک کی حالت بہت خراب تھی، اسی لیے وہ بآسانی عربوں کے ہاتھ آ گیا اور انہوں نے معمولی مزاحمتوں کے بعد جنوبی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سب سے پہلے فتح ہونے والا شہر لانگے باک میں ناربان تھا۔ 721ء میں عربوں نے ایکی ٹین کے دارالحکومت ٹولوس کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے فرانس کے صوبے نیم لیان، ماکان، اوتون، وغیرہ فتح کیے اور دریائے رون کے صوبہ جات ڈافینے اور فرانس کا آدھا ملک دریائے لوارا کے کنارے سے فرانش کانٹے تک بتدریج مسلمانوں کے قبضہ میں

Marfat.com

آ گیا۔انہوں نے بڑے بڑے مراکز پر فوجی تسلط قائم کرلیا، تاکہ یہاں سے دوسرے شہروں پر حملہ آور ہو سکیں۔ 732ء میں امیر عبدالرحمٰن نے دڑیائے گاران عبور کیا۔ ایکی ٹین اور اسکان میں معمولی مزاحمت ہوئی مگر وہ یہاں کے سالار ڈیوک بوڈ کو شکست دیتا ہوا بوزڈو پر قابض ہو گیا اور پائی ٹیرس کی طرف بڑھا۔ ڈیوک بوڈ نے اسٹراسیا اور نبوسٹریا کے بادشاہ چارلس مائل سے مدد طلب کی۔ چارلس مائل نے جرمنی، فرانسیسی اور برگان کے سپاہی اکٹھے کئے۔ پائی ٹیرس (PITARIS) کے سامنے جنگ ہوئی۔ اس میں ایک جنگی چال سے مسلمان فوجیں شکست کھا کر پسپا ہو گئیں اور، ناربان میں آکر رکیں۔ چارلس نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن کامیاب نہیں ہوا اس زمانہ کی عام روش کے مطابق اس نے اردگرد کے شہروں میں لوٹ مار شروع کردی۔ اسکی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر عیسائی سردار عربوں سے مل گئے اور چارلس کو مار کر بھگا دیا۔ مسلمان تھوڑے ہی دنوں میں مارٹل کی شکست سے سنبھل گئے جو مقامات انہوں نے پہلے فتح کر لیے تھے، ان پر قابض رہے اور دوسو برس تک انکا قدم فرانس کے بعض علاقوں پر جما رہا۔ 737ء میں مارسیلز کے حاکم نے ان سے پروڈانس لے لیا۔ انہوں نے دوسری طرف بڑھ کر اُزل پر قبضہ کرلیا۔ 935ء تک وہ والے اور سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گئے تھے۔

متعصب مؤرخین نے چارلس مائل کو بطور ہیرو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر اس نے مسلمانوں کا راستہ نہ روکا ہوتا تو عرب فرانس لے لیتے اور تہذیب و تمدن کو تباہ و برباد کر دیتے۔ بلکہ پورا یورپ تہس نہس ہو جاتا اور تہذیب کی شمعیں گل ہو جاتیں۔ ایک نظر ان لوگوں کا اندازِ بیان بھی دیکھ لیجئے۔ ہنری مارٹن جو اپنے آپ کو سچ کا بڑا نمائندہ سمجھتا ہے۔ اس طرح تعصب کا زہر اگلتا ہے۔

"چارلس مائل نے دنیا کی تاریخ کا فیصلہ کر دیا۔ اگر فرانسیسی شکست کھا جاتے تو ساری دنیا مسلمانوں کے ہاتھ آجاتی۔ اس طرح یورپ اور تمام دنیا کی ترقی کا ستیاناس ہو جاتا کیونکہ وہ جذبہ جو انسانوں کی ترقی کا باعث بنتا ہے مسلمانوں میں بالکل نہیں بلکہ ان کی فطرت میں ہی نہیں۔ انہیں بس یہی زعم ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ مسلمانوں کا خدا جو دنیا کو پیدا کرنے کے بعد اپنی شان اور اپنی وحدانیت کے بستر پر لیٹ کر آرام کر رہا ہے۔ انسان کے اندر بھی آگے بڑھنے

Marfat.com

اور ترقی کرنے کی ہمت پیدا نہیں کرتا''

HISTORY OF FRANCE P.NO 35

اس کا پہلا جواب تو یہی ہے کہ مسلمان آگے بڑھ کر پورا یورپ لینا ہی نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ وہاں کی آب و ہوا انہیں پسند نہیں تھی۔ وہ سرد اور مرطوب خطوں سے نفرت کرتے تھے۔ اس لیے جہاں تک معتدل آب و ہوا تھی وہاں تک وہ گئے اور انہوں نے ان علاقوں پر دو سو سال تک اپنا قبضہ کسی نہ کسی صورت میں برقرار رکھا۔ ہنری مارٹن کی یہ بات کہ مسلمانوں میں ترقی کرنے کا جذبہ نہیں اور یورپ کو برباد کر کے وہ دنیا کو مہذب و متمدن ہونے سے روک دیتے تو یہ اس مؤرخ کی سب سے بڑی اور تعصب آفریدہ جہالت ہے۔ مسلمان جہاں جہاں گئے تہذیب و تمدن کے سورج طلوع کرتے گئے۔ اندلس اسکی بڑی مثال ہے مسلمانوں نے اسے کہاں پہنچایا اور متعصب عیسائیوں نے اسے کس طرح تباہ و برباد کیا۔ جس یورپ کی تہذیب پر اسے ناز ہے، اس یورپ کو یہ سارا علم مسلمانوں کے مایہ ناز مفکرین نے دیا ہے اور ہر مؤرخ اس کو کھلے عام ابدی صداقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ چنانچہ مارٹن کی متذکرہ بالا بات کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر گستاؤلی بان کہتے ہیں۔

''شمال فرانس کی آب و ہوا سردی اور نمی کی وجہ سے عربوں کو بالکل ناپسند تھی۔ اگر یہ اندلس کی طرح ہوتی اور عرب اسے زیرنگیں لے آتے تو یہاں وہی کچھ ہوتا جو انہوں نے اندلس میں کیا تھا۔ عربوں ہی کی وجہ سے اندلس کو اس قدر عظیم الشان تمدن نصیب ہوا، اور جب اندلس کے تمدن کا آفتاب نصف النہار پر تھا، اس وقت یورپ شدید وحشیانہ حالت میں تھا۔ اگر عرب یورپ پر اپنا تمکن قائم کر لیتے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ یورپ کی خوش بختی ہوتی۔ اسلام رحمت کا پیغام تھا اور یہ پھیل جاتا تو اقوام مغرب کے اخلاق میں نرمی پیدا ہوتی۔ وہ انسانیت سیکھ جاتیں اور یورپ اس قتل عام سے بچ جاتا جو سینٹ برتھالیمو نے برپا کیا۔ وہ خوفناک مذہبی عدالتوں کی علم دشمنی سے بچ جاتا کوئی گلیلیو اذیتوں سے دوچار نہ ہوتا۔ کسی برینو کو نہ جلایا جاتا اور یورپ میں خون کے وہ دریا نہ بہائے جاتے جنہوں نے یورپ کی زمیں کو لہولہان کئے رکھا''

مسٹر لی بری LE BIRE لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''اگر عربوں کا نام تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی علمی نشاۃِ ثانیہ کئی صدیوں تک پیچھے ہٹ جاتی'' (تمدن عرب ص 514) :

بہر حال جنوبی فرانس میں مسلمان قابض رہے لیکن یہاں انہیں چین سے بیٹھنا کبھی نصیب نہ ہوا۔ کہیں نہ کہیں سے وحشی ان پر حملہ آور ہو جاتے اور انہیں ہر وقت ان حملوں سے بچاؤ کی تدبیروں میں منہمک رہنا پڑتا۔

اس لیے انہوں نے یہاں اپنے تمدن کے وہ تابندہ نقوش نہ چھوڑے جو دوسرے مقامات پر وہ چھوڑ گئے اور جنہوں نے تاریخ کو ایک نئے اور روشن راستے پر ڈال دیا۔ اس کے باجود عربوں نے فرانس میں اپنے کچھ نشانات ضرور چھوڑے ہیں۔

ایک اثر تو زبان پر ہے ڈاکٹر لی بان لکھتے ہیں۔

''فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا ہے۔ موسو سریِ بالکل صحیح لکھتے ہیں ''اوورن اور لموژین کی زبان عربی الفاظ سے معمور ہے اور ان کے ناموں کی صورت بھی بالکل عربی ہے'' یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔ یہ امر نہایت قرین قیاس ہے کہ بحری انتظام اور جہاز رانی کے متعلق اکثر الفاظ عربی ہیں جو فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں مستعمل ہیں۔ آلہ قطب نما غلطی سے چینیوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے یہ بھی عربوں ہی کے توسط سے یہاں آیا ہے۔ یہ امر بھی قرین قیاس ہے کہ جس وقت باقاعدہ اور مستقل فوجیں قائم ہوئیں تو افسروں کے عہدہ وار نام اور لڑائی میں نعرے تک عربوں سے ہی لیئے گئے اور انتظام مملکت کے متعلق اصطلاحات بھی بغداد اور قرطبہ سے اخذ کی گئیں۔ فرانس کے طبقہ ءِ ثالث کے سلاطین پوری طرح عربوں کے مقلد تھے اور اسی وجہ سے شکار کے متعلق اکثر الفاظ عربی الاصل ہیں۔ ٹورنامنٹ کا لفظ مدطین نہیں عربی ''دوران'' کی ہی دوسری شکل ہے۔ یہ ایک قسم کی فوجی ورزش تھی جس میں فوج ایک دائرہ کی شکل میں گھومتی تھی۔ ہماری زیادہ تر علمی اصطلاحات عربی میں ہیں۔ ہمارا علم ہیئت ان عربی اصطلاحات سے معمور ہے۔ ادویہ کے نام بھی عربی سے ماخوذ ہیں''

تمدنِ عرب صفحہ 404

Marfat.com

ہم تفصیل میں نہیں جا سکتے نہیں تو ایسے الفاظ جمع کرنے کی کوشش کرتے جو عربی سے یورپ کی زبانوں میں آئے ہم صرف ڈاکٹر لی بان کی یہ بات نقل کر دیتے ہیں۔

"فی الواقع وہ الفاظ جو عربی سے یورپ کی زبانوں میں آئے۔ ان سے عربوں کے تمدن تسلط کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اگر یہ کل الفاظ مع انکی پوری تشریح کے ایک جگہ جمع کئے جائیں تو ایک معقول مجلد تیار ہو جائے"

تمدن عرب صفحہ 658

ڈاکٹر لی بان نے مغرب میں احیائے علوم اور اشاعت علوم کے سلسلہ میں عربوں کے پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"پندرھویں صدی تک کسی ایسے مصنف کا حوالہ نہیں دیا جاتا تھا، جس نے عربوں سے نقل نہ کیا ہو راجر بیکن، پیسا کا لیونا ڈ، ایمانڈل، سینٹ ٹامس، ربرٹ اعظم، یہ سب یا تو عربوں کے شاگرد تھے یا ان کی تصنیفات نقل کرنے والے موسیو رینان لکھتا ہے۔ البرٹ اعظم نے جو کچھ پایا ابن سینا سے پایا اور سینٹ ٹامس کو سارا فلسفہ ابن رشد سے ملا"

تمدن عرب صفحہ 515

اس کے علاوہ فرانس کے بعض حصوں میں معلوم ہوتا ہے کہ ان فرانسیسیوں کے خون میں بھی عربوں کے اثرات موجود ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے جہاں جہاں مسلمان فوجیں موجود تھیں۔ ان علاقوں کے قرب و جوار میں کچھ مسلمان آباد ہو گئے تھے، انہوں نے وہاں زراعت یا حرفت شروع کر دی تھی۔ کاشتکاری اور زراعت کے چند مخصوص اصول جو وہ اندلس سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ انہی کے تحت زراعت شروع کر دی تھی۔ اسی طرح حرفت میں قالین بافی بھی عربوں کے پاس تھی۔ اب روبوسان میں وہ صنعت اسی انداز پر موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ مسلمان جو زراعت پیشہ یا مزدوری پیشہ تھے یہاں کے اصل باشندوں کیساتھ مل جل گئے۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے مذہب سے اسوقت دور ہونے لگے جب مسلمانوں کی فوجیں یہاں سے نکل گئیں۔ یہ عام بے علم لوگ ہونگے یہ آخر دوسرے مذہب کی اکثریت میں ڈوب گئے لیکن ان کی نسل باقی رہ گئی۔ ڈاکٹر لی بان

Marfat.com

لکھتا ہے۔

''اتنی صدیوں کے بعد بھی فرانس کے بعض حصوں میں عربوں کی نسل کا پتہ لگتا ہے کروز کے صوبہ میں ہوت آلپ میں اور بالخصوص ان مقامات میں جو مونٹ مور (یعنی جبل المسلمین) کے اردگرد ہیں نیز بین کے صوبہ میں اور لاندور وزیان، ولا نگے ڈاک اور بیرن کے قصبوں میں عربوں کی تعداد بآسانی پہچانی جاتی ہے۔ان کا گندمی رنگ، سیاہ آبنوسی بال، خمدار ناک، بیٹھی ہوئی چمکدار آنکھیں باقی آبادی کے لوگوں سے بالکل الگ ہیں۔انکی عورتوں کا رنگ سانولا، قد لمبا، بڑی بڑی سیاہ آنکھیں بھرے ہوئے۔ابرو وغیرہ ان کا عربی النسل ہونا ثابت کرتی ہیں۔علم الانسان کے قواعد کے مطابق ان خصوصیات کا برقرار رہنا اور دیگر باشندوں کے ساتھ مل کر تلف نہ ہو جانا۔ثابت کرتا ہے کہ ان مقامات میں جہاں یہ لوگ پائے جاتے ہیں۔عربوں نے بطور خود چھوٹے چھوٹے قائم کر رکھے تھے اور دوسرے باشندوں کے ساتھ ازدواج و امتزاج کو جاری نہیں رکھا تھا''

تمدن عرب صفحہ 290

بلاشبہ وہ لوگ اپنے مذہب سے دور رہو گئے لیکن انہوں نے اپنی نسل کو باقی رکھا۔تمدن و عمرانیات کے اور علم الانسان کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ اکثر ایسے لوگ ہیں جو مذہب چھوڑ بیٹھے ہیں لیکن اپنی نسل کو باقی رکھنے میں خاصے محتاط رہے۔ہندوستان میں ذات پات کی یہ تمیز بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔ ہندوؤں میں ابتداء سے ہی یہ چیز آگئی تھی۔ان میں سے کئی خاندان مسلمان ہو گئے مگر اسلام کی تعلیم مساوات کے باوجود انہوں نے ذات پات کی وہی تمیز باقی رکھی۔ اور یہاں بعض ذاتیں اصل میں جیسے راجپوت وغیرہ باقی رہ گئیں بعض کے نام تبدیل ہو گئے مگر شادی بیاہ کے معاملہ میں وہ دوسری ذات سے امتزاج نہ کر سکے، پٹھان، راجپوت، سید وغیرہ آج بھی اپنی ذات سے باہر شادی نہیں کرتے۔بیٹیاں دینے کا تو بالکل رواج نہیں۔اگر کوئی مرد بھی دوسری ذات میں شادی کر بیٹھتا ہے تو اس عورت اور اسکی اولاد کو مرد کے خاندان سے نفرت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

Marfat.com

فرانس کا عہد جدید اور مسلمان

جوناتھن فرانس سنٹر فار یوروپین سٹڈیز ہارورڈ کی رپورٹ کے مطابق 2001 کے اختتام تک فرانس میں مسلمانوں کی مجموعی تعداد اکیالیس لاکھ پچپن ہزار تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد فرانس کی تباہ شدہ حالت کا تقاضا تھا کہ نیا فرانس تعمیر کرنے کے لیے محنت کرنے والے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہوں چنانچہ ادھر ادھر سے بہت سے لوگ تلاش رزق میں فرانس پہنچے ان میں زیادہ تر الجیریا کے تھے، متذکرہ رپورٹ میں مسلمان آبادی کی تفاصیل یوں ہیں۔

الجیریا = 1550000 (پندرہ لاکھ پچاس ہزار)

مراکو = 1000000 (دس لاکھ)

ٹیونس = 350000 (تین لاکھ پچاس ہزار)

بلیک افریقہ = 250000 (دو لاکھ پچاس ہزار)

ترکی = 315000 (تین لاکھ پندرہ ہزار)

نو مسلم = 40000 (چالیس ہزار)

ایشیا = 100000 (ایک لاکھ)

دیگر = 10000 (ایک لاکھ)

(غیر قانونی تارکین وطن اندازاً تین لاکھ پچاس ہزار) اسی رپورٹ کے مطابق فرانس میں 1558 ایسے مقامات ہیں جہاں نماز اجتماعی طور پر پڑھی جاتی ہے اور جنہیں مسجد کے طور پر استعما ل کیا جاتا ہے لیکن ان میں سے اکثر میں بمشکل 150 آدمی سما سکتے ہیں ہیں 20 جگہیں ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ایک ہزار افراد کی گنجائش ہو سکتی ہے صرف پانچ جگہیں ایسی ہیں جنہیں مسا جد کے طور پر تعمیر کیا گیا اسکے مقابلہ میں چالیس ہزار کیتھولک چرچ ہیں 957 پروٹسنٹ کے معابد اور 82 یہودیوں کے معابد ہیں یہاں ایشیائی مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ بتائی گئی ہے الگ الگ ممالک کے مسلمانوں کی تعداد نہیں بتائی گئی خاص طور پر مساجد کے طور پر تعمیر کی جانے والی عمارات صرف پانچ ہیں۔

Marfat.com

جناب پیر معروف شاہ صاحب کے تبلیغی سفر

حضرت پیر معروف صاحب اکثر تبلیغی سفر میں رہتے ہیں فرانس میں بھی وہ اس سلسلہ میں بار بار جاتے ہیں اور انہوں نے وہاں اپنا ایک حلقۂ اثر پیدا کر رکھا ہے ہم صرف ایسے ہی سفر احاطۂ تحریر یں لا سکتے ہیں جن کا ذکر انکی ڈائریوں میں ملتا ہے۔

پیر صاحب کا فرانس میں پہلا تبلیغی دورہ 26 دسمبر 1982ء کو شروع ہوا۔ سب پہلے فرانس کے شہر پہنچے یہاں کے احباب کا بڑا مسئلہ ایک مسجد کا قیام احباب نے گیارہ ہزار پونڈ جمع کر رکھے تھے اور اندازہ تھا کہ انہیں مزید سات ہزار پونڈ درکار ہونگے حضرت پیر صاحب نے ایک مختصر خطاب کے بعد احباب سے مسجد کے سلسلہ میں فنڈ کی اپیل کی خدا کے فضل سے 5 ہزار پونڈ جمع ہو گئے۔

وہاں سے آپ پیرس گئے باروں اور کیفوں (BARS AND CAFS) سے بھرے ہوئے پیرس کے اردگرد الجیرین مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ پیرس شہر میں ترکوں کی مسجد میں ورلڈ اسلامک مشن کی مقامی برانچ نے ایک جلسہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ پیر صاحب نے وہاں سیرتِ نبوی اور تعمیر اخلاق و کردار کے موضوع پر ایک بسیط اور جامع تقریر کی۔ تقریر بڑے خوبصورت انداز میں شروع ہوئی اور دلربا طریقہ سے اختتام پذیر ہوئی۔ آپ نے قرآن حکیم کی آیہ مبارکہ ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' سے آغاز کیا اور فرمایا ہر انسان ایک خاص طرح کی معاشرتی زندگی بسر کرتا ہے۔ کوئی چرواہا ہے، کوئی مزدور، کوئی تاجر ہے کوئی مذہبی پیشوا، کوئی جج ہے کوئی سپہ سالار پھر زندگی کے مختلف حصے ہیں، بچپن ہے جوانی ہے، بڑھاپا ہے، غرضیکہ طرح طرح کی زندگیاں ہیں اور طرح طرح کے تقاضے، ہم ارسطو اور افلاطون کی زندگی دیکھتے ہیں۔ ان میں حصولِ علم و حکمت کی والہانہ لگن پائی جاتی ہے۔ طالبانِ علم و دانش کے لیے یہ زندگی کسی حد تک نمونہ بن سکتی ہے مگر ایک حاکم و فرمانروا، اس زندگی سے کیا حاصل کریگا، ایک سپہ سالار کو کیا سبق ملے گا۔ وہ اگر منطق کے صغریٰ کبریٰ قائم کرنے بیٹھ جائے جو ہر طول و عرض کی فلاسفی چھانٹنے لگے تو جو لڑائی درپیش ہے اس کا کیا ہوگا۔ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا ہے۔ منطق اسے کیا سہارا دے گی۔ ایک جج

Marfat.com

اور ایک تاجر اس زندگی سے کیا سبق حاصل کریگا۔ آپ دنیا کے جس شخص کو بھی دیکھیں ممکن ہے وہ اچھی زندگی گزار رہا ہو، بااصول زندگی گزار رہا ہو، مگر وہ ایک جہت رکھنے والی زندگی ہوگی۔ وہ اس آدمی کے لیے تو ممکن ہے کسی حد تک مفید ہو جو اسی جہت کی زندگی رکھتا ہے مگر دوسروں کیلئے اس زندگی میں کوئی سبق اور کوئی نمونہ یا ماڈل نہیں ہوگا۔ پوری دنیا ازازل تا ابد صرف رحمتِ عالم ﷺ کی زندگی ہی ایسی ہے جس میں ہر دور کے ہر انسان کے لیے رہنمائی ہے۔ کوئی تاجر ہے تو مکہ کے اس تاجر کو دیکھے جو کسی کپڑے کے تھان کا نقص بتانا بھول جاتا ہے اور جب اسے یاد آتا ہے تو خریدار کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر جاتا ہے اور اسے اصل صورت حال سے آگاہ کرتا ہے۔ کوئی ملازم ہے تو اس ملازمت کرنے والے کو دیکھے جو حضرت خدیجہ کے لیے تجارت کرنے شام کا سفر اختیار کرتا ہے اور اس ملازمت میں اتنی دیانتدارانہ جانفشانی دکھاتا ہے کہ مالکہ اس سے بے پناہ متاثر ہو کر اپنا سب کچھ اسکے حوالے کر دیتی ہے۔ کوئی بھوکا ہے تو فقر و غنا کے اس پیکر کو دیکھے جس نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ کوئی فیاض و سخی ہے تو بتائے۔

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا لبوں پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

کوئی حاکم اور بادشاہ ہے تو اس بادشاہوں کے بادشاہ کو دیکھے کہ دنیا بھر سے دولت آکر اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتی ہے اور وہ سب بانٹ دیتا ہے اور اٹھتا ہے تو دامن جھاڑ کر کہتا ہے اے خدا دیکھ لے کہ تیرا فرستادہ گھر میں دنیا کی دولت کا ایک درہم بھی نہیں لے جا رہا ہے۔ غرضیکہ کوئی سالار و حاکم ہو یا تاجر و مزدور اس ذاتِ اقدس و اعظم کی سیرت سے نور ہدایت اخذ کر کے اپنی حیاتِ دنیوی و اخروی کے راستے روشن کر سکتا ہے یہی وہ زندگی ہے جو ہر شخص کو رہنمائی فراہم کر سکتی ہے اسی لیے تو کہا گیا کہ قد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یہی وہ زندگی ہے جس کی کتاب کا ایک ایک صفحہ صبح کے گریبان کی طرح کھلا ہوا اور روشن ہے جس میں کوئی بات راز نہیں اور اسی زندگی کو گواہ ٹھہرا کر کہنے والا کہہ رہا ہے۔

''فقد لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمراً افلا تَعْقِلُوْ نْ'' (میں نے تم میں عمر بسر کی کیا تم سوچتے نہیں)

یہاں بھی مسجد کے بنانے کیلئے تحریک چلا رکھی تھی۔ تقریر کے آخر میں اسے تیز کرنے کی

Marfat.com

اپیل کی۔

۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء کو پھر فرانس تشریف لے گئے۔ گیارھویں شریف کی ایک تقریب میں شرکت کی اور گیارھویں شریف کی برکات اور غوث الاعظم کی زندگی پر روشنی ڈالی اور فرمایا تذکرہ اولیائے اللہ بھی تذکرہ باللہ ہے کہ ان لوگوں کی بابرکت زندگیاں ہمارے لیے باعثِ برکت ونعمت ہیں خدا اپنے پیاروں کے ذکر سے خوش ہوتا ہے اور ہمیں انکی زندگی سے رہنمائی ملتی ہے۔ ہمیں پتہ چلتا ہے قرآن کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی بات کوئی آئیڈیلزم نہیں بلکہ ایسی زندگی بسر کی جاسکتی ہے کیونکہ ہمارے جیسی احتیاجات رکھنے والوں نے قرآن پر عمل کی زندگی بسر کر کے دکھادی۔

اسکے بعد ورلڈ اسلامک مشن کے تنظیمی امور پر گفتگو کی اور مشن کی مقامی برانچ کی رہنمائی کی۔

۲۹ دسمبر کو میلادالنبی کے ایک جلسہ میں شرکت کی۔ یہاں ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ایک محقق ہیں جنہیں خاص طور پر مخطوطات پڑھنے کی مہارت ہے اور انہوں نے عربی مخطوطات پر خاصا کام کیا ہے۔ انہی مخطوطات میں انہیں ''ہمام بن منبہ'' کی لکھی ہوئی احادیث ملی تھیں۔ یہ احادیث نماز کے متعلق مؤلف نے جمع کی تھیں۔ چند روایات میں جو باقی کتب احادیث میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہیں مگر اس مجموعہ کی خاص بات یہ ہے کہ یہ روایات پہلی صدی ہجری کی ہیں۔ منکرین حدیث عام طور پر کہتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں دوسری صدی ہجری کے اختتام پر حضور ﷺ کے تقریباً دوسو سال بعد جمع ہوئیں۔ اس مجموعہ سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی ہجری میں بھی حدیثیں جمع کرنے کا رواج تھا۔ انہوں نے اور بھی کتابیں ترتیب دی ہیں جن میں ''رسول اللہ کی سیاسی زندگی'' بہت معروف ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی کی پاکستان میں زیادہ تشہیر جماعت اسلامی نے کی تھی اور عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ان کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے مگر حضرت پیر معروف شاہ صاحب نے انکے متعلق جو تفاصیل اپنی ڈائری میں دی ہیں، ان سے کچھ اور بات سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ ڈاکٹر صدیقی صاحب اہلحدیث کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہیں لیکن بڑے وسیع الظرف انسان ہیں اور محبت رسول میں انکے عقائد اہل سنت (بریلوی) کے قریب تر ہیں۔ حضرت پیر صاحب رقمطراز ہیں۔

Marfat.com

''پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ سے طویل گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ پیرس میں تقریباً پانچ ہزار عربی مخطوطات ہیں۔ جلسہ میں سب سے پہلی تقریر ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی کی تھی ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔

''وہابی بکواس کرتے ہیں، میلاد منانا بالکل جائز ہے''

پیر صاحب لکھتے ہیں۔'' یہ جملہ حرف بحرف ڈاکٹر حمید اللہ کا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ وَ اَمّاً بِنِعمَةِ رَبِکَ فَحَدِّث '' کو جوضوع بنایا پھر درود، والی آیت مبارکہ پڑھی اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہ، یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَآ ایھا الذین آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا تقریباً تیس منٹ تقریر کی۔ تورات وانجیل کے مجموعہ، بائبل کی تاریخی حیثیت بیان کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور قرآن حکیم کی تاریخی حیثیت کو ایک مسلمہ کی طرح غیر مسلم بھی مانتے ہیں۔ اس میں ابتداء سے لے کر آج تک کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس کے بعد ۱۹۸۶ء کے سفر میں بھی ڈاکٹر حمید اللہ سے حضرت پیر صاحب کی ملاقات ہوئی۔ ڈائری میں ان کے متعلق کچھ اور باتیں بھی تحریر فرمائیں۔ وہ بھی ہم نقل کرتے ہیں تاکہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے متعلق جملہ معلومات جو پیر صاحب کے علم میں آئیں اکٹھی ہو جائیں۔ پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''ڈاکٹر حمید اللہ نے پوری داڑھی رکھی ہوئے ہے۔ متوسط قد کے نحیف جسم کے مالک ہیں۔ ذرا اونچا سنتے ہیں گفتگو پروفیسرانہ انداز میں کرتے ہیں۔ ہر بات دلیل کے ساتھ کرتے ہیں نماز کے دوران رفع یدین کرتے ہیں لیکن اذان واقامت میں جہاں نبی ﷺ کا اسم گرامی آتا ہے انگوٹھے بھی چومتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ صلوٰۃ وسلام بھی پڑھا''

آگے ڈاکٹر صاحب سے ملاقاتیں رہیں۔ چوتھی ملاقات پر ڈائری میں یہ الفاظ تحریر کئے

''پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ جلسہ گاہ میں آئے اور پیچھے بیٹھ گئے۔ بعد میں اصرار پر آگے تشریف لے آئے۔ آپ نے سب کے ساتھ مل کر کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ نام ''محمد'' ﷺ جب بھی آتا تھا، انگوٹھے چومتے تھے۔ ان سے بعد میں تفصیلی گفتگو ہوئی۔ انہوں نے کہا میں ربیع الاول کو'' ربیع الانور'' کہتا ہوں۔ میرے نزدیک میلاد النبی منانا خدا کو بہت محبوب

ہے۔ میلاد کا فائدہ صرف مومن ہی کو نہیں کافر کو بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کائنات کے لیے ﷺ کی ذات سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ اللہ اور اسکے فرشتے حضور کا جشن مناتے ہیں اور ہمیں بھی حکم ہے۔ انہوں نے کہا ''کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جو ہمہ صفت موصوف ہو مگر حضور ﷺ ہمہ صفت موصوف کامل، مکمل، اکمل ہیں۔

آنچ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ڈاکٹر حمید اللہ کے متعلق پیر صاحب کی فراہم کردہ معلومات بڑی علم افزاء ہیں''

اس موضوع کو یہیں ختم کر کے ہم ۲۹ دسمبر ۱۹۸۵ء کے اسی جلسہء میلاد النبی کی طرف پلٹتے ہیں جس کا ذکر ہو رہا تھا۔

میلاد النبی کے اس جلسہ میں بڑی تعداد میں ترک اور موریشس مسلمان بھی شامل ہوئے۔ پیر صاحب کا موضوع تھا ''حضور کی ولادت اور عالمِ انسانی'' آپ نے 45 منٹ تک کھل کر اپنے موضوع پر تقریر کی۔ ابتداء اس شعر سے ہوئی

وہ آیا جس کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی وہ آیا جس کی آمد کے لیے بے چین فطرت تھی

پھر فرمایا ''انسان وحشی تہذیبوں سے زخم زخم ہو گیا تھا۔ انسانیت وحشت و بربریت کے جبڑوں میں کراہ رہی تھی۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ تہ بہ تہ تاریکی تھی۔ روضۃ الکبرٰی کے ایوانوں پر درندے قابض تھے۔ کسرٰی کے محلات میں بھیڑیئے انسان کا لہو چاٹ رہے تھے۔ مصر تڑپ رہا تھا مشرق چیخ رہا تھا۔ مغرب کرب میں تھا۔ عدل کی مسندوں پر بیٹھنے والے انصاف کی پیٹھ پر کوڑے برسا رہے تھے۔ جہالت علم کی شمعیں بجھا کر ذہنوں پر راج کر رہی تھی۔ وہ کچھ تھا جس کے بیان پر دفتروں کے دفتر لکھے جا چکے مگر قرآن حکیم نے اپنی معجزانہ بلاغت سے اسے ایک جملے میں سمیٹ دیا ''ظهر الفساد فی البر و البحر'' (خشکی اور تری میں فساد اور بگاڑ آ گیا تھا) انسانیت اپنے مرکز و محور سے ہٹ گئی تھی۔ اس ظلمت کدہ میں نور کا ظہور ہوا۔ وہ پیدا ہوا جس کی خبر موسیٰ علیہ السلام دے چکے تھے، جس کی آمد کی بشارتیں عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھیں۔

۱۹ جنوری ۱۹۸۶ء کو پھر فرانس گئے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے تحت تبلیغی جلسہ تھا۔ ڈاکٹر

Marfat.com

حمید اللہ صدیقی اور مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات ہوئی۔ انہیں بھی جلسہ سے خطاب کرنا تھا۔ پیر صاحب کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی اور مولانا شاہ احمد نورانی کی تقریریں ہوئیں حضور ﷺ کا پیغام موضوع تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین تھے اور ہیں۔ انکا پیغام رحمت ہے اور اور قرآن وسنت کی صورت میں محفوظ ہے۔ جناب مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی اپنی تقریر میں حضور ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کے فیوض جاریہ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا باقی انبیاء کی نبوت قومی اور وقتی تھی، وہ مخصوص قوم کی ہدایت کے لیے آئے تھے، اور وقت کے مطابق اپنی قوم کو ہدایت کی، راہ دکھائی۔ انکے جانے کے بعد انکی ہدایات وقت کے ساتھ ختم ہوگئیں۔ وہ بھی اللہ کا کلام تھا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری نہ لی کیونکہ وہ اس وقت کے مطابق ہدایت تھی۔ حضور ﷺ کی نبوت ورسالت دوامی اور بین الاقوامی ہے۔ آپ قیامت تک پوری انسانیت کے لیے ہادی ورہنما ہیں۔ انبیا خطاب کرتے تو کہتے ''یقوم'' حضور ﷺ نے فرمایا! یَا یھا الناس اِنی رسُول اللہ الیکم جمیعاً اے نسل انسانی میں تم تمام کیلئے یعنی جب تک نسل انسانی باقی رہے گی، اسوقت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالی نے کہا، اب ہدایت اسی دروازے سے مل سکتی ہے کیونکہ اس کے بعد میری طرف سے کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ خاتم انبیین آچکے۔ پھر اللہ نے قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور یہ ذمہ داری وہ نبھاتا آرہا ہے اور نبھاتا رہے گا۔ کوئی لاکھ کوشش کرلے قرآن حکیم میں زیر زبر تک کا فرق نہیں آسکتا کیونکہ یہ دلوں میں بھی محفوظ ہے۔ صدارتی خطبہ میں حضرت پیر معروف شاہ صاحب نے فرمایا حضور ﷺ کا پیغام ہدایت کاملہ ہے نجات کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔ کوئی یورپ میں ہو یا امریکہ میں، قطب شمالی میں ہو یا قطب جنوبی میں، مشرق میں ہو یا مغرب میں سب کی نجات صرف اور صرف غلامیءِ محمد ﷺ میں ہے۔ دنیا ٹھوکریں کھا کھا کر اسی دروازے پر آرہی ہے کیونکہ اور کوئی دروازہ کھلا ہی نہیں۔ سب دروازے بند ہو چکے۔ تم آج جس جمہوریت پر ناز کرتے ہو بتاؤ سلطانیءِ جمہور کس کا پیغام تھا؟ کس نے آکر ملوکیت کی موت کے پروانے پر مہر لگادی۔ تم جمہوریت کو تماشا بنا رہے ہو جمہور اسی طرح سسک رہے ہیں۔ انکی آواز کوئی نہیں۔ حکومت کی مسندوں پر بیٹھنے والے اپنی خدائی

کے ڈنکے بجا رہے ہیں۔تم نے اسلام کے پیغام کی ابدیت سے گھبرا کر آدمی کے وقار کی اور انسانی رائے کی قدر و قیمت کی بات کی عملاً اسی طرح انسان پر ظلم ہو رہا ہے، اسکی آواز دبائی جا رہی ہے جس طرح ملوکیت میں ہوتا تھا۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب   تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

ملوکیت نے صرف چولا بدل لیا ہے، لباس تبدیل کر لیا ہے، ملوکیت کا آقائے نامدار ابلیس نابکار آج بھی پکار پکار کر اپنے چیلوں کو تسلی دے رہا ہے۔

میں نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس   جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

جمہوریت اسلام نے ہی رائج کی تھی اور اس کا پاسبان رہے گا۔فرد کی آزادی اور اسکی رائے کی اہمیت کا علمبردار صرف وہی معاشرہ ہے جو پیغام محمدی ﷺ پر عمل پیرا ہو۔یہ مثالیں صرف اسلام میں مل سکتی ہیں کہ طویل و عریض سلطنت کی مسندِ امارت پر بیٹھنے والے عمر فاروقؓ کھڑے ہو کر کہتے ہیں ''لوگو سنو اور اطاعت کرو'' اور ایک عام آدمی بھرے مجمع میں اٹھ کر کہہ دیتا ہے '' لا سمع و لا طاعة یا عمر '' اے عمر نہ ہم سنیں گے نہ اطاعت کریں گے'' امیر المؤمنین سیفٹی ایکٹ کا ڈنڈا حرکت میں نہیں لاتے۔ان کے داروغے اندیشہ نقص امن کی ہتکڑیاں نہیں بجانے لگتے۔وہ پریشان ہو کر کہتے ہیں،''بھائی مجھ سے کہاں، اللہ اور رسول کی اطاعت میں نافرمانی ہوئی کہ تم میری اطاعت سے انکار کر رہے ہو'' وہ شخص کہتا ہے'' مال غنیمت میں جتنا جتنا کپڑا تقسیم ہوا۔اس میں تیرے جیسے دراز قد آدمی کا کرتا نہیں بن سکتا تھا اور تو نے اسی کپڑے کا کرتا پہن رکھا ہے'' امیر المؤمنین خاموش ہو کر بیٹے کو اشارہ کرتے ہیں۔بیٹا کہتا ہے میں نے اپنے حصہ کا کپڑا ابا کو دے دیا تھا۔ٹھیک ہے امیر المؤمنین، وضاحت ہوگئی۔اب آپ فرمائیں۔ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت بھی کرینگے'' حضرت پیر صاحب نے بڑے خوبصورت اور فصیح و بلیغ الفاظ میں اسلام کا پیغام واضح کیا۔یوں یہ محفل قدس اختتام پذیر ہوئی۔جلسہ کے بعد پیر صاحب نے اپنے معمول کے مطابق پیرس سے کچھ کتابیں خریدیں اور ہالینڈ چلے گئے

اسی سال پھر 23 مئی کو پیرس تشریف لائے۔چودھری محمد عارف صاحب نے ایک

Marfat.com

تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ مقصد تقریب یہ تھا کہ ورلڈ اسلامک مشن کا تعارف کرایا جائے اور مسلمانانِ اہل سنت کو مشن کے کام کو پھیلانے کے لیے متحرک کیا جائے۔ پیر صاحب نے اپنی تقریر میں بطریق احسن یہ فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے بتایا کہ پورے عالم اسلام میں اہل سنت والجماعت کی تعداد اکثریت رکھتی ہے۔ اصل اہل سنت وہ ہیں جو رسول ﷺ سے دل وجان سے محبت کرتے ہیں آپ ؐ کا احترام کامل ملحوظ رکھتے ہیں اور آپ کے خلاف ایک لفظ گوارا نہیں کر سکتے۔ آپ کو جامع الصفات اور مجمع حسن وخوبی سمجھتے ہیں۔ آپ ؐ کے وصال کے بعد بھی آپ کے فیض کو جاری وساری مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ ؐ کے نقوش پا پر چلنے والے اولیائے کرام سے بھی محبت وعقیدت رکھتے ہیں اور انکا احترام کرتے ہیں۔ اس چیز کے بھی قائل ہیں کہ وفات کے بعد بھی یہ لوگ اپنی برکات سے ہمیں نوازتے رہتے ہیں۔ یہ اہل سنت کا مسلک ہے اسی کو برصغیر میں بریلوی مسلک کہتے ہیں ۔تمام دنیا میں مسلمان جہاں بھی ہیں اکثریت اہل سنت کی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بھی بٹے ہوئے ہیں کہیں مقامی سیاست نے انہیں تقسیم کر رکھا ہے کہیں کچھ اور چیزوں نے ورلڈ اسلامک مشن کے قیام میں ایک مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول ﷺ صحابہ کرام اور اولیائے عظام سے محبت کرنے والے یہ تمام متحد ہو جائیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے کلمہ کو دنیا پر غالب ہونا ہے۔ ہم اہل سنت اس سلسلہ میں بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دینا چاہتے ہیں۔ یہ فریضہ بھی اسی طرح سرانجام دینا چاہتے ہیں جیسا کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اور اولیائے عظام نے سرانجام دیا یعنی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (اللہ کی راہ کی طرف دانشمندی اور شیریں کلامی سے بلاتے جایئے) ہم اسی طرح تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم فتنہ فساد پھیلانے والے لوگ نہیں تبلیغ کے لیے بنیادی کردار مساجد سرانجام دیتی ہیں۔ یہ خود خاموش مبلغ ہوتی ہیں۔ میں نے جمعیۃ تبلیغ الاسلام کے ذریعے اسی تحریک پر زور دیا اور اللہ کے فضل سے لندن میں اس وقت تک ایسی گیارہ مساجد قائم ہو چکی ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن بھی اسی جمعیۃ الاسلام کی توسیعی شکل ہے۔ اس پلیٹ فارم سے ہم وسیع پیمانے پر مساجد کے قیام کے لیے کوشش کر سکتے ہیں۔ آیئے ہم زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے

یورپ کے کونے کونے میں اپنے یہ خاموش مبلغ کھڑے کردیں۔

یکم جون کو گیارھویں شریف کے اجتماع میں مقامِ ولایت پر پراثر خطاب فرمایا۔

''ولایت'' شریعت کے کامل اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی مکمل پیروی کی کوشش کرنا اور انہی کے نقوش پا کی تابندگی میں اپنی منزلیں تلاش کرنا ہی شریعت ہے۔ یہی طریقت ہے اور اسی کو ولایت کہتے ہیں جو لوگ شریعت چھوڑ کر ولایت تلاش کرتے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ وسائل وذرائع سے ہی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ بارش برستی ہے تو بادلوں کے ذریعے برستی ہے۔ یونہی آسمان سے پانی کی چادر نہیں گر پڑتی۔ اللہ کا فرمان ہے ۔دروازوں سے گھروں میں آؤ۔ مکانوں کے دروازے ہی مکانوں میں داخل ہونے کے ذرائع ہیں اولیاء اللہ ہی وہ دروازے ہیں۔ جن سے ہم منزل قدس میں داخل ہوسکتے ہیں۔ اللہ کے محبوب پاک ﷺ نے فرمایا۔ انا مدینة العلم و علی بابھا میں شہر علم ہوں اور علی المرتضٰی اس شہر کا دروازہ ہیں۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں ضرور برسیں گی مگر اولیاء ہی کی توسط سے، انہیں نہ چھوڑیئے کہ انہیں چھوڑنے والوں کو خدا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ کچھ دوستوں نے بتایا کہ کچھ عرب دکاندار حرام گوشت کو حلال ظاہر کرکے فروخت کرتے ہیں، یہ خبر آپ کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ احباب کو آمادہ کیا کہ ایسے لوگوں کو حسن اخلاق سے سمجھائیں کہ حرام کی کمائی حرام پر ہی ضائع ہوجاتی ہے۔ دو جون کو مولانا عبدالقادر نوشاہی کے گھر پر اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس بھی ایک مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تھا۔ آپ نے حاضرین پر مسجد کی اہمیت واضح کی اور بتایا کہ اللہ کے گھر کی تعمیر میں جو رقم خرچ کی جاتی ہے اللہ اس کا بدلہ بہت بہتر شکل میں دیتا ہے۔ اللہ تو لین دین کا بڑا کھرا ہے۔ وہ تو کئی گنا کرکے قرضہ لوٹاتا ہے۔

''مَنْ یقرض اللہ قرضا حسناً فیضعفه له اضعافا کثیرا''

(جو اللہ کو قرضہ حسنہ دیتا ہے تو اللہ کئی گنا زیادہ کرکے اسے واپس کرتا ہے)

پیرس کی مسجد میں بھی آپ کی تقریر کا اہتمام کیا گیا موضوع ''رضائے خداوندی'' تھا فرمایا ہم بندے اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ محمد ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ

Marfat.com

رَبُّکَ فَتَـرْضَـیٰ (بہت جلد اللہ تعالیٰ کی آپ کو اتنا کچھ اور وہ کچھ عطا کریگا کہ آپ راضی ہو جا ئینگے) تحویل قبلہ کی آیات میں فرمایا۔ اے محبوب ہم دیکھتے رہے کہ آپ کس طرح بار بار آسمان کی طرف امید بھری نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کا قبلہ بیت المقدس کی جگہ بیت اللہ ہو۔

''فَلَنُوَ لِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْ ضٰهَا''

(پس ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیرے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں)

آیئے ہم بھی اسی محبوب ﷺ کو راضی کر لیں کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے اس در سے مانگیں کہ یہاں سے مانگنے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ اسے منائیں کہ یہ من گیا تو خدا من گیا اسکی فرمانبرداری اور اطاعت کریں کہ اسکی فرمانبرداری ہی خدا کی فرمانبرداری ہے

''مَنْ يُّطِعِ الرَّ سُوْ لَ فَقَدْ اَطَا عَ اللّٰه''

(جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس اس نے رب کی اطاعت کی)

اس اجلاس کے بعد تین مردوں اور تین عورتوں نے پیر صاحب کی بیعت کی اور حلقہء ارادتمنداں میں داخل ہوئے۔

پیرس کے احباب نے فیصلہ کیا تھا کہ سرتاج الاولیاء حضرت نوشہ گنج بخشؒ کا عرس پیرس میں منایا جائے۔ حضرت پیر صاحب اسی عرس میں شرکت کے لیے ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی کے ساتھ ۲۳ اگست ۱۹۸۶ء کو پیرس پہنچے۔ طارق جہلمی نوشاہی صاحب پہلے پہنچ گئے تھے کہ احباب کو اطلاع دیں کے حضرت پیر صاحب فلاں وقت تشریف لائیں گے، تاکہ وہ بروقت استقبال کے لیے آسکیں۔ بہرحال مالک نوشاہی، طارق مجاہد جہلمی اور دیگر رفقاء نے استقبال کیا۔ عرس مبارک کی تقریبات پیرس کی ایک بڑی مسجد میں تھیں۔ جلسہ کی صدارت پیر صاحب نے فرمائی۔ ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی نے حضرت نوشہ گنج بخش کی مقدس شخصیت اور پیر صاحب نے انکی پر ریاضت زندگی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انکی کرامات کا ذکر کیا اور بتایا کہ انکے مزار پر انوار سے بھی کتنے لوگ فیضیاب ہوئے۔ سینکڑوں ہزاروں کی مرادیں پوری ہوئیں۔ ایسے لوگ کبھی فنا نہیں ہوتے کہ۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

بعد میں ورلڈ اسلامک مشن کا اجلاس ہوا اور ورلڈ اسلامک مشن کے پروگرام کے مطابق ایک مسجد کی تعمیر پر غور کیا گیا۔

بعد میں پیرس میں ایک لائبریری دیکھی جہاں اسلامی تصوف پر لکھی جانے والی تازہ ترین کتابوں کا معائنہ کیا۔ بعد میں ڈاکٹر حمید اللہ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں طارق مجاہد جہلمی بھی موجود تھے، پیر صاحب نے ایک کتابچہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے کیا کہ اس کا جواب لکھ دیں۔ یہ کتابچہ پاکستان کے پادری یعقوب مسیح نے اسلام کے خلاف لکھا تھا اور اسے اردو اور انگریزی میں شائع کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب کی خواہش کی فوری تکمیل کی اور کچھ روز بعد اس کتابچہ کا جواب لکھ کر بھجوا دیا تھا۔

۲۶ اگست کو ورلڈ اسلامک مشن کا ایک اجلاس ترک جامع مسجد میں ہوا۔ پیر صاحب نے اس اجلاس کی صدارت کی۔ طارق مجاہد نے مشن کی کارگزاری پر جامع تقریر کی، پیر صاحب کا خطبۂ صدارت مسجد کی اہمیت پر تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ مساجد ہی ہمارے قلعے ہیں ہم مسلمان یورپ کے ان شہروں میں ہیں جہاں کی تہذیب اور جہاں کا تمدن الگ ہے۔ ہمارے بچے ان معاشروں میں پل رہے ہیں وہ جن سکولوں میں جاتے ہیں وہاں سیکولر تعلیم ہے گھر سے باہر کا معاشرہ بالکل الگ ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو اپنے بچوں کو اس معاشرہ کے اثرات سے بچا سکے۔ ٹھیک ہے آپ گھر میں کوشش کر سکتے ہیں کہ بچے مسلمان رہیں مگر گھر سے باہر آپ انکی نگرانی نہیں رکھ سکتے آپ کے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ گھروں میں بچوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہیں اور انہیں قرآن پاک اور اسلامی تعلیم دے سکیں۔ عزیزانِ گرامی ہم اپنی نسل کو اگر مسلمان رکھنا چاہتے ہیں تو مساجد جیسے قلعے تعمیر کرنا ضروری ہیں۔ مسجد میں اجتماعی نماز ایک بہت بڑا کام ہے پھر مسجد کے ساتھ مدارس بھی ہوتے ہیں جو ہماری نسل کے لیے غیر اسلامی تمدن، تہذیب اور تعلیم کے سیلاب سے پناہ گاہ بنتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم خود بھی اس معاشرہ میں اپنا دامن بچائے رکھیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچائیں۔ ہم اپنا وطن، اپنا گھر بار چھوڑ کر بہتر روزی کی تلاش میں آتے ہیں اور یہ کوئی

Marfat.com

گناہ نہیں، لیکن یہ گناہ ضرور ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صحیح تعلیم وتربیت سے محروم کر کے کفرزاروں میں تنہا چھوڑ کر انہیں ڈوب جانے دیں۔ پیر صاحب کی تقریر بڑی مؤثر رہی۔ پیر صاحب 28 نومبر 1986 کو پھر پیرس تشریف لے گئے اور 2 دسمبر 1986ء کو واپس آئے۔ جامع مسجد ترک میں میلادالنبی ﷺ کا جلسہ تھا۔ افتتاحی تقریر مولانا عبدالقادر نوشاہی کی تھی پھر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تقریر ہوئی۔ انکی تقریر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ صدارتی تقریر میں پیر صاحب نے قرآنِ حکیم کی یہ آیت پڑی۔

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْ مِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُو لاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَ كِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ'' (آل عمران - 164)

(یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے)

جب کسی پر کوئی نعمت نازل ہوتی ہے، کوئی انعام ملتا ہے تو وہ خوشی مناتا ہے۔ بلکہ خود خدا نے حضور ﷺ کو کہا کہ وہ مسلمانوں کو کہہ دیں کہ جب اللہ کا تم پر فضل ہو اور اسکی رحمت تم پر سایہ کرے تو تمہیں چاہیے کہ تم خوشیاں مناؤ اللہ کا ارشاد ہے۔

(کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت پر ان لوگوں کو چاہیے کہ خوشیاں منائیں)

ہم اہل سنت جشن عید میلادالنبی اسی لیے مناتے ہیں کہ اسی روز تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا اتمام کیا اور رحمۃ اللعالمین کو نسل انسانی کی ہدایت کے لیے بھیجا۔

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر ابولہب کو اسکی لونڈی ثوبیہ نے خبر دی تو اس نے خوش ہو کر لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ وہ ساری عمر حضور ﷺ کا جانی دشمن رہا اور کفر پر ہی مرا۔ اللہ نے قرآن حکیم میں اسکی تباہی کی سورت اتاری لیکن حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اسکے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

ہم تو اللہ کے حکم کے مطابق رحمتِ عالم کی ولادت کو دنیا کے سعادت کا دن قرار دیتے ہیں ہم تو حضور ﷺ کی ولادت کو مسلمانوں پر اور کائنات پر بہت بڑا انعام سمجھتے ہیں اور اسی انعام کی خوشیاں مناتے ہیں، جشن مناتے فی الواقع حضور کے ولادت ساری نسل انسانی کے لیے عید کا دن ہے۔

مبارک رحمۃ اللعالمین تشریف آئے مبارکباد صادق اور امین تشریف لے آئے

30 نومبر کو وتری کے مقام پر عرب بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں انہوں نے تعاون کا یقین دلایا۔ لاکورنو میں ''اولیاء کا اندازِ تبلیغ'' کے موضوع پر پیر صاحب نے خطاب کیا۔ ابتداء میں قرآن حکیم کی آیتِ مبارکہ پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

''اللہ نے آپ کو اپنی رحمت سے نرم مزاج بنایا اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے''

پھر فرمایا حضور ﷺ کا ہی اندازِ تبلیغ اولیاء اللہ نے اپنایا لوگوں سے محبت کی ان کی جہالت کے باعث سرزد ہونے والے گناہوں پر ان سے نفرت نہ کی ان سے پیار کیا ان کی بداعمالیوں سے نفرت کی۔ پیار سے انہیں سمجھایا اپنے پیار بھرے عمل سے انہیں سمجھایا کہ تم اچھے انسان ہو تم اپنی ذات پر گناہ کے داغ کیوں لگاتے ہو۔ اپنا صاف من کیوں میلا کرتے ہو وہ سمجھتے گئے اور انکے قریب آتے گئے۔ اولیاء اللہ اور پیار سے آگے بڑھے اور انہیں گلے لگایا۔ دوسرے لوگ ''جنہیں علماء کہتے تھے۔ معمولی گناہوں پر اپنوں پر ہی کفر کے فتوے لگانے لگے۔ ان سے کافر تو مسلمان کیا ہوتے مسلمان بھی ان سے دور ہوتے گئے۔ یہاں آپ نے شیخ سعدی شیرازی کے یہ اشعار پڑھے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
تُرا ک میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است جنگ

یکم دسمبر کو مختلف وفود نے پیر صاحب سے ملاقات کی اور اپنے مسائل سے آگاہ کیا۔

حضرت پیر صاحب کا اگلا سفر ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ہوا۔ ۲۷ دسمبر کو جامع مسجد ترک میں عرس غوث

Marfat.com

الاعظم کی تقاریب منعقد ہوئیں۔ پیر صاحب جناب محبوب سبحانی کے احوال و آثار پر اظہار خیال کیا۔ صوفی عبدالمالک نے ورلڈ اسلامک مشن پیرس کی کارکردگی پر تفصیلی رپورٹ پیش کی۔

۲۸ دسمبر کو لوس پیرس کے مقام پر پاکستانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ ۳۰ دسمبر کو احباب ملاقات کو آ گئے۔ پیر صاحب نے فرداً فرداً ہر ایک سے اُسکے انفرادی حالات سُنے اسے مشورہ دیا۔ اسکے حق میں دعا فرمائی ممکن حد تک مدد کی اور یہ تو پیر صاحب کا مستقل شیوہ ہے۔

ہر اک درد دکھ سے انکو رہتا ہے سدا مطلب　　ہوا ممکن تو یاری کی نہیں تو غمگساری کی

۳۱ دسمبر کو پھر ایک تقریب میں حضرت غوث پاک کی ذات پیر صاحب کے خطاب کا موضوع تھی۔ آپ نے اس دفعہ غوث پاک کی علمی فضیلتوں کو موضوع بنایا اور انکی تصنیف لطیف ''غنیۃ الطالبین'' کو موضوع بنایا اور میر انیس کے اس مصرع کو زندگی بخش دی۔

اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں

۲۹ اگست ۱۹۶۷ء کو پیر صاحب مجددِ اعظم نوشہ گنج بخش کے 343 ویں سالانہ عرس کے سلسلہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ مولانا عبدالقادر نوشاہی نے نوشہ گنج بخش کی ذات کو موضوع بنایا۔

ڈاکٹر یعقوب ذکی نے دی ورلڈ صوفی کانفرنس کا تعارف پیش کیا۔ الحاج عدالت خان نوشاہی نے بھی تقریر فرمائی۔ جمعیت حسان کے چار ارکان نے غوث اعظم اور مجددِ اعظم نوشہ گنج بخش کی شان میں مناقب پیش فرمائیں۔ پیر صاحب نے صدارتی خطبہ میں فرمایا۔ یہ آپ دوستوں کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج مغرب کے ان علاقوں میں غوث اعظم اور جناب نوشہ گنج بخش کی باتیں ہو رہی ہیں جہاں شراب و شباب کے نغموں سے ہر وقت فضائیں گونجتی رہتی ہیں۔ آپ نے احباب کو خراجِ تحسین پیش کیا اور انہیں مزید سرگرم ہونے کی تلقین کی۔

۲۶ مارچ ۱۹۸۸ء کو جلسہ ءِ معراج النبی کا اہتمام جامع مسجد ترک پیرس میں کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کے خاص مقرر ڈاکٹر حمید اللہ تھے اور صدارت پیر صاحب کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پر زور دیا کہ معراج النبی جسمانی معجزہ بھی ہے اور جدید سائنس آہستہ آہستہ اسکی تصدیق و تائید کی طرف

Marfat.com

بڑھ رہی ہے۔ پیر صاحب نے معراج کے دوران حضور کے مشاہدات جنت دوزخ کو موضوع بنایا کہ یہ واقعہ اپنے اندر رشد و ہدایت کا وسیع سامان رکھتا ہے۔ ایک اور اجلاس میں جو نوشہ گنج بخش کے عرس کے سلسلہ میں تھا سید سبط الحسن رضوی ''نوشہ گنج بخش'' ایک عظیم روحانی اور تبلیغی شخصیت'' کے موضوع پر بڑی جامع تقریر کی۔ یہ جلسہ بھی حضرت پیر صاحب ہی کی زیر صدارت ہوا اور آپ نے صدارتی خطبہ میں مجدد اعظم نوشہ گنج بخش سرکار کی غریب نوازیوں پر مفصل روشنی ڈالی۔

یکم ستمبر ۱۹۹۰ء کو حضرت مجدد اعظم سید نوشہ گنج بخش کا 346 واں سالانہ عرس پیرس میں منایا گیا۔ پیر صاحب نے اسکی صدارت کی اور احباب کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ۔

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں ❊ مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

کا فریضہ نبھا رہے ہیں اور حضرت نوشہ گنج بخش کی جلائی ہوئی شمعیں روشنی پھیلاتی جا رہی ہیں۔ ۲۶ مئی ۲۰۰۱ء میلاد النبی کے جلسہ اور عرس حضرت نوشہ گنج بخش کے سلسلہ میں پیرس تشریف لے گئے۔ اس سفر میں عثمان نوشاہی الحاج عدالت خان نوشاہی، اشفاق احمد نوشاہی آپ کے ساتھ گئے تھے اور چودھری محمد الیاس نوشاہی اپنے طور پر پیرس پہنچ گئے تھے۔ ان کا مقصد بھی پیر صاحب کے جلسہ میں شرکت کرنا تھا۔ ۲۷ مئی کو یہ جلسہ ہوا اور پیر صاحب نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ ۲۸ مئی کو دار الاسلام کے کتب خانہ میں تشریف لے گئے اور 8 ہزار فرانک کی کتابیں خریدیں۔ یہ چند خاص تبلیغی دورے ڈائرے کی زینت تھے۔ انکے علاوہ بھی حضرت صاحب کئی مرتبہ فرانس تشریف لے گئے۔ ہم تبلیغ کے لیے کئے جانے والے مختلف سفر یکجا کر رہے ہیں۔ صرف یہ دکھانے کیلئے اپنی ذات کو خدا کے لیے، رضائے مصطفےٰ کیلئے اور انسانیت کی فلاح کے لیے وقف کر دینے والوں کی زندگی کس طرح ایک ایسی لگن میں گزرتی ہے جس میں تھکن اور زیادہ سفر پر اکساتی ہے اور پائے طلب کو مسافتیں کم ہونے کا شکوہ رہتا ہے۔ غالبؔ نے کیا بڑا شعر کہا تھا۔

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب ❊ ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقش پایا

Marfat.com

ہالینڈ کے تبلیغی سفر

رکتے ہو کیوں کہ رکتے نہیں ہیں یہ پل، چلو پاؤں جو تھک گئے ہیں تو آنکھوں کے بل چلو

ہالینڈ اور مسلمان

ہالینڈ کا نام نیدرلینڈ بھی ہے۔ کہتے ہیں اصل نام یہی تھا لیکن اب ہالینڈ زیادہ معروف ہے۔ ہالینڈ یورپ کا ایک ایسا ملک ہے جہاں ڈچ حکومت سیکولر انداز کی ہے اور کسی کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ ہر ایک کو پوری مذہبی آزادی ہے۔ وہ چاہتی ہے، ساری اقلیتیں اپنی مذہبی آزادی برقرار رکھیں لیکن ڈچ معاشرہ کا ایسا حصہ نہ بنیں جو معاشرتی ڈھانچے کو نقصان پہنچائے۔ ہالینڈ میں پاکستانی مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔ 2 لاکھ ستر ہزار کے قریب مسلمان، دو لاکھ 25 ہزار کے قریب مراکشی مسلمان ہیں۔ سرہنامی مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ مسلمانوں کی تقریباً دو سو مساجد ہیں اور انکے قبرستان بھی الگ ہیں۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں ہالینڈ میں افرادی قوت کم ہو گئی تھی۔ خاص طور پر محنت کشوں کے طبقہ میں خاصی کمی محسوس ہو رہی تھی اس لیے ملک کو غیر ملکی محنت کشوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس طرح ترکی اور مراکش کے مسلمانوں کو ہالینڈ آنے کا موقع مل گیا۔ اگرچہ ۱۹۷۴ء میں حکومت ہالینڈ نے غیر ملکی لیبر روک دی لیکن ان ملکوں سے آنے والوں کی لہر کو نہ روکا جاسکا۔ وہاں پہنچے ہوئے بہت سے کام کرنے والوں نے اپنے خاندانوں کو یہاں لانا شروع کر دیا۔ ادھر سُری نام سے بھی نقل مکانی کر کے آنے والوں کی لہر بھی چل پڑی اور ان میں سے اکثر مسلمان تھے۔ سُرینام ۱۹۷۵ء میں آزاد ہوا۔ یہ لہر رُک گئی، اب ڈچ آبادی کی ۴ فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں ہالینڈ میں مسلمانوں کی کل تعداد ۵۴ ہزار، ۱۹۷۵ء میں ایک لاکھ آٹھ ہزار، ۱۹۸۰ء میں دو لاکھ ۲۵ ہزار اور ۱۹۹۷ء میں ۵ لاکھ تہتر ہزار ہوگئی۔

وہ مسلمان ان کے علاوہ ہیں جنہوں نے ایران، عراق، صومالیہ، ایتھوپیا، مصر،

Marfat.com

افغانستان، سابق سوویت یونین، اور بوسنیا سے آ کر یہاں پناہ لی۔

ڈچ دستور کی دفعہ نمبر ا میں وضاحت کی گئی ہے کہ ہالینڈ کے تمام باشندوں کو یکساں حقوق حاصل ہونگے۔ مذہب، رنگ، نسل اور جنس کی تفاوت حقوق پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ کسی نے باہر سے آ کر شہریت لے لی یا ہالینڈ میں پیدا ہوا، دونوں کے حقوق میں کوئی فرق نہیں۔ ہر ایک کو ووٹ دینے کا اور نمائندگی کے لیے بطور امیدوار انتخابی میدان میں آنے کا یکساں حق ہے۔

رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۷ء میں لوکل سطح پر مسلمان انتخاب میں کامیاب ہوئے تھے۔ آئین سیکولر ہے۔ اس لیے مذہب اور سیاست بالکل الگ ہیں۔ ۱۹۸۰ء تک چرچ اور مساجد کی تعمیر کے لیے حکومت امدادی اقوم دیتی تھی پھر ایسا کرنا بند کر دیا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ یہ کام سیکولرازم کے اس بنیادی اصول کے خلاف ہے جس کے تحت مذہب اور سیاست کو الگ کیا گیا۔ اب عبادتگاہیں مذہبی تنظیمیں خود بناتی ہیں۔

پرائیویٹ اداروں میں بھی مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ رمضان کے دنوں میں مسلمانوں کے اوقاتِ کار میں رعایت دی جاتی ہے۔ بعض بڑے تجارتی اداروں یا فیکٹریوں میں نماز کے لیے الگ جگہیں بنی ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے انداز میں رہنے کی پوری آزادی ہے۔ عورتیں حجاب میں بھی ہوتی ہیں اور بے پردہ بھی۔ سکول، کالج یا یونیورسٹی میں ان پر کوئی پابندی نہیں، پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں کسی حد تک حجاب کی کسی حد تک حوصلہ شکنی کی جائے تو حکومت اسکی ذمہ دار نہیں، مسلمانوں کے ذبح خانے بھی الگ ہیں۔ ۴۵۰۰ ذبح خانوں میں سے ۵۰۰ ذبح خانے مسلمانوں کے ہیں۔ تعلیم سب کیلئے لازمی ہے۔ مذہبی لوگوں نے اپنے سکول بھی بنا رکھے ہیں۔ پروٹسٹنٹ سکول، کیتھولک سکول وغیرہ اسی طرح مسلمانوں کے بھی تیس کے قریب سکول ہیں۔ سرکاری نصاب سیکولر ہے۔ مذہبی لوگ اس نصاب کے ساتھ اپنا مذہبی نصاب اپنے طور پر شامل کر سکتے ہیں مگر گورنمنٹ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

اعلیٰ تعلیم میں اسلامک سٹڈیز اور عربی کے مضامین بھی بطور اختیاری مضامین شامل ہیں اسی طرح دوسری مشرقی زبانیں بھی شامل ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں ڈچ انسٹی ٹیوٹ فار اسلامک سٹڈیز بھی

Marfat.com

لیڈن میں کھل گیا۔ مساجد کے اماموں کی ٹریننگ کے لیے حکومت فنڈ مختص کرتی ہے۔ ہر سال تقریباً پچاس امام ترکی اور مراکش سے آتے ہیں جنہیں ایک سال کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اس ٹریننگ میں انہیں ڈچ سوسائٹی کے اصول وضوابط سمجھائے جاتے ہیں اور ڈچ زبان بھی سکھائی جاتی ہے

ان اماموں کا ٹریننگ کے بعد امتحان بھی ہوتا ہے۔ یہ امتحان ڈچ زبان سیکھنے میں بھی لیا جاتا ہے اور اس سے امام کی قابلیت بھی جانچی جاتی ہے۔

لیڈن یونیورسٹی

ہالینڈ کے بڑے شہر ہیگ، ایمسٹرڈم اور لیڈن۔ لیکن ان میں لیڈن بین الاقوامی علمی دنیا میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ لیڈن یونیورسٹی لیڈن شہر کے لیے غیر متوقع تحفہ تھا۔ لیڈن یونیورسٹی ۱۵۷۵ء میں وجود میں آئی۔ نیدرلینڈ یا ہالینڈ پر سپین نے قبضہ کر لیا تھا۔ لیڈن کے بہادر عوام نے جنگ آزادی میں بڑی جرأت اور بے پناہ ہمت اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا تھا۔ شہزادہ ولیم آف اورنج نے سٹیٹس آف ہالینڈ کو ۱۵۷۴ء میں ایک خط لکھا، جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ لیڈن کے لوگوں کو انکی جرأتمندی کے انعام کے طور پر یونیورسٹی دی جائے۔ اس طرح یہ یونیورسٹی وجود میں آئی ۸ فروری ۱۵۷۵ء کو اس یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس لحاظ سے یہ انوکھی یونیورسٹی تھی جو سپینی حملہ آوروں کی مزاحمت کرنے والے اہل لیڈن کو شجاعت اور جرأتمندی کے انعام کے طور پر ملی تھی۔

بہت جلد یہ یونیورسٹی عالمی شہرت یافتہ یونیورسٹی بن گئی۔ عالمی شہرت یافتہ سکالرز کی بہت بڑی تعداد اسی یونیورسٹی کی فارغ التحصیل ہے۔ آج بھی دنیا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے شائق طالب علم اور ریسرچ سکالرز اسی یونیورسٹی کی طرف دوڑے دوڑے آتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں اس کے طلبہ کی تعداد ۱۴۰۰۰ تھی۔ ساری دنیا کی یونیورسٹیاں لیڈن یونیورسٹی کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتی ہیں اور اس کے فارغ التحصیل سکالرز اس کی ڈگری پر فخر کرتے ہیں۔

لیڈن یونیورسٹی کے ساتھ ہی لیڈن کی لائبریری کو بھی مثالی حیثیت حاصل ہے۔ دنیا کی انتہائی نایاب کتب کا بڑا ذخیرہ اس لائبریری میں ہے اور لطف یہ ہے کہ تقریباً تمام زندہ زبانوں کی معروف اور قابل مطالعہ کتابیں اس لائبریری کی زینت ہیں۔ اب تو یہ جدید تقاضوں کے مطابق آراستہ و پیراستہ ہے۔ اس میں یہ انتظام بھی ہے کہ جس کتاب کی نقل حاصل کرنا چاہو، اعلیٰ فوٹو سٹیٹ مشینوں کی مدد سے آپ کو تھوڑے انتظام کے بعد انتہائی معقول قیمت پر مل جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت پیر معروف شاہ اور ہالینڈ

جانے کہاں یہ شب کٹی جانے کہاں سحر ہوئی
جانے کہاں کہاں گئے ہم کو نہ کچھ خبر ہوئی

حضرت پیر معروف شاہ صاحب کو عشق جنوں خیز پہلی دفعہ ۱۱ اگست ۱۹۷۹ء کو ہالینڈ لے گیا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ بدھ کا دن تھا۔ نیوٹن پلان کی مسجد نماز تراویح کے بعد پہلا خطاب کیا۔ خطاب کا موضوع تھا ''اسلامک مشنری کالج کا تعارف'' ابتداء میں علم کی فضیلت پر ایک بھرپور تقریر کی۔ سامعین میں بزرگ بھی تھے اور نوجوان طلبہ بھی، آپ نے بات شروع کی۔ قصہ ءِ تخلیق آدم بتایا کہ فرشتوں کو آدم کا سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس لیے کہ ''علم آدم الاسماء'' آدم علیہ السلام کو علم اسماء ودیعت کیا گیا تھا جو ملائکہ میں نہیں تھا، نوریوں نے خاکی سجدہ اس لیے کیا کہ خاکی کے پاس علم تھا۔ گویا علم ہی وجہ فضیلت تھی اور علم ہی کے باعث انسان مسجودِ ملائک ٹھہرا، یہ ابتداء تھی اور انتہا یہ تھی کہ سرورِ انبیاء سرتاج رسل ﷺ پر پہلی وحی اتری

''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقْ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ''

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، ہاں جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی تکریم والا ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ سب کچھ سکھایا اس سب کچھ کی تعلیم کر دی جو وہ نہیں جانتا تھا)

یہ انسان کون تھا؟ یہ اللہ کے محبوب کی ذات تھی جسے اللہ نے ان تمام علوم کا عالم بنا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ کے محبوب کو سارا علم مل گیا دوسرے یہ کہ علم اور قلم کا تعلق بنیادی ہے۔ اہلِ عرب کہتے ہیں۔

''اَلْعِلْمُ صَیْد'' وَّ الْکِتَابَۃُ قَیْد'' (علم وحشی شکار ہے اور لکھ لینا اسے قید کر لینا ہے)

یوں علم کی اور پھر علم با تعلیم کی فضیلت واضح ہو گئی او جس رسول اول و آخر پر یہ فضیلت واضح کی اس نے مسلمان کے لیے صاحب علم ہونا لازمی قرار دیا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و

Marfat.com

مسلمۃ (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے)

اور فرمایا اطلبو العلم و لو کان با لصین

(علم حاصل کرو چاہے تمہیں علم حاصل کرنے کے لیے چین جیسے دور دراز ملک ہی کیوں نہ جانا پڑے)

اللہ نے فرمایا میرے محبوب کی ذات مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ میں نے بڑا کرم کیا کہ اپنے رسول پاک کو مسلمانوں کے پاس بھیج دیا۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

''حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے پس وہ جہاں اسے ملے اسے اپنا لے کیونکہ یہ اسکا اپنا مال ہے''

ان ہی مقاصد عالیہ کے حصول کے لیے اسلامک مشنری کالج قائم کیا گیا ہے اور اس میں انہی خطوط پر تعلیم دی جاتی ہے جن خطوط پر اسلامی نظام تعلیم استوار ہے'' پھر آپ نے طلبہ پر اسلامک مشنری کالج کا بھرپور تعارف کرایا اور انہیں ترغیب دی کہ وہ اس میں داخلہ لیں۔

دوسرے روز ہالینڈ میں احمدیوں کی بھی دو مساجد ہیں (اگر انہیں مساجد کہا جا سکے تو) پیر صاحب احمدیوں کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہ مسجد ۱۹۵۴ء میں سر ظفر اللہ خان نے بنوائی تھی وہاں احمدیوں کے امام اللہ بخش سے کافی دیر گفتگو ہوتی رہی،

پارلیمنٹ ہاؤس دیکھا۔ مولانا سعادت علی قادری سے ملاقات ہوئی۔ مولانا سعادت علی کافی عرصہ سے یہاں مقیم تھے اور انہوں نے جماعت اہل سنت قائم کر رکھی تھی۔ یہ جماعت اہل سنت وہی ہے جو کسی زمانہ میں مولانا شفیع اکاڑوی کے زیر صدارت چلتی رہی تھی۔ ادھر ادھر پھر کر کتابیں خریدیں۔ تبلیغ کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں کیں۔ وہاں کی بہت سی مسلمان آبادی مساجد سے دور رہتی ہے، اس لیے ایک ایک شخص سے ملنا خاصا دشوار کام ہے۔ اسی سال پیر صاحب نے دوسری مرتبہ ہالینڈ کا سفر اس وقت اختیار کیا، جب چند احباب کی طرف سے آپ کو ایک تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس تقریب کا اہتمام حاجی عدالت خان نوشاہی، ایوب صاحب اور رفیع صاحب نے کیا تھا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ سید ابو الکمال برق نوشاہی اور سیدی عبد القادر شاہ بھی تھے۔ آپ کے اعزاز میں وہاں بہت بڑی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا جس

Marfat.com

میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ پیر صاحب نے وہاں ''شان رسالتماب ﷺ پر ایک یادگار تقریر فرمائی۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

گالیاں تو گالیاں محبوب رب دو عالم نے تو پتھر کھا کر دعائیں دیں۔ طائف والوں نے کیا کیا پتھروں سے لہولہان کر دیا۔ عذاب کے فرشتے حاضر ہوئے کہ حکم دیں تو ان آبادیوں کو پہاڑ گرا کر پیس ڈالیں۔ مگر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ ''میرے پروردگار میری قوم کو ہدایت کر کہ یہ لوگ بے علم ہیں''۔ پیر صاحب ایک ایک واقعہ بیان کر رہے تھے اور لوگوں کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہو رہی تھی۔ پیر صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو ایک ہندو عورت نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا ''ہمیں اللہ اجر فوراً عطا کر دیتا ہے'' اس تقریب میں شرکت کے لیے صفدر شاہ اور رضا شاہ جرمنی سے آئے تھے اور اہل وعیال ساتھ لائے تھے۔

ایک دوسری تقریب میں پیر صاحب کا موضوع ''ختم نبوت'' تھا۔ پیر صاحب نے بجائے مرزا غلام احمد کو لعن طعن کرنے اور اسکی تحریروں کی خامیاں، اسکے کردار کی غلطیاں اور اس کی فہم کی ٹھوکریں گنانے کے حضور ﷺ کے کمالات گنائے اور فرمایا چونکہ آپ کی ذات میں انسان کامل آ گیا، نبوت و رسالت مکمل ہو گئی دین مکمل ہو گیا۔

''اَلیوم اَکمَلتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَ اَ تممت عَلَیْکُمْ نِعمتی وَرَ ضِیتُ لَکُمُ الْاِ سْلاَمَ دینا''

(میں نے آج تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا اور اسلام کو تمہارے ضابطۂ حیات کے طور پر پسند فرمایا)

دین مکمل ہو گیا ہدایت مکمل ہو گئی تو کوئی آ کر کیا کریگا۔ قرآن حکیم کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا گیا اور حفاظت کی ذمہ داری کسی فرشتے کے سر نہیں ڈالی خدا نے خود اپنے اوپر لے لی۔

Marfat.com

اب اس میں کسی طرح کی تحریف لفظی نہیں ہوسکتی۔ زبر زیر بلکہ ایک نقطہ تک کا فرق نہیں آسکتا۔ پریس اور چھاپہ خانے ایجاد ہونے سے پہلے ہی ایسا نادر انتظام کیا کہ سینوں میں محفوظ کر دیا تو کسی کتاب کی ضرورت نہ رہی۔ یہی ہدایت آخری ہدایت ہے اور قیامت تک کا ہر انسان اس کی روشنی میں اپنی منزلیں پاتا رہے گا۔ اس طرح نبیءِ کامل واکمل پر نبوت ورسالت دوامی ہوگئی اور فرمادیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں پھر کوئی دوسرا نبی اور کوئی دوسری کتاب کہاں سے آئے گی۔ اس طرح کا خطاب فی الواقع ختم نبوت کے سلسلہ میں بڑا جامع اور بڑا مکمل خطاب تھا۔ تقریر کے بعد لوگوں نے بڑے بھرپور انداز میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور ہاتھ چوم چوم کر پیر صاحب کو درازی عمر کی دعائیں دیتے رہے۔

تیسری تقریب میں تصوف کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور سلسلہءِ نوشاہیہ کا تفصیلی تعارف کرایا۔ چوتھی تقریب ہالینڈ کی سب سے بڑی مسجد میں نمازِ مغرب کے بعد منعقد ہوئی۔ اس میں پیر صاحب کا موضوع وہابیت تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب کی شان کی اتنی رفعتیں بتائیں کہ فرمادیا۔ خبرداران کی مقدس آواز سے تمہاری آواز بلند نہ ہوجائے کہ اگر ایسا ہو گیا تو تمہارے سارے اعمال حسنہ ضائع ہوجائیں گے۔ سب گناہوں میں سے ارتداد ہی ایسا گناہ ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ برباد ہوجاتے ہیں۔ یہاں معاذ اللہ رسول اللہ کا انکار نہیں صرف اتنی گستاخی ہوجائے کہ تمہاری آواز ان سے بلندتر ہوگئی تو گویا ایمان وعمل سب برباد ہوگئے۔ سچ کہا تھا شاعر نے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

عرش سے بھی نازک تر یہ ادب گاہ ہے۔ وہ کہتے ہیں "باخدا دیوانہ باش بامحمد ہوشیار" یہاں پھونک کر قدم رکھنا ہے۔ یہ کارگاہِ شیشہ گری ہے۔ آبگینے بڑے نازک ہیں۔ لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام، افسوس ہے ان لوگوں پر کہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن میں وہ مقامات تلاش کرنے بیٹھ جاتے ہیں جن سے اشارہ ملتا ہو کہ فلاں مقام پر حضور ﷺ کو علم غیب حاصل نہیں تھا۔ اولیاء اللہ کی زندگی کو خدا خوف وحزن سے مامون کر دیتا ہے۔ ہم انکا احترام کرتے

ہیں، انہیں چبھتا ہے۔ انکے عمل میں یہ عجیب تر بات ہے کہ انہوں نے اپنے مشائخ کا احترام تو جائز سمجھا ہے، لوگ جن کا احترام کرتے ہیں یہ ان سے بغض رکھتے ہیں۔ ہم اہل سنت تو حضور ﷺ کی محبت کو ہی سرمایہء ایمان بلکہ اصل ایمان سمجھتے ہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے　　اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

عشاء کی نماز کے بعد کچھ احمدی حضرات پیر صاحب کی ملاقات کے لیے آ گئے۔ ان سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس دورہ میں زیادہ تر مرزائیت اور وہابیت کے موضوعات پر خطابات ہوتے رہے اور محفلوں میں بھی گفتگو تقریباً انہی موضوعات پر مرتکز رہی۔

حضرت پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی نے بھی ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے علم غیب اور حیاتِ انبیاء پر خطاب فرمایا۔ سید ابوالکمال نے فرمایا۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمان جہاں جاتے ہیں اپنے اختلافات بھی ساتھ لے کر جاتے ہیں اور یہ اختلافات وہی بچگانہ اختلافات ہیں جن میں پڑ کر کچھ لوگ اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔ ان ملکوں میں جہاں غیر مسلم اپنی اکثریت کے باعث حکومت کر رہے ہیں ہم آتے ہیں کہ اپنا فریضہ تبلیغ نبھائیں۔ غیر مسلموں پر اسلام کے انوار واضح کریں۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کی نجات پر باتیں کر کے انہیں اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور زمین پر اسکی حکومت ہم قائم کر دیں۔ جس کی حکومت آسمانوں پر اور ساری کائنات میں ہے مگر ہمارے مخالف فرقہ والے بھائی ہم سے پہنچ کر وہی اختلافی موضوعات چھیڑ دیتے ہیں جن پر وہ اپنے ملکوں میں صدیوں سے چونچیں لڑاتے آتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ چنانچہ میں یہاں پہنچا تو مجھے یہ موضوعات ہر جگہ سننے کو ملے۔ ہر ملنے والے نے کہا کہ فلاں مولوی آیا اور ہم اہل سنت کو کافر و مشرک قرار دے گیا۔ اب مجھے مجبوراً انہی موضوعات پر بولنا ہے۔ مگر پہلے ایک لمحہ کے لیے سوچیے کہ جب غیر مسلم اپنے نبی کے متعلق ہماری یہ اختلافی باتیں سنیں گے تو کیا نظریہ قائم کریں گے؟ ہم ہالینڈ کی حکومت کے شکر گزار ہیں کہ اس نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور ہر ایک کو حق دے رکھا ہے کہ وہ آزادی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرے ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ سعودی عرب میں ہمارے اپنے مسلمانوں کی حکومت ہے مگر

Marfat.com

وہاں ہم اہل سنت کو بات کرنے کی آزادی ہمارے امام اور مجدد مائتہ حاضرہ احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ ءِقرآن ''کنز الایمان'' پر پابندی ہے، جسے ہم بہترین ترجمہ ءِ قرآن سمجھتے ہیں۔ہم اگر سعودی عرب کے بادشاہ کے حضور سلامی پیش کریں، اسکے قصر کو بوسہ دیں تو ہمیں کوئی کچھ نہیں کہتا مگر ہم الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ کہ دیں تو مجرم ٹھہرتے ہیں۔روضہ ءِاقدس کی جالی کو بوسہ دیتے ہیں تو ہم پر بید برسائے جاتے ہیں۔تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔ہمیں ہالینڈ کی حکومت کی دی ہوئی مذہبی آزادی سے فائدہ اٹھا کر اپنا کلمہ ءِحق اپنے ان بھائیوں تک پہنچانا چاہیے تھا جو اپنی ناواقفیت اور دین حق سے شناسا نہ ہونے کے باعث غلط راہ پر چل رہے ہیں مگر ہمیں کچھ اور کرنا پڑ رہا ہے۔میں اپنے اہل سنت احبابؒ سے عرض کرونگا کہ آپ اپنا کام کیے جائیں قرآن حکیم نے کہا ہے کہ

''عَالِمُ الْغَیْبِ وَلا یُظھِر عَلیٰ غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلاَّ مَنِ ارْتَضیٰ مِنْ رَّسُوْلٍ''

''اللہ عالم الغیب ہے۔وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا، سوائے اپنے رسولوں میں سے جس پر چاہتا ہے''

اس آیت میں صاف بتا دیا گیا ہے کہ اللہ کا علم غیب ذاتی ہے جس کو وہ یہ علم غیب دے گا اس کا علم عطائی ہوگا۔اس لیے دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔پس شرک کا واہمہ ختم، اب دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں میں سے جس پر چاہتا ہے اطلاع الغیب کرتا ہے یا اظہار علی الغیب کرتا ہے۔یہ غیب وہی ہے جسے اس نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ غیبہ (اسکا غیب) ظاہر ہے یہ غیب کلی ہے۔وہی سارے کا سارا غیب ہے جس کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو ''عالم الغیب'' کہا ہے۔تیسری بات یہ ہے کہ یہ پورے کا پورا غیب وہ رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے دیتا ہے سب رسولوں کو نہیں دیتا یہاں سے واضح ہو گیا ہے کہ غیب کا بعض حصہ تو سب رسولوں مین ملتا ہے ۔سارا غیب صرف اس رسول کو دیا جاتا ہے جسے اللہ چاہتا ہے۔اب جسے مسلمانوں کے سارے فرقے سرورِ انبیاء مانتے ہیں، اسے اللہ علم غیب سارا کا سارا نہیں دینا چاہیے گا تو کس کو دینا چاہیگا۔تو عزیزانِ گرامی اس صاف قرآنی مسئلہ پر کوئی ہٹ دھرمی کرتا ہے تو اسکی قسمت، اب ایک اور صورت دیکھیے عزیزان گرامی ایک لفظ نبیء'' اور نبی'' یعنی ایک نبی ھمزہ کے ساتھ ایک بغیر ھمزہ کے۔ھمزہ

Marfat.com

کے ساتھ جو نبی اسکے معنی بالاتفاق غیب کی خبریں دینے والا ہے جو نبی بغیر ھمزہ کے ہے اسکے معنی مقامِ بلند پر کھڑا ہونے والا ہے مگر مقام بلند سے کیا مراد ہے، اسکی وضاحت خود حضور ﷺ کے عمل سے ہوتی ہے۔ ذرا ذہن میں لایئے حضور ﷺ کی ایک ابتدائی دعوت حق اور اعلان نبوت کو اس سارے تاریخی واقعہ کو الطاف حسین حالی نے بڑی خوبصورتی سے نظم کر دیا ہے۔ ذرا یہ الفاظ غور سے سنیئے؟

وہ فخرِ عرب زیب محراب و منبر | تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسبِ فرمان داور | سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کو اے آل غالب | مجھے تم سمجھتے ہو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا | کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا | تو باور کرو گے اگر میں کہونگا
کہ فوجِ گراں پشت کوہ صفا پر | پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے | کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے

اب ذرا واقعہ کو ذہن میں لائے حضور ﷺ کوہِ صفا پر کھڑے ہیں یعنی مقام بلند پہ کھڑے ہیں اہل مکہ کوہ صفا کے دامن میں بیٹھے ہیں۔ حضور دونوں طرف دیکھ رہے ہیں۔ اہل مکہ کو بھی اور پشت کوہ صفا کو مگر اہل مکہ پشتِ کوہِ صفا کو نہیں دیکھ سکتے انکے لیے یہ سب کچھ ''غیب'' ہے مگر مقام بلند پر کھڑے ہونے والے (نبی) محمد مصطفی ﷺ کے لیے پہاڑ کے دونوں طرف کے میدان ''حاضر'' ہیں۔ سو نبی ﷺ کے معنی مقام بلند پر کھڑے ہونے والے ہوں تو بھی اس کا مطلب ہے وہ چیزیں جاننے اور دیکھنے والا جو نیچے والوں کے لیے ''غیب'' ہیں یہ مثال بڑی واضح ہے حضور ﷺ کی دعوت کا یہ انداز بہت سی باتیں واضح کر گیا۔

پس عزیزانِ گرامی ہم تو حضور ﷺ کو کم علم کہہ کر گستاخی کے مرتکب نہیں ہوتے اللہ نے فرمایا! تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا کروں گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ بھائیو دینے والا خدا لینے والا محمدؐ اس کا محبوب ''کتنا لیا دیا'' ہم کون ہوتے ہیں۔ اپنی محدود عقل کی ترازو میں تولنے والے اب رہا دوسرا

Marfat.com

مسئلہ حیاتِ انبیاء تو آپ جانتے اور مانتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ''جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے، انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں'' دوسر جگہ فرمایا وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ یہ تو شہدا ہیں۔ ظاہر ہے انبیاء کا مرتبہ شہداء سے کئی کروڑوں مرتبہ بلند ہے تو انکی زندگی میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ آپ کو بتاؤں کہ اصل اہلِ دیوبند بھی حیات النبی کے قائل ہیں اور آپ کے وصال کے بعد آپ سے مدد مانگتے ہیں۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ صرف مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی ایک لمبی نظم کا ایک شعر سنیے۔

مدد اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامیءِ کار

اختتام کے بعد بہت سے لوگوں نے حضرت سید ابوالکمال برق نوشاہی کے ہاتھوں پر بیعت کی اور سلسلہ نوشاہیہ میں داخل ہوئے۔

اس سفر میں حضرت پیر معروف شاہ صاحب نے یہاں کا مشہور چڑیا گھر اور میوزیم دیکھا لیڈن کے میوزیم ساری دنیا میں مشہور ہیں لیکن ہال میونسپل میوزیم، یہ ۱۵۰۰ء سے آج تک کام کر رہا ہے لیکن ہال کسی زمانہ میں لیڈن کا انڈسٹری آف ٹیکسٹائل کا سینٹر تھا، اس میں قسم قسم کی پینٹنگز اور مختلف ادوار کی نقاشیوں کے نمونے ایک پوری تاریخ بیان کرتے ہیں (LISSE) کے پھولوں کے باغات ایک منفرد پیش کرتے ہیں۔ یہیں دنیا کے سب سے بڑے پھولوں کے باغات ہیں۔ نیشنل میوزیم آف انٹلیٹیز پرانی دنیا کی خوشحالیوں اور بدحالیوں کی پوری داستانیں بیان کرتی ہیں، میوزیم بورہاو میں میڈیکل سائنس کی پانچ صدیاں اس میں سمائی ہوئی ہیں۔ نیشنل میوزیم آف کائنز اینڈ میڈلیز اس میں رومن، یونانی اور ڈچ میڈلز اور سکے ہیں۔ یہ سب میوزیم نیدرلینڈ کی بڑی تاریخ سمیٹے ہوئے ہیں اور بڑی دلچسپ جگہیں ہیں۔ ان تمام مقامات کو دیکھنے کے بعد حضرت پیر معروف شاہ صاحب کا تبلیغی کاروان ایمسٹرڈیم کے جلسہ کے لیے روانہ ہوگیا جہاں پیر ابوالکمال نوشاہی نے ختم نبوت کے موضوع پر زبردست تقریر کی۔ احمدیوں نے بلاشبہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کیلئے کافی کام کیا لیکن انہیں احمدی بنایا اور بتایا کہ اصل اسلام یہی ہے۔ جناب پر ابوالکمال نے اپنی تقریر میں احمدی مبلغین کو نشانہ بنایا اور لوگوں پر واضح کیا کہ حضور ﷺ خاتم النبین تھے۔ انکے بعد کسی

Marfat.com

ظلی بروزی یا اصلی نبی کی ہدایت لے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ نبوت کی انتہا حضور پر ہوگئی۔ انکی کتاب ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگئی۔ یہ کتاب زندہ ہے۔ پیر صاحب نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ خطاب کیا اور بتایا کہ حج مسلمانانِ عالم کا عظیم اجتماع ہے اور اتحاد فکر ونظر کی عظیم مثال امتِ واحدہ کا نمونہ ہے اور اس کی برکات بے پناہ ہیں۔ پیر ابوالکمال شاہ صاحب کا موضوع حضور ﷺ کی عالمگیر نبوت اور تکمیل دین تھا۔ رات کے اجتماع میں پیر ابوالکمال برق شاہ صاحب نے پھر قادیانیت کو موضوع بنایا اور مرزا غلام احمد کی کتابوں سے اُسکے تضادات دکھائے اور اسکی بدحواسیوں کی زبردست شہادتیں پیش کیں۔ پیر معروف شاہ صاحب نے اسلامی تصوف اور عجمی تصوف میں فرق واضح کیا اور اشاعتِ اسلام میں اسلامی تصوف کے کردار پر بھرپور روشنی ڈالی۔ رات دو بجے تک یہ محفل جاری رہی۔ دوسرے دن پیر معروف شاہ صاحب نے بالمیر میں نماز جمعہ پڑھائی۔ جمعہ کے فضائل ومسائل کی وضاحت کی اسی روز 19 اکتوبر کو واپسی ہوئی۔

۲۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو تبلیغی سلسلہ میں ہالینڈ پہنچے اور ۳ جنوری ۱۹۸۳ء کو واپسی ہوئی۔ ۱۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو پھر ہالینڈ گئے۔ اس سفر کی بنیادی وجہ یہ تھی وہاں احباب نے ورلڈ اسلامک مشن کے دفتر اور دیگر مقاصد کے لیے 8 ہزار پونڈ میں ایک بلڈنگ خریدی تھی پیر صاحب کو دکھانا چاہتے تھے۔ پیر صاحب کے استقبال کے لیے بڑی تعداد میں لوگ ائیر پورٹ پر آئے تھے۔ یہاں سے انہیں محمد رفیع کے والد محمد یوسف کے گھر لایا گیا۔ ورلڈ اسلامک مشن کے لیے خریدی ہوئی مذکورہ بلڈنگ کا معائنہ کیا۔ دور دراز سے لوگ پیر صاحب کی ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے اجلاس سے خطاب کیا مشن کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔ اور لوگوں کو عمارت کی خریداری کے سلسلہ میں تمام تفاصیل سے آگاہ کیا رات گئے تک تنظیمی امور پر گفتگو ہوتی رہی۔

۲۰ جون ۱۹۸۷ء کو پھر ہالینڈ کا سفر درپیش تھا۔ اس مرتبہ انکے ساتھ پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی، مولانا محمد حنیف سید کوثر حسین شاہ، طارق مجاہد جہلمی نوشاہی اور غلام رول غازی نوشاہی تھے۔ سب سے پہلے ورلڈ اسلامک مشن کی عمارت میں گئے۔ ورلڈ اسلامک مشن کی قائم کردہ مسجد میں بے شمار لوگوں سے ملاقاتیں فرمائیں۔ اس مرتبہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں نے حضرت نوشہ گنج

Marfat.com

کا عرس منانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ اتوار کے روز عرس کی تقریبات شروع ہوئیں۔ جلسہ کی صدارت پیر ابوالکمال برق نوشاہی نے فرمائی۔ پیر صاحب نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ ڈچ زبان میں ترجمانی کے فرائض ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ کے جنرل سیکرٹری نظام صاحب نے سرانجام دیے۔ پیر صاحب نے آغاز میں سلسلہ نوشاہیہ اور حضرت نوشہ گنج بخش کے حالات زندگی اور کرامات کے موضوعات پر ایک تعارفی تقریر کی۔ پیر ابوالکمال صاحب نے اجتماعی دعا کرائی تبرک تقسیم کیا گیا۔ عرس میں پانچ سو سے زائد مسلمان شریک ہوئے۔

۲۲ جون کو واپسی ہوئی۔ عبدالعزیز نوشاہی، عبدالمالک نوشاہی، محمد شریف نوشاہی، نومسلم ماسٹر صاحب عدالت خان اور دیگر احباب رخصت کرنے کے لیے آئے۔ پیر صاحب واپس برطانیہ آگئے اور دیگر احباب کچھ روز کیلئے وہیں رک گئے۔

۱۴ مئی کو ہالینڈ کا اگلا سفر اس وقت ہوا جب حضرت پیر ابوالکمال برق نوشاہی فوت ہو چکے تھے۔ ہالینڈ میں انہوں نے چند تقاریر کی تھیں۔ کچھ روز گزارے تھے۔ یہاں کے لوگ انکے کمالات دیکھ چکے تھے اور انکے ساتھ قلبی وابستگی رکھتے تھے انہوں نے مرحوم کی یاد میں ختم قرآن شریف کی تقریب کی پیر صاحب نے ختم شریف کے بعد مرحوم کے احوال وافکار پر مختصر تقریر کی۔ اسی تقریب میں ایک عیسائی روم فائڈرناک پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ پیر صاحب نے اسکا اسلامی نام ''محمد امجد عمر نوشاہی'' رکھا۔ قرطبہ نام کی ایک مسجد میں بھی تقریب ہوئی۔ پیر صاحب نے پیر ابوالکمال اور اسلامی تصوف کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد میں کئی دینی امور پر لوگوں سے گفتگو ہوتی رہی۔ ۱۶ مئی کو محمد اکبر نوشاہی کی منعقد کردہ مجلس میں پیر ابوالکمال اور تصوف کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ شام کو محمد سرفراز نوشاہی کی منعقد کردہ محفل میلاد میں شرکت فرمائی۔ اولیاء کی تصانیف و تالیفات پر خطاب کیا۔ دوسرے روز ورلڈ اسلامک مشن کی قائم کردہ مسجد میں اسلام کی صداقت پر خطاب کیا۔ یہ مسجد ہیگ میں ہے۔

محمد اشرف نوشاہی نے میلاد النبی کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اس میں شریک ہوئے اور میلاد النبی پر جامع تقریر کی۔ ۱۸ مئی کو حضرت پیر ابوالکمال برق نوشاہی کے چہلم کی تقریبات ہوئیں جس

میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ پیر صاحب نے تقریر فرمائی۔ اس روز ایک سکھ پیر صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور بہت سے لوگ حلقہء ارادت میں داخل ہوئے۔ اس نومسلم کا اسلامی نام محمد آصف نوشاہی رکھا گیا۔ ۲۹ مئی کو پیر صاحب نے ہالینڈ برطانیہ اور ہالینڈ میں مذہبی کام کا تفصیلی موازنہ پیش کیا حاجی عدالت نوشاہی نے پیر سید ابوالکمال کی آواز میں انکے اپنے کلام کی کیسٹ سنائی۔ یہ کلام ۱۹۸۲ء میں سفر حج میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تحریر کیا گیا تھا یہ پیر صاحب کے لیے ایک نادر تحفہ تھا اس سفر کے دوران کئی افراد حلقہء ارادت میں داخل ہوئے آٹھ ہزار گلڈر جمع ہوئے۔

۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء کو میلاد النبی کے جلسہ میں شرکت کے لیے ہالینڈ والوں نے خاص طور پر مدعو کیا تھا۔ اس میں شرکت کیلئے آئے ۲۰ دسمبر کو تفسیر، حدیث، فقہ، صرف ونحو پر آٹھ سو پونڈ کی کتابیں خریدیں۔ دکاندار سے پیر صاحب کی اچھی خاصی علیک سلیک ہوگئی تھی۔ وہ بڑی روانی سے عربی زبان بولتا تھا۔ ۲۱ دسمبر کو محفل میلاد منعقد ہوئی۔ پیر صاحب کے خطاب کا موضوع، اتحاد عقیدہ عمل تھا۔ ۲۲ دسمبر کو پیر صاحب کا دوسرا جلسہ ورلڈ اسلامک مشن کے ہال میں منعقد ہوا۔ پیر صاحب نے اتحاد امتِ مسلمہ پر تقریر کی۔ ۲۳ اور ۲۴ دسمبر کو دونوں دن کتابوں کی خریداری میں گزارے۔ ۲۵ دسمبر کو پھر مشن ہال میں خطاب تھا۔ اس تقریب کے اختتام پر تنظیمی امور پر گفتگو ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ روٹرڈیم میں اسلامک مشن کی جامع مسجد قائم کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ۲۵ ہزار گلڈر جمع ہوئے۔ ۲۷ دسمبر کو روٹرڈیم میں ''مسلمان کا کردار'' کے موضوع پر خطاب کیا اور فرمایا کل کے مسلمان اور آج کے مسلمان میں بڑا فرق آ گیا ہے اور اسی فرق کو پانے کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کو وجود میں لایا گیا ہے۔ ۳۰ دسمبر کو محمد ایوب نوشاہی، محمد رمضان نوشاہی اور سرفراز نوشاہی کے ہمراہ لیڈن کی لائبریری میں گئے۔ وہاں سے تذکرہ الاولیاء، عطار کا خلاصہ، اور چند دوسری کتابیں خریدیں۔ ۳۱ دسمبر کو ورلڈ اسلامک مشن کی مسجد میں گیارھویں شریف کی تقریب میں شرکت فرمائی اور طویل خطاب کیا۔ واپسی پر رہائش گاہ پر بہت سے ارادت مند جمع ہو گئے اور روحانی معاملات پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ مریدوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔

Marfat.com

یکم جون ۱۹۸۶ء کو پھر ہالینڈ گئے۔ محمد یسٰین نوشاہی نے محفل میلاد کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں گھنٹہ بھر تقریر کی ''اللہ والوں کی محبت'' کے موضوع پر باتیں کیں۔ محمد یسٰین کی زوجہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور سلسلۂ نوشاہیہ میں داخل ہوئیں۔ ماسٹر مرزا خان جمن نے بھی محفل میلاد کا پروگرام بنایا۔ اس میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی ہمہ گیری کے بعض گوشوں کو اپنی تقریر میں اجاگر کیا۔ ۲ جنوری کو پھر لیڈن یونیورسٹی کی لائبریری میں تشریف لے گئے اور عربی کی کچھ کتابیں خریدیں۔ ۹ جنوری کو واپس بریڈفورڈ پہنچ گئے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ ساری تفاصیل ہم پیر صاحب کی ڈائریوں سے جمع کرتے جا رہے ہیں۔ صرف کہیں کہیں اپنے الفاظ میں انکی بات کر دیتے ہیں۔ اب ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جو پیر صاحب کے اپنے قلم سے ہے۔ اسے ہم من و من یہاں نقل کئے دیتے ہیں پیر صاحب ۲۰ جنوری ۱۹۸۶ء بروز جمعہ یہ الفاظ لکھے ہیں۔

''میں نے آج پیر برق شاہ صاحب کی عالم بیداری میں زیارت کی ہے۔ میں جس کمرے میں آرام کر رہا تھا، میں اٹھا باہر نکلا اور کمرے کے دروازے سے دائیں طرف باہر جانے لگا تو دیکھا کہ برق شاہ صاحب اسی دروازے سے باہر سے اندر آ رہے تھے۔ انکا پورا لباس سفید تھا۔ سر برہنہ تھا۔ میں نے زندگی میں جاگتے ہوئے کسی بزرگ کی زیارت پہلی بار کی ہے۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ حلفیہ بیان قلمبند کر رہا ہوں۔ یہ غلط نہیں اور اگر غلط ہو تو جھوٹے کے خدا تباہ کرے''

بقلم خود سید معروف حسین شاہ

مغرب کے وقت روٹرڈیم میں کلثوم نوشاہی کی ایک تقریب میں شرکت کی جہاں گھنٹہ بھر خطاب کیا۔ وہاں مولانا محمد حنیف سے بھی ملاقات ہوئی۔ ایک خاتون حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی ۲۲ جنوری کو لیڈن کے کتب خانے سے کچھ کتابوں کی خریداری کی۔ کچھ لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۸۶ء کو پھر ہالینڈ کے دورہ پر گئے۔ ورلڈ اسلامک مشن ہیگ میں ''دنیا کی بے تابی'' پر خطاب فرمایا۔ ۲۰ اپریل کو خالد بھٹی نوشاہی نے ایک جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں شرکت

Marfat.com

کی ''اسلام اور عصر حاضر'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ حاضرین پیر صاحب کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔

اسی سال ۲۱ اگست ۱۹۸۶ء کو پھر ہالینڈ تشریف لے گئے، یہ سفر حضرت نوشہ گنج بخش کے عرس کے سلسلہ میں کیا گیا۔ 21 اگست کو حاجی اشرف نے ایک مجلس کا اہتمام کیا۔ اس میں پیر صاحب کے خطاب کے موضوع ''اولیاء اللہ سے محبت اور انکی اتباع'' تھا۔ 22 اگست علوم شرقیہ کے دوسو سال پرانے مرکز لیڈن گئے۔ وہاں کے ایک کتب خانے میں عربی زبان کی نادر کتابوں کا ذخیرہ دیکھا وہاں سے بڑی اہم اور قیمتی کتابیں خریدیں۔

ڈاکٹر محمد حنیف فاطمی نوشاہی نے پیر صاحب سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر فاطمی صاحب کا مکمل تعارف پر لکھ چکے ہیں۔ پیر صاحب ''نے کنز الایمان'' کا انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر فاطمی صاحب ہی سے کرایا۔ آج رات پیر صاحب کے لیکچر کا موضوع ''اسلامی تصوف'' تھا۔ عدالت نوشاہی ہالینڈ میں حضرت پیر معروف حسین شاہ کے خلیفہ ءِ مجاز ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ایک سکھ وکیل مسلمان ہوئے تھے، جن کا نام عمران نوشاہی رکھا گیا تھا۔ ۲۳ اگست کو انہوں نے پیر صاحب کو دعوت کی تھی۔

۳۱ اگست کو بزمِ نوشاہیہ کے زیر اہتمام حضرت نوشہ گنج بخش قادری کے عرس کی تقریب ہوئی۔ نظامت کے فرائض سرفراز نوشاہی نے سرانجام دیے۔ باقی مہمانوں کے علاوہ ڈاکٹر فاطمی اور حافظ وزیر نوشاہی نے شرکت فرمائی۔ شیخ طریقت حضرت سید معروف حسین شاہ کا خصوصی خطاب تھا جس میں حضرت نوشہ گنج بخش کی زندگی پر روشنی ڈالی گئی اور بتایا گیا کہ ہم یہ دن بھی عبادت کے طور پر مناتے ہیں۔ کیونکہ بزرگوں کی زندگی نیکیوں کا مجموعہ ہوتی ہے، انکی نیکیوں کا ہی ذکر ہوتا ہے پھر آدمی احتساب نفس کرتا ہے کہ جس کا دن منا رہے ہیں کیا ہم اسکی تعلیمات پر بھی عمل کرتے ہیں۔ کیا ہم نے اپنی زندگی اس رنگ میں رنگ لی ہے اگر نہیں تو ہم اس ذات کا دن منانے کے اہل نہیں۔ پھر آدمی اپنے دل سے عہد کرتا ہے اور آئندہ نیک عمل اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے دن منانے کا یہ عمل بڑا ہی بابرکت ہے۔ ۲۲ نومبر ۱۹۸۶ء کو بسلسلہ عید میلاد النبی حضرت پیر صاحب ہالینڈ تشریف لے گئے

آپ نے اس کی شرعی حیثیت پر بڑی مدلل تقریر کی۔ بعد میں محفل احباب میں ارادتمندوں کے سوالات کے جواب دیتے رہے۔

۲۴ نومبر کو لیڈن میں یونیورسٹی کو اورینٹل کتب خانہ میں تشریف لے گئے اور تین ہزار گلڈر کی کتابیں خریدیں۔ ان میں طحطاوی اور شمس الائمہ سرخسی کی المبوط شامل ہیں۔

شام کو محمد یوسف نوشاہی سری نامی نے تقریب کا اہتمام کر رکھا تھا۔ اس میں شرکت فرمائی۔ ۲۶ نومبر کو پھر لیڈن سے کتابوں کی خریداری ہوئی۔ عثمان نامی ایک شخص نے شام کی محفل احباب میں انگریزی میں اپنے کچھ اشکالات پیش کئے۔ پیر صاحب نے انتہائی تسلی بخش جواب دیے۔ وہ نوجوان قانون کا طالب علم تھا۔ پیرؒ صاحب کے علم وفضل سے بہت متاثر ہوا۔ ۱۴ فروری ۱۹۸۷ء سے ۱۷ فروری ۱۹۸۷ء تک ہالینڈ میں قیام رہا۔ محمد شریف کی تقریب میں حضرت پیر صاحب نے ورلڈ صوفی کونسل کے موضوع پر خطاب کیا۔ ۱۵ فروری کو محمد حنیف حیرت نوشاہی سے "صوفی کونسل" کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ ۱۶ فروری کو تنظیمی امور پر بات چیت ہوتی رہی۔ ۱۷ فروری کو پیر صاحب ہالینڈ سے جرنی چلے گئے۔ پیر صاحب اسی سال ۲۸ اگست کو تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں پھر ہالینڈ آئے۔ ڈاکٹر یعقوب ذکی پہلے ہی ہیگ پہنچ چکے تھے۔ ۳۱ اگست کو قیام گاہ پر تشریف فرما رہے اور اشعار لکھتے رہے۔ اسی روز فون پر اطلاع ملی کہ FAR BANK روڈ کی جامع مسجد میں آگ لگ گئی ہے۔ یہ جگہ اسی سال ۵۵ ہزار پونڈ میں خریدی گئی تھی۔ کافی پریشانی کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی۔ یکم ستمبر کو بہت سے لوگ ملاقات کے لیے آئے اور سوالات کرتے رہے تشفی بخش جوابات سے وہ لوگ پیر صاحب کے علم وفضل سے اور روحانی قوت سے بہت متاثر ہوئے۔ ان میں سے بہت سے حضرات حلقہ ءِ ارادت میں داخل ہوئے جمعہ کی نماز ورلڈ اسلامک مشن کی اس مسجد میں ادا کی جو ہیگ میں ہے۔ اگلے روز نمازِ ظہر کے بعد سی لینڈ کی طرف چلے گئے۔ وہاں پروگرام تھا پیر صاحب کی تقریر کا موضوع تھا "اھدنا الصراط المستقیم" تقریر بہت اثر انگیز تھی۔ باتیں دل سے نکل رہی تھیں اور دل میں اتر رہی تھیں بہت سے لوگ حلقہ ءِ ارادت میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

چھ ستمبر کو حضرت نوشہ گنج بخش کے عرس کے سلسلہ میں تقریب ہوئی۔ صدارات پیر صاحب کی تھی ڈاکٹر یعقوب ذکی، نظام محمد مولانا مہر علی کی تقریریں ہوئیں۔ حسان نیلس نے کلامِ برق اور کلام عارف پیش کیا کچھ اور لوگ حلقہءِ ارادت میں داخل ہوئے۔

۲۸ اپریل ۱۹۸۷ء کو پھر ہالینڈ پہنچے۔ روٹرڈیم میں پیر صاحب ہی کی تحریک پر اور ان ہی کے تعاون سے ایک مسجد تعمیر ہوئی تھی اس کا افتتاح کیا اور نماز عصر پڑھائی نمازِ عصر کے بعد آپ نے معاشرہ میں مسجد کے کردار کے موضوع پر بڑی مؤثر تقریر کی یکم مئی کو جمعہ پڑھایا۔ دوستوں نے بڑی تعداد میں ملاقات کا شرف حاصل کیا عصر اور مغرب کی نمازیں ڈین ہاؤس میں ادا کیں۔ 2 مئی ہفتے کے ان جامع مسجد ہیگ میں ورلڈ اسلامک مشن کے اجلاس سے خطاب کیا۔ 3 مئی کی صبح کو پنجابی میں کچھ شعر ارتجالاً ہو گئے جنہیں ڈائری میں لکھ لیا۔

اسی سال دسمبر میں پھر ہالینڈ جاتا ہوا۔ ۲۳ دسمبر کو پیر صاحب کی قیام گاہ پر ایک انگریز ملنے آ گیا وہ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مشہور عرب کے عالم ڈاکٹر یعقوب ذکی بھی آئے انگریز نے سوالنامہ ترتیب دے رکھا تھا وہ سوال پوچھتا گیا اور پیر صاحب جواب دیتے گئے وہ پیر صاحب کے علم سے متاثر ہو کر گیا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو جمع کے اجتماع سے ورلڈ اسلامک مشن کی۔ جامع مسجد میں خطاب فرمایا۔ خطاب کا موضوع تھا ''اسلام میں تصور جماعت'' پیر صاحب نے فلسفہ اجتماع پر روشنی ڈالی اور فرمایا! اسلام اجتماع اور جماعت کو بڑی اہمیت دیتا ہے لیکن وہ پہلے فرد کی خودی کو مستحکم کرتا ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ جماعت تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ افراد اگر ٹھیک نہ ہوں تو وہ جماعت کیا کر سکتی ہے جو نالائق اور نا قابل افراد پر مشتمل ہو۔ یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

لیکن یہ بھی درست ہے کہ۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

Marfat.com

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

حضور ﷺ نے فرمایا۔

''تمام افرادِ ملت جسم واحد کی طرح ہیں جس طرح جسم کے ایک حصہ کو تکلیف ہوتو پورا جسم بخار اور بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے۔اسی طرح جماعت میں کسی ایک فرد کی تکلیف پوری امت کی تکلیف بن جاتی ہے''

شیخ شیراز جناب شیخ سعدیؒ نے اسی مضمون کو اپنے اشعار میں یوں ادا کیا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند   کہ در آفرینش ایک جوہر اند
چو عضوے بدرد آور روزگار   دگر عضو ہارا نماند قرار

فرد اور جماعت کا یہ تعلق ہوتو فرد کی قدر و قیمت قوم کو مفتخر اور محترم بناتی ہے اور فرد کو بھی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔اگر قوم یا جماعت اپنے افراد کی طرف سے غفلت برتنے لگے تو جلد تباہ ہو جاتی ہے اور اس پر زوال آ جاتا ہے۔

زوال کے ایام میں اگر کوئی فرد اپنی جماعت کو چھوڑ بیٹھتا ہے، اس سے لاتعلق ہو کر کٹ جاتا ہے تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

ڈالی گئی جو فصلِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

جس طرح درخت سے کٹی ہوئی شاخ بہار کے بادل سے بھی ہری نہیں ہو سکتی، اسی طرح ملت سے کٹ جانے والا شخص بھی کبھی برومند نہیں ہو سکتا۔وقت اور حالات بدل جائیں گے تو قوم عروج پر پہنچ جائے گی مگر وہ شخص جو زوال کے دنوں میں قوم سے لاتعلق ہو گیا تھا۔اس سے کٹ کر الگ ہوتا تھا قوم کا دورِ عروج اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، اس لیے قوم کے ساتھ ہر حال میں جڑے رہنا چاہیے۔

ملت کے ساتھ رابطۂ استوار رکھ   پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

پیر صاحب کی تقریر بڑی اثر انگیز تھی سامعین بہت متاثر ہوئے۔

Marfat.com

پیر صاحب ۳ جنوری ۱۹۸۸ء کو الکہار تشریف لے گئے۔ یہاں ایک ہال میں ایک بہت بڑے جلسہ کا اہتمام تھا۔ ڈاکٹر یعقوب ذکی نے بھی تقریر کی۔ پیر صاحب نے خطبہءِ صدارت میں مسجد کی اہمیت پر زور دیا اور آخر میں لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اپنی مسجد بنانے کے سلسلہ میں تعاون کریں ۴۲ ہزار گلڈر جمع ہو گئے۔ فروری میں ورلڈ اسلامک مشن کی تقریب میں شرکت کی اور مرحومہ امیرن نوشاہی کے چہلم میں شامل ہوئے۔

۱۸ مارچ ۱۹۸۵ء کو ہالینڈ گئے۔ مسجد قادریہ غوثیہ میں معراج النبی کے جلسہ میں شرکت کی اور معراج کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ بتایا کہ آج سائنس وقت اور فاصلہ TIME AND SPACE کے سلسلہ میں ایسے حیرت انگیز انکشافات کر رہی ہے جن سے اسلامی صداقتوں کی تائید ہو رہی ہے، آج تسلیم کیا جا رہا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام ۔۔۔ اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

۲۵ مارچ کو ایک عیسائی عورت اینگا بوخ ایسا انتونیا نے پیر صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور بہت سے مسلمان بھی حلقہءِ ارادت میں داخل ہوئے۔

۱۹ اگست کو ہالینڈ میں پھر حضرت نوشہ گنج بخش کے عرس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ انگلینڈ سے کچھ دوست بھی ہمراہ آئے تھے۔ مقررین نے سلسلہ عالیہ نوشاہیہ کی تعارفی تقریریں انگریزی اور ڈچ زبانوں میں کیں۔ حضرت پیر صاحب نے صدارتی تقریر میں حضرت نوشہ گنج بخش کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ پیر ابوالکمال برق شاہ کا کلام در مدح، نوشہ گنج" سنایا۔ اس عرس کے موقع پر ایک ہندو نے حضرت پیر صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۵ نومبر ۱۹۸۸ء کو پھر ہالینڈ گئے۔ طارق مجاہد اور انکی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ پیر صاحب نے مولانا عبدالوہاب صدیقی کے جلسہ میں خطاب کیا۔ حاضرین میں عرب، ایران، پاکستان، ترکی اور سرینامی کے افراد تھے۔ پھر ایمسٹرڈیم کا تبلیغی دورہ کیا۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں پھر ہالینڈ آئے ۱۹۸۹ء کے آغاز سے پھر ہالینڈ کے دورے شروع ہو گئے۔ ۲۵ اگست ۱۹۸۹ء کو روزنامچہ میں ہے کہ" آج نمازِ فجر سے قبل پیر برق شاہ صاحب کی زیارت ہوئی سفید کپڑوں میں ملبوس تھے اور چارپائی پر آرام

Marfat.com

فرمارہے تھے'' اس سفر میں بھی بہت سے لوگ حلقہءِ ارادت میں داخل ہوئے۔ 2 اگست کو ایک ڈچ عورت نے پیر صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اُسکا اسلامی نام آمنہ رکھا گیا۔

اس طرح آپ بار بار ہالینڈ آتے رہے ارادتمندوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ تقریباً ہر دورہ میں کوئی نہ کوئی غیر مسلم بھی مسلمان ہو جاتا ہے اور پیر صاحب اپنا کتابوں کا شوق بھی پورا کر لیتے ہیں۔ بڑی رقم صرف کر کے سینکڑوں کتابیں لیڈن سے خرید چکے ہیں جن میں بعض نادر و نایاب قلمی نسخے بھی ہیں۔

۲۰۰۱ء تک کی ڈائریاں ہم نے دیکھی ہیں۔ لمحہ لمحہ کی داستانِ رقم ہیں۔ اسلام کی اشاعت ،مسلمانوں میں اتحاد، اہل سنت مسلک کا فروغ اور افراد اہل سنت کی تنظیم شب و روز اسی کام میں منہمک ہیں اور اللہ کے فضل سے اس انتھک محنت کی ثمرات بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ ہم بخوف طوالت باقی تفاصیل چھوڑے دیتے ہیں۔

جرمنی کا تبلیغی سفر

جرمنی یورپ کا ایک اہم ملک ہے۔ جو اپنی بے پناہ صنعتی ترقی کے باعث پچھلی صدی میں یورپ کے لیے دردسر نہیں بلکہ دردجگر بن گیا تھا۔ دو عالمی جنگیں ہوئیں تو ان میں جرمنی نے ہی ایک بنیاد فراہم کی تھی، جرمنی ہی کی نازی فوجوں نے دنیا کے ناک میں دم کر دیا۔ عالمگیر تباہی کے بعد جرمنی کو شکست ہوئی تو فاتح قوتوں نے اس کے حصے بخرے کیے اور دیوار برلن کھڑی کر دی۔ خدا خدا کر کے اب کہیں آ کے دیوار برلن ٹوٹی ہے۔

اس مغربی ملک کا مشرق کیساتھ کچھ تعلق تو بوجہ عداوت تھا۔ صلیبی جنگوں میں سے دو جنگوں میں اسکا حصہ تھا۔ ایک تو دوسری صلیبی جنگ میں جرمنی کا بادشاہ کانراڈ سوم اپنی فوج کے ساتھ شریک ہوا اور اپنی فوج تباہ کرا بیٹھا، پھر دوسری دفعہ تیسری صلیبی جنگ میں جرمنی کا بادشاہ ریڈرک بارلبروسا نے شرکت کی۔

باربروسا ایشیائے کوچک میں سڈنس کے پانی میں نہانے کے بعد مر گیا۔ اور اسکی فوج کا بہت تھوڑا حصہ شام تک پہنچ پایا۔ جرمنی کا مشرق سے دوسرا تعلق ادب کا تھا جو ابتک مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے۔ جرمن ادب میں مشرقی تحریک یورپ کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ دلکش اور موثر رہی ہے۔ جرمن ادب میں مشرقی تحریک کا آغاز ہیرڈر کی کتاب ''مشرقی شعراء کے کلام سے چنے ہوئے پھول سے ہوا جس میں حافظ، سعدی، رومی، اور بھرتری ہری، کے اشعار اور ہتیو پدیش، اور بھگوت گیتا کی حکایات کا آزاد ترجمہ دیا گیا تھا۔ بعد میں گوئٹے اس تحریک کا قائد بن گیا۔ گوئٹے کو فارسی، عربی اور سنسکرت ادب سے متاثر تھا۔ اس کی خالصتاً مغربی تصنیف مغربی فاؤسٹ کے ابتدائیہ میں کالی داس کی شکنتلا کا اثر نمایاں ہے۔ دیوان حافظ سے متاثر ہو کر گوئٹے نے ''مشرقی مغربی دیوان'' لکھا۔ وہ حافظ، رومی، سعدی، عطاّر اور فردوسی کے ساتھ ساتھ سیرتِ طیبہ اور قرآن حکیم سے بھی بے حد متاثر تھا۔ اسکے دیوان میں فارسی تشبیہات و استعارات بڑی وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ اس طرح مشرقی مغربی دیوان میں مشرقی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی اشاعت

سے جرمن ادب میں مشرقی تحریک کو بڑی قوت مل گئی، بعد میں روکرٹ، پلاٹن بوڈن رشیٹ، شلر، اور ہائنے نے اس تحریک کو اوج کمال تک پہنچا دیا اور حافظ کی اتباع اور تقلید میں اشعار کہنا تو جرمن ادب میں تحریک بن گیا۔ اقبال گوئٹے سے خاص طور پر متاثر تھا۔ ادھر مشرق میں اقبال کے نزدیک سب سے بڑا شاعر غالب تھا اور وہ اسے گوئٹے کا ہمنوا قرار دیتا تھا۔ غالب پر نظم لکھتے ہوئے، اس نے کہا

آہ تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے گلشنِ ویمر میں تیرا ہمنوا خوابیدہ ہے

حضورعلیہ کی حیاتِ طیبہ پر گوئٹے نے جولافانی نظم لکھی ہے، اس میں اس نے حیاتِ مقدسہ کو جوئے رواں سے تعبیر کیا ہے جو ہزار مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کہیں باغ آجاتا ہے تو اس میں نرم رو ہو کر پھولوں کو سرشار کرتی ہے، کہیں پتھر رکاوٹ بنتے ہیں، تو دریائے پرخراش بن جاتی ہے۔ اقبال نے اس خوبصورتی سے اس ''جوئے رواں'' کو فارسی میں عام کیا ہے کہ شاید اصل نظم میں بھی اتنا حسن نہیں ہوگا۔ نظم کے کچھ بند ہم بھی برکت کے لیے نقل کیے دیتے ہیں۔

بنگر کہ جُوئے آب چہ مستانہ محارود ماننِد کہکشاں بگریباں مرغزار
در خواب ناز بود بہ گہوارہء سحاب واکرد چشم شوق بآغوش کوہسار
زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ رود در خود یگانہ ازہمہ بیگانہ محارود
در راہِ اوبہار پری خانہ آفرید نرگس دمید و لالہ دمید وسمن دمید
گل عشوہ داد وگفت یکے پیشِ ما بالیت خندید غنچہ و سرو امان او کشید
زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ رود در خود یگانہ ازہمہ بیگانہ محارود
دریائے ہرخروش از بند وشکن گزشت ازتنگنائے وادی وکوہ ودمن گزشت
یکسان چو میل کردہ نشیب فرازرا ازکاخ شاہ وبارہ وکشتِ چمن گزشت
زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ رود
در خود یگانہ ازہمہ بیگانہ محارود

Marfat.com

جرمنی کیساتھ یہی وابستگی تھی جو حضرت پیر معروف حسین شاہ صاحب کو بھی کشاں کشاں جرمنی لے گئی۔ جرمنی کے بعض شہروں میں کئی پاکستانی مسلمان اپنا رزق کمارہے ہیں۔ اس سفر میں حضرت پیر ابوالکمال برق نوشاہی بھی پیر صاحب کے ہمراہ تھے۔ رضا شاہ اور صفدر شاہ نے استقبال کیا۔ رات کو تقریب ہوئی۔ پیر ابوالکمال برق نوشاہی اور حضرت پیر معروف حسین شاہ نے اسلام ایک مکمل ضابطہءِ حیات ہے، کے موضوع پر خطاب پر کیا۔ آپ نے کتاب وسنت کے حوالہ سے بتایا کہ اسلام ان معنوں میں کوئی RELIGON نہیں کہ یہ خدا اور بندے کا پرائیوٹ تعلق ہو اور دھرم کی پوجا پاٹ کرنے پر محدود ہے۔ نہیں اسلام ایک نظام زندگی اور ضابطہ حیات ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے لیے مذہب کا لفظ استعمال نہیں کیا حالانکہ مذہب عربی زبان ہی کا لفظ ہے۔ اس نے اپنے لیے ''دین'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی CODE OF LIFE ہیں۔ اسلام زندگی کے ہر گوشے میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس طرح بڑی وضاحت سے اپنے موضوع کا حق ادا کیا۔ سننے والوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ جناب مسعود احمد نوشاہی آف نوشہرہ شریف کے صاحبزادے اور کئی دوسرے احباب ملاقات کیلئے آئے۔ رات عشاء کی نماز کے بعد پیر صاحب نے خطاب کیا۔ ان کا خطاب تین بجے تک جاری رہا اور مجمع پر سکوت وسکون چھایا رہا۔ حضرت پیر معروف حسین شاہ نے دعا کرائی۔ اگلے روز حضرت پیر صاحب مسجد بلال شریف لے گئے۔ پروفیسر جسام العطار سے ملاقات ہوئی۔ سنٹرل لائبریری دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے جہاں انگریزی میں اسلام پر بہت سی کتابیں موجود تھیں۔ میلاد شریف کی تقریب ہوئی۔ اس میں برق شاہ صاحب نے بھی خطاب کیا اور قبلہ پیر صاحب نے میلاد مصطفٰےؐ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا'' آج لوگ اپنے لواحقین کے برتھ ڈے مناتے ہیں۔ بڑے بابرکت ہیں وہ لوگ جو اللہ کے محبوب کا یوم میلاد منا کر اپنے آپ کو سعادتمند بنالیتے ہیں۔ امام ابوشامہ جو امام نووی شارحِ مسلم شریف کے استاذ الحدیث ہیں فرماتے ہیں۔

''ہمارے زمانہ میں بہترین کام جو شروع ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضورﷺ کی

Marfat.com

ولادت کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لیے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس کے کئی فائدے ہیں: فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے اس کے دل میں اللہ کے محبوب کی عظمت اور ان سے محبت کا چراغ روشن ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو پیدا فرمایا اور انہیں رحمت اللعالمین کا لباس پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ جس پر بندوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور مسرت کا یہ اظہار بطور ادائے شکر ہے''

(السیرۃ الحلبیہ ج ا ص 80

امام سخاوی فرماتے ہیں

''موجودہ صورت میں میلاد کی محفلوں کا انعقاد قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت سے تمام ملکوں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کا انعقاد کرتے آرہے ہیں اسکی رات میں صدقات خیرات اور فقرءِ مساکین کی دلداری کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات سنا کر لوگوں کے دل حضور ﷺ کی طرف مائل کرتے ہیں اور اس عمل کا برکتوں سے اللہ اپنے فضل کی بارشیں ان پر برسا دیتا ہے''

بحوالہ محمد رسول اللہ از علامہ محمد رضا

علامہ ابن جوزی ضعیف روایات پر تنقید بڑی بے رحمی سے کرتے ہیں ان کی رائے سُن لیجئے وہ فرماتے ہیں۔

''محفل میلاد کی مخصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کو جلد حاصل کرنے کیلئے یہ ایک بشارت ہے''

بحوالہ محمد رسول اللہ از علامہ محمد رضا

یہ اس تقریر کے چند اقتباسات ہیں۔ تقریر بڑی مفصل تھی اور سامعین کیلئے بڑی منور، کئی لوگ پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقہءِ ارادت میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

سفر جرمنی ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء

ترکیوں کی ایک جماعت سے دیر تک گفتگو کی پھر ان کی مسجد میں آئے، نماز ادا کی امامت پیر صاحب نے فرمائی، ایک پرویزی نظریات کے حامل شخص نے بات چیت کے لیے وقت مانگا جو پیر صاحب نے دے دیا۔ وہ شخص کئی اور ساتھیوں کے ساتھ آیا اور پیر صاحب سے گفتگو کی کہ نمازیں دو ہیں آپ کیوں دو رابراہیمی کی نمازیں پڑھتے ہیں اور قرآن کے سوا معجزہ کوئی نہیں تو پیر صاحب نے کہا۔ دین اسلام قرآن وحدیث اور اجماع امت سے جانا جاتا ہے۔ 14 سو سالہ تاریخ میں پانچ نمازیں ہورہی ہیں۔ کہا وہ لوگ درست تھے یا آپ درست ہیں پھر پیر صاحب نے اسرا والی آیت پڑھ کر معراج کو ثابت کیا اور اسے معجزہ قرار دیا، جس پر وہ خاموش ہو گئے۔ پیر صاحب سید صفدر حسین شاہ اطہر یوسف نوشاہی کے چہلم میں شرکت کے لیے جرمنی تشریف لائے تھے۔

۲۸ اگست ۱۹۸۹ء کو مسجد کی رقم کے انتظامات کے لیے کامیاب دورہ کیا۔ ۲ نومبر ۱۹۹۱ء سلسلہ تبلیغ کا کچھ کام کیا، قمر حسین شاہ اور تنویر شاہ صاحب سے گفتگو کی۔

Marfat.com

سفر جرمنی یکم جنوری ۱۹۸۳ء تا ۲ جنوری ۱۹۸۳ء

فرینکفرٹ میں صوفی منظور صاحب سے ملاقات ہوئی کار کی خرابی کی وجہ سے جلسے میں ہم شریک نہ ہو سکے۔ ورلڈ اسلامک مشن کے مقاصد عہداروں سے ملاقات اور مشن کے بارے میں بات چیت ہوئی۔ مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد پیر صاحب نے میلاد النبی کے موضوع پر خطاب کیا۔ چالیس ہزار سے زائد لوگ موجود تھے۔ مقام نبوت کی عظمت حضور ﷺ رسول عربی کی توقیر رسالت، احساس دین، اور سنت نبوی کی دین میں اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی۔ سوالات کے جواب دیے، پھر وہاں سے ہالینڈ کو رختِ سفر باندھا۔

Marfat.com

سفر بلجیم

۱۳ اگست ۱۹۷۹ء کو پیر صاحب پہلی مرتبہ بلجیم گئے۔ وہاں کی اہم جنگوں کو دیکھا۔ آرٹی ایکٹ مختلف آرٹ کے حوالے سے وہاں کا مطالعہ، اسلامک کلچرل سنٹر میں گئے۔ برسلز کی جامع مسجد میں نماز پڑھائی۔

۲۵ دسمبر ۱۹۸۲ء کو پیر صاحب پھر برسلز پہنچے، وہاں سب احباب سے ملاقات کی اور انہیں تبلیغ دین کی طرف متوجہ کیا اور پھر وہاں سے فرانس چلے گئے۔ بلجیم میں اس وقت ایک ہزار کے قریب مسلمان تھے، زیادہ تر عرب کے لوگ مسجد میں آ کر نماز ادا کرتے تھے، بلجیم کے دونوں تبلیغی دوروں کے اختتام پر مجلس میلاد کا انعقاد ہوا، ۱۹۸۲ء میں پیر صاحب کے ساتھ حضرت ابوالکمال برق نوشاہی تھے۔ انہوں نے بھی میلاد النبی اور تعلیم اسلام کے موضوعات خطاب کیا۔

۲۹ اگست بروز جمعہ ۱۹۸۹ء کو پھر بلجیم گئے۔ برسلز میں نماز جمعہ ادا کی، طارق مجاہد نوشاہی نے خطابت اور امامت کا فریضہ سرانجام دیا۔ پیر صاحب نے دعا کرائی۔ اس موقع پر بھی لوگوں نے پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو برسلز میں جلسہ عید میلاد النبی کے سلسلے میں صدارتی خطبہ دیا اور ہالینڈ چلے گئے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۹ء کو پیر صاحب پھر بلجیم گئے تھے۔ جہاں پاکستانی سفارت خانے کے افسران کی منعقد کردہ محفل میلاد، عرس غوث پاک اور عرس اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی میں شریک ہوئے اور خطاب فرمایا تھا۔

اب ہم پیر صاحب کی 1975 کی ڈائری کے چند صفحات تقریباً اصل صورت میں نقل کر رہے ہیں۔

۳۰ جنوری ۱۹۷۵ء

لندن کے سعودی سفارت خانہ میں گئے۔ وہاں مسٹر توفیق سے شیر برج روڈ جگہ خریدنے کیلئے 10 ہزار پونڈ وصول کئے۔ شاہنامہ فردوسی اور عربی کی کچھ کتابیں بھی خریدیں۔

Marfat.com

یکم فروری

مولانا عطا المصطفیٰ جمیل نے لندن ائیرپورٹ پر RECEIVE کیا۔

۲ فروری:۔

بلیک برن میں جلسہ ہوا۔صدارت پیر معروف حسین شاہ نے کی۔

۸ فروری:۔

اسلامک مشنری کالج بریڈفورڈ کے ہال میں جلسہء سیرت وشہادت منعقد ہوا۔پیر صاحب نے صدارت فرمائی۔عطاء المصطفیٰ جمیل اور علامہ اعظمی نے خطاب کیا۔

۱۸ فروری:۔

علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری، مولانا عبدالستار خان نیازی اور شاہ فرید الحق لندن ائیرپورٹ پر اترے۔آج کا دن انہوں نے پیر صاحب کے پاس گزارا پیر صاحب نے انکے تبلیغی دورے کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا اور اس کے مطابق دورہ مکمل ہوا۔

پروگرام:۔

۲۱ فروری:۔

مولانا شاہ فرید الحق نے ہیلی فیکس میں خطاب کیا، مولانا نیازی اور مولانا نورانی نے بریڈفورڈ میں۔

۲۲ فروری:۔

شیفیلڈ میں تقریب ہوئی اور شام کو ڈیوز بری میں۔

۲۳ فروری:۔

دن کے وقت بریڈفورڈ میں جلسہ ہوا اور رات کو بلیک برن کی مسجد میں۔

۲۸ فروری:۔

جمعہ کے روز مولانا نورانی نے پرسٹن میں خطاب کیا۔شاہ فرید الحق نے نیلسن میں اور مولانا نیازی نے اولڈہم میں۔مولانا نیازی کے اعزاز میں اہل بریڈفورڈ نے دعوت کا اہتمام بھی کیا

Marfat.com

یکم مارچ:۔

دوپہر سٹر میں تقریب ہوئی شام کوڈربی میں۔

۲ مارچ:۔

صبح راچڈیل میں اور شام کو مانچسٹر میں تقریب ہوئی۔

۷ مارچ:۔

لنکاسٹر، بلیک برن اور بوسٹن میں فنکشن ہوئے۔

۸ مارچ:۔

اور ہائی وبکمب میں جلسہ ہوا۔

۹ مارچ:۔

برمنگھم میں جلسہ ہوا

۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ مارچ:۔

لندن میں جلسے ہوئے ۱۹ مارچ ہائی وبکمب، پیٹر برا اور سلاؤ میں ۱۵ مارچ کو گلاسکو میں اور ۱۶ مارچ کو لندن میں جلسے ہوئے۔

Marfat.com

زندگی اور بندگی

ڈائری سے ترتیب دیے ہوئے تبلیغی سفر ہم نے جستہ جستہ اکٹھے کر دیے ہیں۔ انہی سے اندازہ کر لیجئے کہ پیر صاحب کی زندگی کس طرح بندگی کا مکمل نمونہ بنی ہوئی ہے۔ بندگی غلامی کو کہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اللہ کی غلامی کیا ہوگی کہ بندہ ایک سانس بھی اپنے نفس کے مرغوب لذائز کی نذر نہ کرے۔ ایک ایک لحہ، ایک ایک سانس اس طرح بسر ہو کہ اسی کا کام ہو رہا ہو۔ اگر کوئی آدمی ناول لکھتا تو بھی ہم کہتے ہیں کہ ناول نگار نے ہیرو کا کردار ان نیچرل کر دیا ہے مگر ہم کیا کریں کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہی کچھ لکھا ہے۔ وقت پر نمازیں پڑھی جا رہی ہیں، کتب کا مطالعہ کیا جا رہا ہے اور مطالعہ اتنا وسعت سے کیا جا رہا ہے کہ ہر شعبہ میں علم اپ ڈیٹ ہے جو کتاب بھی مارکیٹ میں آتی ہے خرید لی جاتی ہے فارسی، عربی انگریزی اور دیگر زبانوں میں جو کچھ ہے، پڑھا گیا، پڑھا جا رہا ہے لکھا بھی جا رہا ہے شاعری بھی ہو رہی ہے، ادھر فرائض کے ساتھ نوافل بھی ادا ہو رہے ہیں اور اوراد و ظائف میں بھی کوئی سستی نہیں ہو رہی۔ ادھر مجلسی زندگی نبھائی جا رہی ہے۔ احباب اور ارادتمندوں کے دکھ درد سنے جا رہے ہیں۔ انہیں مشورے دیے جا رہے ہیں۔ ان کے دکھ درد کا مداوا کیا جا رہا ہے۔ ادھر مساجد اور مدارس کی ایڈمنسٹریشن سنبھالی ہوئی ہے اور ہر انتظام کی خود نگرانی ہو رہی ہے۔ نئی مساجد کے قیام کے لیے فنڈ حاصل کیا جا رہا ہے تبلیغی دوروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ صبح کہیں شام کہیں تقریریں ہو رہی ہیں۔ دنیا کی اور مصروفیات بھی نبھائی جا رہی ہیں۔ احباب کی عیادت، تعزیت، گھریلو مسائل، بچوں کی نگہداشت، اور تعلیم و تربیت، تمام لواحقین کے حقوق ادا کئے جا رہے ہیں۔ یہ زندگی ہے جس میں معلوم نہیں آرام کا وقت کہاں سے نکل آتا ہے مگر نکل آتا ہے، نکال لیتے ہیں کیونکہ نفس کے حقوق بھی پوری طرح ادا ہو رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کی زندگیاں ہم پڑھتے تھے تو کہہ دیتے تھے لکھنے والے نے مبالغہ کیا ہے۔ کیونکہ بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لیے مگر خدا گواہ ہے کہ ہم نے پیر معروف حسین شاہ نوشاہی پر لکھتے ہوئے ایک تو قدم قدم پر محسوس کیا ہے کہ اولیاء اللہ کے سوانح نگار سچے تھے۔ انہوں نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ اور میں کوشش کے باوجود سب

Marfat.com

کچھ نہیں لکھ رہا ہوں۔ میرے قلم سے بہت سی کوتاہیاں ہوئیں۔ بہت کچھ میں نے چھوڑ دیا۔ میرا علم کم تھا۔ میرے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو گیا تھا۔ میرا اندازِ بیان اور عبادت لکھنے کا طریقہ ماند پڑ گیا تھا۔ جب انوار و تجلیات ہر طرف سے بصارت نواز ہو رہی ہوں تو چکا چوند ہو جاتی ہے۔ رنگوں کی بغایت جلوہ سامانی آنکھوں کو تحیر میں ڈال دیتی ہے کس رنگ کو دیکھیں کس رنگ کو گرفت میں لائیں کہ دوسروں کو بتایا جا سکے۔ وہ رنگ کس طرح کا تھا بچے کو ہیروں کے ڈھیر پر بٹھا دیا جائے تو کتنے ہیرے اٹھا سکے گا۔ اپنی جیبیں بھریگا، جھولی بھر لیگا، ایک مٹھی بھی بھر لیگا مگر ڈھیر اس پر مسکرائیگا اور وہ اپنی جھولی اور جیبیں خالی کر کے پھر ڈھیر پر بیٹھ جائے گا کہ جو ہیرے اس نے اٹھائے تھے، اس سے تو زیادہ تابناک ہیرے تو ڈھیر میں پڑے رہ گئے۔ وہ بار بار ایسا کریگا اور شام ہو جائے گی شاید کچھ بھی گھر نہ لے جا سکے گا۔ میں نے اس جامع حیثیات شخصیت کے کچھ رنگ بیان کرنا چاہے تھے، نہیں کر سکا۔ اور دوسرے رنگ آگے بکھرے پڑے ہیں کیا کروں؟ اب مثلاً اسی چیز کو دیکھئے کہ میں یہ بیان نہیں کر سکا ہوں کہ اپنی ہزار پہلو مصروفیات کے باوجود حضرت پیر صاحب تصنیف و تالیف کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ خود لکھتے ہیں دوسروں کو موضوعات دے کر لکھواتے ہیں۔ پھر ان کا لکھا ہوا دقیق نظر سے دیکھتے ہیں اور شائع کراتے ہیں۔ جمعیت تبلیغ الاسلام نے بہت بڑی لائبریری کے ساتھ ادارہ التصنیف والتالیف بھی بنا رکھا ہے۔ ایک میگزین بھی نکالتے ہیں۔ تبلیغی لٹریچر میں جو کتابیں پمفلٹ وغیرہ شائع کئے ہیں انکی تعداد بہت عرصہ پہلے انٹرویو کے مطابق ساٹھ سے زیادہ ہے۔ پیر معروف حسین شاہ صاحب ایک صاحب طرز نثر نگار ہونے کے علاوہ فارسی میں اور پنجابی زبان کے پوٹھوہاری لہجہ میں شعر بھی کہتے ہیں۔ اب تک انکی درج ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱) شرح ایسا غوجی (منطق کی ایک مشکل کتاب کی شرح)

۲) پنجابی اکھان (ایک تحقیقی کتاب)

۳) بارہ ماہ نوشاہی (نظم)

۴) سی حرفی ناقوس نوشاہی (نظم)

Marfat.com

۵) سی حرفی سوزنوشاہی (نظم)

٦) فریادنوشاہی

۷) سفرنامہ حرمین الشریفین

۸) نغمہءنوشاہی (نظم)

۹) نوحہءنوشاہی (نظم)

۱۰) زارستان نوشاہی (نظم)

۱۱) انتخاب کلامِ عارف

راقم (منصور آفاق) نے پیر صاحب کے کچھ دوہڑہ نما کلام کو اردو نظم میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔اس شاعر کو منظوم ترجمہ کے ساتھ ساتھ الگ کتاب ''عارف نامہ'' کی صورت میں لانے کا ارادہ ہے۔اس لیے میں پیر صاحب کی شاعری پر یہاں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔انکی شاعرانہ صلاحیتوں پر مجوزہ کتاب کے مقدمہ میں بحث کی جائے گی۔

اختتامیہ

لوگ کہتے ہیں اسلام ختم ہو گیا ہے، یہ چلا ہوا کارتوس ہے (معاذ اللہ) مجھے ان باتوں سے ہزار فیصد بلکہ لاکھ کروڑ فیصد اختلاف ہے۔ میں تو کہتا ہوں انسانیت اب ٹھوکریں کھا کھا کر اسلام ہی کی طرف آ رہی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا دور تو اسلام کی نمود تھی۔ دنیا کو دکھانا تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے، انسان ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے سارے مفادات حق کے لیے قربان کر دیں، وہ تو ایک مثال، ایک نمونہ، ایک ماڈل، ایک آئیڈیل تاریخ کے سپرد کرنا تھا۔ بتانا تھا انسان کی تکمیل تب ہو گی جب وہ اس آئیڈیل تک پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد انسان کو چھوڑ دیا گیا کہ وہ اس کارگاہِ حیات میں اپنے لیے جو کچھ سوچتا ہے، کر کے دیکھ لے۔ علم استقرائی کو وجود میں لا کر سائنس کے دروازے کھولے گئے اور کہا گیا ''علم نافع'' حاصل کرو۔ مغرب نے استقرائی علم میں بہت ترقی کر لی لیکن یہ تمیز نہ کر سکا کہ اس کا علم نافع ہے یا ضرر رساں۔ ایک طرف نافع میں یہ عروج حاصل کیا گیا کہ کچھ امراض ختم ہو گئے اور کچھ ختم کرنے کے لیے شب و روز محنت ہو رہی ہے۔ پہلے سے سینکڑوں گنا خوراک پیدا کی جا رہی ہے لیکن دوسری طرف ضرر رساں علم بھی ترقی کرتا گیا اور انسانی ہلاکتوں کے بڑے بڑے سامان دریافت کر لیے گئے۔ اب جب انسان عالمی جنگوں کے دوزخ دیکھ چکا ہے تو ہاتھ مل رہا ہے۔ مشرق سے مغرب تک دوڑ رہے ہیں کہ ایٹمی آلات ختم کیے جائیں۔ امن قائم کیا جائے۔ دہشت گردی سے نجات حاصل کی جائے۔ اسلام نے سب سے پہلے یہی بات کی تھی کہ انسانیت کی بقا ضروری ہے۔ امن ضروری ہے انسان کی تباہی نہ سوچو۔ انسان کی خوشحالی سوچو۔ انسان کی بھلائی سوچو، انسانیت کی پناہ اسی نظام میں ہے جو امنِ عالم کا علمبردار ہو امن کی تڑپ، امن کے لیے دوڑ دھوپ اسلام ہی کی طرف پیش قدمی ہے۔ کل کہا گیا تھا۔

ALL IS FAIR IN LOVE AND WAR (محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے)

اور اسلام نے کہا تھا نہیں ہر حال میں ''عدل کرو'' حتیٰ کہ جنگ میں بھی عدل کرو۔ اگر

Marfat.com

مجبوراً تمہیں دفاع میں لڑنا بھی پڑے تو حد سے نہ بڑھو

''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''

(کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ اُکسائے کہ تم عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھو، نہیں ہر حال میں عدل کرو یہی بات تقوٰی سے زیادہ قریب ہے)

آج انسانیت بحیثیت مجموعی عدل کی پکار بلند کر رہی ہے۔ بُش حکومت عراق پر حملہ آور ہوتی ہے تو امریکہ ہی سے لاکھوں لوگ اور دنیا بھر سے کروڑوں لوگ احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ مرنے والے عراقیوں سے ان کا رنگ، نسل اور وطن کا کوئی اشتراک نہیں مگر سب کی راتوں کی نینداور دنوں کا چین ختم ہو جاتا ہے۔ ہر طرف سے پکار بلند ہوتی ہے ''عدل'' ''عدل'' ہر حال میں ''عدل''۔ دہشت گردی ضرور ختم کرو مگر اس سے لاکھ گنا زیادہ دہشت گردی سے نہیں۔عدل کیساتھ، فتنہ کا سر کچل دو مگر بہت بڑا فتنہ پیدا کر کے نہیں، عدل کے ساتھ۔ جن لوگوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کیا وہ انسان نہیں وحشی درندے تھے، انہیں اس پر آمادہ کرنے والے اور بھی بڑے درندے ہیں۔ ان کے سروں میں شیطانوں کے آشیانے ہیں۔ انہیں ڈھونڈو، انہیں تلاش کرو اور پھر انہیں عبرتناک سزائیں دو مگر یوں نہیں کہ افغانیوں کے وہ بچے یتیم کر دو جنکے باپ اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے تمہاری سڑکوں پر روڑی کوٹ رہے ہیں۔ ان عراقی ماؤں کو نہ رُلاؤ جنہوں نے اپنے بچوں کو ناشتہ کرا کے سکول بھیجا تھا اور اپنے شوہروں کو روٹی کمانے کے لیے مزدوری کرنے کے لیے رخصت کیا تھا۔ بتایئے ''عدل'' ''عدل'' کی یہ پکاریں، اسلام کی فتح نہیں تو کس کی فتح ہے؟

اسلام نے سب سے پہلے مساوات انسانی کا پرچم بلند کیا تھا۔ جمہور کے حقوق کا تعین کیا تھا، ملوکیت اور سلطانی کا خاتمہ کیا تھا۔ جمہوریت کی آواز بلند کی تھی۔ آج ساری دنیا جمہوریت کی دلدادہ اور ملوکیت کی دشمن ہے۔ بتایئے یہ کس کی فتح ہے۔ ملوکیت کے نمائندے یزید کی یا ملوکیت کے خلاف آواز بلند کر کے اپنے سارے خاندان کو اپنے خون میں ڈبو دینے والے حسینؓ کی، اسلام نے عورت کو انسانی حقوق دیے تھے اور اسے معاشرہ میں مرد کی سطح پر لا کھڑا کیا تھا آج عورت کے حق

Marfat.com

میں آواز بلند کرنے والے کیا اسی نبی عربی کی اتباع نہیں کرنا چاہتے ،جس نے سب سے پہلے عورت کو زندہ در گور کرنے والے معاشرہ میں عورت کے حقوق کا تعین کیا تھا۔

اسلام نے ہی سب سے پہلے رنگ ،نسل، وطن اور دوسرے امتیازات ختم کر کے کہا تھا۔ لوگوتم سب ایک ہی آدم کی اولاد ہو۔اس لیے ''کان الناس امۃ واحدہ'' پوری نسل انسانی امتِ واحدہ ہے کسی گورے کوکسی کالے پر کسی کالے کوکسی گورے پر کسی عربی کوکسی عجمی پراور کسی عجمی کوکسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں کہ فضیلت کا معیار بدل کر ساری دنیا کو ایک خاندان بنادیا گیا ہے۔ یہ جو آج گلوبل ولیجGLOBAL VILLAGE کی باتیں ہو رہی ہیں، بتایئے یہ کس آواز کی بازگشت ہے۔ وحدت، انسانی کا یہ تصور کس نے دیا تھا؟ کیا یہ اسلام کی دعوت اور اسلام کی پکار نہیں تھی۔ بلاشبہ یہ سب کچھ اسلام تھا جو اجتماعی طور پر ساری دنیا نے تسلیم کرلیا ہے لیکن ابھی نظریاتی طور پر یہ سب کچھ تسلیم کیا گیا۔ابھی عملی طور پر ان نظریات کو جزئیات سمیت قبول نہیں کیا گیا۔قبول کیا بھی گیا تو اس پر پورا عمل نہیں کیا جا سکا کیونکہ انسان ابھی مفاد خویش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔اس میں وہ ایمان پیدا نہیں ہوا جو انسان کو اس عمل کا پیکر بنادیتا ہے۔

''ویؤ ثرون علیٰ انفسِھِم ولو کا نَ بِھِم خصا صہo 59/9''

وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے وہ خود کتنی ہی تنگی میں کیوں نہ ہوں)

اور وہ وقت آنے والا ہے جب انسان مجبور ہو کر ان نظریات کو عملی طور پر بھی اس طرح قبول کریگا کہ ان نظریات کو متعارف کرانے والے قرآن پر ایمان لائے۔ایسا ہونا ہے، ہو کر رہنا ہے کیونکہ کائنات کے خالق اور مالک کا فرمان ہے اس دین کا تمام ادیانِ عالم پر غالب آ کر رہنا ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کام کی ابتداء ہوگئی ہے کیونکہ اس دین کے نظریات اب دنیائے انسانیت کی اولیں ترجیحات بن گئے ہیں۔غیر متعلق نہیں ہوگا اگر ہم یہاں مغربی مفکرین میں سے ایک مفکر برنارڈ شا کے الفاظ نقل کردیں، مفکر موصوف کہتا ہے۔

''میں نے محمد (ﷺ) کے مذہب کو اسکی توانائی کی بناء پر ہمیشہ بہ نگاہِ احترام دیکھا ہے میرے نزدیک دنیا میں تنہا یہی مذہب ہے جس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات

Marfat.com

کا ساتھ دے سکے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا پیغام ہر زمانہ کے لوگوں کے لیے ہے۔ میں نے اس حیرت انگیز شخصیت کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ مسیح (علیہ اسلام) کا نقیض ہونے کے بجائے بجا طور پر نوعِ انسانی کا نجات دہندہ کہلا سکتا ہے۔ میرا یقین ہے اگر آج اس جیسا کوئی انسان حکومت سنبھال لے تو وہ اس کے مسائل کا اس خوبی سے حل پیدا کر سکتا ہے کہ یہ دنیا پھر سے اس امن اور مسرت کی زندگی کو پالے جس کی آج اسے اشد ضرورت ہے۔ میں نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ جس طرح آج کا یورپ اس مذہب کو قبول کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے، اسی طرح کل کا یورپ بھی اس مذہب کو قبول کرلے گا''

بحوالہ معراج انسانیت صفحہ 413

کیونکہ اسلام کی تعلیمات ہی ایسی ہیں جو ہر دور کے مسائل کا صحیح اور اطمینان بخش حل پیش کرتی ہیں۔ گوئٹے کے الفاظ میں ''اسلام کی تعلیم کہیں بھی ناکام نہیں ہوسکتی۔ ہم اپنے تمام نظامہائے تمدن کے باوجود اسکی حدود سے آگے نہیں جاسکتے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں جاسکتا'' اس حقیقت کا اعتراف تو آج مفکرین یورپ کھل کر کہہ رہے ہیں کہ گزرے ہوئے کل کا یورپ مسلمانوں کی عطا کی ہوئی علمی اور تہذیبی روشنی سے ہی منور ہوا۔ بریفالٹ لکھتا ہے۔

''یورپ کی نشاۃِ ثانیہ اس وقت پندرھویں صدی میں نہیں ہوئی بلکہ اس وقت ہوئی جب یورپ عربوں کے کلچر سے متاثر ہوا۔ یورپ کی نئی زندگی کا گہوارہ اٹلی نہیں اندلس ہے۔ ادھر روما کی تہذیب گرتے گرتے بربریت کی انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ ادھر دنیائے اسلام بغداد، قرطبہ، قاہرہ تہذیب اور ذہنی تحریکات کے مرکز بن رہے تھے۔ ان ہی شہروں میں وہ حیاتِ نو نمودار ہوئی جسے انسانی ارتقاء میں ایک نئے باب کا اضافہ کرنا تھا۔ جس میں نئی تہذیب کو مخصوص طور پر سامنے آنا تھا۔ اور وہ سامنے آگئی دنیا تہذیب نو سے متعارف ہوئی۔

اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تہذیب کا عمل وجود عمل میں نہ آتا۔ انکے بغیر یہ یقیناً اس خصوصیت کو حاصل نہ کر سکتا تھا جس نے اسے ارتقائی مراحل میں بلند ترین سطح پر لا کھڑا کیا ہے۔ مغربی کلچر میں کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں عربی ثقافت کا رنگ نہ جھلکتا ہو لیکن ایک شعبہ تو ایسا ہے

جس میں یہ اثر بالکل نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور یہی وہ شعبہ ہے جو درحقیقت عصر حاضر کی قوت کا باعث ہے اور اسکی فتوحات کا ذریعہ ہے یعنی علم الاشیاء سائنس کی روح، ہماری سائنس صرف اسی حد تک عربوں کی مرہین منت نہیں کہ انہوں نے ہمیں عجیب وغریب نظریات واکتشافات سے روشناس کرایا بلکہ ہماری سائنس کا پورا وجود ہی اسکا شرمندہءِ احسان ہے"

(THE MAKING OF HUMANITY BY BRIFFAULT)

اور جس طرح کل کے یورپ نے اسلام سے کسبِ فیض کیا تھا آج کا یورپ بھی مجبور ہے کہ اسلام ہی سے کسب فیض کرے۔ اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس نے اسلام سے استقرائی علم کا درس تو لے لیا لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ استقرائی علم کو صرف علمِ نافع کے طور پر لینا چاہیے۔ اپنی نادانستگی میں وہ، مادی فتوحات میں آگے بڑھتا گیا اور بڑھتے بڑھتے وہ مادی قوت کے اس جن کی بوتل کا بھی ڈھکنا کھول بیٹھا جو آزاد ہو کر آج سب کچھ تہس نہس کر دینے کیلئے اسکے آگے پیچھے منڈلا رہا ہے۔ اب صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ اسلام ہے، وہی اسلام جس میں امن ہے، سلامتی ہے اور جو انسانیت کی واحد پناہ گاہ ہے۔ ہم ابتداء میں بتا چکے ہیں کہ پوری دنیا ٹھوکریں کھا کھا کر اب اسلامی تعلیمات کے قریب آرہی ہے۔ دنیا ایک گاؤں بن رہی ہے ایک خاندان میں ڈھل رہی ہے۔ کالے گورے کی تمیز ختم ہو رہی ہے۔ انسانی مساوات کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ مغرب مشرق میں مدغم ہو رہا ہے۔ مشرق کی طرف لپک رہا ہے۔ اپنے دکھوں کا علاج مانگ رہا ہے اور مشرق مغرب کو مایوس نہیں کریگا۔ اسے اپنے دامنِ عافیت میں سمیٹ لے گا، خدا کا وعدہ پورا ہوگا، اس کی بات اپنی تکمیل کو پہنچے گی اور وہ دن آئیگا۔ ضرور آئیگا کہ اللہ نے اس دنیا کے خالق اور مالک نے کہا ہے۔

"وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" (زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے گی)

زمین ساری کی ساری مشرق ہو جائے گی (اشرف الارض) مطلعِ انوار بن جائے گی۔

اور ایسا جب بھی ہوگا اس تاریخ میں ایک نام ضرور لکھا جائے گا اور وہ نام ہوگا "مغرب سے مشرق" کی تحریک اٹھانیوالے ایک شخص "حضرت پیر معروف حسین شاہ نوشاہی قادری" کا، جسے اسی ذات

Marfat.com

کی محبت نے اپنا دیوانہ بنا کر مغرب میں بھیجا، جس کی محبت دین ہے، ایمان ہے، اسلام ہے جس کا دامنِ رحمت اس قدر وسیع ہے کہ ساری کائنات اُس میں سما سکتی ہے اور جس کے خدا ''رب العلمین'' نے فخر سے کہا ہے۔

''وَ مَا اَرْ سَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً العا لمین''

اِنَّااللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْ نَ عَلَی النبی یَا یُّھَا الَّذِیْنَ آ مَنُوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْ ا تَسْلِیْماً

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ .

برُو ح اِعظم و پا کش درود لا محدود

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

عارف نامہ

(پیر سید معروف حسین شاہ نوشاہی کی سرگزشت)